فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

الحمد للہ کہ دریں ایام فرخندہ فرجام مجموعہ رسائل ۷ در تحقیق مسائل مختلفہ دربارہ تحقیق احادیث برطریق اہل حدیث
از تصنیف ماہر اصول حدیث و فنون اسماء الرجال مقبول زمن مولوی محمد حسن صاحب فیضپوری مد ظلہ

تہذیب الاسلام فی جواب تبصرۃ الاسلام

الفوز المبین بالاخفاء بآمین

باہتمام خاکسار خیر خلق سید عبد الرحمن عرف شیر علیشاہ نبیرہ میاں خیر اللہ غفر اللہ ولوالدیہ

مطبع اسلامیہ شہر لاہور شد
در واقع لاہور طبع

قیمت فی جلد .... عہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العٰلمين والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام على رسوله محمد و
آله و صحابه وازواجه واهل بيته اجمعين **اما بعد** پس عرض کرتا ہے بندۂ مسکین
محمد حسین صانہ اللہ عن شرور الزمن کہ یہ رسالہ ہے مسمّٰی بہ تہذیب الاسلام فی جواب
تبصرۃ الانام۔ واضح ہو کہ عرصہ گذرا ہے کہ کسی عالم حنفی نے ایک رسالہ لکھا تھا عمدہ بجواب
دو مسئلہ ایک مسئلہ فاتحہ خلف امام اور دوسرا دربارہ جمعہ کے اور اسکا نام تنبیہُ الانام
علیٰ ما الظہر بعد الجمعۃ فی دیہ الایام و منع القراءۃ خلف الامام رکھا اُس کے جواب
میں ایک مولوی صاحب نے ایک رسالہ لکھا جسکا نام ارشاد الانام رکھا پھر اُس کے جواب میں
مولانا و بالفضل اولانا مسند وقت محدّث مفسّر فقیہ مولوی نظام الدین صاحب مفتی ریاست
مالیر کوٹلہ نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام صیانۃ الانام عن تضلیل مؤلف
ارشاد الانام لکھا اور پھر اُس کے جواب میں مولوی عبد الجبار عمر پوری نے رسالہ
تصنیف فرمایا اُس کا نام تبصرۃ الانام برد مغالطات صیانۃ الانام ترقیم فرمایا ہر دو
فریق نے اپنے اپنے دلائل جو ان کے علم اور فہم میں موجود تھے ذکر کیے۔ مگر غرض یہ ہے کہ
دونو مسئلوں میں مولوی نظام الدین صاحب کی نظر دقیق معلوم ہوتی ہے اور دلائل بھی
جس قدر بیان فرمائے ہیں عمدہ ہیں مگر چونکہ آجکل کے اکثر غیر مقلد محض تقلید آبائی کے متبع ہیں جنے انکو

بہ سبب عناد کے جو اُن کو مذہب حنفی کے ساتھ ہے صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کر ڈالتے ہیں۔
اب اس وقت زیادہ گنجائش تو نہیں ہے کیونکہ اس بندہ نے ان دونو مسئلوں کے باب میں
مفصّل دو رسالہ علحدہ علحدہ تصنیف کیے ہیں لہذا طوالت کی حاجت نہیں ہے مگر بقول حکما
ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں جو کہ مولوی عبد الجبار عمرپوری
...... نے غلط اور بے سند باتیں لکھی ہیں اور جا بجا بے علمی اور خیانت اور حق پوشی کی ہے
ان کے رسالہ تبصرۃ الاذام کے چند مواضع کو لکھا جاتا ہے ان کے ان مواضع کے حال دریافت
کرنے سے ان کے باقی رسائل اور دلائل کو خود دریافت کر لینا میرے کہنے کی کچھ چنداں ضرورت
نہیں خود علما جو مذاق علم حدیث اور رواۃ سے واقف ہیں دریافت کر لینگے واضح ہو کہ مولوی
صاحب مذکور علم رجال اور جرح اور تعدیل سے بڑے نادان اور ناواقف معلوم ہوتے ہیں شاید
اس علم کی سند اور اجازت کسی محدث سند یافتہ سے نہیں کہتے ورنہ ایسے لغو اور بیچ جواب
لکھتے۔ اب بعون اللہ تعالیٰ ان کی کتاب کا حال سنیے اور گوش ہوش سے اس طرف توجہ فرمائیں
کہا مصنف تبصرۃ الاذام نے صفحہ ۳ میں اقول فاتحہ اگرچہ دوسری آیتوں سے الخ تا آخر
قول تک جواب اُس کا چند وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ صاحب تبصرہ کو مہارت علمی نہیں ہے کیونکہ جب
شارع نے مدار وجوب انصات کا قراءۃ قرآن کو فرمایا اور خود صاحب تبصرہ نے فاتحہ شریف
میں اس کو بدرجہ اتم مسلم رکھا ہے کہ وہ بذاتہا قرآن ہے تو اس کے واسطے حکم انصات کا
بدرجہ اتم ہونا چاہیے یعنے اگرچہ اور باقی قرآن کا بھی یہی حکم ہے مگر فاتحۃ الکتاب چونکہ
بدرجہ اتم قرآن ہے تو اس کے لیے بدرجہ اتم انصات ضروری ہے۔ جواب دوسرا یہ کہ بعض
آثار شان نزول اس کے سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ فاتحہ اس میں داخل ہے فقد اخرج

سلہ اس جگہ پر مولوی نظام الدین صاحب کا یہ دعوی تہا کہ قراءۃ خواہ فاتحہ کی ہو یا غیر فاتحہ کی سننے اور خاموشی
کے ضرور منافی ہے الخ اس پر مولوی عبد الجبار صاحب کا یہ کلام ہے کہ فاتحہ اور قرآن کی مثل نہیں بلکہ اس کو
خصوصیت اور مزیت ہے باقی قرآن پر کہ اسکو خدا تعالے نے بذاتہا قرآن قرار دیا ہے آیت ولقد آتیناک
سبعاً من المثانی والقرآن العظیم میں اس کا حکم باقی قرآن سے جدا ہونا چاہیے یہ خلاصہ ہے انکی کلام کا
منہ عفی عنہ

سعید بن منصور وابن ابی حاتم عن محمد بن کعب القرظی کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا قرأ فی الصلوٰۃ اجابہ من ورائہ اذا قال بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا
مثل ذٰلک حتی تنقضی الفاتحۃ والسورۃ فلبث ماشآء اللہ ان یلبث ثم نزلت
واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا انتہی اب تو فاتحہ کو بھی یہ آیت شامل
ہوئی اور عام آثار تو بکثرت ہیں دوچار اُن میں سے نقل کیے جاتے ہیں قال الحافظ ابوبکر
الحازمی فی کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار اخبرنا احمد بن سہل
اخبرنا الحسن بن محمد حسنویہ ثنا عبداللہ بن محمد بن عیسٰے ثنا عبداللہ بن محمد
ابن النعمان ثنا العباس بن یزید ابوالفضل عن عبدالوہاب ثنا المہاجر ابو مخلد
عن ابی العالیۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ قرأ اصحابہ اجمعون
خلفہ حتی انزلت واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون فسکت
القوم وقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال ابن النعمان حدثنا ابی ثنا بشر بن عمر
الزہرانی عن ابن لہیعۃ عن ابن ابی ہبیرۃ عن ابن عباس قال صلی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وقرأ خلفہ قوم فنزلت واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا
لعلکم ترحمون انتہی واخرج ابوالشیخ عن عبداللہ بن عمر قال کانت بنواسرائیل
اذا قرأت ائمتہم جاوبوہم فکرہ اللہ ذٰلک لہذہ الامۃ فقال واذا قرئ
القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا انتہی اب عاقل کو اس قدر کافی ہے اور اگر کسی صاحب
کو شوق ہو کہ اس آیت کے آثار اور اُن کی بحث کماحقہ مع اعتراض اور جواب کے دیکھے
تو وہ اس عاجز کا رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین کو دیکھے۔
جواب تیسرا یہ کہ قاعدہ اصول کا ہے العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اور
اجماعاً مسلم ہے ورنہ ہزارہا حکم برباد ہو جاوینگے وای مفسدۃ اعظم من ذٰلک البتہ اگر
مخالف تخصیص اس کی تخصیص کا حکم کتاب اللہ یا کہ سنت صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت

کرے گا تو اس کی رہائی ہو جاوے گی وانی تیتسر لہ ذلک کما سیجیئ قریبًا ان شاء اللہ تعالیٰ اور صفحہ ۱۳ سے ۱۴ قول آپنے صفحہ ۱۷ سے ۱۸ اور ۱۹ تلک شد و مد سے بیان کیا ہے الخ تا صفحہ ۲۶-اس میں صاحب تبصرہ نے بہت حق سے چشم پوشی کی ہے اور علم کو بے علمی کے ساتھ بدل دیا ہے کیونکہ قول اُس کا کہ یہ آیت جہر قرارۃ سے منع کرتی ہے نہ خفیہ سے اور دلیل اُس پر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شاہد لائے سبحان اللہ جرح تعدیل کا علم تو دیکھو کہ مولوی عبد الجبار صاحب کو کس قدر وقفیت یا کہ حق سے چشم پوشی کی ہے اول حدیث کو سنو مع سند کے پہر اُس کا نتیجہ دیکھو اخرج الدارقطنی فی سننہ حدثنا عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث وابو بکر النیسابوری قالا ثنا العباس بن الولید بن مزید اخبرنی ابی ثنا الاوزاعی ثنا عبد اللہ بن عامر حدثنی زید بن اسلم عن ابیہ عن ابی ہریرۃ عن ہٰذہ الآیۃ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون قال نزلت فی رفع الاصوات وہم خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ لفظ ابی داؤد عبد اللہ بن عامر ضعیف انتہیٰ کلام الدارقطنی بعینہ لہٰذا جبکہ خود دارقطنی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے تو یہ حدیث قابل استدلال نہ رہی اور میں کہتا ہوں کہ کہا صاحب خلاصہ نے عبد اللہ بن عامر احد الضعفاء انتہیٰ ملخصًا اور کہا حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں عبد اللہ بن عامر الاسلمی ابو عامر المدنی ضعیف من السابعۃ انتہیٰ اور کہا شیخ الاسلام ذہبی نے میزان الاعتدال میں ضعفہ احمد والنسائی والدارقطنی وقال یحییٰ لیس بشئی وقال البخاری یتکلمون فی حفظہ وسئل علی بن المدینی عنہ فقال ذٰلک عندنا ضعیف مقل وقال ابن سعد کثیر الحدیث قارئ القرآن یستضعف انتہیٰ بہر حال یہ حدیث ضعیف ہے اور علی سبیل التسلیم اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ مورد کا لہٰذا

سلہ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی نظام الدین صاحب کا دعویٰ تہا کہ اگر چہ آیت کے شان نزول میں ۹ قول وارد ہیں مگر صحیح سب سے یہی ہے کہ قراءۃ خلف امام کے حق میں وارد ہے اُس کے جواب میں مولوی عبد الجبار صاحب نے یہ بحث کی ہے کہ ہم نے مانا کہ صحیح یہی قول ہے مگر یہ امر جہر قراءۃ میں متصور ہو سکتا ہے نہ سر میں بعد اسکے اثر ابو ہریرہ کا در منثور وغیرہ سے نقل فرمایا جس کی بحث آگے آوے گی کہ وہ ضعیف ہے ۱۲ منہ سلہ قلت وقد اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ والبیہقی ۱۲ منہ سلہ یہ حدیث ہی دلیل اخفاء آمین کی ہے واسطے حنفیہ کے اور تفصیل اس کی میرے رسالہ المغنم المبین باخفاء بالتامین میں ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

اگرچہ مورد خاص جہر کا ہے مگر آیت نے عام طور پر منع کیا ہے جہر کے طور ہو یا کہ خفی اور اس کے نظائر
اور بھی بہت سے ہیں تتبع کرنے سے مل سکتے ہیں[1] چنانچہ ضم سورہ کا فاتحہ کے ساتھ ہر طرح منع ہے
جہر کے طور ہو یا کہ خفی طور پڑھے[2] فما هو جوابہ فهو جوابنا[3]۔ **قولہ** انصات اور اسکات آہستہ
پڑھنے کے مخالف نہیں الخ مولوی عبد الجبار صاحب کا دعویٰ اور دلیل دونو مطبق نہیں ہیں بحث
تو لفظ انصات میں ہے اور دلیل اُس کی اسکات کی حدیث لائے ہیں لہذا عرض ہے کہ اسکات
کا عموم تو ہم مانتے ہیں نہ انصات کا کیونکہ اُس کے معنے عدم التکلم کے ہیں نہ عدم جہر البتہ اگر انصات
کے معنے عدم جہر کے کسی جگہ ثابت ہوں تو آپ کی بات بجا ہے دیکھو صراح جلد اول میں ہے نَصتٌ
وَاِنْصَاتٌ خاموش بودن وگوش داشتن یقال انصتوہ وانصتوا لہ انتہیٰ **قولہ** اور استماع کی
نسبت خیال کیجیے الخ یہ بھی دعویٰ بلا دلیل ہے کوئی آیت اور حدیث صحیح اس پر دال صریح وارد نہیں ہوئی
کہ سکتات امام کے واسطے قراءۃ مقتدی کے ہیں بلکہ خود دارقطنی نے سکتوں میں اجازت دینے
والی حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ رہا عمل ائمہ کا تو وہ اُن کا اجتہاد ہے نہ مبنی علی الدلیل القوی اور
خود شیخ ابن القیم نے زاد المعاد میں اس استدلال کو ضعیف بتایا ہے اور رد کیا ہے اور اسی طرح
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح نے حجۃ اللہ البالغہ میں بلکہ کہا امام طیبی نے شرح مشکوۃ میں والاظہر
ان السکتۃ الاولی للثناء والثانیۃ للتامین انتہیٰ اور اس مسئلہ کی بحث مفصل میرے رسالہ
الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین میں ہے واللہ اعلم شاید اُس سے زیادہ کسی نے نہ کی ہوگی
قولہ اگر امام سکتہ نہ کرے الخ اقول فاتحہ کا انتشار کرنا قراءۃ ممنوعہ سے از روئے احادیث صحیحہ کے
تو ثابت نہیں اور جو ہیں وہ سب ضعیف اور مجروح ہیں اسی واسطے کہا امام حافظ زیلعی شارح کنز نے
امام احمد رح سے نقل کرکے کہ جملہ انتشار والی حدیث سند معتبر سے ثابت نہیں اور ابن عبد البر نے
تمہید شرح مؤطا میں اُس ضعف کا حکم لگایا ہے جو چاہے اُن میں دیکھے اور قریب آویگا حال اُن کا

---

[1] چنانچہ اکثر آیات رد شرک کی بتوں کے حق میں اتری ہیں مگر عموم لفظ کے سبب سے درخت قبر، نبی، ولی، جانور سب اُس میں داخل ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ [2] دونو طور پر مقتدی کو ضم سورہ منع ہے یعنے نہ جہر کے طور پڑھے نہ خفی طور پر فما هو جوابکم فهو جوابنا ۱۲ منہ [3] حاصل یہ کہ جہری نماز میں ضم سورۃ دونوں طور منع ہے اسی طرح فاتحہ تو آیت کا عموم اس حالت میں مخالف ہمارا مان چکا ۱۲ منہ عفی عنہ

ان شاء اللہ تعالیٰ **قولہ** اور آیت کریمہ کا قراءۃ خلف امام کے بارہ میں اختلاف پایا گیا ہے الخ اقول
اگرچہ اس میں بعض کا اختلاف منقول ہے مگر جبکہ تمام اقوال مزیف اور معلول ہیں بجز اس قول کے تو
وہ خلاف مرتفع ہو کر اجماعی مقرر ہوا اسی واسطے امام احمد رح نے اور ابن عبد البر نے اسپر اجماع کا دعویٰ
کیا ہے فقد اخرج الامام احمد بن الحسین البیہقی عن الامام احمد بن حنبل انہ قال اجمع الناس علی
ان ھٰذہ الاٰیۃ فی الصّلوٰۃ اور کہا ابن عبد البر نے استذکار میں فی اجماع اھل العلم علی ان قولہ
واذا قرئی القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لم یرد کل موضع وانہ اراد الصّلوٰۃ اور ضح دلیل علی ان لا یقرأ
مع الامام فیما جھر الخ اور تفصیل اس کی میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہے **قولہ** و نیز قوی سند سے
ثابت نہیں الخ اقول بندۂ خدا جبکہ امام احمد اور ابن عبد البر نے دعوی اجماع کا کیا ہے اگر اُس کی کوئی
دلیل صحیح سند سے مروی نہ تھی تو یہ قول فی نفسہ خود مزیف ہونا چاہیے تھا۔ چہ جائیکہ اُس کو اجماعی
قرار دیا جاوے اور اگر آپ کو قول مذکور کے آثار کی سند ضروری درکار ہے تو وہ بھی ہے آپ اُس کے آثار
کی طرف چشم ہوش سے نظر کریں جو اوّل گذر چکی ہیں مگر بالبسط بحث اُن کی میرے رسالہ الدلیل
المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین میں ہے۔ اور صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں **قولہ** حدیث من کان لہ امام
فقراءۃ الامام لہ قراءۃ اول تو ضعیف ہے الخ سُبحان اللہ آسمان کی طرف تھوکنے سے اپنے مُونہ پر
پڑتی ہے اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث ایسی صحیح ہے کہ مخالف کے پاس اس کے مرتبہ کی ایک حدیث بھی نہیں ہے
اور بیان اُس کا ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آویگا **قولہ** دوسرے معنی اُس کے یہ ہیں الخ اقول سبحان اللہ و
الحمد للہ کہ آپ جیسے علماء ربانی اور واقف رموز حدیث و قرآن مجتہد لاثانی ابھی تک دنیا میں موجود ہیں
اور علوم عربیہ کے تو آپ شاید معلم اوّل ہیں مگر اس وقت آپ سُکر اولیائی میں مست ہو کر اجہل من المجنون
ہو کر بے خبری کی باتیں کر رہے ہیں کیونکہ آپ کی ذکاوت مبدّل بہ بلاوت ہو گئی ہے کہ علم حدیث
اور عربی دونوں میں غلطی کی ہے علم حدیث میں آپکی غلطی اظھر من الشمس ہے کیونکہ حدیث کی اصل قعادہ
اہ ہے کے الفاظ مرویہ سے آپ خوب ناواقف ہیں اور اس کے شواہد اور متابعات کی طرف آپکی بصیرت

سلہ بلکہ معدوم محض ہونا چاہیے کیونکہ جو قول بے سند ہو صحیح اور معتبر کب ہو سکتا ہے تعجب ہے کہ مجمع علیہ ائمہ کا ہو اور بے اصل
ہو ھذا شیئ عجاب ۱۲ منہ عفی عنہ

اور ذکاوت نے توجہ نہیں فرمایا لہذا نہی صریحی اور ضمنی کو جو دونوں طور اُس میں وارد تھی اس سے اغماض کیا اب پہلے اصل قصہ کو سنو اور بعد میں اُس کے شواہد اور متابعات کو غور سے سنو اخرج الحاکم فی المستدرک حدثنا ابو محمد بن بکر بن محمد بن حمدان الصیرفی حدثنا عبد الصمد بن الفضل البلخی حدثنا مکی بن ابراھیم عن ابی حنیفۃ عن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد ابن الھاد عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی ورجل یقرأ خلفہ فجعل رجل من الصحابۃ ینھاہ عن القراءۃ فی الصلوٰۃ فلما انصرف قال تنہانی عن القراءۃ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکروا ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من صلی خلف امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ انتہیٰ واخرج الدارقطنی فی سننہ حدثنا ابو عبد اللہ محمد بن القاسم بن زکریا المحاربی الکوفی بالکوفۃ ثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا اسد بن عمرو عن ابی حنیفۃ عن موسی ابن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفہ رجل یقرأ فنہاہ رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما انصرف تنازعا حتی بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف امام فان قراءتہ لہ قراءۃ ورواہ اللیث بن سعد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ انتھیٰ حدثنا ابوبکر النیسابوری حدثنا احمد بن عبد الرحمٰن بن وھب ثنا عمی ثنا اللیث بن سعد عن یعقوب عن النعمان عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ ان رجلا قرأ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبح اسم ربک الاعلیٰ فلما انصرف قال من قرأ منکم بسبح اسم ربک الاعلیٰ فسکت القوم فسالہم ثلاث مرات کل ذلک یسکتون ثم قال رجل انا قال قد علمت ان بعضکم خالجنیہا انتہیٰ ثم قال الدارقطنی وقال عبد اللہ بن شداد عن ابی الولید عن جابر بن عبد اللہ ان رجلا قرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظہر او العصر فاومأ الیہ رجل فنہاہ فلما انصرف قال تنہانی ان اقرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتناکرا

حتی سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی
خلف امام فان قراءة الامام له قراءة ابو الولید ھٰذا مجھول ولم یذکر فی ھٰذا
الاسناد جابرا غیر ابی حنیفة ورواه یونس بن بکیر عن ابی حنیفة والحسن بن
عمارة عن موسی بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بھذا حدثنا به احمد بن محمد بن سعید ثنا یوسف بن یعقوب بن ابی الازھر البیتی
ثنا عبد بن یعیش ثنا یونس بن بکیر ثنا ابو حنیفة والحسن بن عمارة بھذا الحسن بن
عمارة متروك الحدیث انتھی۔ اگرچہ اور طرق بھی اس حدیث کے واسطے ہیں مگر بسبب طوالت
کے صرف اتنے ہی پر کفایت کیا ہے زیادہ جو دارقطنی نے اس کے اخیر میں جرح کی ہے کہ
ابو الولید مجہول اور جابر کا ذکر بجز امام ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ کے کسی نے نہیں کیا تو اس میں
البتہ بحث ہے وہ یہ کہ دارقطنی نے اپنے علم کے رو سے یہ بات فرمائی ہے اور فی الواقع یہ
دونوں باتیں ان کی سخت غلط ہیں کیونکہ امام احمد بن منیع نے جو اپنی مسند میں سفیان اور
شریک سے روایت کی ہے موسیٰ بن ابی عائشہ سے تو ان دونوں نے بھی جابر کا واسطہ بیان
کیا ہے چنانچہ اس کی بحث صاحب صیانۃ الانام نے مفصل بیان فرمائی ہے اور وہ جو
صاحب تبصرہ نے بسبب بے علمی اور بے وقوفی اپنے کے اس کی نفی کی ہے اور شیخ ابن ہمام کے
نقل کرنے پر کفایت نہ کی اور یوں معذرت فرمائی کہ جب تلک اصل مسند احمد بن منیع نہ دیکھی
جاوے تو تب تلک تسلیم نہیں ہو سکتا تو وہ محض دفع وقتی ہے کیونکہ اس طرح تو سب کتابوں
کی بے اعتباری ہو سکتی ہے اگر یہ بات ابن ہمام کی بے اصل ہوتی تو کوئی اہل علم فقیہ محدث
زمانہ سابق میں اُسپر گرفت کرتا واذ لیس فلیس بلکہ ابن ہمام کے سوائے اور علمانے بھی یہ
دعوی کیا ہے ولا حاجة الی تفصیله اور اس حدیث کی بحث مفصل طور کہ جس سے زیادتی
متصور نہیں ہو سکتی میرے رسالہ الدلیل المبین علی ترك القراءة للمقتدین میں ہے اور
ابو الولید کے مجہول ہونے کا دعوی اُن کا اس واسطے غلط ہے کہ دارقطنی کے فہم میں نہیں آیا

کیونکہ یہ ابو الولید بعینہ وہی عبد اللہ بن شداد ہے اور لفظ عن ابی الولید بدل ہے
اُسی عبد اللہ بن شداد سے تو دونو فی الواقع ایک ہی شخص ہے دلیل اس کی وہ ہے جو کہ
حواشی شرح نخبۃ الفکر میں یوں تفصیل کی ہے قال الحافظ ابن حجر فی النخبۃ وشرحہ
ومن المہم فی ھذا الفن معرفۃ کنی المسلمین ممن اشتہر باسمہ ولہ کنیۃ لا یومن
ان یاتی فی بعض الروایات مکنیا لئلا یظن انہ لآخر انتہی اب دیکھو غرض ابن حجر کی
یہ ہے کہ راوی کبھی نام سے مشہور ہوتا ہے اور کبھی کنیت سے اور کبھی دونوں سے تو نا واقف
شخص اُن کو دو تصور کرتا ہے اور فی الواقع وہ ایک ہی ہوتا ہے فقد قال العلوی
فی حاشیۃ شرح النخبۃ مثالہ ما رواہ الحاکم من روایۃ ابی یوسف عن ابی حنیفۃ
عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن ابی الولید عن جابر مرفوعا
من صلی خلف امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ قال الحاکم ابو عبد اللہ عبد اللہ بن شداد
ھو بنفسہ ابو الولید نبہ علی ذلک علی بن المدینی قال الحاکم ومن تہاون بمعرفۃ
الاسامی اورثہ مثل ھذا الوھم انتہی اور اسی طرح ملا علی قاری نے دعوی اتحاد ان دونو
کا کیا ہے لہذا دار قطنی کی جرح از روئے جہالت ابو الولید کے دفع ہوئی اب یہ حدیث کسی قسم سے
مجروح نہ ہوئی یعنے نہ از روئے شذوذ کے اور نہ از روئے جہالت کے اب مدعائے اصلی پر دیں
کہ غلطی آپ کی از روئے علم حدیث کے اور فن رجال کے تو عمدہ طور ثابت ہوگئی اب آپکی
بے فہمی اور عدم ادراک مراد اور معنے حدیث سے اور آپ کا تحریف کرنا حدیث کا اس سے بھی زیادہ
روشن ہے دو وجہ سے وجہ اول یہ کہ اُس کے شواہد اور اُس کے طرق میں جو نہی صریحی اور ضمنی وارد
تھی اس کو خیال نہ فرمایا بلکہ اس کو سرقہ کرلیا اور وہ یہ ہے قال محمد بن محمد بن عبد الرزاق
الشہیر بمرتضی الحسینی الزبیدی الحنفی المتوفی سنہ ۱۲ خمس بعد الالف والمائتین فی کتاب
عقود الجواھر المنیفۃ فی ادلۃ الاحکام لمذہب ابی حنیفۃ ان ھذا الحدیث قد رواہ عن
الامام جماعۃ فرواہ محمد بن الحسن عنہ عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد

عن جابر مرفوعاً من كان له امام فان قراءة الامام له قراءة وهو مختصر ورواه
الليث بن سعد عن ابی یوسف عنه بالسند المتقدم بلفظ ان رجلا قرأ خلف
رسول الله صلی الله علیه سلم الحدیث وروی محمد بن الفضل البلخی وسلیم بن مسلم قالا
حدثنا ابوحنیفة به عن جابر قرأ رجل خلف النبی صلی الله علیه سلم فنهاه عن ذلك
وروی مکی بن ابراهیم عنه انه انصرف النبی صلی الله علیه سلم من الظهر او العصر
فقال من قرأ منکم سبح اسم ربك الاعلی فسکت القوم حتی سأل عن ذلك مرارا
فقال رجل من القوم انا یا رسول الله فقال رأیتك تنازعنی القرأة وروی یونس
ابن بکیر وعلی بن یزید الصدائی ومروان بن شجاع عن ابی حنیفة به عن جابر صلی رسول الله صلی الله
علیه سلم الظهر او العصر فلما انصرف قال من قرأ منکم سبح اسم ربك الاعلی فلم
یتکلم احد فردّد ذلك ثلاثا فقال رجل انا یا رسول الله فقال رأیتك تخالجنی
القرآن من صلی منکم خلف الامام فقراءة الامام له قراءة انتهی کلامه مختصراً
اور مسند امام ابوحنیفہ جوکہ حصفکی نے جمع کی ہے اس میں بھی اسی طرح اس کے الفاظ بعینہٖ
یا کہ مثل اس کی وارد ہیں اب لفظ فنهاه عن ذلك صریح نہی وارد ہے اور چونکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی تائید کی تھی جس نے نماز میں دوسرے کو قراءۃ سے منع کیا
تھا تو یہ نہی تقریری ہوئی اب مولوی عبدالجبار صاحب نے جو حدیث کی تحریف کی ہے کہ اس کے یہ
معنے ہیں کہ امام کی قراءۃ فقط اسی امام کے ہی واسطے ہے نہ اور کے لیے جوکہ مقتدی ہیں ہباءً
منثوراً ہوگئی کیونکہ نہی کے کیا معنے ہوئے جس سے مقتدیوں کو رد کا تھا قولاً و تقریراً اسی
خاص حدیث میں تشتہار واجب الاظہار ہر خاص اور عام کو واضح ہو کہ غایت ما فی الباب
امام بخاری اور بیہقی اور دارقطنی اور ابن حجر وغیرہم کا اعتراض حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں
یہ ہے کہ موسے بن ابی عائشہ سے سفیان اور شریک اور شعبہ بن حجاج اور اسرائیل بن یونس اور
ابوخالد دالانی اور ابوالاحوص اور سفیان بن عیینہ اور جریر بن عبدالحمید اور ابوعوانہ اور

قیس اور زہیر اور زائدہ اور عبداللہ بن المبارک ان سب نے عن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے اور جابر کا واسطہ ذکر نہیں کیا لہذا یہ حدیث مرسل عبداللہ بن شداد کی قرار پائی بلکہ امام بخاری رح نے دعوی کیا ہے کہ تمام اہل عراق اور اہل حجاز اسی پر متفق ہیں ان کی جزء القراءۃ کو دیکھو اور مرسل حجت نہیں ہی انتہی یہ خلاصہ ان کے اعتراض کا ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ جواب اس اعتراض کا دو طور پر ہے اول وہ جو رسالہ میں مذکور ہے کہ امام موصوف منفرد نہیں کما مر تقریرہ جواب دوسرا یہ کہ بندہ نے اپنے رسالہ الدلیل المبین علے ترک القراءۃ للمقتدین میں عمدہ طور پر مفصل بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن شداد بن الہاد خود صحابی صغیر ہے چنانچہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اس کو جابجا ذکر کیا ہو اور دعوی کیا ہو هو صحابی صغیر له رؤية ولابيه صحبة اُن میں سے باب مباشرة الحائض میں اور باب اذا بكى الامام فى الصلوة میں اور باب ترك القيام للمريض میں اور ان کے سوا اور جگہ میں بناء علیہ اب تو یہ حدیث مرسل صحابی کی قرار پائی اور وہ امام بخاری وغیرہ کے نزدیک بلکہ تمام اہل حدیث بجز دو چار اشخاص کی حجت ہی اور امام نووی وغیرہ نے اس پر دعوی اجماع اہل حق کا کیا ہے دیکھو امام بخاری رح باب مناقب صحابہ میں فرماتے ہیں ومن صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او راٰه من المسلمين فهو من اصحابه انتہی اور ابن حجر اس کی شرح میں فرماتے ہیں وقد وجدت ما جزم به البخاری من تعريف الصحابی فی كلام شيخه علی بن المدينی فقرأت فی المستخرج لابی القاسم بن منده رح بسنده الى احمد بن سيار الحافظ المروزی قال سمعت احمد بن عتيك يقول قال علی بن المدينی من صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او راٰه ولو ساعة فهو من اصحابه وقد بسطت هذه المسئلة فيما جمعته من علوم الحديث وهذا القدر كاف فی هذا المقام انتہی اور کہا ابن حجر نے اسی جگہ میں وهذا الذی ذكره البخاری هو الراجح انتہی اور نیز فرمایا ہے والذی جزم به البخاری هو قول احمد والجمهور انتہی اور کہا امام نووی نے مقام شرح صحیح مسلم میں واما مرسل الصحابی وهو روايته

۱؎ ا، رفقہا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی جابر رض کا واسطہ بیان کیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

مالم یدرکه او یحضره کقول عائشة رضی الله عنها اول ما بدئ به رسول الله صلی الله علیه وسلم
من الوحی الرؤیا الصالحة فمذهب الشافعی والجماهیر انه یحتج به قال الا ستاذ الامام ابو اسحاق
الاسفرائنی الشافعی انه لا یحتج به الا ان یقول انه لا یروی الا عن صحابی والصواب الاول انتہی
کلام النووی بلکہ ابن حجر نے فتح الباری میں اور اس کے مقدمہ میں جابجا اس کو بیان کیا ہے لہذا جبکہ عبد اللہ
بن شداد صحابی ہوا اور یہ حدیث اس کی مرسل صحابی کے باب سے ہوئی اور وہ امام بخاری اور امام احمد
اور جمہور کے نزدیک حجت ہے اب مولوی عبد الجبار صاحب اور جو ان کے ہم مشرب ہیں ان کی خدمت میں
عرض ہے کہ جو وجہ اس حدیث کے ضعف کی آپ صاحبوں نے سوچی تھی وہ آپ کو مفید نہ پڑی لہذا آپ
اس حدیث کی صحت کے قائل ہو جاویں یا کہ کوئی وجہ ضعیف ہونے کی معقول بیان فرماویں واللہ
اعلم بالصواب و هو الملہم للصواب اور وہ نہی جو اس حدیث کے شواہد میں وارد ہے وہ یوں ہے کہ
چند صحابہ کی روایت میں مروی ہے حدیث اول عمران بن حصین کی ہے فقد اخرج مسلم فی صحیحہ
وابو داؤد والنسائی والطحاوی والبخاری فی جزء القراءة وغیرهم بالفاظ متقاربة المبنی و
المعنی من طریق قتادة بن دعامة عن زرارة بن اوفی عن عمران بن حصین قال صلی بنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة الظهر او العصر فقال ایکم قرأ خلفی سبح اسم ربک الاعلی
فقال رجل انا ولم ارد بها الا الخیر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیها انتہی ما فی مسلم وغیرہ
وورد فی حدیث الدارقطنی من طریق حجاج بن ارطاة عن قتادة عن زرارة بن اوفی عن
عمران بن حصین قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بالناس و رجل یقرأ خلفه فلما فرغ
قال من ذا الذی یخالجنی سورتی فنهاهم عن القراءة خلف الامام انتہی اب دیکھو جو قصہ
ظہر یا کہ عصر کا جابر کی حدیث میں ہے وہی اس میں ہے اور جس سورة کا ذکر اس میں ہے اسی کا ذکر
اس میں ہے لہذا یہ اس کا شاہد قوی ثابت ہوا۔ اور وہ جو دارقطنی نے بعد اخراج اس حدیث کے
اس نہی صریحی کو بسبب حجاج بن ارطاة کے ضعیف قرار دیا ہے حیث قال ولم یقل
هکذا غیر حجاج بن ارطاة وخالفه اصحاب قتادة منهم شعبة وسعید وغیرهما ولم یذکروا

انہ نہٰہم عن القراءۃ خلف الامام وحجاج لایحتج بہ انتہی وکذا قال غیر الدارقطنی تو وہ غلط اور بے وجہ ہے کیونکہ حجاج ایسا نہیں ہے کہ اجماعی ضعیف یا کہ متروک ہو بلکہ قول فیصل اُس میں یہ ہے کہ حافظ ضابط فقیہ صدوق محمد بن اسحاق سے افضل یا کہ اُس کا مساوی ہے چنانچہ شعبہ کا یہی قول ہے ھو وابن اسحٰق عندی سواء اور ابو حاتم اور یحییٰ بن معین اور سفیان ثوری[1] وغیرہم اس کو ثقہ مانتے ہیں اور حق یہ ہے کہ بحث اس کی کما ینبغی مفصّل اور مطوّل بحیث لامزید علیہ میرے رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین میں ہے اب خوب واضح ہو گیا کہ قصہ حدیث جابرؓ کا اور عمران بن حصینؓ کا ایک ہی ہے اور چونکہ عمران بن حصینؓ کی حدیث میں نہی صریحی وارد ہے کہ آپ نے منع کیا قراءۃ خلف امام سے تو جابرؓ کی حدیث کے معنے بدل ڈالنا تحریف نہیں ہے تو اور کیا ہے حدیث دوسری حضرت علیؓ کی ہے فقد اخرج الدارقطنی فی سننہ عن طریق محمد بن سالم عن الشعبی عن الحارث عن علی قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام قال انصت فانہ یکفیک انتہی اس حدیث میں اگرچہ ضعیف ہے مگر قرینہ نہی کے لیے کافی ہے کیونکہ قصہ سب کا ایک ہے نہ متعدد حدیث تیسری مرسل موسیٰ بن عقبہ کی ہے فقد اخرج عبد الرزاق بن ہمام فی مصنفہ اخبرنی موسیٰ بن عقبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر وعثمان کانوا ینہون عن القراءۃ خلف الامام انتہی کذا نقل شیخ الاسلام العینی فی شرح البخاری وغیرہ فی غیرہ۔ اب یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے مگر چونکہ راوی ثقہ ہیں اور دوسرا متصل طریق میں نہی ثابت ہے تو اب یہ مرسل بھی مقبول ہے کیونکہ اصول حدیث میں یوں قاعدہ مقرر ہے۔

اذا دری متصلا ومرسلا فیکون فی المسئلۃ حدیثان صحیحان انتہی کذا نقلہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم یہ تو امام شافعی وغیرہ کے مذہب پر ہے جو مرسل کو حجت نہیں مانتے اور جن کے نزدیک مرسل بنفسہ خود حجت مستقل ہے تو اُن کے لیے اس عذر کی حاجت نہیں حدیث پانچویں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے فقد قال الامام الذہبی فی میزان

---

[1] بلکہ سفیان ثوری نے تو یہ دعوے کیا ہے کہ روئے زمین پر اس کے برابر حافظ حدیث کا اب باقی نہیں ہے کذا قال الذہبی فی میزان الاعتدال والشیخ کمال الدین ابن الہمام فی فتح القدیر ۱۲ منہ عفی عنہ

الاعتدال فی ترجمۃ احمد بن عبد اللہ بن ربیعۃ بن عجلان عنہ عن سفیان عن مغیرہ
عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ مرفوعاً اذا صلی احدکم فلیصمت حتی الامام
فان قراءتہ لہ قراءۃ وصلوتہ لہ صلوۃ انتہیٰ صلوٰۃ کے معنے اس جگہ فاتحہ کے
ہیں جیسا کہ حدیث قدسی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی میں ہے قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی
میں صلوٰۃ بمعنے فاتحہ ہے۔ لہذا فاتحہ اور غیر فاتحہ دونوں کا حکم ایک ہوا اس حدیث کی
سند میں اگرچہ احمد بن عبد اللہ بن ربیعہ راوی ہے اور اس کو ذہبی وغیرہ نے مجہول قرار
دیا ہے ضعیف مگر چونکہ قصہ سب کا ایک ہے تو یہ حدیث اور باقی متکلم فیہ سب اس طرق
صحیح سے ملکر مجموعہ سب کا مقبول ہوویگا بہر حال آپنے جو تحریف کر کے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث
کے معنے بدل دیئے وہ چالاکی آپ کی بیکار گئی یہ سب بحث تو آپکی غلطی علم حدیث کی رو
سے تھی اور علم عربی میں آپنے یوں غلطی کی ہے کہ ضمیر لہ کی جو کہ حدیث من کان لہ امام
فقراءۃ الامام لہ قراءۃ میں وارد ہے اس کا مرجع امام کو قرار دیا اور تقریر اس کی یوں
گذاری کہ لفظ لہ کو جو ظرف ہے اس کو قراءۃ پر مقدم فرمایا اور وہ فائدہ حصر کا دیتی ہے
اور وہ اس صورت میں ہو کہ جبکہ مرجع اس کا امام قرار دیا جاوے اور نیز وہ قریب ہے
وہی مستحق ہے نہ لفظ من کا جو کہ بعید ہے انتہیٰ ملخصاً اب آپکا علم عربی سے بے بہرہ ہونا
خود معلوم کریں کیونکہ اہل عربیت کے نزدیک یہ مسئلہ مسلم ہے کہ جب جملہ خبر واقع ہو تو ضرور ہے کہ
اس میں ضمیر راجع طرف مبتدا کی ہو اور وہ عام ہے کہ مذکور ہو جیسا کہ کثیر الوقوع ہے یا کہ
محذوف جیسا کہ اس آیت میں ہے قال اللہ تعالیٰ من کان یرجوا لقاء اللہ فان اجل اللہ
لآت دراصل میں لآتیہ تھا اب اگر ضمیر لفظ لہ کا راجع طرف امام کی ہو تو لفظ من کا جو کہ مبتدا
ہے اس کی طرف کونسی ضمیر راجع ہوگی۔ اس میں تو مفتی نظام الدین صاحب آپ پیر سبقت لے گئے
اور نیز حدیث بےمعنی ہو جاویگی کیونکہ جس شخص نے قراءۃ سے منع کیا تھا اور اس کی تائید
کے لیے شارع نے یہ حکم لگایا تھا اس کو کیا تائید ہوئی اور نیز وہ لوٹ رہ سوء ہیج ہم

دبك الاعلیٰ کی میں تنازع ہوا تھا جو کہ فاتحہ کا غیر ہے آپ کی رائے میں اُس کی قراءۃ بھی
مقتدی کو کافی نہ ہوئی تو اس صورت میں ماعدا فاتحہ کا بھی مقتدی محتاج رہا اور اُس کے
آپ خود قائل نہیں کیونکہ آپ تو فقط فاتحہ کی ہی تخصیص فرماتے ہیں واللہ اعلم بالصواب
اور صفحہ ۲۴ میں حدیث من کان له امام ...... الخ پہ یوں اعتراض کیا اسحاق ازرق
کو سفیان ثوری اور شریک سے ملاقات نہیں کیونکہ سفیان کی وفات ۱۶۱ھ ہجری میں ہے اور طبقہ ساتویں
میں ہے اور اسحاق ازرق طبقہ تاسعہ سے ہے اس کی وفات ۱۹۵ھ دو سو پچانویں میں اور اُن کی
عمر ۸۰ سال کی ہے تو اس حساب سے اسحاق ازرق سفیان کی وفات کے بعد تخمیناً ۵۹ سال
ہوئی لہٰذا یہ حدیث منقطع ہوئی یہ دعویٰ کر کے مولوی عبد الجبار صاحب نے مفتی نظام الدین پر
اعتراض جمایا اور جو کچھ بے علمی کی بات کہنی تھی ظاہر کی لہٰذا ان کی لیاقت علم رجال
بھی معلوم ہوئی کہ آپ کو غلط اور صحیح کی تمیز ہرگز نہیں اور کسی محدث سے اس فن کو حاصل نہیں کیا مفتی
صاحب کی رائے درست ہے مولوی عبد الجبار صاحب نے فی الواقع محض ہٹی تقلید کی آنکھ پر رکھ لی
اب سنو کہ مولوی صاحب نے چند غلطیاں کی ہیں اول یہ کہ تقریب مطبوعہ کے کاتب نے چونکہ سہو
اور غلطی کی ہے اور لفظ من التاسعۃ کا غلطی کی جہت سے لکھ دیا ہے مولوی صاحب اسی پر
نازاں ہو کر جاہل بن گئے دیکھو صاحب خلاصہ نے اس پر نص کی ہے کہ اس کی وفات ۱۹۵ھ میں
ہے اور عبارت ان کی یہ ہے اسحٰق بن یوسف بن یعقوب بن مرداس المخزومی ابو محمد
الازرق الواسطی احد الاعلام عن شریك فاكثر[2] والاعمش والثوری وابن عون
وخلق وعنه احمد وابن معين وتميم بن المنتصر وعبيد الله بن سعيد وابن المثنى
والحسن بن الصباح وخلق قيل لاحمد اثقة هو قال اى والله وروى انه لم يرفع
بصره الى السماء نحوا من عشرين سنة مات سنة خمس وتسعين ومائة عن ثمان

---

[1] اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث جابر میں امام ابو حنیفہ رح کے تفرد کا اعتراض تھا اور جبکہ ثابت کیا گیا کہ امام کے ساتھ سفیان اور شریک بھی شامل ہیں تو مولوی عبد الجبار صاحب نے یہ جرح کی کہ اس میں اسحاق مذکور نے ان سے روایت کی ہے اور وہ ان دونوں کا معاصر نہیں اور یہ بھی ان کی ہٹ دھرمی ہے یا کہ جہالت ہے ۱۲ منہ

[2] اس لفظ کو غور کرو عن شریك فاكثر ۱۲ منہ عفی عنہ

وابسخیین سنۃ انتہیٰ کلامہ بعینہٖ اور شیخ الاسلام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں مولوی
عبد الجبار صاحب کی نہایت درجہ کی تکذیب کردی ہے مگر حیا اور دانائی درکار ہے ورنہ جاہل
اور بے حیا کو کیا حرج ہے اور عبارت ذہبی کی یہ ہے اسحاق بن یوسف بن مرداس ابو محمد
القرشی الواسطی الازرق الثقۃ حدث عن الاعمش و ابن عون و فضیل بن غزوان
وعدۃ وعنہ احمد بن حنبل و ابن معین و احمد بن منیع و محمد بن المثنی و سعدان
ابن نصر و خلق سواھم وکان من الائمۃ العباد ولد سنۃ سبع عشرۃ و مائۃ ویقال
مکث عشرین سنۃ لم یرفع بصرہ الی السماء وکان اعلم الناس بشریک فانہ اکثر
عنہ[1] وقرأ القرآن علی حمزۃ مات سنۃ خمس و تسعین و مائۃ احتجوا کلھم بہ انتہیٰ کلام
الذہبی بعینہٖ اب دیکھو یہ کلام ذہبی اور صاحب خلاصہ[2] کا نص ہے کہ اسحاق ازرق شریک اور
سفیان بلکہ اعمش کا شاگرد ہے اور ان کی روایت میں معتبر ہے اور سعدین کدام جو کہ
معاصر سفیان کا ہے اس سے بھی اسحاق کو روایت ہے اور سن تولد اور وفات کا صاحب خلاصہ
اور ذہبی نے ایک ہی بیان کیا ہے اور نیز تمام صحاح ستہ والوں کا راوی ہے اور ثقہ ہے اجماعی
اس سے زیادہ وضاحت اور کیا درکار ہے اور سب سے زیادہ جہالت اور بے علمی مولوی عبد الجبار
صاحب کی یہ ہے کہ اس کی اشیاخ اور تلامذہ کو غور سے نہ دیکھا کہ کس طبقہ کے ہیں کیونکہ اگر ۲۹۵ھ
دوسو پچانویں میں فوت ہوتا تو اعمش جو طبقہ پانچویں کا ہے اور صغیر تابعی اور وفات اس کی
۱۴۸ھ میں ہے اس سے کس طرح سماعت رکھتا اور نیز اس میں کچھ شک نہیں کہ امام احمد بن حنبل رح
طبقہ عاشرہ سے ہے جیسا کہ تقریب وغیرہ میں ہے اور وفات ان کی ۲۴۱ھ ہجری میں ہے وہ
بھی اسحاق ازرق کا شاگرد ہے اب اگر دوسو پچانویں میں اسحاق کی وفات ہے تو امام

---

[1] اس عبارت نے تو مولوی عبد الجبار صاحب کے دانت توڑ دیے ۱۲ منہ
[2] صاحب خلاصہ نے اسحاق کی شاگردی سفیان اور شریک سے ثابت کردی اور ذہبی نے احمد بن منیع
کا شیخ مقرر کیا ہے اب تو مولوی عبد الجبار صاحب کا ذہب یا کہ جاہل فن علم رجال سے ثابت ہوئے
یا کہ نہ ۱۲ منہ عفی عنہ

احمد بن حنبل کی بہ نسبت اسحاق ازرق بہت متاخر ہونا چاہیے۔ طبقہ گیارہویں سے یا کہ
اس سے بھی بعد میں سے لہٰذا طبقہ تاسعہ میں اس کو شمار کرنا محض غلط ہوا اور یحیی بن معین
جو طبقہ گیارہویں میں ہے وہ بھی اُس کا شاگرد ہے اُس کی وفات ۲۳۳ھ میں ہے علیٰ ہٰذا
القیاس بہت سے مفاسد واقع ہوں گے بہرحال ثابت ہوا کہ مولوی عبد الجبار صاحب کی تمیز غلط
اور صحیح کی ہرگز نہیں اسی طرح شریک بن عبد اللہ کی نسبت بحث ہے کہ اُس سے ہی سماعت صحیح
ہے بلکہ ذہبی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسحاق مذکور شریک کی حدیث میں اعلم الناس ہے بلکہ شریک
کی وفات سفیان کے بعد ہے قَالَ صَاحِبُ الخُلَاصَۃ مات سنۃ سبع وسبعین ومائۃ
انتہیٰ بہرحال اسحاق ازرق کا سماع سفیان اور شریک سے صحیح اور ثابت ہے وھو المطلوب
اور صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں ونیز شریک کی نسبت تقریب میں لکھا ہے الخ میں کہتا ہوں جواب اس کا
یہ ہے کہ اس جگہ پر دوسرے طرق سے اس کی تائید ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری اور
حسن بن عمارہ یہ تینوں اُس کے ساتھ ہیں اور میں کہتا ہوں کہ اس جگہ پر بھی مولوی عبد الجبار
صاحب نے اپنی جہالت علم رجال سے ظاہر کی ہے کیونکہ شیخ الاسلام ذہبی نے نص کی ہے کہ
شریک کی حدیث میں اسحاق ازرق اعلم الناس ہے یعنے اس کو تمیز ہے حدیث مخلوط اور غیر مخلوط
کی اب اگر شریک کی حدیث بسبب خلط حفظ کے مجروح ہو تو وہ ہے جس کو اسحاق ازرق کا غیر
کرے اب یہ حدیث تو اُس کی خواہ مخواہ صحیح ہوئی لہٰذا شیخ ابن ہمام وغیرہ نے اس کی صحت پر نص
کی ہے قولہ اگر یہ خیال کیا جاوے کہ اسماء رجال میں الخ سبحان اللہ حدیث عبادہ رضہ کو اس حدیث
کا مخصص قرار دینا عجیب بات ہے جواب اس کا چند وجہ سے ہے اول یہ کہ حدیث عبادہ کی خود ضعیف
ہے چنانچہ آگے آوے گی بحث اُس کی انشاء اللہ تعالیٰ۔ وجہ دوسری یہ کہ حدیث عبادہ کا واقعہ
صلوٰۃ جہریہ یعنی صلوٰۃ فجر ہے اور اس حدیث کا واقع صلوٰۃ الظہر یا کہ عصر ہے فاین ھذا من ذاک

سلہ اس سے غرض جرح کرنی شریک کا ہے از روے حفظ اور ضبط کے ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ تذکرۃ الحفاظ کو مطالعہ کرد ۱۲ منہ
سلہ اس بحث سے غرض مولوی عبد الجبار صاحب کی یہ ہے اگر بالفرض مان لیں اسحاق کو سفیان و شریک سے
روایۃ ہے اور حدیث صحیح ہو تو اس کی تخصیص حدیث عبادہ رضہ کے ساتھ کی جاوے گی ۱۲ منہ عفی عنہ

وجہ تیسری یہ کہ جب تک کسی قرینہ سے تقدم تاخر ثابت نہو تو کسطرح تخصیص کا دعویٰ ہو سکتا ہے۔
قول۔ دوسرا طریق جو آپنے جریر سے نقل کیا ہے وہ مرسل ہے الخ جواب اُس کا یہ ہے کہ کچھ مضر
ہنیں کیونکہ اتصال بھی اُس میں موجود ہے کما دواہ ھو وغیرہ قول۔ اور تیسرا طریق جو آپنے
بیان کیا ہے اُس میں حسن راوی کو حسن بن صالح قرار دیا ہے الخ سبحان اللہ واہ جی مولوی صاحب۔
آپکی علمیت اور واہ آپکی ذہانت اگر آپکو علم نہ تھا تو بندۂ خدا کسی دوسرے سے سبق لے لینا تھا۔
واضح ہو کہ اس حدیث کی دو طریق ہیں ایک وہ جو کہ حسن بن صالح نے خود ابو الزبیر سے روایت کیا
اور دوسرا وہ جو کہ حسن بن صالح نے لیث بن ابی سلیم اور جابر جعفی کے وسطہ سے بیان کیا ہے ابو الزبیر
سے اور دونوں سندوں میں صاف طور پر حسن بن صالح کے نام پر نص کی ہے اما الاول فقد اخرج ابن ابی
شیبۃ حدثنا مالک بن اسمٰعیل عن الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر مرفوعاً من کان
لہ امام الخ واخرج عبد بن حمید حدثنا ابو نعیم عن الحسن بن صالح عن ابی الزبیر[م] مرفوعاً
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ واخرج ابن ماجۃ وغیرہ مثل ذلک واما الثانی فقد اخرج
الطحاوی حدثنا ابو امیۃ قال حدثنا اسحاق بن منصور السلولی قال حدثنا الحسن صالح عن
جابر ولیث عن ابی الزبیر عن جابر مرفوعاً مثلہ واخرج الدار قطنی فی سننہ من طریق
اسحٰق بن منصور ویحیٰی بن بکیر عن الحسن بن صالح عن لیث بن ابی سلیم وجابر عن ابی الزبیر
عن جابر مرفوعاً مثلہ واخرج ابن ماجۃ وغیرہ مثل ذلک اب ان دونوں طریق کو خیال
کرو کہ حسن بن صالح کے نام کی نص ہے یا کہ حسن بن عمارہ اور حسن بن ابی جعفر جفری ہیں مولوی صاحب
آپ کو علم رجال سے کچھ علاقہ نہیں آپ کو لازم ہے کہ علم حدیث کو ایسے باتوں کے ساتھ مکدر
نہ کریں اس فن کے اور لوگ ہیں نہ آپ جیسے قول۔ اور چوتھا طریق جو امام ابو حنیفہ
رحمہ سے بیان کیا ہے اس کی بہ نسبت یہ گذارش ہے الخ سبحان اللہ وبحمدہ مولوی عبد الجبار کا
اصلی مطلب جو تھا اور بغرض فاسد اور بددیانتی امام اعظم رح کے ساتھ کینہ اور عناد تھا اب اس
وقت ظاہر ہوا اور مولوی صاحب مذکور کی جہالت کا بازار رونق افروز ہوا مسلمانو تم لوگ انصاف کرو

[م] عن جابر مرفوعاً مثلہ واخرج الامام احمد فی مسندہ حدثنا اسود بن عامر اخبرنا الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر

اور حق کی داد دو کہ مولوی عبد الجبار صاحب فی الواقع علم دین سے جاہل ہیں یا کہ نہ ادر جرح تعدیل کے علم سے بے بہرہ اور ناواقف ہیں یا کہ نہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ راوی کا ثقہ ہونا دو طور پر ہے یعنے دو قسم کے اسباب اُس میں ضرور چاہیے ایک باعتبار عدالت کے دوسرا باعتبار حفظ و ضبط کے[۴] اور امام موصوف کا دونو طور پر اہل حدیث نے ثقہ ہونا بیان کیا ہے عدالت کے رو سے تو خود مولوی عبد الجبار صاحب مان چکے ہیں کہ زہد اور تقوی اور دیانت اور یاد خدا اور ورع اور عبادت سب میں سب پر سبقت لے گئے تھے مگر چونکہ مولوی عبد الجبار صاحب کی بات کا کچھ چنداں اعتبار نہیں شاید سخن کر کے انکار کر جائیں کیونکہ دانا لوگ کہہ چکے ہیں ؎

چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد ؛ عیب نماید ہنرش در نظر ؛

لہذا عبارت ایک دو کتابوں کی اس باب میں نقل کرنا ضرور ہے کہا صاحب خلاصہ نے تذہیب تہذیب الکمال میں نعمان بن ثابت الفارسی ابو حنیفۃ امام العراق و فقیہ الامۃ عن عطاء ونافع والاعرج وطائفۃ وعنہ ابنہ حماد وزفر وابو یوسف ومحمد وجماعۃ وثقہ ابن معین وقال ابن المبارک مارأیت فی الفقہ مثل ابی حنیفۃ وقال مکی ابو حنیفۃ اعلم اہل زمانہ وقال القطان لا نکذب علی اللہ ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفۃ وقال ابن المبارک ما رأیت اورع منہ مات سنۃ خمسین ومائۃ انتہی اور کہا شیخ الاسلام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں کان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویتکسب قال ابن المبارک ابو حنیفۃ افقہ الناس وقال الشافعی الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ وروی احمد بن محمد بن القاسم عن یحیی بن معین قال لا باس بہ[۵] وقال ابو داؤد ان ابا حنیفۃ کان اماما انتہی مختصرا ملخصا وقال فی اٰخر کلامہ قلت ومناقب ہذا الامام قد افردتہا فی جزء انتہی اور صاحب خلاصہ اور ذہبی نے جرح امام کی ایک بھی نقل نہیں کی ہے اور ابن حجر مکی نے خیرات الحسان فی مناقب النعمان میں امام اُن کی فضیلت چند بابوں میں رقم فرمائی

۴ اور موصوف میں دونوں قسم کی یعنی ایک باعتبار عدالت کے اور دوسری باعتبار حفظ اور ضبط کے

---

[۴] یہ عبارت نص ہے اس پر کہ امام صاحب اہل فارس سے ہیں نہ کہ جس طرح کسی مخالف نے زعم کیا ہے ۱۲ منہ [۵] یحیی بن معین کی اصطلاح ہے کہ لفظ لا باس بہ کو بمعنے ثقہ کے لیا کرتے ہیں کما حققہ الفاضل اللکھنوی فی رسالۃ الرفع والتکمیل ۱۲ منہ

ہے اور کچھ بہی جرح کی طرف میلان نہیں کیا بلکہ اُس نے بات ختم کر دی ہو کہ امام موصوف میں جرح کا
نام تک نہیں ہے اور عبارت اُن کی یہہ قال ابن عبد البر الذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوه
واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه والذین تکلموا فیه من اهل الحدیث اکثر ما عابوا علیه
الاغراق فی الرای والقیاس ای وقد مر انه لیس بعیب قال الامام علی بن المدینی انه ثقة
لا باس به وکان شعبة حسن الرای فیه انتہیٰ مختصرًا ملخصًا اور بہر اُس کے اخیر میں یوں
فیصلہ کیا ہے فلا یلتفت الی کلام الثوری فی ابی حنیفة وابن ابی ذئب وغیرہ فی مالک
وابن معین فی الشافعی والنسائی فی احمد بن صالح ونحوہ ولو اطلقنا تقدیم الجرح لما سلم
لنا احد من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فیه طاعنون وهلك فیه هالكون[۱] انتہیٰ
کلامہ مختصرًا ملخصًا۔ اور امام نووی نے تہذیب الاسماء میں امام کی صفت بدرجۂ اتم کی ہو
اور جرح کا ایک حرف نہیں نکالا اور علامہ شیخ ابن طاہر نے مغنی اور مجمع البحار میں امام کی خارج
از حد توصیف فرمائی ہے بلکہ اُس نے تو بات ختم کر دی ہے کہ جو کچھ کسی مُحدّث نے اُن کے حق
میں جرح کی ہے وہ بسبب حسد اور عداوت مذہبی کے ہو اور یوں دعویٰ کیا ہو کہ ہم کو اُن لوگوں
کے حسد عداوت کی وجہ بھی معلوم ہے مگر اُس کا ذکر مناسب نہیں اور یہ کلام علامہ طاہر کا صحیح ہے
دیکھو جلال الدین سیوطی تبییض الصحیفہ میں فرماتے ہیں روی الخطیب عن بشر بن الحارث
قال ابن ابی داؤد لا یتکلم فی ابی حنیفة الا رجلان اما حاسد لعلمه واما جاهل بالعلم
لا یعرف قدر حملته الخ آہ رہی یہ بات کہ توثیق امام کی روایت حدیث میں جس کا مولوی
عبد الجبار صاحب کو انکار ہے تو اُس کا حال سنو کہ علی بن مدینی جو کہ اعلیٰ درجہ کا محدّث اور
شیخ بخاری رح کا ہے اور یحیی بن معین جو کہ جرح میں تشدد رکھتا ہے ان دونوں نے ثقہ لفظ کا
بیان کیا ہے کما مر بلکہ یحیی بن معین نے تو بات ختم کر دی ہے حیث قال کان
ابو حنیفة یحدث بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ انتہیٰ کذا نقله بعض فاضل عصرنا

[۱] دیکھیے مولوی عبد الجبار صاحب ان ائمہ کی طرف سے کیا جواب رکھتے ہیں فما هو جوابه فهو جوابنا ۱۲ منه
[۲] قلت ومثل المولوی عبد الجبار منهم اعاذنا الله منه بمنه وکرمه امین ۱۲ منه عفی عنه

علی حاشیۃ الفیۃ العراقی اور ابن حجر مکی نے ابن عبد البر سے اور صاحب مشکوٰۃ نے[۱] دعوٰی کیا ہے کہ امام میں جرح کا نام تک نہیں۔ اور اخیر میں صاحب مشکوٰۃ نے یوں فیصلہ فرمایا ہے ولو ذھبنا الی شرح مناقبہ وفضائلہ لاطلنا الخطب ولم نصل الی الغرض فانہ کان عالماً عاملاً ورعاً زاھداً عابداً اماما فی علوم الشریعۃ مرضیاً والغرض بایراد ذکرہ فی ھذا الکتاب وان لم نرو عنہ حدیثاً للتبرک بہ لعلو مرتبتہ ووفور علمہ انتھی اور علامہ تاج الدین سبکی نے بھی دعوٰی کیا ہے کہ امام اور سفیان[۲] کے باہم جرح مؤثر نہیں کذا نقلہ الفاضل اللکھنوی فی مقدمتہ لشرح المؤطا اور واضح ہو کہ اس عاجز نے[۳] امام موصوف اور دونو صاحبین آپ کے یعنی امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح تینوں کے مناقب میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اور نام اُس کا تنویر الحاسنہ فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ رکھا ہے۔ ان صاحبوں کے مناقب اوس میں بالبسط مذکور ہیں حاصل یہ کہ امام موصوف میں جرح کسی قسم کی مسلم نہیں ہے۔ بلکہ من کل الوجوہ ثقہ ضابط ہیں اور عادل متقی زاہد سخی ہیں۔ اِس مقام پر مولوی عبد الجبار صاحب کی ایک اور جہالت اور بے علمی کو خیال کرنا چاہیے۔ اور وہ یہ ہے کہ امام موصوف کی جرح میزان الاعتدال ذہبی سے نقل کی ہے۔ اور صاحب میزان کی اصطلاح اور غرض سے جاہل ہیں۔ اب سنو کہ ذہبی نے خود خطبہ کتاب میں یہ دعوے کیا ہے کہ میں اس کتاب میں امام متبوع فی الفروع اور اجماعی ثقہ کو ذکر نہ کرونگا۔ اور اُس کی تمثیل میں امام موصوف اور امام بخاری اور امام شافعی تینوں کا نام رقم فرمایا ہے۔ اس کے بعد یوں فرمایا کہ اگر کسی امام متبوع فی الفروع کو ذکر کرونگا تو اُس کو وہ جرح کچھ مضر نہ ہوگی انتہی مختصراً لہٰذا اگر امام مجروح ہے سفیان کی جرح سے تو امام شافعی اور بخاری بھی مجروح ہونگے بلکہ امام مالک کیونکہ اُن میں بھی کسی نہ کسی نے کلام کیا ہے جیسا کہ ابن حجر مکی کا کلام گذر چکا۔ اب سنو اوّل تو ذہبی نے امام موصوف کو خود اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا بحسب اصطلاح اپنی کے البتہ کسی نے اُن کے بعد حاشیہ میزان الاعتدال پر امام کا ترجمہ لگا دیا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ یہ ذہبی

---

[۱] یعنی اپنی کتاب اسماء رجال مشکوٰۃ میں ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] مولوی عبد الجبار نے بھی سفیان سے جرح امام رح کی نقل کی ہے جسکا تاج الدین سبکی نے تدارک کیا ہے اور نیز سفیان ثوری نے امام کی صفت کی ہے۔ تفصیل اُس کی میرے رسالہ میں ہے اور وہ چھپ چکا ہے۔ بعونہ تعالےٰ ۱۲ منہ عفی عنہ
[۳] اور شیخ جلال الدین سیوطی رح نے تبییض الصحیفہ میں خارج از حد وصف فرمائی ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

پر تہمت ہے۔ لہٰذا ذہبی کی رائے پر امام صاحب اجماعی ثقہ ہوئے دوسرا یہ کہ ذہبی کی رائے پر امام
موصوف پر جرح مقبول نہ ہوگی اور عبارت اُس کی یہ ہے وکذا لا اذکر فی کتابی من الائمۃ
المتبوعین فی الفروع احداً لجلالتہم فی الاسلام وعظمتہم فی النفوس مثل ابی حنیفۃ
والشافعی والبخاری فان ذکرت احداً منہم فاذکرہ علی الانصاف وما یضرہ ذلک عند اللہ
ولا عند الناس انتہٰی میں کہتا ہوں اگر ذہبی کی رائے موجب سفیان ثوری کو کسی قدر مجروح[۱] مانا جاوے
تو بجا ہے۔ کیونکہ ذہبی نے اُس کا ذکر تو اس کتاب میں کیا ہے گو ہم جانتے ہیں کہ یہ کچھ اُن کی جلالت
شان میں فرق نہیں کرتا مگر بحسب قاعدہ ذہبی کے نسبت امام کی سفیان مجروح ہوا اور حق یہ ہے کہ نہ سفیان
مجروح اور نہ امام اعظم واللہ اعلم بالصواب اور صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں قولہ اسی واسطے
امام محمدؒ نے امام شافعیؒ کے روبرو اقرار کیا کہ امام مالکؒ علم کتاب اور سُنّت میں امام اعظمؒ سے افضل ہیں الخ
جناب من امام مالکؒ میں بھی ابن ابی ذئب وغیرہ نے کلام کیا ہے۔ اور اسی طرح امام شافعی میں
ابن معین وغیرہ نے جرح کی ہے چنانچہ ابن حجر مکی وغیرہ کی عبارت گذر چکی ہے فما ہو جوابکم فہو جوابنا
اور صفحہ ۴۹ میں فرماتے ہیں۔ اس حدیث[۲] میں ابو خالد احمر ہے الخ میں کہتا ہوں کہ مولوی عبد الجبار
صاحب سرقہ بازی میں بڑے چالاک ہیں۔ کیونکہ ابو خالد احمر کی جرح کے الفاظ کا ذکر میزان الاعتدال
ذہبی سے پکڑ لیا اور اُس کے فیصلہ کو نہ دیکھا نہ اوّل سے اور نہ آخر سے کیونکہ ابتداء عبارت ذہبی کا
یہ ہے۔ سلیمان بن حیان ابو خالد الاحمر کوفی صاحب حدیث وحفظ الخ اور اخیر میں قول
فیصل یوں فرمایا ہے قلت الرجل من رجال الکتب الستۃ وھو مکثر فیھم کغیرہ انتہٰی اب دیکھو
کہ صاحب حفظ وحدیث کی زیادتی مقبول ہے یا کہ نہ اور جو شخص راوی تمام صحاح ستہ کا اور ان
سب کا شیخ ہوا اور ہو بھی کثیر الحدیث اب بتاؤ وہ کیسا معتبر ہوگا ورنہ صحاح ستہ کا اعتبار مع بخاری
مسلم کے نہ رہا۔ اور نیز مولوی عبد الجبار صاحب کی آنکھ پر پٹی پڑ گئی اور اُس کی عدالت اور توثیق

[۱] کیونکہ ذہبی کی اصطلاح میزان میں یہ ہے کہ متکلم فیہ راوی کو اُس میں ذکر کریگا نہ اجماعی ثقہ کو ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] اس بحث کا یہ خلاصہ ہے کہ مولوی نظام الدین صاحب۔ واسطے تایید حدیث من کان لہ امام الخ حدیث ابو ہریرہ رضہ کی شاہد لائے اور وہ یہ ہے اذا کبر الامام فکبروا واذا قرأ فانصتوا الخ اسپر مولوی عبد الجبار صاحب نے اعتراض ضعف کا کیا کہ ابو خالد راوی ضعیف ہو اسکا جواب مذکور ہوتا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

سے بند ہوگئی۔ دیکھو ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں قال اسحاق بن راہویہ سالت وکیعا
من ابی خالد فقال وابو خالد یسال عنہ وقال ابن ابی مریم عن ابن معین انہ ثقة وکذا
قال علی بن المدینی وقال النسائی والدارمی عن ابن معین لیس بہ باس وقال ابن سعد ثقة کثیر
الحدیث وذکرہ ابن حبان فے الثقات وقال العجلی ثقة ثبت انتھے ملخصا اب مولوی عبدالجبار صاحب
کی قلعی خوب کھل گئی۔ علاوہ یہ کہ ابو خالد منفرد نہیں۔ بلکہ اُس کے ساتھ محمد بن سعد انصاری ہے
چنانچہ نسائی اور دارقطنی کی روایت میں ہے اور ابو سعد اور محمد بن میسر بھی اُس کے ساتھ ہیں
مگر یہ دونو مجروح ہیں۔ کما ہو عند الدارقطنی وغیرہ اور نیز خود امام مسلم رحمہ نے اُس کی صحت پر نص
کی ہے اپنی صحیح مسلم میں قولہ دوسرا راوی اُس کا محمد بن عجلان ہے الخ میں کہتا ہوں کہ اب
اور جہالت[1] مولوی عبدالجبار صاحب کی معلوم ہوئی۔ کیونکہ روائیت ابو ہریرہ رضہ میں جو اُس کو
غلط ہیں تو وہ مطلق نہیں بلکہ جو حدیث سعید مقبری کے طریق سے ہے اُس میں غلط ہے۔
جیسا کہ ترمذی نے کتاب العلل میں اُس کی تفصیل کی ہے۔ ورنہ اُس کا حفظ اور ضبط تو نہایت
درجہ کا ہے چنانچہ علما نے اُس کا امتحان کیا۔ اور وہ برابر اترا۔ اور تفصیل اُس کی میزان الاعتدال
میں ہے۔ اور نیز اِس حدیث ابو ہریرہ رضہ کی مؤید اور شاہد حدیث ابو موسیٰ اشعری رضہ کی ہے جسکو
مسلم اور ابو داؤد اور ابن ماجہ دارقطنی وغیرہم نے روایت کیا ہے یعنی انما جعل الامام لیوتم
بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فقولوا امین
الحدیث بطولہ اور خود مسلم نے اُس کی صحت پر نص کی ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ حدیث ابو موسے
اشعری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی دونوں کو اہل حدیث نے صحیح مانا ہے۔ اُن کی عبارات کو کان لگا
کر سنو صحیح مسلم میں ہے بعد بیان کرنے حدیث ابو موسیٰ کے جس میں راوی سلیمان تیمی ہے۔ قال ابو اسحاق
قال ابوبکر بن اخت ابی النضر فے ہذا الحدیث فقال مسلم ترید احفظ من سلیمان فقال لہ

[1] اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی عبدالجبار صاحب نے یہ اعتراض کیا تھا کہ ابو ہریرہ رضہ کی روایت میں ابو خالد کا شیخ محمد بن عجلان ہے اور ابن حجر نے کہا ہے کہ اسکو ابو ہریرہ کی حدیث خلط ہو اور یہ بھی ابو ہریرہ کی حدیث ہے تو یہ بھی خلط سے خالی نہ ہوئی اب اِسکا جواب آگے آتا ہے ۱۲ عفی عنہ منہ

ابوبکر فحدیث ابی ہریرۃ قال ہو صحیح یعنی واذا قرأ فانصتوا انتہے مختصرا وقال ابن عبد اللہ
فی الاستذکار فی اجماع اہل العلم علی ان قولہ تعالٰی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ
وَاَنْصِتُوْا لم یرد کل موضع وانما اراد الصلوۃ اوضح دلیل علی ان لا یقرأ مع الامام فیما یجہر
ویشہد لہذا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرأ فانصتوا وقد ذکرنا ہ بالاسانید
والطرق فی التمہید من حدیث ابی موسیٰ وابی ہریرۃ وقد صحح ہذہ اللفظۃ احمد
ابن حنبل قال ابوبکر الاثرم قلت لاحمد من یقول من وجہ صحیح عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم واذا قرأ فانصتوا قال حدیث ابن عجلان الذی یرویہ ابو خالد الاحمر والحدیث
الذی رواہ جریر عن التیمی وزعموا ان المعتمر ایضا رواہ قلت نعم قال احمد فای شیٔ
ترید فقد صحح احمد ہذین الحدیثین انتہے اور حافظ عبد العظیم منذری نے شرح ابوداؤد
میں عمدہ طور پر اس کی صحت فرمائی ہے۔ علاوہ ازاں اور ائمہ حدیث نے ان دونوں حدیثوں کو
صحیح مانا ہے چنانچہ امام ابن خزیمہ اور ابن حجر اور عینی شارح ہدایہ اور شیخ ابن الہمام وغیرہم اور فی
الواقع بھی ان دونوں حدیثوں میں کوئی جرح نہیں نہ از روئے ضعف رواۃ کے نہ از روئے شذوذ
ونکارت کے اور عمدہ طور پر مفصل طرح سے بحث اس کی میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہے۔
جس پر زیادتی متصور نہیں واللہ اعلم بالصواب قولہ انصات کے معنی آہستہ پڑھنے کے ہیں الخ
سبحان اللہ مولوی عبد الجبار صاحب کا علم لغات میں دیکھو کہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ لفظ سکوت
کے معنی بیان کر کے لفظ انصات کو اُسی پر قیاس کیا ہے۔ اور حال یہ کہ دونوں میں بون بعید ہے
کیونکہ سکوت عام ہے اِس سے کہ آہستہ پڑھے یا کہ ہرگز نہ پڑھے یعنی عدم التکلم اور عدم الجہر
دونوں میں مستعمل ہوتا ہے اور انصات کے معنی فقط عدم تکلم کے ہیں۔ دیکھو صراح جلد اول
میں ہے نصت انصات خاموش بودن وگوش داشتن یقال الصتوہ والصتوالہ انتہے لہٰذا آیت
وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا اور حدیث واذا قرأ فانصتوا سب کا مطلب ایک ہوا یعنی عدم
التکلم لہٰذا حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ کی تائید عمدہ طور پر ہوئی واللہ اعلم

بالصواب۔ اور صفحہ ۵۰ میں مولوی عبدالجبار نے حدیث عبادۃ بن صامت کی صحت کا دعویٰ
یوں کیا کہ اُس کا راوی محمد بن اسحاق ثقہ ہے اور اُس کی حدیث میں کوجرح نہیں لہذا صحیح ہوئی
تا صفحہ ۵۱ تک اس پر زور مارا۔ اب ناظرین خیال کریں اور مولوی عبدالجبار صاحب کی ملمع سازی اور
جعل سازی کو سوچیں کہ کس قدر ہے۔ واضح ہو کہ یہ حدیث عبادۃ رض کی جو مثبت فاتحہ کی اعلیٰ سے
اعلیٰ دلیل ہے۔ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔ اور تقریر اُس کی چند طور پر ہے۔ اوّل یہ کہ اُس کا
راوی محمد بن اسحاق صاحب مغازی اُس کے ثقہ اور ضعیف ہونے میں اہل علم کو بحث طویل ہے
لہذا بحسب قاعدہ الجرح مقدم علے التعدیل کے ضعیف ہونا غالب ہوا وجہ دوسری یہ کہ
قول فیصل محمد بن اسحاق میں یہ ہے جو کہ ذہبی وغیرہ نے کیا ہے اور وہ یہ ہے فالذی یظھرلے
ان محمد بن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال صدوق وما انفرد بہ ففیہ نکارۃ لان فے
حفظہ شیئا انتھے اور کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے تخریج احادیث الھدایہ میں کتاب الحج میں۔
وابن اسحاق لا یحتج بما ینفرد بہ من الاحکام فضلاً عما اذا خالفہ من ھو اثبت منہ انتھے
اور کہا امام طحاوی رح نے معانی الاثار کے باب مس الذکر میں بیچ جواب مخالف کے وانت
لا تجعل محمد بن اسحاق حجۃ فے شیئ اذا خالفہ فیہ مثل من خالف فے ھذا الحدیث
ولا اذا انفرد انتھے اور کہا ذہبی نے کتاب العلو میں وابن اسحاق حجۃ فے المغازی اذا
اسند ولہ مناکیر وعجائب انتھے اور کہا شیخ ابن جوزی نے اپنے موضوعات میں اما ابن
اسحاق فمجروح شھد بکذبہ مالک وسلیمان التیمے ووھیب وھشام بن عروۃ ویحیے
ابن سعید وقال ابن المدینی روی عن المجھولین احادیث باطلۃ انتھے کذا نقلہ الزیلعی
فے تخریج احادیث الھدایۃ بہر حال جبکہ منفرد ہو یا کسی ثقہ کو مخالف ہو تب حجت نہیں
ہے۔ یہ[۱] خلاصہ ہے تمام بحث اہل حدیث کا جو کہ اُس کے جارح نہیں یا کہ موثق ہیں اسکے

---

[۱] اب اگر کوئی شخص محمد بن اسحاق کی توثیق اور اُس کی عدالت کے اقوال ہمارے روبرو پیش کرے تو وہ کچھ
اُس کو مفید نہیں اور ہم کو مضر نہیں ۱۲ منہ عفے عنہ

علاوہ سب بحث لاحاصل ہے۔ اور تفصیل میرے رسالہ الدلیل المبین علیٰ ترک القراۃ للمقتدین میں ہے۔ اب بعد تمہید اس کلام کے یہ بندہ عرض گزار ہے کہ حدیث عبادہ بن صامتؓ کا مدار مکحول پر ہے اور وہ مدلس ہے نص کی اس پر شیخ الاسلام ذہبی نے میزان الاعتدال و تذکرۃ الحفاظ میں۔ اور کسی طریق میں اپنا سماع محمود بن ربیع سے ذکر نہیں کیا۔ لہذا تدلیس اُس کی رفع نہ ہوئی۔ اور محمدؒ بن اسحاق بھی چونکہ مدلس ہے۔ اُس نے اگرچہ اپنی سماعت مکحول سے بیان کر کے اپنے[1] آپ کو تدلیس کے عیب سے بری کیا۔ مگر شیخ الشیخ سے تدلیس دفع نہ کی۔ اور نیز اس حدیث میں سخت تدلیس وارد ہے۔ اور تفصیل اس کی یوں ہے کہ مکحول کے شاگرد اس حدیث کو روایت کرنے والے چھ۶ شخص ہیں۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر اور سعید بن عبدالعزیز اور عبداللہ بن العلاء یہ تینوں ابوداؤد نے ذکر کیے ہیں۔ اور محمد ابن ولید زبیدی اس کو دارقطنی نے ذکر کیا ہے۔ یہ چار شاگرد مکحول کے یوں روایت کرتے ہیں مکحول عن عبادہؓ اور بیچ میں کوئی واسطہ ذکر نہیں کرتے۔ اور ظاہر ہے کہ مکحول کو عبادہ بن صامتؓ سے روایت اور سماعت نہیں۔ بلکہ علیٰ سبیل ارسال کرتا ہے۔ نص علیٰ ذلک الذہبی وغیرہ اور پانچواں شاگرد اُس کا زید بن واقد امام ملک شام کا ہے اُس نے یوں روایت کی ہے مکحول عن نافع بن محمود عن عبادۃ کما ھو عند ابی داؤد والنسائی والدارقطنی وغیرھم اور ظاہر ہے کہ نافع مستور الحال ہے۔ کما فے التقریب اور یا کہ مجہول ہے کما صرح بذالک ابن عبدالبر فے التمہید لہذا ان دو طریق سے یہ حدیث مجروح ہوئی۔ اسی واسطے ابن عبدالبرؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور چھٹا شاگرد اُس کا یعنی مکحول کا محمد بن اسحاق ہے۔ کما ھو عند الترمذی وابی داؤد والدارقطنی وغیرھم البتہ اُس نے مکحول کا شیخ محمود بن ربیع صحابی ذکر کیا ہے جس پر ہمارے مخالف کو غرور اور زور ہے۔ اور اسی روایت پر نازاں ہو کر فخر کرتا ہے۔ اب واضح ہو کہ یہ طریق بھی مجروح اور ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں محمد بن اسحاق کے

[1] چنانچہ دارقطنی وغیرہ میں ہے منہ عفی عنہ

پانچ شاگرد مکحول کی مخالفت کی ہے چنانچہ مذکور ہوا پس شاذ یا کہ منکر ہوئی اور ہم سابق میں ذکر کر چکے ہیں کہ محمد بن اسحاق کا درجہ یہ ہے کہ جب کسی ثقہ پر زیادتی کرے یا کہ مخالفت تو وہ حدیث اُس کی حجت نہیں ہوتی۔ اور اس جگہ پر اُس نے پانچ راویوں کی مخالفت کی ہے کہ عن مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ سند مقرر کی ہے۔ باقی سب نے یا تو مکحول عن عبادۃ کہا ہے۔ اور یا کہ مکحول عن نافع بن محمود عن عبادۃ ذکر کیا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں طریق بسبب ارسال یا کہ بسبب ستارت وجہالت نافع کے ضعیف ہوئے۔ اور یہ طریق ثالث بھی مجروح ہوا بسبب تفرد محمد بن اسحاق کے ساتھ ذکر کرنے محمود بن ربیع کے پس شاذ اور منکر ہوا۔ اور نیز محمد ابن اسحاق نے بھی خود مکحول سے اس حدیث کو نافع بن محمود سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ وہ مذکور ہے دارقطنی اور حاکم وغیرہما کے نزدیک بنا علیہ محمد بن اسحاق بھی زید بن واقد کے موافق ہوا نافع کے ذکر کرنے میں پس معلوم ہوا کہ صحیح طور پر سند اس حدیث کی یا تو یوں ہے مکحول عن نافع عن عبادۃ اور یا کہ یوں ہے مکحول عبادۃ نہ اس طور پر یعنی مکحول عن محمود بن ربیع عن عبادۃ کیونکہ وہ نہایت شاذ یا کہ منکر ہے۔ یہ خلاصہ حدیث عبادۃ کا ہے اور تفصیل اس کی میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آپ مولوی عبد الجبار صاحب نے جو اُس کی توثیق اور اُس کی حدیث کی صحت بعض ائمہ سے نقل کی ہے۔ وہ سب بے حاصل ہے۔ کیونکہ صحت حدیث کے واسطے جس طرح ثقہ ہونا روات کا شرط ہے اسی طرح سلامتی شذوذ اور نکارت سے شرط ہے کما ہو مقرر فی اصول الحدیث وتفصیلہ فی موضعہ اور صفحہ ۵۴ میں فرماتے ہیں۔ یہاں پر آپ نے نحو دانی بہت کچھ ظاہر کی ہے تا نصف صفحہ ۵۵۔ اس میں مولوی عبد الجبار صاحب نے مفتی[1] نظام الدین پر یہ طعن جمایا ہے۔ کہ مبتدا کی طرف جملہ میں جو اُس کی خبر ہے ضمیر کا عائد ہونا ضرور ہے۔ مگر عام ہے کہ

[1] اس کے متعلق بحث گذر چکی ہے۔ مگر تا بھی کچھ وضاحت کرنی ضروری ہے۔ مولوی نظام الدین صاحب نے جو بات کہی ہے وہ درست ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

مذکور ہو یا کہ مقدر الخ میں کہتا ہوں سبحان اللہ وبحمدہ مولوی عبدالجبار صاحب کی مثال تو سچ ہے ہل ہو الا کر علی با فر کیونکہ مفتی صاحب کی غرض تو یہ تھی کہ مبتداء کی طرف جملہ مذکور میں ضرور چاہیے کہ کوئی عائد ہو جو مبتداء اور خبر کو ربط دے خواہ مقدر ہو یا محذوف[۹۱]

اب وہ جو مولوی عبدالجبار صاحب نے معنی حدیث کے کیے ہیں اُن میں یہ خدشہ ہے کہ حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ میں اگر ضمیر لہٗ کی راجع طرف امام کی ہو جاوے تو اب لفظ مَن کا جو مبتداء ہے اُس کی طرف کون سی ضمیر راجع ہوگی۔ آپ نے جواب دیا کہ ضمیر کا صراحۃً مذکور ہونا ضرور نہیں۔ محذوف بھی ہو سکتی ہے پھر اُس پر آیت من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لآت شاہد لائے کہ اس میں لفظ لآت کا اصل میں لآتہ تھا۔ جو راجع طرف من کی ہے الخ اب ہم نے یہ بات تو مانی کہ عام ہے مذکور ہو یا کہ محذوف مگر اِس حدیث میں فقط ضمیر مقدر نکال کر معنی حدیث کے درست کر دیں۔ کیونکہ ضمیر لہٗ کا جب امام کی طرف راجع کر دیا۔ تو اب مبتداء کی طرف جو کہ لفظ مَن ہے صراحۃً نہ ہو سکے تو مقدر مان کر پھر کوئی ضمیر ظاہر کر کے کلام کو فصیح کر دکھائیں اور یہ جو آپ نے لفظ حدیث کا توڑ کر اور محو اثبات کر کے ایک جملہ انشائیہ بیچ میں محذوف مان کر معنے حدیث کے درست کیے ہیں۔ اور کلام کو گڑبڑ کر دیا ہے یہ صرف آپ کی چالاکی ہے فقط ضمیر مقدر کر کے آپ سے معنے حدیث مذکور کے ہرگز نہیں بن سکے۔ اِس طرح طویل کلام محذوف نکالنے سے تو حدیث عبادہ رض کی جو آپ کی بُرہان قاطع ہے۔ اُس میں تصرف کر کے منع قراءۃ خلف الامام کے دلیل بنا سکتے ہیں۔ من اراد تفصیلہ فعلیہ ان یطالع رسالتنا الدلیل المبین علے ترک القراءۃ للمقتدین۔ اور سابق میں گذر چکا ہے کہ اس حدیث کے قصہ میں نہی صریحی اور ضمنی دو لوں[؟] وارد ہیں۔ تو آپ کو یہ تغیر و تبدل کرنا اور تحریف حدیث کی کرنی کچھ مفید نہ ہوا

---

[۹۱] بحسب رائے مولوی عبدالجبار صاحب ۱۲ منہ عفی عنہ [۹۲] یعنی قول لہ الا اور مضمون اُس کا یہ ہوگا کہ جس کے لیے نماز میں کوئی امام ہو تو جاننا چاہیے کہ امام کی قراءۃ اُسی امام کے لیے ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

اور صفحہ ۵۵ میں بہ نسبت حدیث ابی موسےٰ رضی اللہ کی مولوی عبد الجبار صاحب نے بحث
کی ہے اور اُس میں لفظ واذا قرأ فانصتوا جو وارد ہے اُس پر یہ جرح کی کہ یہ وہم
ہے۔سلیمان تیمی کا قتادہ کے شاگردوں میں سے یعنی وہ منفرد ہے ساتھ اُس کے۔لہذا
یہ لفظ شاذ ہُوا۔اور پھر اُس پر عبارت امام نووی اور بخاری اور دارقطنی اور بیہقی کی نقل
فرمائی۔کہ فلان فلان نے اس کو ضعیف کیا ہے تا نصف صفحہ ۵۷۔مَیں کہتا ہوں کہ
ناظرین با انصاف نظر فرماویں کہ مولوی عبد الجبّار صاحب جاہل محض اور ناواقف فن حدیث
کے ہیں۔یا کہ عالم حدیث کے ہیں۔اب مفصّل بیان اِس کا ہم سے سنو۔کہ مولوی عبد الجبّار
صاحب اور جو اُن کے ہمراہی ہیں۔اُن سے یہ اِستفسار کیا جاتا ہے۔کہ یہ لفظ کس سبب سے
ضعیف ہے۔اگر بہ سبب ضعف سلیمان تیمی کے ہے تو یہ باطل ہے۔کہ سلیمان تیمی جمیع اصحاب صحاح
ستہ کا شیخ ہے۔اور اجماعی امام ہے۔بلکہ امام جرح وتعدیل سے ہے۔دیکھو محمد بن اسحاق جو
راوی حدیث عبادہ رض کا ہے۔اُس کے حق جرح فرمائی ہے کہ انہ کذاب کما مر من عبارۃ ابن
الجوزی۔اور اگر بہ سبب تدلیس اور مظنہ انقطاع کے ہے۔تو وہ بھی باطل ہے۔کیونکہ ابوداؤد
کی روایت میں تصریح سماعت کی کردی ہے۔اور عبارت ابوداؤد کی یہ ہے۔حدثنا عاصم
ابن النضر ثنا المعتمر بن سلیمان قال سمعت ابی سلیمان التیمی ثنا قتادۃ عن ابی غلاب یحدثہ
عن حطان الرقاشی بھذا الحدیث زاد واذا قرأ فانصتوا انتھے کلامہ اب دیکھو حدثنا
قتادۃ صریح کہدیا ہے۔اور اگر بہ سبب تفرد سلیمان تیمی کے ہے۔یعنی بہ سبب شذوذ کے
تو وہ نہایت درجہ کا باطل ہے۔بلکہ نہایت درجہ کی آپ کی جہالت ہے۔بلکہ عدم تمیزی اور
عمی فی البصیرۃ ہے۔کیونکہ سلیمان تیمی اس زیادتی کے ذکر کرنے میں منفرد نہیں ہے۔بلکہ اس
کے ساتھ عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ بھی ہیں۔جیسا کہ ابن عدی اور ابوبکر بزار کی روایت
میں ہے۔فقد قال الزیلعی فی تخریج احادیث الهدایۃ۔ان البزار ایضا اخرج ھذا الحدیث نحو
روایۃ ابن ماجۃ عن ابی موسیٰ وقال لا نعلم احدا قال فیہ واذا قرأ فانصتوا الا سلیمان التیمی

الا ما حدثنا القطعی عن سالم بن نوح عن عمر بن عامر عن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن حطان الرقاشی عن ابی موسے بنحو حدیث سلیمان التیمی انتہی کلام البزار ورواہ ابن عدی فی الکامل عن سالم ابن نوح العطار عن عمر بن عامر وسعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ بنحوہ سندا ومتنا وقال ابن عدی ھذا الحدیث لسلیمان التیمی اشھر من عمر بن عامر وسعید بن ابی عروبۃ انتہی کلام الزیلعی بعینہ اور اسی طرح ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے ۔ اور ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں مستقل سند سے یوں روایت کیا ہے حدثنا عبداللہ بن رشید قال ثنا ابو عبیدۃ عن قتادۃ عن یونس ابن جبیر عن حطان بن عبداللہ الرقاشی عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا واذا قال غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فقولوا آمین انتہی اگر شک ہو تو صحیح ابو عوانہ نکال کر دیکھ لیں ۔ اب اس زیادتی کے ذکر کرنے میں اصحاب قتادہ سے فقط سلیمان تیمی منفرد نہ رہا ۔ بلکہ سعید بن ابی عروبہ اور عمر بن عامر اور ابو عبیدہ[1] بھی اُس کے ساتھ ہیں ۔ اور اگر اِس کا ضُعف اس سبب سے ہے کہ بعض ائمہ حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے چنانچہ مولوی عبدالجبار صاحب نے عبارت دارقطنی اور بخاری اور بیہقی اور نووی کی اس پر گذرانی ہے تو اس کے دو جواب ہیں ۔ اول یہ کہ وجہ ضُعف کی جبکہ معقول طور پر نہ بن سکے نہ ضُعف راوی اور نہ انفراد وغیرہما تو یوں ہی بلا وجہ جرح مبہم کب مقبول ہو سکتی ہے ۔ جواب دوسرا یہ ہے کہ ہم سابق میں لکھ چکے ہیں کہ امام مسلم اور امام احمد بن حنبل اور امام ابن عبدالبرّ اور ابن خزیمہ و حافظ عبدالعظیم منذری اور ابن حجر اور شیخ ابن الھمام اور امام عینی وغیرہم اس زیادتی کو ابو موسیٰ اور ابو ہریرہ رضؓ دونو کی حدیث میں صحیح مان چکے ہیں ۔ لہٰذا بہر حال یہ حدیث صحیح دونو طریق سے آیت انصات کے لیے شاہد قوی ہے ۔ تعجب کی بات ہے کہ مولوی عبدالجبار مع اپنے انصار کے اس بات کے خود قائل ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک یہ تینوں کتب مرتبہ اوّل کی ہیں ۔ اور سب صحیح ہیں ۔ تو اب یہ حدیث ابو موسیٰ رضؓ کی خود صحیح مسلم میں موجود ہے ۔ اور نیز خود مسلم اس

[1] یا کہ عبیدہ سے ۱۲ منہ عفی عنہ

کی صحت پر اوسی صحیح مُسلم میں نص کر چکا ہے مع حدیث ابو ہریرہ پھر بھی حسد اور عناد اور جہالت سے اُس کو ضعیف کہہ رہے ہیں۔ بندہ خدا اگر آپ ان تینوں کتابوں پر دروازہ جرح کا کشادہ کرینگے۔ تو آپ کے مخالف لوگ تو بہت اُن کے اوّل سے ہی عیب جو ہیں۔ اور حاکم اور دارقطنی اُن پر استدراک کر چکے ہیں۔ مگر واضح رہے کہ اگر آپ بخاری و مسلم و موطا پر جرح کو روا رکھتے ہیں۔ تو پھر اگر اور کوئی شخص اُن پر جرح کریگا تو آپ خفا نہ ہونا واللہ اعلم کون سی اُن کی حدیث صحیح ہوگی اور کون سی نہ ہوگی۔ بلکہ حق یہ ہے کہ یہ حدیث تو ایسی صحیح ہے کہ اس کے برابر دنیا میں شاید کوئی حدیث ہوگی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ نہ ہوگی وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کی حدیثیں بحسب التزام اُن کی کے صحیح ہو چکی ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ ہر حدیث پر اُن دونو نے صحت کا حکم نہیں کیا۔ بایں طور کہ نص کے طور پر تصریح صحت کی بیان فرماویں خود صحیحین میں مگر یہ حدیث کہ مسلم نے اُس کو ابو موسی کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور خود اُسی صحیح مسلم میں اُس کی صحت پر نص کی ہے۔ اور حدیث ابو ہریرہ رضؓ اگرچہ مُسلم نے اُس کو روایت نہیں کیا مگر صحت کا حکم اُس پر ضرور کر دیا ہے۔ اب ان دونوں کے برابر بایں صفات مشترکہ کون حدیث ہوگی۔ اور واضح ہو کہ مفصل بحث طویل طور پر دونوں حدیثوں کی میرے رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراۃ للمقتدین میں ہے۔ صفحہ ۵۸ میں[۱] مولوی عبد الجبار صاحب نے مفتی نظام الدین صاحب پر طعن کیا ہے۔ کہ آپ کیسی ہی ملمع سازی کریں لیکن اہل حدیث کی گرفت سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتے الخ۔ سبحان اللہ وبحمدہ اب تو مولوی عبد الجبار صاحب کے نزدیک امام احمد بن حنبل اور امام مسلم اور ابن خزیمہ اور ابن عبد البر اور حافظ عبد العظیم منذری اور حافظ ابن حجر وغیرہم یہ سب لوگ اہل حدیث نہ رہے۔ مولوی عبد الجبار صاحب جیسے اردو خواں جاہل اور بے علم اہل حدیث مقرر ہوئے[۲]۔ واللہ اعلم اصحاب سول اقمد

[۱] اس قول سے غرض مولوی عبد الجبار صاحب کی یہ ہے کہ حدیث واذا قرأ فانصتوا کو اہل حدیث نے ضعیف کہا ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں بن سکتی اب آگے اس کا جواب آتا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

پر مولوی عبدالجبار کا حکم کیا لگتا ہے۔ اور اگر مولوی عبدالجبار کو عبارات اُن کی درکار ہیں۔ تو اُن کی کتابوں کو نکال کر دیکھ لے۔ اور میں نے اُن کی عبارات کو اپنے رسالہ الدّلیل المبین علیٰ ترک القراءۃ للمقتدین میں نقل کیا ہے۔ صفحہ ۶۸ میں مولوی عبدالجبار صاحب نے حدیث جابر پر جس کو ابن عدی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ یوں طعن کیا ہے کہ ابن عدی کے قول سے یحییٰ بن سلام راوی کا ضعف دور نہیں ہو سکتا الخ سبحان اللہ مولوی عبدالجبار صاحب ہر جگہ اپنا جاہل ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ مفتی نظام الدین صاحب کا منشا اصلی تو یہ تھا۔ کہ حدیث جابر رض کی یعنی من صلّی رکعۃ ولم یقرأ بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام انتھے اگرچہ اکثر اصحاب امام مالک رح کے اُس کو موقوف قرار دیتے ہیں۔ بجز یحییٰ بن سلام کے مگر یہ بات چنداں حارج نہیں۔ کیونکہ یحییٰ بن سلام من کل الوجوہ اجماعی متروک نہیں ہے بلکہ بعض نے اُس کے حق میں کہا ہے یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ اُس پر مولوی عبدالجبار نے یہ اعتراض جمایا۔ جو مذکور ہوا یعنی یحییٰ بن سلام راوی ضعیف ہے۔ اب میری عرض ہے کہ اوّل تو یحییٰ بن سلام کو بجز ابن عدی کے اور محدثین نے بھی اچھا کہا ہے۔ دیکھو حافظ ابن حجر فتح الباری کے صفۃ الجنۃ کے باب میں تحت حدیث انس بن مالک رض کے لکھتے ہیں یحییٰ بن سلام البصری فی طبقۃ یزید بن ھارون وقد ضعفہ الدارقطنی وقال ابو حاتم الرازی صدوق وقال ابو زرعۃ ربما وھم وقال ابن عدی یکتب حدیثہ مع ضعفہ انتھے لہٰذا اُس کی حدیث حسن سے کم نہ ہوگی۔ علاوہ ازاں اگر اس کی تائید اور اُس کا متابع ہم ثابت کر دیں۔ تو پھر مولوی عبدالجبار صاحب کا کیا علاج۔ اب لو اُس کا متابع ہم بیان کرتے ہیں۔ ایک معتبر راوی جو کہ محمد بن اسحاق کے درجہ کا ہے۔ بلکہ کسی قدر اُس[۵۱] سے بہتر۔

---

[۵۱] فی الواقع اسماعیل سدی محمد بن اسحاق سے بہتر ہے۔ کیونکہ وصف تشیع میں دونوں برابر ہیں۔ اور ابن اسحاق میں وصف قدریت اور تدلیس اور خلط حفظ اخیر میں یہ سب عیوب اس میں بہ نسبت اسماعیل کے زائد ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

قال الامام ابن المارديني في الجوهر النقي في الرد على البيهقي ذكر البيهقي في الخلافيات
ان الحديث قد روى عن اسماعيل السدى ايضاً عن مالك مرفوعا واسماعيل صدوق و
قال النسائي ليس به بأس وقال ابن عدى احتمله الناس ورووا عنه وانما انكروا عليه الغلو
في التشيع انتهى - قلت قال الحافظ ابن حجر في تهذيب التهذيب ذكره ابن حبان في الثقات
وقال مطين صدوق انتهى مختصراً ابناءً عليه اب تو مولوی عبد الجبار صاحب کو اس کا حسن
ہونا ماننا پڑا - کیونکہ یحییٰ بن سلام کا متابع مرفوع کرنے میں صحیح ثابت ہوا وہو الحق والصواب
اور اسی طرح جو صفحہ ۷۰ میں اُس کی بحث کی ہے اُس کا جواب بھی اسی جگہ ہو چکا حاجت
اعادہ کی نہیں - اور صفحہ ۷۳ میں مولوی عبد الجبار صاحب نے حدیث ابوہریرہ رضی پر
جو کہ مؤطا ابو داؤد ابن ماجہ نسائی مسند امام احمد معانی الآثار وغیرہم نے روایت کیا ہے
بایں سند عن الزہری عن ابن اکیمۃ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انصرف عن صلوۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم فقال رجل انا یا رسول اللہ
فقال انی اقول مالی انازع القرآن فانتہی الناس خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فیما جہر بہ من الصلوۃ حین سمعوا ذلک انتہی اور ورود اُس کا بھی صلوۃ فجر میں ہے - کما
ہو منصوص نے بعض طرقہ یہ اعتراض جمایا ہے - کہ اوس کا راوی ابن اکیمہ ضعیف یا کہ
مجہول ہے - اور اوس پر کلام امام نووی اور ابو بکر البزار اور حافظ ابو بکر حازمی کا شاہد
گذرا ہے - جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ اس کا راوی ابن اکیمہ مجہول ہے - پس حدیث ضعیف
ہے - انتہی خلاصۃ کلامہ صفحہ ۷۵ کے شروع تک - اب اس موقع پر
مولوی عبد الجبار صاحب کی جہالت اور بے علمی اور بے انصافی کو غور سے سنو
اور اُن کی دروغ گوئی جو کہ اس حدیث میں ہوئی ہے - یاد رکھو - واضح ہو کہ جواب اِس کا
چند وجوہ پر ہے - مگر اوّل اس سے ایک تمہید یاد رکھنی ضروری ہے - اور وہ یہ ہے - کہ راوی
مجہول کی جہالت رفع کرنے میں اہل حدیث نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے - کہ اگر اُس کی ایک

امام ثقہ نے توثیق کردی تو وہ مقبول ہے اور عام ہے کہ وہ تعدیل کنندہ وہی اوسکا شاگرد ہو[علہ]
یا کہ غیر اوس کا قال الحافظ ابن حجر فی شرح النخبۃ فان سمی الراوی وانفرد راو واحد بالروایۃ عنہ فہو مجہول
العین کالمبہم الا ان یوثقہ غیر من انفرد عنہ علی الاصح وکذا من انفرد عنہ اذا کان متاہلا لذلک
انتہی کلامہ بعینہ حاصل اس کا یہ ہوا کہ جس راوی سے ایک ہی شخص روایت کرے اور اوس کو کسی
نے ثقہ نہ کہا نہ اوس کے شاگرد نے اور نہ اوس کے غیر نے تو وہ مجہول ہے اور اگر امام جرح وتعدیل نے ثقہ
کہدیا اگرچہ وہ اوس کا شاگرد ہی ہو تو وہ ثقہ ہوا اور جہالت اوس کی دور ہوئی اور علاوہ ابن حجر کے اور اہل علم
نے بھی یہ مسئلہ لکھا ہے[لہ] جب یہ تمہید ممہد ہو چکی تو اب سنو کہ اس جرح کے چند جواب ہیں جواب اول یہ کہ اگر ہم
ابن اکیمہ کی توثیق ائمہ جرح وتعدیل سے ثابت صحیح کردیں تب تو مولوی عبد الجبار صاحب کی جہالت ظاہر ہوئی
یا کہ نہ اور خجالت کے سبب سے ذلت حاصل ہوئی یا کہ نہ اب سنو ابن اکیمہ کی توثیق کا حال کہ ثقہ بھی ہے اور بجز زہری
کے اوس سے اور کسی نے بھی روایت کی ہے قال الحافظ ابن حجر فی تقریبہ عمارۃ بضم اولہ والتخفیف ابن اکیمۃ
بالتصغیر ابو الولید المدنی وقیل اسمہ عمار او عمرو او عامر یاتی غیر مسمی ثقۃ من الثالثۃ مات
سنۃ احدی ومائۃ ولہ تسع وتسعون انتہی اور کہا زرقانی مالکی نے شرح موطا میں ثقۃ مات
سنۃ احدی ومائۃ انتہی اور کہا ابن عبد البر نے استذکار میں قال ابن شہاب کان ابن اکیمۃ یحدث
فی مجلس سعید بن المسیب ویصغی الی حدیثہ وحسبک بہذا فخرا وثناء انتہی اور کہا حافظ ابن
حجر نے تہذیب التہذیب میں قال ابن ابی حاتم صالح الحدیث مقبول وقال ابن عبد البر فی باب من
لم یشتہر عنہ الروایۃ ولم تحملت روایتہ لروایتہ الثقات عنہ[لہ] ابن اکیمۃ اللیثی المدنی قال
یحیی بن معین کفاک قول الزہری سمعت ابن اکیمۃ یحدث سعید ابن المسیب وقد روی
عنہ غیر الزہری محمد بن عمرو وروی الزہری عنہ حدیثین احدہما فی القراءۃ وہو مشہور
بہ والآخر فی المغازی انتہی کلام ابن عبد البر وقال الدوری عن یحیی ثقۃ وقال یعقوب بن سفیان

[لہ] مگر واضح ہو کہ یہ رفع جہالت اوس امام کے قول سے ہے کہ جس کے نزدیک راوی مجہول ومستور ثقات میں معدود نہیں اور اگر اسکے نزدیک مجہول مستور ثقہ ہے جیسا کہ دارقطنی اور ابن حبان کا مذہب ہے تو اسکے لکھنے سے اوسکی جہالت دور نہیں ہوتی شاید اس نے اپنے مذہب کے رو سے کہا ہو ۲ امنہ عفی عنہ [لہ] اس لفظ کو غور سے سوچو کہ بہت ثقات نے ابن اکیمہ سے روایت کیا اب عدم علم مولوی عبد الجبار وغیرہ کا اوسکی عدالت کو مضر نہیں اور یعقوب بن سفیان نے اسکو مشاہیر سے شمار کیا ہے اب مجہول کب رہا ۱۲ منہ عفی عنہ

[علہ] مگر یہ شرط ہے کہ اس امر کا اہل ہو ۱۲ منہ

ہو من مشاهیر التابعین بالمدینة وذکره ابن حبان فی الثقات انتہے کلام ابن حجر اور کہا صاحب
خلاصہ نے عمارة بن اکیمة اللیثی ابو الولید المدنی عن ابی ھریرة وعنہ الزھری قال ابو حاتم صالح
الحدیث مات سنة احدی ومائة انتہے لہٰذا جبکہ ان ائمہ نے اُس کو ثقہ کہا اور بجز زہری کے محمد بن
عمرو اوس سے راوی ہے بلکہ سعید بن مسیب اُسکی حدیث خوش ہو کر سُنا کرتے تھے اور اُن کی مجلس میں اُس
کی حدیث مشتہر اور مقبول تھی ۔ تو اب اس کے برابر تو کوئی دوسرا ہو نہیں سکتا اب مولوی عبد الجبار صاحب
کا کیا علاج کہ گھر میں بیٹھ کر جو چاہیں سو کہدیں اور وہ جو مولوی عبد الجبار صاحب نے شیخ ابن صلاح وغیرہ
سے نقل کیا ہے کہ مجہول وہ ہے جس سے ایک راوی روایت کرے انتہی مختصراً تو یہ اوسوقت ہے کہ توثیق کسی معتبر
سے ثابت نہ ہو ورنہ علم فن و حدان کا سب برباد ہو جاویگا اور حال یہ کہ اس قسم کے لوگ ہزارہا ہیں جن سے ایک
ہی راوی ہے اور ثقہ ہیں ۔ اسکی نظیر ایسی ہے جیسے قبیصہ بن ہلب کی حدیث جو اوس نے اپنے باپ سے روایت
کی ہے وضع علی الصدر کی جسکو امام احمد رحمہ نے اخراج کیا ہے اور قبیصہ بن ہلب کا شاگرد فقط سماک بن حرب ہے

نہ اور کوئی اور بعض نے قبیصہ مذکور کو مجہول کہا ہے کما نقلہ الذہبی فی میزان الاعتدال عن علی بن المدینی ۔
اور کہا شیخ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں وقال ابن المدینی والنسائی مجہول لم یرو عنہ غیر سماک انتہے کلام
مگر چونکہ ابو حاتم وغیرہ نے اُسکو معتبر مانا ہے لہٰذا یہ جرح اوسکی حدیث کو جارح نہیں ہے اب ابن اکیمہ اور
قبیصہ دونوں کا حال ایک سا ہے[۱] اگر ابن اکیمہ کی حدیث آپ مجروح مانتے ہیں تو قبیصہ بن ہلب کی حدیث
وضع الیدین علی الصدر کو بھی مجروح قرار دیں اور اس مسئلہ کے واسطے کوئی اور حدیث تلاش کریں ۔
البتہ قبیصہ بن ہلب کی حدیث اور وجہ سے ضعیف ہے[۲] جسکی تفصیل میرے رسالہ عیون القرة فی وضع الیدین
تحت السرة میں ہے وجہ تیسری یہ کہ یہ حدیث بجز طریق ابن اکیمہ کے بھی موجود ہے اوس میں اوسکا متابع

[۱] مگر حق یہی کہ ابن اکیمہ کی حدیث اور قبیصہ بن ہلب کی میں بڑا فرق ہے اول یہ کہ ابن اکیمہ موطا کا راوی ہے جو تیسرا اول کی کتاب ہے دوسرا یہ کہ ابن اکیمہ سے دو راوی ہیں زہری اور محمد بن عمرو اور قبیصہ سے فقط سماک بن حرب وجہ تیسری یہ کہ ابن اکیمہ کے واسطے شاہد اور متابع دونوں موجود ہیں ونحو ذلک من الوجوہ ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] اور وہ جو حدیث وائل بن حجر کی وضع الیدین علی الصدر کیواسطے دلیل لاتے ہیں جسکو امام الائمة ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے اپنی صحیح میں تو اوسکا جواب یہ ہی ہے کہ جب تک صحیح ابن خزیمہ کی کل روات اور اسکی سند کو تمام نہ دیکھ لیں تب تک اُسکی صحت کا دعوی مسموع نہیں ہو سکتا اور وہ کتاب ان ملکوں میں نایاب ہے اور نیز وہی حدیث وائل رضہ کی مسلم وغیرہ میں موجود ہے اور اُس میں لفظ علی صدرہ موجود نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید شاذ یا کہ وہم راوی کا ہے جو صحت کا دم مارتا ہے ابن خزیمہ کی سند ہماری پیش کرے اور نیز اُسی وائل بن حجر کی حدیث تحت السرة کی سند صحیح ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کذا فی نور الہدایة وعمدة الرعایة قلت وتفصیلہ فی رسالتنا عیون القرة نفع الله بہا المسلمین آمین آمین ثم آمین ۱۲ منہ عفی عنہ

سعید بن مسیب ہے فقد اخرج الامام الطحاوی فی شرح معانی الاثار حدثنا حسین بن نصر قال ثنا الفریابی
عن الاوزاعی قال ثنا الزہری عن سعید عن ابی ھریرۃ نحو ما رواہ ابن اکیمۃ وفیہ قال فاتعظ المسلمون
بذلک فلم یکونوا یقرأون معہ انتہی اب سعید بن مسیب جیسا اجماعی امام ابن اکیمہ کا متابع ہوا لہذا اب تو
مولوی عبد الجبار صاحب مع اتباعہ واشیاعہ خواہ مخواہ اس حدیث کو صحیح مانینگے ورنہ اوس کا کیا تدارک رکھتے
ہیں وجہ چوتھی یہ کہ یہ حدیث بجز ابو ہریرہ کے اور صحابی سے بھی مروی ہے جو اوس کا شاہد قوی ہو فقد اخرج
الامام احمد فی مسندہ حدثنا یعقوب ثنا ابن اخی ابن شہاب عن عمہ قال اخبرنی عبد الرحمن بن ھرمز
عن عبد اللہ بن بحینۃ وکان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال ھل قرا احد منکم معی انفا قالوا نعم قال انی اقول مالی انازع القراٰن فانتھی الناس عن القراءۃ
معہ حین قال ذلک انتھی مولوی عبد الجبار صاحب جیسے ناواقف اگر دریا کو ایک کوزہ میں بند کیا چاہیں تو
نہیں ہو سکتا کیونکہ وفوق کل ذی علم علیم وعدہ الٰہی ہے پھر تعجب ہے کہ دعوی اہل حدیث ہونے کا
کیونکر کرتے ہیں جس حدیث کو ہاتھ ڈالتے ہیں اوسی میں مولوی عبد الجبار صاحب اغبیا کی مانند مالہ وما علیہ
نہیں جانتے نہ اپنے دلائل ہیں اور نہ خصم کے دلائل ہیں اور صفحہ ۸۰ میں مولوی عبد الجبار صاحب فرماتے
ہیں کہ ترمذی اور تلخیص الحبیر میں مذکور ہے کہ لفظ فانتھی الناس عن القراءۃ الخ زہری کا کلام ہے ایسا ہی
خطیب اور امام بخاری اور یعقوب بن سفیان اور ذہلی اور خطابی وغیرہم نے بیان کیا ہی الخ اس مقام پر
مولوی عبد الجبار صاحب نے دعوی کیا ہے کہ حدیث منازعت والی میں جملہ فانتھی الناس الخ مدرج ہی کیونکہ
یہ زہری کا کلام ہے قال ابو السائب قلت لابی ھریرۃ انی احیانا اکون وراء الامام قال یا فارسی اقرأ
بھا فی نفسک انتھی الخ یہ خلاصہ مولوی عبد الجبار صاحب کی کلام کا ہی۔ اب مولوی صاحب مذکور کی عدم بصیرت
کا خیال کرو کہ کس قدر ہی اور اون کی بے علمی کو سوچو کہ کس قدر عدم لیاقتی کو کار فرمایا ہی اب یہ عاجز عرض گذار ہی
کہ دعوی ادراج لفظ فانتھی الناس کا سراسر غلط ہی چند وجوہ سے وجہ اول یہ کہ اصل عدم ادراج ہی کیونکہ
قاعدہ اصول حدیث کا ہی کہ جو قطعہ کلام کا حدیث سے متصل ہو وہ اوس میں شمار کیا جاتا ہی مگر بقرینہ قویہ
کے جو ادراج کا حکم لگاتے ہے۔ دیکھو حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اسکو جا بجا نقل کرتے ہیں۔

اُن میں سے معاذ بن جبل رضؓ کی حدیث میں جس سے امام شافعی رحمہ وغیرہ نے استدلال کیا ہی جواز صلوۃ مفترض کا خلف متنفل کے اور عبارت ابن حجر کی یہ ہی ان الطحاوی[1] ادعی ان قول جابر ہی لہ تطوع ولہ فریضۃ مدرجۃ فجوابہ ان الاصل عدم الادراج حتی یثبت التفصیل فمہما کان مضموما الی الحدیث فہو منہ لاسیما اذا روی من وجہین والامر ہہنا کذلک فان الشافعی رحہ اخرجہا من وجہ اٰخر عن جابر متابعا لعمرو بن دینار عنہ انتہی کلامہ اور اُن میں ہی باب اکل الثوم میں جس جگہ امام بخاری نے دعوی کیا ہی کہ قصہ قدر کا مدرج ہی اوس کے جواب[2] میں ابن حجر فرماتے ہیں قال البخاری لا ان قصۃ القدر لا ادری ہو من کلام الزہری او فی الحدیث انتہی کلام البخاری وجوابہ ان البیہقی قال ان الاصل ان ما کان من الحدیث متصلا بہ فہو منہ حتی یجیٔ البیان الواضح بانہ مدرج فیہ انتہی کلامہ حاصل یہ کہ اصل عدم ادراج ہی اور ممکن ہی کہ راوی نے بھی کہا ہو اور اصل قصہ حدیث میں بھی واقع ہو وجہ دوسری یہ کہ زہری نے خود اس کا دفعیہ کر دیا ہی کہ یہ لفظ اصل قصہ میں ہی یعنی خود ابو ہریرہ رضؓ جو کہ راوی حدیث کا اور مخبر ہے اوس نے نفس قصہ میں بیان کیا ہی فقد قال ابو داؤد فی سننہ وقال ابن السرح فی حدیثہ قال معمر قال الزہری قال ابو ہریرۃ فانتہی الناس الخ اور نیز اس سے ثابت ہوا کہ جس نے یہ دعوی کیا ہی کہ یہ قول معمر کا ہی وہ بدرجہ اولی مدفوع ہوا کیونکہ معمر نے خود زہری سے نقل کر کے ابو ہریرہ کا قول قرار دیا ہے اور نیز امام مالک وغیرہ کی سند سے یہ قول مروی ہے پس فقط معمر کا قول قرار دینا نہایت غلط ہوا البتہ یہ ہم مانتے ہیں کہ یہ قول معمر اور زہری اور ابو ہریرہ سب کا قول ہی کیونکہ یہ سب لوگ اوسکے راوی ہیں لہذا بایں حیثیت سب نے کہا ہے تو سب صحیح ہو اور ہو المطلوب اور میں کہتا ہوں کہ شاہد عدل اس کا وہ ہی کہ یہ لفظ بالمعنی تو عبد اللہ بن بحینہ کی حدیث میں بھی موجود ہی پس ضرور صحیح ہوا واللہ اعلم بالصواب اور تفصیل اوس کی مع مالہ وما علیہ میرے رسالہ الدلیل المبین علی ترک القرأۃ للمقتدین میں ہی اور وہ جو مولوی عبد الجبار صاحب نے جواب حدیث قسمت و خداج والی سے جسکو موطا اور مسلم وغیرہما نے ابو ہریرہ رضؓ

جواب حدیث قسمت و خداج

---

[1] امام طحاوی نے دعوی کیا تھا کہ جابر کی حدیث میں لفظ ہی لہ تطوع ولہم فریضۃ مدرج ہی ۱۲ منہ عفی عنہ [2] اور وہ حدیث یوں ہی اخرج البخاری عن جابر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اتی ببدر فیہ خضرات من بقول فوجد لہا ریحا فسال فاخبر بما فیہا من البقول فقال قربوہا الی بعض اصحابہ کان معہ فلما راٰہ کرہ اکلہا فقال کل فانی اناجی من لا تناجی وقال احمد بن صالح عن ابن وھب اتی ببدر قال ابن وھب یعنی طبقا فیہ خضرات ولم یذکر اللیث وابو صفوان عن یونس قصۃ القدر فلا ادری ہو من قول الزہری او فی الحدیث انتہی کلام البخاری ۱۲ منہ عفی عنہ

سے روایت کیا ہی اس حدیث منازعت والی کا معارض قرار دیا ہی وہ سراسر باطل ہی کیونکہ اوس میں مطلق
قراءۃ کا بیان ہی نہ کہ قراءۃ مقتدی کا لہذا مستدل کا استدلال حدیث قسمت وخداج سے درست نہیں۔
اور وہ جو مولوی عبد الجبار صاحب نے حدیث منازعت کا جواب یوں دیا ہی کہ ابو ہریرہ رض جو کہ اوس کا
راوی ہے وہ خود فاتحہ خلف الامام کا قائل ہی تو وہ ان کو مفید نہیں کیونکہ جابر بن عبد اللہ رض اور ابو الدرداء
اور عمران بن حصین رض وغیرہم حدیث لا صلوۃ وغیرہ کو مرفوع روایت کرتے ہیں اور مقتدی کو اوس سے خارج
مانتے ہیں فما ہو جوابکم فہو جوابنا قلت وشید ارکانہ امام الائمۃ الامام ابو جعفر الطحاوی فی شرح معانی الآثار حیث
قال ان حدیثی ابی ھریرۃ وعائشۃ اللذین رووھا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوۃ لم یقرأ فیھا
بام القرآن فھی خداج لیس فی ذلک دلیل علی انہ اراد بذلک الصلوۃ التی تکون وراء الامام فیجوز
ان یکون عنی بذلک الصلوۃ التی لا امام فیھا للمصلی واخرج بذلک الماموم بقولہ من کان لہ امام
فقراءۃ الامام لہ قراءۃ فجعل الماموم فی حکم من یقرأ بقراءۃ امامہ فکان الماموم بذلک خارجا
من قولہ کل صلوۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فصلوتہ خداج وقد راینا ابا الدرداء قد سمع من
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک مثل ھذا فلم یکن عندہ علی الماموم انتھی کلامہ وقد خالف
ابو الدرداء ابی ھریرۃ ان ذلک علی الماموم مع الامام انتھی مختصرا اور تفصیل اسکی مع
مالہ وما علیہ کے میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہے مولوی عبد الجبار بیچارہ کو تو خبر نہیں ہے کہ اگر زہری جیسے
امام کو متکلم فیہ قرار دیا جاوے تو اپنی حدیث رفع الیدین کی جو عبد اللہ بن عمر رض کی ہے اور آمین بالجہر کی جو ابو ہریرہ رض
کی ہے وہ دونو بیکار ہو جاوینگے اگرچہ ہمارے پاس تو ان کا جواب قوی ہے مگر نہ اسوجہ سے کہ زہری
جیسا امام اجماعی مجروح لائق خدشہ کے ہے اور تفصیل ان دونو مسئلوں کی میرے رسالوں میں ہے
ایک کا نام ترویح العینین بمسئلہ رفع الیدین ہے اور دوسرے کا نام الفوز المبین بالاخفاء بالتامین ہی
جو چاہے ان میں دیکھے یہ دونو رسالے بھی دیکھنے کے قابل ہیں۔ اشتہار واجب الاظہار ہر خاص اور عام
کو واضح ہو کہ جو بحث کہ مابین مفتی نظام الدین صاحب اور مولوی عبد الجبار کے تھی ان دونو صاحبوں نے چونکہ
فقط ان چند احادیث مرفوعہ میں ہی گفتگو کی تھی۔ اس بندہ نے بھی اوسی پر اکتفا کیا ہی ورنہ ابحاث اس مسئلہ

کے لیے ایک مدت دراز چاہیے۔ کیونکہ یہ ایک بحر مواج اور ناپیدا کنار ہے اور نیز اس عاجز نے اُن کو بدرجہ اتم اپنے رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراۃ للمقتدین میں بالبسط بیان کیا ہے۔ اب باقی بحث جو کہ ان دونو صاحبوں کے رسالوں میں ہے وہ سب کی سب انہی چند ادلہ پر مدار رکھتی ہے مثبت فاتحہ خلف امام کا مدار عبادہ رضہ کی حدیث پر ہے جو کہ قصہ صلوۃ فجر میں وارد ہے وہی مولوی عبد الجبار صاحب نے اپنی بڑی دلیل گذرانی ہے۔ اور مفتی نظام الدین صاحب اپنے مدعا عدم کے لئے ایک تو آیت و اذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا ابوموسی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی پیش کی ہے اور حدیث دوسری ابوہریرہ رضہ کی جو وہ بھی قصہ صلوۃ فجر میں وارد ہے اور چوتھی حدیث جابر رضہ کی جو ظہر یا کہ عصر کے قصہ میں وارد ہے پیش کی ہے۔ لہذا میں بھی دونو جانبوں کی انہی حدیثوں پر اکتفا کرتا ہوں اس کے علاوہ جو کچھ دونو صاحبوں میں بحث ہے۔ یا تو وہی بات ہے جو مکرر سہ کرر مرقوم ہوئی ہے اور یا کہ آثار صحابہ و تابعین وغیرہم کا ذکر ہے اب اُن کی اس بحث میں چونکہ چنداں فائدہ نہیں ہے لہذا اس سے بندہ درگذر کرتا ہے مگر ایک بات کا جاننا ضروریات سے ہے اوسکا اظہار کرنا ضرور مناسب سمجھتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کی بحث اسطرح پر طے ہو سکتی ہے کہ ایک مسئلہ یہ حل ہو جاوے کہ قراءۃ کے رکن میں مقتدی کو امام کے ساتھ شراکت ہی یا کہ نہ ہم کہتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت صحیح رسول اللہ صلعم سے تو اسی قدر معلوم ہوتا ہی کہ قراءۃ قرآن حق امام کا ہی۔ اور اسی قدر اس سے چپ رہنا حق مقتدی کا ہی ایک کو دوسرے سے شراکت نہیں ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آیت انصات سے نص کے طور پر ثابت ہے۔ کہ قاری اور ہی اور منصت اور ہی اور ظاہر ہی کہ امام کو تو شارع نے قاری کے نام سے پکارا ہی۔ جابجا اسکا ذکر ہی اذا قال القارئ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فلیقل من خلفہ آمین اور اجماع سے بھی امام کا قاری ہونا مسلم ہے تو اب مقتدی بھی اگر قاری ہو تو منصت کون ہوا۔ جس کو شارع نے وانصتوا کا حکم کیا ہے اگر آثار شان نزول کی طرف توجہ کی جاوے تو مسئلہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر نہ کیا جاوے تب بھی آیت نے تقسیم کر دی ہی کہ جب قرآن شریف پڑھا جاوے تو تم لوگ چپ کرو۔ اب اس خاص صورت میں بھی جب امام قاری ہے تو اب چپ کون کرے

م متعلق اس مسئلہ کے شان نزول کے پیش کی ہے اور اسکی تائید ہے ۱۹ سطر حدیث و اذا قرأ ... امام فانصتوا

لہذا وہ شخص بجز مقتدی کے تیسرا کون ہی میں کہتا ہوں کہ کوئی موجود نہیں اور سُنّت صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے تو یہ تقسیم ظاہر اور عمدہ طور پر ثابت ہی حدیث ابو موسیٰ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما میں نص کر دی ہی
اذا کبر الامام فکبروا واذا قرا فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا امین
الحدیث اب ان دونوں حدیثوں میں شارع علیہ السلام نے نص کی ہی کہ قاری اور ہی یعنی امام اور منصت اور
ہی یعنی مقتدی اور خاصکر کے حدیث آمین کی جو اس حدیث خاص کا ایک قطعہ ہی جسکو نسائی وغیرہ نے روایت
کیا ہی مستقل طور پر اوس میں یوں وارد ہی اذا قال القاری غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فلیقل
من خلفہ امین الحدیث اب دیکھو امام کا نام شارع نے قاری رکھا ہی نہ من خلف کا لہذا ان سب احادیث سے
ثابت ہوتا ہی کہ منصب قراءۃ کا فقط امام کیواسطے ہی نہ واسطے مقتدی کے اور حدیث منازعت والی سے یہ تقسیم
یوں ثابت ہی کہ جب شارع نے یوں فرمایا مالی انازع القران الحدیث تو اب منازعت کے معنی کو خیال کرو کہ
کیا ہیں ہم کہتے ہیں کہ اوس میں بھی شراکت کو دخل ہی قال ابو سلیمان الخطابی ای اداخل فیہ واشارک فیہ
واغالب انتہے- وقال ابن عبد الملک ای اذا جہرت بالقراءۃ فان قراتم ورائی فکانما تنازعونی ولکن
انصتوا انتہے- وقال الباجی منازعتھم لہ ان لا یفردوہ بالقراءۃ ویقرا وامعہ انتہے ذکرہ الزرقانی
لہذا بحسب لغت کے معنی حدیث کے یوں ہوئے ای مالی اشارک القران انتہے اب باقی رہی حدیث
جابر بن عبد اللہ اور عمران بن حصین رض کی تو اوس میں لفظ مخالجت کا وارد ہی چنانچہ آپ نے یوں
فرمایا قد عرفت ان بعضکم خالجنیہا اور چنانچہ یوں فرمایا رایتک تخالجنی القران اور ظاہر ہی کہ مخالجت
کے معنی مشارکت کے ہیں کما نص علیہ النووی فی شرح صحیح مسلم تحت حدیث عمران بن حصین لہذا اس حدیث
نے بھی شراکت فی القراءۃ سے مقتدی کو منع کیا ہی بہر حال یہ امر بخوبی واضح ہو چکا کہ مقتدی کو امام کے ساتھ
قراءۃ کے رکن میں شراکت نہیں بلکہ قراءۃ حق امام کا ہی اور اوسی قدر انصات حق مقتدی کا ہی وہو المطلوب
اور نیز شارع نے قاری کا اطلاق بجز امام کے مقتدی پر کسی جگہ نہیں کیا فثبت المدعی البتہ مخالف شخص بہت
سا زور لگاوے تو حدیث عبادہ رض وغیرہ سے تخصیص سورۂ فاتحہ کی نکالکر مطلب برآری کریگا اور اسکی
صحت اگر چاہے تو ہرگز نہ کرسکیگا ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا اور یہ سب کے سب ابحاث میرے رسالہ

میں ہیں۔ اور نیز واضح ہو کہ اکثر ابناء زمان غیر مقلد یہ دعوی کرتے ہیں
کہ بعض محدثین نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حسن کہا ہے اور ضعف کا حکم کسی نے نہیں لگایا
لہذا اوس میں جرح کرنی اگرچہ بادی الرای میں درست ہے مگر تب بھی کوئی امام تو اوس میں جرح کرتا اور ظاہر ہے کہ
صحت ضعف کا مدار محدثین کے علم پر ہے نہ اور کی رای پر تو جواب اُس کا دو طور پر ہے اوّل یہ کہ جب حدیث عبادہ
کی فی الواقع تدلیس[1] مدلسین اور ستارت[2] مستورین اور انقطاع[3] منقطعین اور نکارت[4] منکرین سے پر
ہے اور کسی طرح سے کوئی طریق اوسکا جرح سے خالی نہیں تو پھر دعوی صحت اور حسن کا اوسمیں بجز لاف زنی
اور طرف داری کے اور کچھ نہیں جواب دوسرا اوسکا یہ ہے کہ بعض ائمہ نے اُسکو ضعیف بھی کہا ہے قال ابن عبد البر
فی التمهید اما محمد بن اسحاق و زيادته على الزهرى فانها غير مقبولة لانه ممن لا يحتج بجملة
عند جماعة اهل العلم بالحديث منهم احمد بن حنبل ويحيى بن معين ويحيى بن سعيد القطان
وكان على بن المدينى وشعبة وابن عيينة يحتجون بحديثه جملة واما هذا الحديث فقد خولف فيه
محمد بن اسحاق فرواه الاوزاعى عن مكحول عن رجاء بن حيوة عن عبد الله بن عمرو قال صلينا مع
رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث ورواه زيد بن واقد عن مكحول عن نافع بن محمود
عن عبادة ونافع هذا مجهول ومثل هذا الاضطراب لا يثبت به عند اهل العلم بالحديث شيئ
وليس فى هذا الباب ما لا مطعن فيه من جهة الاسناد غير حديث الزهرى عن محمود بن الربيع
عن عبادة وهو محتمل للتاويل انتهى كلام ابن عبد البر خلاصہ کلام کا جو کہ ابن عبد البر نے کہا ہے یہ ہوا
کہ عبادہ رض کی حدیث جسکو زہری نے عن محمود بن الربیع عن عبادة مرفوعا روایت کیا ہے یعنی لا صلوة لمن
لم يقرأ بفاتحة الكتاب چنانچہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں موجود ہے وہ صحیح ہے اور جسمیں قصہ صلوة

[1] چنانچہ مکحول اور محمد بن اسحاق کا طریق ۱۲ منہ عفی عنہ

[2] چنانچہ نافع بن محمود کا طریق ۱۲ منہ عفی عنہ ۱۲ ۱۲ ۱۲

[3] چنانچہ سند مکحول عن عبادة ۱۲ منہ عفی عنہ

[4] چنانچہ مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادة ۱۲ منہ عفی عنہ

فجر کا مع سوال جواب کے وارد ہی اور جملہ استثنائیہ اسکے اخیر میں ہی - وہ صحیح نہیں ہی بلکہ مضطرب اور ضعیف ہی
اور کہا امام زیلعی شارح کنز نے کہ امام احمد رح نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہی میں کہتا ہوں کہ تفصیل ان
ابحاث کی میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہی - اور واضح ہو کہ مولوی عبد الجبار صاحب کی تائید میں ایک
حضرت نے تبصرہ کے اخیر میں ایک چالاکی دکھائی ہی - اور اُن کا نام نامی مولوی محمد سعید بنارسی ہی
اور وہ چالاکی اُن کی یہ ہی - کہ جسطرح عبادہ رض کی حدیث میں مکحول مدلس ہی اوسی طرح جابر کی حدیث
جو کہ مسند امام احمد بن منیع میں باین سند ہی - اخبرنا اسحاق الازرق حدثنا سفیان وشریک عن
موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ انتھے تو اوسکی سند میں بھی سفیان ثوری مدلس ہی لہذا دونوں
کی حدیث برابر ہوی انتہی ما تفوہ بہ البنارسی مختصرا ملخصا ....

....

سو اسکے جواب میں گزارش ہی کہ جناب من سفیان ثوری اور مکحول دونوں کی تدلیس میں بون بعید ہی کیونکہ سفیان
کی تدلیس تو مرتفع ہی باین طور کہ متابع اوسکا امام الائمۃ ابو حنیفہ اور شریک اور حسن بن عمارہ تینوں
قوی سند سے ہیں آپ بھی مکحول کا متابع قوی عن محمود بن الربیع عن عبادہ کہنے میں ہمکو بتادیں اور نیز
سفیان ثوری صاحب[۱] نقد و ذوق ہی اور اُس کے حق میں ثقہ حافظ امیر المؤمنین ونحوھا من الاوصاف محدثین
نے کہا ہی اور صاحب نقد و ذوق کی تدلیس مضر نہیں بلکہ فرض کرو کہ سفیان اگر کسی ضعیف یا کہ کذاب سے بھی
روایت کرے تب بھی ہمارے مخالف کے نزدیک چنداں حارج نہیں کیونکہ سفیان کا قول ہی اتقوا الکلبی فقیل
لہ انک تروی عنہ قال انا اعرف صدقہ من کذبہ انتھے کذا نقلہ الفاضل اللکھنوی فی امام الکلام
عن ابن سید الناس اور جو مولوی محمد سعید صاحب بنارسی نے شریک میں جرح کی ہی کہ وہ
کثیر الغلط ہی اوسکا بیان سابق میں گزر چکا کہ اسحاق ازرق جو اُس سے روایت کرے وہ سالم ہوتی ہی
غلط سے جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی سے گذر چکا اگر شریک کی حدیث غلط ہوتو اور ہوگی نہ کہ جو اسحاق ازرق

---

[۱] نص علیہ الذہبی فی میزان الاعتدال ۱۲ منہ عفی عنہ

کرے اور ابو الزبیر مکی کے طریق میں جو جرح کی ہی وہ بھی خام ہی کیونکہ ابو الزبیر مکی سب صحاح کا راوی ہی اوسکی
حق میں ثقہ حافظ کا اطلاق کیا ہی۔ اور جابر جعفی اوسمیں منفرد نہیں بلکہ اوسکے ساتھ لیث بن ابی سلیم بھی ہی
قلت وتفصیلہ فی رسالتنا الدلیل المبین بحث دوسری اس مسئلہ کی یوں ہی کہ اس میں کچھ شک نہیں
کہ قصہ صلوٰۃ فجر کا مع سوال و جواب کے فقط ایک بار ہوا ہی مگر ابو ہریرہ رض اور عبد اللہ بن بحینہ رض نے یوں روایت
کیا ہی کہ جب آپ نے بعد سوال و جواب کے یوں فرمایا مالی انازع القراٰن تو اوسکے بعد دونوں صحابیوں نے
بیان کیا کہ صحابہ رض نے تب ہی سے آپ کے پیچھے قراءۃ کو ترک کیا اور عبادہ رض وغیرہ نے یوں روایت کیا ہی
کہ آپ نے بعد سوال و جواب کے فرمایا لا تفعلوا الا بام القراٰن لہذا اب دیکھنا چاہیے کہ ابو ہریرہ رض وغیرہ
نے جو روایت کیا ہی وہ صحیح ہی یا کہ عبادہ رض وغیرہ نے جو روایت کیا ہی وہ صحیح ہی اب ہم کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ
وغیرہ کی روایت اور حدیث کے راوی سب اجماعی ثقہ ہیں اور سند اوسکی متصل ہی اور کچھ شذوذ و نکارت
اور تدلیس اوس میں ہرگز نہیں ہی تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ابو ہریرہ رض سے دو شخص راوی ہیں۔
ایک ابن اکیمہ اور دوسرا سعید بن مسیب اور ان دونوں سے زہری نے روایت کی ہی اور زہری سے
چند ائمہ ثقات نے روایت کی ہی جیسا کہ امام مالک اور ابن عیینہ اور معمر بن راشد اور امام اوزاعی
وغیرہم اور اُن کی جلالت اور توثیق سبکو معلوم ہی کہ کوئی ان میں سے مجروح نہیں اور وہ جو ابن اکیمہ
پر جہالت کا اعتراض تھا۔ وہ ہم نے دفع کر دیا علاوہ یہ کہ یہ حدیث اور یہ راوی ابن اکیمہ دونوں موطا امام
مالک کے ہیں۔ اور اہل حدیث کا قاعدہ ہی کہ جس راوی سے امام مالک اپنے موطا میں روایت کرے اوسمیں
بحث جرح کی نہیں ہو سکتی دیکھو بیع الرطب بالتمر کے باب میں جب امام اعظم رح نے اوس حدیث پر یوں
اعتراض کیا کہ اوس کا راوی زید بن عیاش مجہول ہی[1]۔ تو اوسکا جواب مخالفوں نے یہی دیا ہی جو ہم
نے کہا ہی اور عبارت اُن کی یہ ہی قد اعل ابو حنیفۃ ھذا الحدیث من اجل زید بن عیاش وقال مدارہ
علی زید بن عیاش وھو مجہول وکذا قال ابن حزم وتعقبوھما بان الحدیث صحیح وزید لیس

---

[1] اس سے ثابت ہوا کہ وہ جو کتب اصول حنفیہ میں مسئلہ مروج ہی کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک راوی مجہول کی حدیث مقبول ہی
وہ منظور فیہ ہی کیونکہ صاحب عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ الاحکام لمذہب ابی حنیفہ نے اسکو رد کیا ہی کہ یہ قول امام کا نہیں ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

بمجهول قال الزرقانی تابعی صدوق کنیتہ ابو عیاش واسم ابیہ عیاش المدنی نقل عن مالک انہ مولی
سعد بن ابی وقاص رض وقیل انہ مولی بنی مخزوم وقال ابن حجر بعد کلام طویل ذکرہ ابن حبان
فی الثقات وصحح الترمذی حدیثہ المذکور وابن خزیمۃ وابن حبان وقال الدارقطنی ثقۃ وقال
الحاکم فی المستدرک هذا حدیث صحیح لاجماع ائمۃ النقل علی امامۃ مالک وانہ محکم
فی کل ما یرویہ اذ لم یوجد فی روایتہ الا الصحیح[۱] خصوصاً فی روایۃ اهل المدینۃ و
الشیخان لم یخرجاہ لما خشیا من جہالۃ زید انتہی وقال صاحب التنقیح لیس بہ باس و
مشائخنا ذکروا عن ابی حنیفۃ انہ مجهول ورد طعنہ بانہ ثقۃ وروی عنہ مالک فی
المؤطا وهو لا یروی عن مجهول وقال المنذری کیف یکون مجهولاً وقد روی عنہ ثقتان[۲]
عبد اللہ بن محمد ومروان بن ابی انیس وهما مما احتج بهما مسلم فی صحیحہ و
قد عرفہ ائمۃ هذا الشان واخرج حدیثہ مالک مع شدۃ تحریہ فی الرجال وقال ابن
الجوزی فی التحقیق قال ابو حنیفۃ انہ مجهول فان کان هو لم یعرفہ[۳] فقد عرفہ ائمۃ
النقل انتہی وفی تلخیص الحبیر قد اعل هذا الحدیث جماعۃ منهم الطحاوی والطبری وابن
حزم وعبد الحق بجہالۃ زید بن عیاش والجواب عنہ ان الدارقطنی قال انہ ثقۃ ثبت وقال
المنذری روی عنہ اثنان ثقتان وقد اعتمدہ مالک مع شدۃ تحریہ وصحح الترمذی والحاکم[۴]
وقال لا اعلم احداً طعن فیہ انتہی وبالجملۃ فالجہالۃ عن زید مرتفعۃ جہالۃ العین وجہالۃ
الوصف بتصریح ائمۃ النقل انتہی هذا کلہ نقلہ الفاضل اللکھنوی فی حاشیۃ الموطا اگرچہ
اس عاجز کے پاس اور اسباب بھی بہت ہیں مگر اس جگہ پر اسی پر اکتفا کیا گیا ہے اب دیکھو اہل حدیث
کی بحث ابن اکیمہ میں ویسی ہے جیسے زید بن عیاش میں بلکہ ابن اکیمہ بہ نسبت زید بن عیاش کی
چند وجوہات کی رو سے اچھا ہے کما لا یخفی علی ماہر الفن اب مولوی عبد الجبار صاحب بھی ابن اکیمہ

ف۱ بناء علیہ حدیث منازعت کی بھی صحیح ہوئی ۱۲ منہ عفی عنہ ف۲ اسی طرح ابن اکیمہ سے بھی دو راوی ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ ف۳ اسی طرح اگر حافظ ابو بکر حازمی وغیرہ نے ابن اکیمہ کو نہیں جانا ہے تو اور ائمہ نقل نے اسکو جانا ہے اور ثقہ بھی کہا ہے کما مر ۱۲ منہ عفی عنہ ف۴ اسی طرح ابن اکیمہ سے [illegible] جہالت مرتفع ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

پر حسن ظن رکھکر شاید اس حدیث کو صحیح مانینگے۔ اور عبداللہ بن بحینہ کی حدیث کا مدار زہری پر ہی اوس نے عبدالرحمن
بن ہرمز اعرج سی اوس نے عبداللہ بن بحینہ سے روایت کی ہی اور سب راوی اوس کے صحاح ستہ کے
ہیں کوئی اون میں سے مجروح نہیں ہی۔ اور نیز اتصال سند بھی ہی۔ لہذا قصہ صلوٰۃ فجر کا ابوہریرہ رضؓ اور
عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سی تو بدرجہ اتم صحت کو پہنچا و للہ الحمد اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا اور
یہی قصہ صلوٰۃ فجر کا عبادہ رضؓ وغیرہ کی سند سی بھی مروی ہی مگر کسی طور سی صحیح نہیں کیونکہ محمد بن اسحاق نے
مکحول سے روایت کی ہی اور مکحول کی تدلیس محمود بن ربیع سی مدفوع نہیں ہوئی اور ابن اسحاق منفرد ہی
ساتھ ذکر محمود بن الربیع عن عبادہ کے اور زید بن واقد شاگرد مکحول کا مع محمد بن اسحاق کے مکحول کا شیخ نافع
بن محمود قرار دیتی ہیں اور وہ مجہول یا کہ مستور ہی اور محمد بن ولید زبیدی نے مکحول کا شیخ کوئی بیان نہیں کیا
ہی چنانچہ دارقطنی وغیرہ کے نزدیک ہی اور اسی طرح عبدالرحمن بن یزید بن جابر اور سعید بن عبدالعزیز اور
عبداللہ بن العلا نے بھی مکحول کا شیخ کوئی بیان نہیں کیا۔ بلکہ ان چاروں نے مکحول عن عبادہ بیان کیا
ہی لہذا ان چار کی سند سی منقطع ہوئی کیونکہ مکحول کو عبادہ رضؓ سی روایت اور سماعت نہیں اور حرام بن حکیم
جو کہ مکحول کا معاصر ہی اوس نے بھی یہ حدیث نافع بن محمود عن عبادہ روایت کی ہی جو مستور اور مجہول ہی
غرض کہ کوئی طریق حدیث عبادہ رضؓ کا خالی جہالت اور انقطاع اور شذوذ سی نہیں ہی اور تفصیل اس کی
میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہی لہذا ثابت ہوا کہ قصہ صلوٰۃ فجر کا ابوہریرہ اور عبداللہ بن بحینہ کی روائت سی
صحیح ہی اور عبادہ رضؓ وغیرہ کی روائت سی ضعیف ہی وہو المطلوب اور صفحہ ۱۰۱ میں جو مولوی عبدالجبار
صاحب نے حاکم کی حدیث بالاسناد نقل کی ہی اولا اوسکی اسناد کو دیکھو اوسکے بعد مولوی عبدالجبار
صاحب کی جہالت یا کہ جعل سازی کو خیال کرو سند اوسکی یوں ہی اخبرنا ابو محمد عبدالرحمن بن احمد الخلال ثنا اسحاق
ابن احمد بن مہران الخبار ثنا اسحاق بن سلیمان الرازی ثنا معاویہ بن یحیی عن اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ
عن عبداللہ بن عمرو بن الحارث عن محمود بن الربیع قال قام الی جنبی عبادۃ بن الصامت رضؓ فقرأ مع
الامام وھو یقرأ فلما انصرف قلت ابا الولید تقرؤ وتسمع وھو یجھر بالقراءۃ قال نعم قرأنا مع

سلہ اور حاکم کی سند سے اسکو دارقطنی نے بھی روائت کیا ہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فغلط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم سلم فقال لنا حین انصرف هل قرأ معی احد قلنا نعم قال قد عجبت
قلت من هذا الذی ینازعنی القرآن اذا قرأ الامام فلا تقرؤا الا بام القرآن فانه لا صلوٰة لمن لم یقرأها
انتھے اس کے بعد مولوی عبد الجبار صاحب فرماتے ہیں اس حدیث کے سب راوی ثقہ وعادل اور قابل اسناد
ہیں اگر توثیق وتعدیل بیان کی جاوے تو کلام طول ہو جاوی انتہے اور جہالت اور جعل سازی مولوی عبد الجبار
صاحب کی یوں ہی کہ باوجود ضعیف ہونے حدیث کے حکم صحت کا لگا دیا۔ یعنی سب روات کو ثقہ قرار دیا۔۔۔
۔۔۔۔۔۔۔۔ حالانکہ یہ سند ظلمات بعضها فوق بعض کے قبیل سے ہی۔ اوّل اسلیے کہ اسحاق بن ابی فروۃ
اور معاویہ بن یحیی اور اسحاق بن سلیمان رازی ضعیف ہیں۔ قال الدارقطنی بعد اخراجه هذا الحدیث معاویة
بن یحیی واسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ ضعیفان انتہے وقال ابن الجوزی اسحاق متروک انتہے
اور کہا ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابراہیم بن محمد کے باب میں قال البرقانی سمعت الدارقطنی یقول غیرہ
انتہے اور تفصیل اسکی میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہی دوسرا یہ کہ ابوداؤد وغیرہ نے مکحول کی سند سے بیان
کیا ہی۔ کہ اس قصہ کا قائل نافع بن محمود ہی نہ کہ محمود بن الربیع اور نافع مجہول ہی وقد مر حالہ او بحث تیسری
یہ ہی کہ مخالف کیواسطے کوئی آیت ثبوت فاتحہ خلف الامام کے حق میں وارد نہیں ہوئی باین طور کہ جس
طرح اوسکا دعوی ہی یعنی فاتحہ خلف الامام سریہ اور جہریہ دونوں میں مقتدی پر فرض یا واجب ہی
اور ضم سورہ کا منع ہی جیسا کہ اونکا تمسک پکڑنا ساتھ حدیث عبادہ رض کے اسپر شاہد عدل ہی۔ اب
ہو بہو یہی دعوی اپنا کسی آیت سے ثابت کریں کہ فلاں آیت اس باب میں نازل ہوئی ہی۔ وانّی
یتیسر لہم ذلک بلکہ حق یہ ہی کہ کتاب اللہ سے تو ان کا یہ مذہب بے علاقہ ہی ورنہ اُس کا نشان دیں۔ اگر
کوئی اعتراض کرے کہ خصوص فاتحہ کے منع میں حنفیوں کے پاس کون سی دلیل ہی بلکہ وہ بھی تو عموم
آیت اور احادیث سے کام لیتے ہیں۔ تو جواب اوسکا یہ ہی کہ یہ اعتراض ہم پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ ہم
لوگ خصوص فاتحہ کے منع کے کب قائل ہیں۔ ہمارے نزدیک تو فاتحہ اور غیر فاتحہ دونوں یکساں ہیں
جو شخص خصوص فاتحہ کے منع کا قائل ہی اوس سے یہ بحث کریں واللہ اعلم بالصواب اور واضح اور
لائح ہو کہ مولوی عبد الجبار صاحب نے حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ونحوها من

الا الفاظ جس کو بخاری اور مسلم وغیرہما نے زہری سے اوس نے محمود بن الربیع سے اوس نے عبادہ
ابن صامت رضہ سے روایت کیا ہے بڑے زور شور سے اوسکو اپنا ماخذ قرار دیکر دعوی ثابت کیا ہے اور
مطلق قراءۃ کے ادلہ سے کام لینا چاہا۔ مگر اہل علم خوب جانتے ہیں کہ یہ محض اون کی ہوس ہے کیونکہ
ان ادلہ سے اونکا مطلب ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا چند وجوہ سے وجہ اول یہ کہ جانبین کی بحث نفس قراءۃ
فاتحہ میں نہیں ہے بلکہ فاتحہ خلف الامام میں ہے کہ مقتدی کے لیئے شارع نے کیا حکم لگایا ہے یعنی اوسکو
امام کے ساتھ اس وظیفہ میں شراکت ہے یا کہ نہ اور وہ ان احادیث میں مطلقاً مذکور نہیں وجہ دوسری
یہ کہ اگر اس حدیث سے وجوب فاتحہ خلف الامام ثابت ہو تو ضم سورۃ کا بھی مقتدی پر واجب ہو کیونکہ اسی خاص
حدیث میں جس سے مستدل نے استدلال کیا ہے اوسکا حکم بھی آپ نے فرما دیا ہے فقد اخرج مسلم فی صحیحہ
من طریق معمر بن راشد عن الزہری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ مرفوعا لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ
الکتاب فصاعدا انتہی واخرج النسائی فی سننہ وغیرہ فی غیرہ نحوہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ زیادتی
فقط معمر بن راشد نے کی ہے اور باقی شاگرد زہری کے اسکو نہیں ذکر کرتے پس شاذ ہوئی اور خود امام بخاری رح
نے اس کو شذوذ کا حکم لگایا ہے جزء القراءۃ کو دیکھو تو جواب اوسکا چند وجہ پر ہے۔ وجہ اول یہ کہ معمر بن
راشد ثقہ ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے جبکہ کسی ثقہ بڑے کو مخالف نہو اور وہ یہاں پر کسی کا مخالف نہیں
وجہ دوسری یہ کہ معمر بن راشد کی یہ زیادتی چونکہ صحیح مسلم میں ہے اور وہ کتب مرتبہ اول سے ہے لہذا خواہ مخواہ
مقبول ہے وجہ تیسری یہ کہ معمر بن راشد اس زیادتی میں منفرد نہیں ہے بلکہ اوسکے ساتھ سفیان بن
عیینہ بھی ہے ابو داؤد کی حدیث میں اور نیز عبد الرحمن بن اسحاق مدنی بھی اون کے ساتھ ہے چنانچہ
جزء القراءۃ امام بخاری میں ہے لہذا یہ زیادتی ہر طرح مقبول ہے وجہ چوتھی یہ کہ اس حدیث
میں محمود بن ربیع کا شاہد بھی موجود ہے۔ اور وہ ربیعہ بن یزید ہے۔ جو کہ اجماعی ثقہ اور سب
صحاح کا راوی ہے روایت کیا حدیث اوس کی کو طبرانی نے کما نقل الزیلعی فی تخریج احادیث
الہدایۃ اور نیز یہ حدیث بجز عبادہ بن صامت رضہ کے اس زیادتی کے ساتھ اور صحابہ رضہ
سے بھی مروی ہے۔ فقد شہد لہ کما نقلہ الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الہدایۃ حیث قال وعن

عبادۃ رضہ سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب وآیتین من القرآن اخرجہ الطبرانی واخرج ابن عدی من حدیث عمران بن حصین مثلہ لکنہ قال لا یجزئی وزاد وآیتین فصاعدا وعن ابن عمر رضہ لا تجزئ صلوۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب وشئ معہا اخرجہ ابو نعیم فی ترجمۃ ابراہیم بن ایوب من تاریخ اصبہان وعن ابی ہریرۃ ان لم تزد علی ام القرآن اجزئت وان زدت فہو خیر اخرجہ البخاری وہو موقوف انتہی کلام الحافظ وقال شیخ الاسلام العینی فی شرح الہدایۃ نحوہ قلت وقد اخرج ابوداود وغیرہ عن ابی ہریرۃ قال قال لی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخرج فناد فی المدینۃ ان لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب فما زاد انتہی واخرج عن ابی سعید الخدری وغیرہ نحوہ حاصل یہ کہ یہ زیادتی حدیث عبادہ رضہ میں صحیح طور پر ساتھ متابعات اور شواہد کے مروی ہے زیادہ اس سے لکھنے کی حاجت نہیں۔ وجہ پانچویں یہ کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں اور اسی طرح اور ائمہ اُن کے علاوہ انہوں نے نص کردی ہے کہ یہ حدیث اور مانند اس کے منفرد کیواسطے ہے اور مقتدی اس سے خارج ہے تو اب خواہ یہ احادیث

ہماری بحث سے خارج ہیں فقد اخرج النسائی والطحاوی وغیرہما باسناد صحیح عن کثیر بن مرۃ الحضرمی عن ابی الدرداء سمعتہ یقول سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افی کل صلوۃ قراءۃ قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت ہذہ فالتفت الی وکنت اقرب القوم فقال ما اری الامام اذا ام القوم الا قد کفاہم انتہی ثم قال الامام ابو جعفر الطحاوی فہذا ابو الدرداء قد سمع من النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی کل صلوۃ قراءۃ فقال رجل من الانصار وجبت فلم ینکر ذلک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قول الانصاری ثم قال ابو الدرداء بعد من رأیہ ما قال وکان ذلک عندہ علی من یصلی وحدہ وعلی الامام لا علی الماموم انتہی اب دیکھو کہ ابو الدرداء رضہ نے حدیث مرفوع عام روایت

کرکے اوس سے مقتدی کو خارج کیا ہے واخرج البخاری فی جزء القراءۃ باسناد صحیح عن عمران بن حصین انہ قال لا تزکو صلوۃ مسلم الا بوضوء ورکوع وسجود وراء الامام وان کان وحدہ بفاتحۃ الکتاب وآیتین وثلاث انتہی اب دیکھو کہ عمران بن حصین رضہ حدیث لا صلوۃ کا راوی ہے اور خود اوس نے حدیث قصہ صلوۃ

ستر یہ کی روایت کی ہو جس میں فنهاهم عن القراءة خلف الامام مرفوع روایت کی ہو اور فتوی اون کا یہ ہی جو ہم نے ذکر کیا ہی جس سی مقتدی کو حدیث لاصلوة سی خارج مانا ہی واخرج الامام مالک فی المؤطا عن نافع عن ابن عمر قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قراءة الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ وکان ابن عمر لا یقرأ خلف الامام انتہی قلت وتفصیل آثارہ وحدیثہ فی رسالتنا الدلیل المبین اب دیکھو کہ خود عبد اللہ بن عمر رض حدیث لاصلوة الخ مرفوع روایت کرتے ہیں اور پھر اوس سی مقتدی کو خارج مانا ہی اور نیز حدیث من کان لہ امام الخ کو بھی روایت کیا ہی واخرج مالک فی المؤطا والترمذی فی جامعہ والطحاوی وغیرهم واللفظ للمؤطا حدثنا وهب بن کیسان عن جابر رض انہ قال من صلی رکعة ولم یقرأ بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام انتہی ۔ و تفصیل آثارہ مطولا بما لا مزید علیہ فی رسالتنا الدلیل المبین اب دیکھو کہ جابر بن عبد اللہ انصاری رض خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث لاصلوة الخ روایت کرتا ہی اور خود اوس سے مقتدی کو خارج جانتا ہی اور حال یہ کہ حدیث منع قراءة خلف الامام ستر یہ میں روایت کی ہو جو گذر چکی بلکہ اس صحابی نے تو بہ نسبت اور صحابہ کی عمدہ تفصیل کی ہی فقد شید ارکانہ الحافظ ابو عیسی الترمذی فی جامعہ حیث قال قال الامام احمد بن حنبل معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوة الا بفاتحة الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ من صلی رکعة ولم یقرأ فیها بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد فهذا جابر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوة الا بفاتحة الکتاب اذا کان وحدہ انتہی اور کہا ابو داؤد رح نے بعد نقل کرنے حدیث عبادہ رض یعنی لاصلوة الخ کے قال سفیان بن عیینة حدیث لاصلوة الا بفاتحة الکتاب اذا کان وحدہ انتہی حاصل بحث ہماری کا یہ ہی کہ حدیث لاصلوة الخ میں قید فصاعدا وغیرہ کی صحیح اور اوس کا مؤول ہونا صحابہ وغیرہم سے کہ یہ حدیث امام اور منفرد کے حق میں ہی وہ بھی صحیح ہوا تو یہ حدیث مثبت فاتحہ خلف امام کی دلیل ہرگز نہ بن سکی تو مولوی عبد الجبار صاحب مع اپنے انصار کے بے دلیل اور بے بہرہ از سنت رہی وهو المطلوب اور وہ جو مولوی عبد الجبار صاحب

نے صفحہ ۸۵ میں بڑے زور سے بیان کیا ہے کہ حدیث مذکور کے معنی[۱] وہ ہیں جو کہ امام بخاری وغیرہ نے بیان فرمائے
ہیں کہ اس حدیث کی مثال یوں ہے کہ جس طرح حدیث میں وارد ہے لا تقطع الایدی الا فی ربع دینار فصاعداً
اب جسطرح ربع دینار میں قطع ید سارق کا ہے اور زیادہ میں بدرجہ اولی ہے انتہی خلاصۃ کلام البخاری اسی
طرح فساد صلوۃ درصورت عدم قراءۃ نفس فاتحہ کے تو ضرور ہے گو کہ درصورت عدم قراءۃ غیر فاتحہ بھی ہو
تو کیا حرج ہے بہرحال فاتحہ کا پڑھنا تو ضرور ثابت ہوا انتہے خلاصۃ کلام البخاری ومن اتبعہ اسمیں مولوی
عبدالجبار صاحب نے قیاس مع الفارق سے کام لیا ہے اور جہالت کی رو سے بے محاورہ معنی کرکے خود ملزم
ہوئے کیونکہ ربع دینار کم سے کم حد واسطے قطع ید کے ہے اور زیادہ میں بدرجہ اولی قطع ید سارق ضرور ہے اور ان
دونوں میں کچھ منافات نہیں بخلاف اس حدیث کے جسکی بحث میں ہم ہیں کیونکہ اسمیں منافات ضرور موجود ہے
اور وہ یہ کہ فاتحہ کا وجوب اور ضم سورہ کی حرمت دونوں میں بون بعید ہے اسواسطے کہ خود مولوی عبدالجبار اور اُن
کے ہم مشرب لوگ ضم سورہ کو کب واجب مانتے ہیں بلکہ اوسکی حرمت کے قائل ہیں چنانچہ اونکا استدلال کرنا حدیث لا
تفعلوا الا بام القرآن اور یا کہ لا یقرأن احد کم اذا جھرت الا بام القرآن جسکو عبادہ وغیرہ سے قصہ
صلوۃ فجر میں بیان کرتے ہیں اوسمیں صریح ضم سورہ سے نہی وارد ہے بلکہ نون ثقیلہ کے ساتھ اسکو موکد
کرنا حرمت قطعی کا فائدہ دیتا ہے لہذا یہ وجہ گذارش اور امام بخاری وغیرہ کی توجیہ مولوی عبدالجبار اور اُن کے
سلف خلف کو کچھ مفید نہیں اور وہ جو مولوی عبدالجبار صاحب نے اخیر صفحہ ۸۵ میں تا نصف صفحہ
۸۹ یہ دعوی کیا ہے کہ حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام القرآن فصاعداً میں نفی صلوۃ کی جو کہ لفظ لا سے ظاہر
ہے وہ نفی مجموع من حیث المجموع فاتحہ اور مع اوسکے ما عدا کے لحاظ سے ہے نہ ہر ہر واحد کے لحاظ سے الخ اسمیں
مولوی عبدالجبار صاحب نے اپنی جان کا بچاو کیا ہے چونکہ اون کی دلیل کسی طور درست نہ ہو سکی اسواسطے
کہ جس حدیث میں خلف امام کا ذکر تھا وہ صحیح نہ ہوئی اور جو صحیح تھی وہ اون کے مدعا کے مخالف ہے۔
لہذا اب یوں حیلہ نکالا کہ حدیث مذکور میں نفی کا متوجہ ہونا فقط ترک فاتحہ کی حالت میں ہے۔
اور لفظ فصاعدا کو شارع نے بالتبع اور بالعرض ذکر کیا ہے چنانچہ آیت یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان

---

[۱] مولوی صاحبکی یہ غرض ہے کہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا کی توجیہ بن سکتی ہے اب اس کا جواب آگے آتا ہے منہ

ہیں علاوہ چنانچہ یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم ہیں اور جیسا کہ آیت فلما بلغا مجمع بینہما نسیا حوتہما سو نحو ذلک من الشواھد ہیں ان مواضع وغیرہا ہیں حکم مذکو ہر ہر واحد کے ساتھ علاقہ نہیں رکھتا اسی طرح حدیث مذکور ہیں چونکہ مجموع من حیث المجموع کی بہ نسبت حکم ہو پس ایک فرد میں ثابت ہونے سے مفاد حدیث کا پورا ہو چکا لہذا النفی مذکور کو جو لا صلوۃ میں ہی فصاعدا کے ساتھ علاقہ نرہا انتہی خلاصہ کلام المولوی عبد الجبار اب دیکھو کہ مولوی عبد الجبار صاحب کو تو مرض ذہول اور جہالت نے لاچار کر دیا ہی اونکو یہ بھی معلوم نہیں کہ جو اپنے منہ سے .... سخن نکال رہی ہیں مفید پڑیگا یا نہ ہم نے مانا کہ کبھی ایسا ہوتا ہی مگر اس جگہ پر تو ہر ہر واحد کی بہ نسبت لا النفی کا یہ حکم ماننا پڑیگا کیونکہ اسی خاص حدیث ہیں اسی خاص لفظ سے اسی حیثیت سے مولوی عبد الجبار اور اون کے سلف خلف منفرد[۵] اور امام کے حق میں صحیح مانتی ہیں۔ کہ اُن دونوں پر مثل فاتحہ کی ضم سورہ بھی واجب ہی لہذا مقتدی پر بھی وجوب ضم سورہ ماننا پڑیگا اور وہ اون کے مشرب کو مضر ہی لہذا یہ حدیث امام اور منفرد پر محمول ہی کما قال ابن عیینۃ والامام احمد وجابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اب مولوی عبد الجبار صاحب کو اس حدیث اور اسکی ہم مثل سے دست بردار ہونا ضرور ہی۔ اگر اون کو قصہ صلوۃ فجر کی حدیث جو اون کے مشرب کو مفید ہی اوس کی صحت میسر ہو سکے تو بہتر ورنہ چونکہ وہ بھی فی نفسہ ضعیف اور بیکار ہی اوس سے بھی دست بردار ہو کر فارغ خطی لیکر ادلہ منع قراۃ کو صحیح اور معتبر علی الراس والعین مانکر مذہب حنفی کو صحیح مانیں واللہ اعلم بالصواب وھو یہدی من یشاء الی صراط مستقیم اللہم اہدہم الی صراطک القدیم آمین آمین اور علی سبیل التنزل یوں تو خود مولوی عبد الجبار صاحب نے تسلیم کیا ہی کہ یہ نفی صلوۃ کی ترک فاتحہ پر بسبب اوسکے وجوب کے ہی اور ترک ضم سورۃ پر بسبب اوس کے استحباب کے ہی لہذا بناءً علیہ عرض ہی کہ مولوی عبد الجبار کا مذہب اور اون کی دلیل حدیث عبادہ رض کی جو کہ قصہ صلوۃ فجر کی ہی دونو منطبق نہ ہوسکے کیونکہ وہ حدیث تو استحباب اور سنیت اور وجوب بلکہ اباحت

[۵] حاصل یہ کہ امام اور منفرد کے حق میں نفی مذکور بحالت ترک فاتحہ اور ضم سورہ باقی ہے اور ہر ہر واحد کی طرف متوجہ ہو اب اگر مقتدی کیواسطے یہ حدیث شامل ہی تو اوسکے حق بھی یہ نفی دونوں کی ترک میں یکساں متوجہ ہونی ضرور ہی اور وہ مستدل کو مضر ہی۔ لہذا یہ حدیث اور امثال اس کی اون کے مطلب کو مفید نہیں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

ما عدا الفاتحہ سب کے مخالف ہو کیونکہ وہ تو ضم سورہ کی حرمت پر دال ہو اس لحاظ سے بھی حدیث لا صلوۃ
لمن لم یقرأ امام القران فصاعدا سے مولوی عبدالجبار صاحب کو دست بردار ہونا پڑا یا کہ قصہ صلوۃ فجر
کا حدیث عبادہ رض وغیرہ کو ضعیف مانکر ترک کریں واخرج الطحاوی فی معانی الآثار باسناد صحیح عن عبداللہ بن
مسعود لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوہ ترابا انتھی - ونحو ذلک من آثار الکثیرۃ آب
دیکھو کہ عبداللہ بن مسعود رض خود حدیث لاصلوۃ کا راوی ہو اور پھر اوس سے مقتدی کو خارج مان کر
وعید کا حکم لگاتا ہی کہ اگر قراۃ خلف الامام کریگا تو اوس کی یہ سزا ہی - لہذا اب تو عمدہ طور سے واضح ہو گیا کہ
حدیث لاصلوۃ الخ امام اور منفرد کیواسطے ہو پس ثابت اور صحیح ہوا کہ جو دلائل مخالف کے صریح ہو اوس کے
مدعا کو ثابت کرتے ہیں وہ سب کے سب ضعیف اور واہی ہیں اور جو دلائل اوس کے صحیح اور سالم عن
الطعن ہیں اون سے اوس کا مدعا اور مطلب ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم بالصواب میں کہتا ہوں کہ جن
صحابہ اور ائمہ رح نے مقتدی کو ان احادیث سے مستثنی کیا ہو اون کے واسطے ادلہ صحیح بھی موجود ہیں چنانچہ
بحث اون کی گذر چکی اور چنانچہ جابر بن عبداللہ رض کی حدیث جس سے شارع نے مقتدی کو وظیفہ قراۃ فاتحہ
سے خصوصا خارج کیا ہو ونحو ذلک واخرج الدارقطنی فی سننہ باسناد صحیح من طریق زید بن الحباب
حدثنا معاویۃ بن صالح ثنا ابو الزاہریۃ عن کثیر بن مرۃ عن ابی الدرداء قال سئل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم افی کل صلوۃ قراۃ قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت ہذہ فقال لی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکنت اقرب القوم ما اری الامام اذا ام القوم الا وقد کفاھم انتھی غرض
کہ حدیث مرفوع متصل الاسناد اور صحیح سے ثابت ہوا کہ شارع علیہ السلام نے مقتدی کو رکن قراۃ میں امام کا
شریک نہیں کیا ہی اس حدیث ابوالدرداء پر دارقطنی وغیرہ نے اور تو کچھ اعتراض نہیں کیا مگر یہ کہا ہی کہ قطعہ
اوس کا ما اری الامام الخ مندرج ہی کہ ابوالدرداء رض کے قول سے ہی نہ مرفوع قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
دارقطنی نے بعد بیان اس حدیث کے یوں کہا ہی کہ مرفوع کرنا وہم زید بن حباب کا ہی اور نسائی وغیرہ نے بھی
اسی قدر جرح کی ہو کہ یہ کلام ابو درداء کا حدیث میں مدرج ہو نہ مرفوع مگر اس کے چند جواب ہیں اول یہ
کہ ادراج کا حکم لگانا فقط احتمال سے صحیح نہیں جیسا کہ ابوہریرہ رض کی حدیث میں مفصل مذکور ہو چکا وہ

دوسری یہ کہ زید بن حباب کو فقط سفیان کی حدیث میں وہم ہوتا ہی نہ اور کی حدیث میں اور وہ خود
ثقہ حافظ ضابط ہی جیسا کہ نص کی اس پر ذہبی نے میزان الاعتدال اور تذکرۃ الحفاظ میں اور صاحب خلاصہ
نے اور یہ حدیث اوس کی سفیان کی نہیں ہی لہذا صحیح ہوئی وجہ تیسری یہ کہ ممکن ہی کہ مرفوع بھی ہو
اور اوسی کے موافق ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فتویٰ بھی دیا ہو کیونکہ اصل عدم ادراج ہی کما مر عن فتح الباری
وجہ چوتھی یہ کہ صحابی کا خارج کرنا کسی فرد کا کسی عام حدیث سے جو مقتضی وجوب کی ہی حکماً مرفوع ہوتا
ہی جیسا کہ مولوی عبد اللہ صاحب فاضل ٹونکی نے حاشیہ شرح نخبہ میں تحقیق کی ہی ورنہ صحابی پر الزام آتا
ہی حاصل تمام اس رسالہ کا یہ ہوا کہ مقتدی کو امام کے ساتھ قراءۃ قرآن کے رکن میں کچھ شراکت نہیں
بلکہ امام کا حق قراءۃ ہی اور اوسی قدر انصات کرنا حق مقتدی کا ہی اور وہ جو اس کے خلاف دلائل وارد
ہیں اون کی صحت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاصکر کے مرتبہ اولیٰ کی کتب
سے ہرگز وجود میں نہیں آئی بلکہ جو صحیح ہیں اون سے مدعای حاصل نہیں ہوتا اور جن سے مدعا ثابت
ہوتا ہی وہ صحیح نہیں اور حق تو یہ ہی کہ اس مسئلہ کی بحث کا مزہ اور اس بحر مواج کی حقیقت میرے
رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین کے دیکھنے کے سوائے حاصل نہیں ہوتا وفقنا
اللہ بطبعہ آمین آمین ثم آمین واللہ المستعان وعلیہ التکلان وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب
العالمین اللہم اغفرلی ولوالدی ولمن توالد الجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات
الاحیاء منہم والاموات برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ
محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی اجاب دعوة من دعا
بالاخلاص والصلوة والسلام علی رسوله
محمد المبعوث بالرسالة الی العام والخاص
وعلی اٰله واصحابه الذین بذلوا جهدهم
بالتضرع والاستکانة وفازوا بالسعادة
الدارین باداء الحقوق والامانة اما بعد
فهذه رسالة سمیتها بالفوز المبین بالاخفاء
بالتامین وهی مرتبة علی الفصلین الفصل
الاول فی ادلة اخفاء التامین وفیه المقصدان
المقصد الاول فی الاستدلال بکتاب الله و
هو مبنی علی مقدمتین المقدمة الاولی
ان اٰمین اما دعاء او اسم من اسماء الله و
ایهما کان فالاخفاء به اولی قال البغوی
فی معالم التنزیل تحت قوله تعالی قد اجیبت
دعوتکما والتامین دعاء انتهی وقال البغوی
تحت قوله اٰمین معناه اللهم استجب و
قال ابن عباس وقتادة معناه کذالک یکون انتهی
وفی تفسیر روح البیان تحت قوله تعالی

سب تعریف واسطے اللہ کے ہی جو اجابت کرتا ہی دعا اوس شخص کی جو پکارتا
ہے اوسکو ساتھ اخلاص کے اور درود اور سلام اوسکے رسول پر
جو نام پاک اوسکا محمد ہے جو بھیجا گیا ساتھ رسالت کی طرف عام اور خاص
کی اور اوپر آل اوسکی کے اور اصحابوں اوسکی کی جنہوں نی خرچ کی کوشش
اپنی ساتھ عاجزی اور تسکین کی اور مراد کو پہنچے وہ ساتھ حاصل
کرنے نیکبختی کے بسبب ادا کرنے حقوق اور امانت کے ایسے بعد حمد و صلوٰۃ
کے پس یہ رسالہ ہی نام رکھا میں نے اوسکا الفوز المبین بالاخفاء بالتامین
اور وہ مرتب ہے دو فصلوں پر فصل اوّل بیچ بیان
ادلہ اخفاء آمین کے اور اوس میں دو مقصد ہیں۔
مقصد اول بیچ استدلال کرنیکی ساتھ کتاب اللہ کے اور وہ
مبنی ہی دو مقدموں پر مقدمہ اوّل یہ کہ آمین
یا تو دعا ہی یا کہ نام ہی اللہ کے ناموں میں سے اور جونسا
ہو پس اخفاء اوسکا اولے ہے کہا بغوی نے
معالم التنزیل میں نیچے قول باری تعالے کی قد اجیبت دعوتکما[۱]
اور آمین دعا ہے انتہے۔ اور کہا بغوی نے نیچے
قول اوسکے کے آمین معنی اوسکے یہ ہیں اے اللہ قبول فرما اور
کہا ابن عباس رضؓ اور قتادہ رحؒ نے معنی اوسکی یہ ہیں کہ
اسیطرح ہوگا انتہے اور تفسیر روح البیان میں ہی نیچے قول اللہ کے

[۱] یعنی قبول کی گئی دعا تم دونوں کی مخاطب اسکے موسے و ہارون علیہما السلام ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

قد اجیبت دعوتکما والتامین دعاء لان معناه
استجب انتھی وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری
معناه اللھم استجب عند الجمھور وقیل غیر ذلک[۵۱]
مما یرجع الی ھذا المعنی انتھی مختصرا وقال الزمخشری
فی الکشاف آمین صوت سمی به الفعل الذی
ھو استجب کما ان روید وحیھل وھلم صوت[۵۲]
فسمی به الافعال التی ھی امھل واسرع واقبل
وعن ابن عباس سألت رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم عن معنی آمین فقال افعل انتھی کلامه
وقال فی شرح السنة آمین مخففة المیم تمد
وتقصر ای اللھم اسمع واستجب وکذلک فلیکن
وقیل آمین اسم من اسماء اللہ تعالی انتھی
وقال العلامة النسفی فی مدارک التنزیل آمین
صوت سمی به الفعل الذی ھو استجب کما

قد اجیبت دعوتکما کے اور آمین دعا ہی کیونکہ معنی اوسکی ہیں
اے اللہ قبول فرما انتھی اور کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں
اور معنی اوسکے نزدیک جمہور کے اے اللہ قبول فرما اور کہا گیا ہی
اوسکے سوا جو راجع ہی طرف انہیں معنی کے ختم ہوا کلام[۵۱] اوسکا مختصر
خلاصہ کرکے اور کہا زمخشری نے کشاف میں کہ لفظ آمین کا
اسم صوت ہی نام رکھا گیا ہی ساتھ اوسکی فعل وہ جو کہ استجب ہی جیساکہ
لفظ رویدا ور حیہل اور ہلم صوت ہیں[۵۲] نام رکھے گئے ہیں ساتھ اونکی افعال
جو کہ امہل اور اسرع اور اقبل ہیں اور روایت ہی ابن عباس سے کہ سوال کیا
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معنی لفظ آمین سے
پس فرمایا کہ افعل ہیں یعنی کر تو ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا شرح السنۃ
میں تخفیف میم سے مد دیا جاتا ہی اور قصر کیا جاتا ہی اے اللہ سن اور
قبول کر اور ایسا کہ ایسیطرح ہوا اور کہا بعض نے آمین نام ہی ناموں اللہ تعالی
کے سے انتھی اور کہا علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں کہ آمین
آواز ہی نام رکھا گیا ہی ساتھ اوسکی فعل وہ جو استجب ہی جیساکہ

[۵۱] اور تمام کلام ابن حجر کا یہ ہی۔ والتامین مصدر امّن بالتشدید ای قال آمین وھی بالمد والتخفیف فی جمیع الروایات وعن جمیع القراء وحکی الواحدی عن حمزة والکسائی الامالة وفیھا ثلاث لغات اخری شاذة القصر حکاه ثعلب وانشد له شاھدا وانکره ابن درستویه وطعن فی الشاھد بانه لضرورة الشعر وحکی عیاض ومن تبعه عن ثعلب انه انما اجازه فی الشعر خاصة والتشدید مع المد والقصر وخطأھما جماعة من اھل اللغة وآمین من اسماء الافعال مثل صه للسکوت وتفتح فی الوصل لانھا مبنیة بالاتفاق مثل کیف وانما لم تکسر لثقل الکسرة بعد الیاء ومعناھا اللھم استجب عند الجمھور وقیل غیر ذلک مما یرجع جمیعه الی ھذا المعنی کقول من قال معناه اللھم امنا بخیر وقیل کذلک یکون وقیل درجة فی الجنة تجب لقائلھا وقیل لمن استجیب له کما استجیب للملائکة وقیل ھو اسم من اسماء اللہ تعالی رواه عبد الرزاق عن ابی ھریرة باسناد ضعیف وعن ھلال بن یساف التابعی مثله وانکره جماعة وقال من مد وشدد معناه قاصدین الیک ونقل ذلک عن جعفر الصادق وقال من قصر وشدد ھی کلمة عبرانیة او سریانیة وعند ابی داؤد من حدیث ابی زھیر النمیری الصحابی ان آمین مثل الطابع علی الصحیفة ثم ذکر قوله صلی اللہ علیه وسلم ان ختم بآمین فقد اوجب انتھی کلامه ۱۲ منه عفی عنه

[۵۲] یعنی جیساکہ لفظ روید اسم ہے اور معنی اوس کے امر کے ہیں یعنی امہل اے مہلت دے اور حیہل کے معنی جلدی کر اور ہلم کے معنی متوجہ ہو۔ ونحو ذلک اسی طرح لفظ آمین کا اسم ہے اور معنی اوسکے اجابت فرما ۱۲ منه عفی عنه

ان رويد اسم لا مهل وعن ابن عباس سالت
رسول الله صلى الله عليه وسلم عن معنى آمين
فقال افعل انتهى وقال خاتم المحدثين القاضي
ثناء الله في المظهري قال البغوي قال ابن عباس
معناه اسمع واستجب واخرج الثعلبي عن ابن
عباس قال سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم
عن معنى آمين فقال افعل انتهى وقال الامام
النووي في شرح صحيح مسلم معناه استجب
انتهى وقال علي القاري المكي وفي شرح الموطا
معناه استجب عند الجمهور وقيل اسم من
اسماء الله تعالى رواه عبد الرزاق بن همام باسناد
ضعيف من طريق ابي هريرة وعن هلال بن
يساف التابعي وانكره جماعة كما ذكره السيوطي
انتهى كلام القاري عليه رحمة الباري وقال
القسطلاني في شرح البخاري ومعناه عند الجمهور
اللهم استجب وقيل اسم من اسماء الله تعالى
رواه عبد الرزاق عن ابي هريرة باسناد ضعيف
وانكره جماعة منهم النووي وعبارته في
التهذيب هذا لا يصح لانه ليس في اسماء
الله تعالى اسم مبني ولا غير معرب واسماء
الله تعالى لا تثبت الا بالقرآن او السنة المتواترة

کہ لفظ روید کا اسم ہی واسطے صیغہ امہل کے اور روایت ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے سوال کیا میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے معنی آمین کے پس
فرمایا کہ کر تو انتہی اور کہا خاتم المحدثین قاضی محمد ثناء اللہ رحمۃ اللہ نے تفسیر
مظہری میں کہا بغوی نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معنی اوسکے
لفظ اسمع اور استجب کے ہیں اور روایت کیا ہی ثعلبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے کہا کہ سوال کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معنی
آمین کے فرمایا کہ کر یہ کام انتہی اور کہا امام نووی نے شرح
صحیح مسلم میں معنی اوسکے قبول فرما انتہی اور کہا ملا علی قاری
مکی نے شرح موطا میں معنے اوسکے استجب کے ہیں۔
نزدیک جمہور کے اور کہا بعض نے اسم ہی اسماء اللہ تعالے
کے سے روایت کیا اوسکو عبد الرزاق بن ہمام نے ساتھ اسناد
ضعیف کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے اور ہلال بن یساف تابعی
سے اور انکار کیا اوسکا جماعت نے جیسا کہ نقل کیا اوسکو
سیوطی نے ختم ہوا کلام ملا علی قاری کا اور کہا قسطلانی نے شرح
بخاری میں اور معنی اوسکے نزدیک جمہور کے ای بار خدایا
قبول فرما کے ہیں اور کہا بعض نے کہ نام ہے اللہ تعالی کے ناموں سے
روایت کیا اوسکو عبد الرزاق بن ہمام نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ساتھ اسناد
ضعیف کے اور انکار کیا ہے ایک جماعت نے اون میں سے امام نووی ہیں
اور عبارت اوسکی تہذیب الاسماء میں یہ ہے کہ نہیں صحیح ہے یہ کیونکہ
نہیں ہے اللہ کے اسماء میں کوئی اسم مبنی اور نہ کوئی غیر عربی اور اسماء
اللہ تعالی کے نہیں ثابت ہوتے مگر ساتھ قرآن کے اور یا کہ ساتھ سنت متواترہ کے

وقد عدم الطريقان انتهى كلام القسطلاني
وقال الشيخ ابن الطاهر في مجمع البحار معناه
استجب لي او كذلك فليكن قال الشمني قولهم
امين انه اسم من اسماء الله تعالى ومعناه
يا امين استجب ورده النووي اذ لم يثبت
بالقرآن والسنة المتواترة واسماؤه تعالى لا
تثبت بدونهما انتهى وقال الزرقاني في شرح
الموطا ومعناه اللهم استجب عند الجمهور
وقيل غير ذالك مما يرجع الى هذا المعنى انتهى
وقال الجزري معناه اللهم استجب وقيل معناه
كذالك فليكن انتهى واخرج الحارث بن
ابي اسامة والحكيم الترمذي وابن خزيمة
بعضهم على بعض عن انس بن مالك قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله
اعطاني التامين ولم يعطه احدا من النبيين
قبلي الا ان يكون الله قد اعطاه هارون يدعو
موسى وهارون يؤمن انتهى وقال في الجلالين
دعا عليهم موسى وامّن هارون على دعائه

اور تحقیق منعدم ہوئی ہیں دونوں طریق[1] ختم ہوا کلام قسطلانی کا
اور کہا شیخ ابن طاہر نے مجمع البحار میں معنی اوسکے قبول کر واسطے
میرے ہی اور یا کہ اسیطرح پر ہوگا کہا شمنی نے قول اونکا آمین
کہ وہ اسم ہی اسماء اللہ تعالی کی سے اور معنی اوس کے ای
آمین قبول فرما، اور رد کیا اسکو امام نووی نے کیونکہ نہیں
ثابت ہوا ہی ساتھ قرآن یا کہ حدیث متواتر کی اور اسماء اوس اللہ
تعالی کی نہیں ثابت ہوتی ہیں بغیر اون دونوں کی ختم ہوا کلام اوسکا
اور کہا زرقانی نی شرح مؤطا میں یا معنی اوسکی ای اللہ قبول کر نزدیک
جمہور کے اور کہا بعض نے غیر اونکا اور نہیں ہی جو رجوع کرتی ہیں طرف اون
معنی کی انتہی اور کہا جزری نے معنی اوسکے ہیں یا اللہ قبول کر
اور کہا بعض نے معنی اوسکے ہیں کہ اسیطرح ہوگا انتہی اور
روایت کیا حارث بن ابی اسامہ اور حکیم ترمذی اور ابن خزیمہ نے انس بن مالک رض سے کہا
فرمایا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق اللہ
تعالے نے دی مجھ کو آمین - اور نہیں دیا وہ کسیکو
نبیوں میں سے جو مجھ سے آگے تھے - مگر یہ کہ دیا
اللہ نے ہارون علیہ السلام کو دعا مانگتے تھے موسیٰ ع
اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے انتہی اور کہا بیچ تفسیر
جلالین کی دعا کی اونپر موسیٰ ع نے اور آمین کہا اوسپر ہارون ع نے

[1] غرض امام نووی کی یہ ہے کہ اللہ تعالے کے نام یا قرآن سے ثابت ہو سکتے ہیں اور یا کہ حدیث سے جو کہ متواتر ہو نہ اسکے غیر سے اور آمین کو اللہ کے ناموں میں شمار کرنا دونوں سے ہرگز ثابت نہیں - بلکہ اگر حدیث سے ہے تو وہ بھی ضعیف ہے پس اللہ تعالی کا نام قرار دینا ضعیف ہوا - پس ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے اور معنے اوس کے ہیں یا اللہ قبول فرما ۱۲ منہ عفی عنہ

فقال قد اجیبت دعوتکما انتهی وقال
البغوی فی معالم التنزیل تحت قوله تعالی
قد اجیبت دعوتکما انما نسب الیهما
الدعاء ای موسی وهارون لانه کان یؤمن
انتهی وقال الکلبی فی تفسیره وامن هارون
علی دعائه لان معناه استجب انتهی وقال
الامام العینی فی شرح البخاری ونحن اخترنا
الاخفاء لانه دعاء والسنة فی الدعاء الاخفاء
والدلیل علی انه دعاء قوله تعالی فی سورة یونس
قد اجیبت دعوتکما قال ابو العالیه وعکرمة
ومحمد بن کعب والربیع بن موسی کان موسی
صلی الله تعالی علیه وسلم یدعوا وهارون یؤمن
فسماهما الله تعالی داعیین فاذا ثبت انه دعاء
فاخفاءه افضل من الجهر به کقوله تعالی
ادعوا ربکم تضرعا وخفیة انتهی کلام العینی
وقال الامام الرازی فی تفسیره قال ابن عباس
ان موسی کان یدعو وهارون کان یؤمن
فلذلک قال قد اجیبت دعوتکما لان من
یقول عند دعاء الداعی امین فهو ایضا داع
لان قوله امین تاویله استجب فهو سائل
کما ان الداعی سائل انتهی وقال السیوطی

پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ قبول کی گئی دعا تمہاری ختم ہوا کلام اسکا
اور کہا امام بغوی نے معالم التنزیل میں نیچے قول باریتعالیٰ کے
قد اجیبت دعوتکما یعنی دعا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی کیونکہ
وہ تھے آمین کہتے انتہیٰ اور کہا امام کلبی نے اپنی تفسیر
میں اور آمین کی ہارون علیہ السلام نے اوسکی دعا
پر کیونکہ معنے اوسکی استجب کے ہیں انتہیٰ اور کہا امام عینی
نے شرح بخاری میں اور ہم نے اختیار کیا اخفاء کو اسواسطے
کہ وہ دعا ہی اور سنت دعا میں اخفا ہی اور دلیل اسپر کہ
وہ دعا ہی قول اوس باری تعالیٰ کا سورہ یونس میں
تحقیق قبول کی گئی دعا تم دونوں کی کہا ابو العالیہ اور
عکرمہ اور محمد بن کعب اور ربیع بن موسیٰ نے تھے موسیٰ
علیہ السلام دعا مانگتے اور ہارون علیہ السلام آمین
فرماتے پس نام رکھا اُن دونوں کا دعا گو ہیں جب ثابت ہوا
کہ وہ دعا ہی پس اخفا اوسکا افضل ہی جہر اوسکی سے بسبب
قول اوس باریتعالیٰ کے دعا مانگو رب اپنے سے ساتھ عاجزی کے
اور پوشیدہ ختم ہوا کلام امام عینی کا اور کہا امام فخر الدین رازی نے
اپنی تفسیر میں کہا ابن عباس نے تحقیق موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے
اور ہارون علیہ السلام تھے آمین کہتے پس اسیواسطے فرمایا اللہ تعالیٰ
نے کہ قبول کی گئی دعا تمہاری کیونکہ جو شخص کہتا ہی وقت دعا
دعا کرنیوالے کی آمین پس وہ بھی دعا گو ہی کیونکہ قول اوسکا آمین
معنے اوسکی استجب کے ہیں پس وہ سوال کرنیوالا ہی جیسا کہ دعا کرنیوالا سائل ہی انتہیٰ اور

فی الاتقان فی باب وجوه مخاطبات القرآن السادس عشر خطاب الاثنین بلفظ الواحد وجعل المهدوی من هذا النوع قال قد اجیبت دعوتکما قال الخطاب لموسی وحده لانه الداعی وقیل لهما لان هارون امّن علی دعائه والمؤمن احد الداعیین انتهی کلام السیوطی فهذه الکلمات من الائمۃ الاثبات من الصحابۃ والتابعین وغیرهم من اهل اللغۃ والمحدثین تدل علی ان اٰمین دعاء علی الصحیح اما علی الضعیف فهی اسم من اسماء الله تعالیٰ قلت وعلی تقدیر ان یکون اسما من اسماء الله تعالی فمعناه عند المفسرین والمحدثین یا اٰمین استجب کما نقله صاحب مجمع البحار عن الامام الشمنی فهذا المعنی ایضا راجع الی ان اٰمین دعاء فعلی کل حال التامین دعاء وهو المطلوب واما المقدمۃ الثانیۃ فاعلم ان کتاب الله وسنۃ رسول الله یدل علی ان الدعاء والذکر علی سبیل الاخفاء اولی من جهرهما

تفسیر اتقان میں بیچ باب وجوہات مخاطبات قرآن شریف کے قسم سولہواں خطاب کرنا دو شخصوں کو ساتھ لفظ واحد کو اور کیا ہی امام مہدوی نی اسی نوع سی آیت قال قد اجیبت دعوتکما کو کہا مہدوی نے یہ خطاب ہی واسطے موسیٰ علیہ السلام کیلیے کے کیونکہ وہی تھے دعا مانگنے والے اور کہا بعض نی کہ ہارونؑ نے آمین فرمائی اونکی دعا پر اور آمین کہنے والا بھی دعا گوؤں میں سے ہی ختم ہوا کلام سیوطی کا پس یہ عبارات ائمہ اثبات کی صحابہ اور تابعین اور غیر اونکی اہل لغت اور محدثین سے دلالت کرتی ہیں بیچ آمین دعا ہی صحیح قول پر اور رائے بنا کرنے کر ضعیف قول پر پس وہ اسم ہی اسماء اللہ تعالیٰ کے سے میں کہتا ہوں کہ بنا کرنے کر قول ضعیف پر کہ ہو وہ اسم اسماء اللہ کی سے پس معنے اسکی نزدیک مفسرین اور محدثین کے یا آمین قبول کر جیسا کہ نقل کیا اوسکو صاحب مجمع البحار نے امام شمنی سے پس یہ معنی بھی راجع ہیں طرف اس بات کی کہ آمین دعا ہی پس بنا کر کے کل تقدیر اور حال پر آمین دعا ہی اور وہی مطلوب ہی اور اب پر مقدمہ دوسرا پس جان تو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ دونوں دلالت کرتے ہیں اسپر کہ دعا اور ذکر اخفاء کے طور پر اولیٰ ہیں اون کے جہر سے ....

ف حاصل اس بحث کا یہ ہی کہ اگر آمین کے معنی اللھم استجب کی ہیں تو تب تو خواہ مخواہ آمین دعا ہی اور اگر آمین کے یا آمین استجب کے ہیں۔ تب بھی دعا کو شامل ہی بہر حال آمین کے معنی دونو قولونپر دعا میں منحصر ہیں پس امر ادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ سے اسکا اخفا کہنا ثابت ہوا وہو المطلوب ۱۲ منہ عفی عنہ

الا ما خصّه الله ورسوله من المواضع المعدودة
لغرض من الاغراض او لعروض العوارض او
لبيان الجواز سواء اجاز الشرع الاسرار ولم
يجوّز اما كتاب الله فقد قال الله ادعوا ربكم
تضرّعا وخفية انه لا يحب المعتدين واخرج
ابن ابي حاتم عن زيد بن اسلم انه قال الاعتداء
الجهر واخرج ابن جرير وابو الشيخ عن ابن جريج
نحوه وقال البغوي في معالم التنزيل واذكر
ربك في نفسك قال مجاهد وابن جريج امر
ان يذكروه في الصدور بالتضرع و
الاستكانة دون رفع الصوت والصياح
بالدعاء انتهى وقال البغوي في قوله تعالى
ادعوا ربكم تضرعا وخفية قال الحسن بن
علي بين دعوة السر ودعوة العلانية سبعون
ضعفا ولقد كان المسلمون يجتهدون
في الدعاء ما يسمع لهم صوت ان كان الا
همسا بينهم وبين ربهم وقال ان الله تعالى
سبحانه يقول ادعوا ربكم تضرعا وخفية وان
الله ذكر عبدا صالحا ورضي فعله فقال اذ

مگر وہ جو خاص کیا اوسکو اللہ تعالی نے اور رسول اوسکے نے چند جگہ سے
واسطے کسی غرض کے اغراض سے یا واسطے عارض ہونے عوارضات
کے یا واسطے بیان جواز کے برابر ہے کہ جائز رکھا ہے شرع نے اسرار کو
یا کہ نہیں جائز رکھا۔ اپس کتاب اللہ کی پس فرمایا ہے اللہ تعالی نے
پکارو تم اپنے ربکو از روئے عاجزی کے اور پوشیدہ ضرور وہ اللہ تعالے
نہیں دوست رکھتا حد سے تجاوز کرنیوالونکو اور روایت کیا ہے ابن ابی حاتم
نے زید بن اسلم سے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اعتداء کے معنے جہر کے ہیں اور
روایت کیا ابن جریر نے اور ابو الشیخ نے ابن جریج سے مثل اوسکے اور
کہا بغوی نے معالم التنزیل میں اور یاد کر رب اپنے کو اپنے جی میں کہا مجاہد نے
اور ابن جریج نے کہ امر کیا ہے اللہ تعالی نے یہ کہ یاد کریں اوسکو
دلونمیں ساتھ عاجزی کے اور تسلی کے نہ ساتھ بلند آواز اور چیخ کے
ساتھ دعاء کے انتہی۔ اور کہا بغوی نے معالم التنزیل میں بیچ قول
باریتعالی کے ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ کہا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے
کہ درمیان دعا پوشیدہ اور درمیان ظاہر کے ستر حصہ کا
فرق ہے اور تحقیق تھے مسلمان لوگ کوشش کرتے دعا
میں کہ نہ سنا جاتا تھا واسطے اونکے آواز نہ تھا مگر آواز مخفی
درمیان اونکے اور درمیان رب اونکیکے اور کہا امام حسن رضی اللہ عنہ نے
کہ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتا ہے ادعوا ربکم الخ اور اللہ تعالے نے
یاد کیا ہے ایک بندہ کو جو نیک تھا اور راضی ہوا اوسکے کام سے پس فرمایا جب[۵]

[۵] یہ اشارہ ہے طرف آیت ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا اذ نادی ربہ نداء خفیا یعنی یاد کر رحمت رب اپنے کی بندہ اپنے زکریا پر جبکہ پکارا اوس نے رب اپنے کو پکارنا پوشیدہ طور پر اب دیکھو کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو دلیل پکڑا ہے اس پر کہ دعا مخفی طور پر سبب رحمت کا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

نادی ربہ نداء خفیا انتھی وقال امام المحدثین الحسن البصری ان القصص بدعۃ وان رفع الصوت بالدعاء لبدعۃ وان اجتماع الرجال والنساء لبدعۃ وان مد الایدی للدعاء لبدعۃ کذا نقلہ علی القاری فی موضوعاتہ الکبیر مشیرا الی تخریج المروزی واخرج ابن ابی شیبۃ واحمد بن حنبل وابن مردویۃ والبیہقی والبخاری ومسلم وابوداود والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وغیرھم عن ابی عثمان النھدی عن ابی موسی الاشعری قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاۃ فجعلنا لا نھبط وادیا ولا نصعد شرفا الا رفعنا اصواتنا بالتکبیر فدنا منا وقال یا ایھا الناس اربعوا علی انفسکم فانکم لا تدعون اصم

پکارا رب اپنے کو پکارنا مخفی ختم ہؤا کلام بغوی کا اور کہا امام المحدثین امام حسن بصری نے کہ قصہ خوانی[۱] کرنی بدعت ہے اور بلند کرنا آواز کا ساتھ دعا کے بدعت ہے اور جمع ہونا مردوں[۲] اور عورتوں کا بدعت ہے اور دراز کرنا دونوں ہاتھوں کا واسطے دعا کے بدعت[۳] ہے اسیطرح نقل کیا اوسکو ملا علی قاری رح نے اپنی موضوعات کبیر میں درانحالیکہ اشارہ کرنیوالا ہو طرف تخریج امام مروزی کی اور روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ اور احمد بن حنبل اور ابن مردویہ اور بیہقی اور بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور غیر اونکے نے ابو عثمان نہدی سے اوس نے ابو موسی اشعری سے کہا کہ تھے ہم ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد میں پس شروع کیا ہم نے کہ نہ اترتے ہم کسی جنگل سے اور نہ چڑھتے تھے ہم کسی بلندی پر مگر کہ بلند کرتے ہم آوازیں اپنی ساتھ تکبیر کی پس قریب پہنچے حضرت اور فرمایا اے لوگو نرمی کرو اپنی جانوں پر کیونکہ تم لوگ نہیں پکارتے

[۱] قصہ خوانی چنانچہ قصہ لیلی مجنوں اور ہیر رانجھا اور علاوہ ان کے جو کہ بے اصل قصے انبیا اور سلاطین وغیرہما کے احوال اور اسیطرح اولیاء کرام پر افترا اور تہمت اور باقی فحش چنانچہ بعض ملا عدہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے بطن کی طرف سے تولد ہوئے ہیں۔ ونحو ذالک جو کہ موضوعات احادیث کے اقسام سے اور اس قسم کا شخص بعض محدثین کے نزدیک کافر ہے نعوذ باللہ من ذالک وتفصیلہ فی کتب القوم اور شیخ عبد الحق رح نے مدارج النبوۃ میں حضرت کا تولد ہونا متعارف راہ سے بیان فرمایا ہے اور اوس سے مخالف دروغگو ثابت ہوتا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

[۲] مردوں اور عورتوں کا اجتماع جیساکہ گانے بجانے کی مجالس اور میلے اور عرس میں وغیر ذلک من المجالس المکروھۃ المبتدعۃ ۱۲ منہ عفی عنہ

[۳] یہ اس واسطے بدعت ہے کہ مسنون آداب دعا میں یہ ہے کہ دونوں ہاتھ برابر کندھوں کے ہوں۔ یا کہ برابر سینہ کے۔ مگر اس طرح پر ہوں کہ بغلوں کو ہوا لگے فقط ۱۲ منہ عفی عنہ

ولا غائبًا انّما تدعُونَ سميعًا بصيرًا انّ
الّذی تدعون اقرب اليكم من عنق احلته
احد كما انتهى وقال العلّامة القسطلانی فی
ارشاد السّاری شرح صحيح البخاری قال
الطبری فيه كراهية رفع الصوت بالذكر
والدّعاء وبه قال عامّة السّلف من الصحابة
والتّابعين انتهى وقال الامام النووی فی
شرح صحيح مسلم قوله اربعوا بهمزة وصل
وفتح الباء الموحدة معناه ارفقوا على انفسكم
واخفضوا اصواتكم فان رفع الصّوت
انّما يفعله الانسان لبعد من يخاطبه
ففيه النّدب الى خفض الصّوت بالذّكر
اذا لم تدع حاجة الى رفعه فانّه اذا خفضه
كان ابلغ فی توقيره وتعظيمه فان دعت
حاجة الى الرّفع رفع انتهى كلام النووی ملخصًا
وقال العلّامة النسفی فی مدارك التّنزيل
ولما قال اعرابیّ لرسول الله صلی الله عليه وسلم
اقريب ربّنا فنناجيه ام بعيد فنناديه نزل واذا
سالك عبادی عنی فانّی قريب انتهى وقال

اور غائب کو بیشک تم پکارتے ہو سننے والے دیکھنے والے کو تحقیق
جسکو پکارتے ہو زیادہ قریب ہے طرف تمہاری گردن سواری ایک
تمہاری کی سے اور کہا علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری شرح
صحیح بخاری میں کہا طبری نے اسمیں کراہت ہے بلند
آواز کرنے کی ساتھ ذکر اور دعا کے اور ساتھ اسی کے قائل
ہیں اکثر سلف صحابہ اور تابعین میں سے ختم ہوا کلام
قسطلانی کا اور کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہ
قول اوس کا اربعوا ساتھ ہمزہ وصل کی اور فتح با موحدہ
کے معنی اوسکے ہیں نرمی کرو اپنے نفسوں پہ اور ہلکا کرو
آوازوں اپنے کو کیونکہ بلند کرنا آواز کا بیشک کرتا ہے انسان
بہ سبب دور ہونے اوسکے جسکو وہ پکارتا ہے پس اس
حدیث میں بلانا ہے طرف مخفی کرنے آواز کے ساتھ ذکر کے
جبکہ نہ پکارے اوسکو کوئی حاجت طرف بلند کرنے اوس
آواز کی کیونکہ وہ جب ہلکا کریگا اوسکو ہوگی زیادہ عزت
اور تعظیم اوسکی پس اگر کوئی حاجت طرف بلند کرنے آواز کی پکارے
تو بلند کرے ختم ہوا کلام نووی کا خلاصہ اوسکا اور کہا علامہ نسفی نے مدارک التنزیل
میں اور جب کہا ایک اعرابی نے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے کیا قریب ہے رب ہمارا پس مناجات کریں ہم اوس سے یا کہ
بعید ہے پس پکاریں ہم اوسکو تو نازل ہوئی آیت[1] اور جب سوال کریں تجھ سے

[1] غرض جب صحابہ نے سوال کیا آنحضرتؐ سے کہ اللہ قریب ہے یا بعید اور خفیہ پکاریں یا جہر تو اوس کے جواب میں
یہ آیت نازل ہوئی تو حاصل جواب آیت کا یہ ہوا کہ اللہ تعالی قریب ہے پس تم خفیہ دعا مانگا کرو تو اب یہ آیت مطابق آیت
ادعوا ربکم الخ کے ہوئی ۱۲ منہ عفی عنہ

فی تفسیر الجلالین وسال جماعۃ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اقریب ربنا فنناجیہ ام بعید فنناديه
فنزل قولہ تعالی واذا سالک عبادی الخ ونقل
نحو ذلک الامام الکلبی فی تفسیرہ وقال
النسفی فی قولہ تعالی واذکر ربک فی نفسک
وھو عام فی الاذکار من قراءۃ القراٰن والدعاء
والتسبیح والتھلیل وغیر ذلک تضرعا وخیفۃ
متضرعا وخائفا ودون الجھر من القول
ومتکلما کلاما دون الجھر لان الاخفاء
ادخل فی الاخلاص واقرب الی حسن التفکر
انتھی کلام النسفی وقال النسفی فی قولہ
تعالی ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ التضرع
تفعل من الضراعۃ وھی الذل ای تذللا
وتملقا قال علیہ السلام انکم لا تدعون
اصم ولا غائبا انما تدعون سمیعا قریبا
انہ معکم اینما کنتم عن الحسن بین دعوۃ
السر والعلانیۃ سبعون ضعفا ان اللہ لا یحب
المعتدین المجاوزین ما امروا بہ فی کل
شیٔ من الدعاء وغیرہ وعن ابن جریج الرافعین
اصواتھم بالدعاء وعنہ الصیاح فی الدعاء
مکروہ بدعۃ انتھی وقال الضحاک بن مزاحم

بیچ تفسیر جلالین کی اور سوال کیا ایک جماعت نی نبی صلی اللہ
علیہ سلم سی کہ کیا قریب ہی رب ہمارا پس مناجات کریں ہم اسکو
یا کہ بعید ہی پس ندا کریں ہم اسکو پس اُترا قول اُس باریتعالے
کا واذا سالک عبادی ختک اور نقل کیا مثل اوسکی امام کلبی نی اپنی تفسیر
میں اور کہا علامہ نسفی نی مدارک التنزیل میں بیچ قول باریتعالی کے
واذکر ربک فی نفسک اور وہ آیت عام ہی بیچ اذکار کی قراءۃ قرآن
اور دعا اور تسبیح اور تہلیل اور انکے غیر میں درآنحالیکہ عاجزی
کرنیوالا ہی اور خوف کرنیوالا ہی........ اور
کلام کرنیوالا نہ جہر کیونکہ اخفاء زیادہ دخل رکھنیوالا
ہی اخلاص میں اور اقرب ہی طرف نیک تفکر کی ختم
ہوا کلام نسفی کا اور کہا علامہ نسفی نی مدارک میں ادعوا
ربکم تضرعا وخفیۃ میں کہ التضرع باب تفعل ہی
ضراعت سی اور وہ ذلیل ہونا ہی ای از روی عاجزی
اور نرمی کی فرمایا ہی رسول علیہ السلام نی کہ تم نہیں پکارتے
کسی بہرے اور نہ غائب کو بیشک تم پکارتی ہو سننی والی کو
جو قریب ہی تحقیق وہ ساتھ تمہاری ہی جہاں کہیں ہو تم
امام حسن رض سی روایت ہی کہ درمیان دعا پوشیدہ اور ظاہر کی فرق
ستر حصہ کا ہی تحقیق وہ اللہ نہیں دوست رکھتا حد سی تجاوز کرنیوالوں کو
اوس سی جو امر کیے گئے ہیں ساتھ اوسکی ہر چیز میں دعا و غیرہ سی اور روایت
ہی ابن جریج سی کہ وہ لوگ ہیں بلند کرنیوالی آواز ساتھ دعا کی اور اسی
روایت ہی کہ سخت کرنا آواز دعا میں مکروہ اور بدعت ہی انتہی اور کہا ضحاک بن مزاحم نی

سال بعض الصحابة رسول الله صلى الله
عليه وسلم اقريب ربنا فنناجيه ام بعيد فنناديه
فانزل الله هذه الاية واذا سالك عبادي عني فاني
قريب انتهى كذا نقله غوث الثقلين في الغنية
وقال الله تعالى ذكر رحمة ربك عبده زكريا
اذ نادى ربه نداء خفيا قال النسفي اي
دعاه دعاء سرا كما هو المامور به وهو
ابعد من الرياء واقرب الى الصفاء انتهى و
اخرج ابن المنذر عن ابن جريج في قوله
تعالى ادعوا ربكم تضرعا وخفية اي سرا
انتهى كذا نقله الحافظ ابن حجر في فتح الباري
واخرج الامام احمد في مسنده والبيهقي
في شعب الايمان وابن حبان بسند صحيح
عن سعد بن مالك قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم خير الذكر الخفي وخير
الرزق ما يكفي واخرج ابن مردويه من
حديث ابي هريرة قال كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم اذا صلى عند البيت
رفع صوته بالدعاء فنزلت ولا تجهر
بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك
سبيلا واخرج سعيد بن منصور من

سوال کیا بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا
قریب ہے رب ہمارا پس مناجات کریں ہم اوسکو یا کہ دور
ہے پس ندا کریں ہم اوسکو پس نازل کی اللہ نے یہ آیت واذا سالک
عبادی عنی فانی قریب انتہی اسیطرح نقل کیا اسکو غوث الثقلین نے غنیہ میں
اور کہا اللہ تعالی نے یاد کر رحمت رب اپنے کی بندہ اپنے زکریا پر جب
پکارا اوسکو پکارنا پوشیدہ کہا نسفی نے ای پکارا اوسکو پوشیدہ
طور پر جیسا کہ امر کیا گیا ہے ساتھ اوسکے اور وہ دور ہے ریا سے
اور قریب ہے صفائی سے انتہی اور روایت کیا ہے ابن منذر نے
ابن جریج سے بیچ معنی قول باری تعالی کے ادعوا ربکم تضرعا
وخفیۃ ای پوشیدہ ختم ہوا کلام اوسکا نقل کیا اوسکو حافظ
ابن حجر نے فتح الباری میں اور روایت کیا ہے امام احمد نے
اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن
حبان نے ساتھ سند صحیح کے سعد بن مالک رض سے کہا فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر ذکر کا ذکر پوشیدہ
ہے اور بہتر رزق کا وہ جو کافی ہو اور روایت کیا ہے ابن
مردویہ نے حدیث ابوہریرہ رض سے کہا تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے نزدیک خانہ کعبہ کے
بلند کرتے آواز اپنی ساتھ دعا کے پس نازل ہوئی آیت
ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ
بين ذلك سبيلا ------
------ اور روایت کیا سعید بن منصور نے

طریق صحابی لم یسم مرفوعا فی هذه الایة
لا ترفع صوتك فی دعائك فتذكر ذنوبك
فتعیر بها كذا نقله الحافظ ابن حجر فی فتح الباری
واخرج الدیلمی فی مسند الفردوس عن
ثوبان مرفوعًا قال موسی یا رب اقریب
انت فاناجیك ام بعید فانادیك فانی
احس حسن صوتك ولا اراك فاین انت فقال
انا خلفك وامامك وعن یمینك وعن
شمالك یا موسی انا جلیس عبدی حین
یذكرنی وانا معه اذا دعانی انتهی وقال
الامام الرازی فی تفسیره تحت قوله تعالی
ادعوا ربكم تضرعا وخفیة انه لا یحب
المعتدین اعلم ان المقصود من الدعاء
ان یصیر العبد مشاهدا لحاجة نفسه وعجز
نفسه ومشاهدا لكون مولاه موصوفا
بكمال القدرة والرحمة فكل هذه المعانی
دخلت فی قوله تعالی ادعوا ربكم تضرعا
ثم اذا حصلت هذه الاحوال علی سبیل
الخلوص فلا بد من صونها عن الریاء
المبطل لحقیقة الاخلاص وهو المراد من
قوله وخفیة فالمقصود من ذكر التضرع

طریق ایک صحابی سے اور نہیں نام لیا اوسکا مرفوع کرکے اسی
آیت میں نہ بلند کر آواز اپنی دعا اپنی میں پس یاد کریگا تو
گناہ اپنے پس عار پاویگا تو ساتھ اُسکے نقل کیا اوسکو حافظ
ابن حجر نے فتح الباری میں اور روایت کیا ہے دیلمی نے اپنی
مسند فردوس میں ثوبان رضہ سے مرفوع کرکے کہ کہا موسیٰ
نے اے رب میرے آیا قریب ہے تو پس مناجات کروں میں
تجھ کو یا کہ بعید ہے تو ندا کروں میں تجھکو کیونکہ میں معلوم کرتا ہوں
آواز تیری اور نہیں دیکھتا تجھکو پس کہاں ہے تو پس فرمایا
اللہ تعالی نے کہ میں تیرے پیچھے اور آگے اور دائیں اور بائیں ہوں اے موسیٰ
میں ہمجلیس ہوں اپنے بندے کا جبکہ یاد کرتا ہے مجھ کو اور اسکے ساتھ
ہوں جب دعا کرتا ہے مجھ سے انتہی اور کہا امام رازی نے تفسیر اپنی میں
بیچ قول اوس رب تعالی کے ادعوا ربکم تضرعا وخفیة انه لا یحب المعتدین
جان تو کہ مقصود دعا سے یہ ہے کہ ہو بندہ مشاہدہ
کرنے والا حاجت نفس اپنے کو اور ہو مشاہدہ
کرنے والا واسطے ہونے مالک اپنے کے موصوف ساتھ
کمال قدرت اور رحمت کے پس تمام ان معنوں کا داخل ہوا
بیچ قول اوس باری تعالی کے ادعوا ربکم تضرعا پھر
جب حاصل ہوئے یہ تمام احوال خلوص کے طور پر پس
ضرور ہوا محفوظ رکھنا اوس کا ریا سے جو باطل کرنے
والی ہے حقیقت اخلاص کو اور وہی مراد ہے قول اُس
کے وخفیہ سے۔ پس مقصود ذکر کرنے تضرع سے

تحقيق الحالة الاصلية المطلوبة من الدعاء
والمقصود من ذكر الاخفاء صون ذلك الاخلاص
عن شوائب الرياء واذا عرفت هذا المعنى ظهر
لك ان قوله سبحانه وتعالى تضرعا وخفية
مشتمل على ما يراد تحقيقه وتحصيله في
شرائط الدعاء وانه لا مزيد عليه البتة بوجه
من الوجوه المسئلة الثالثة التضرع التذلل
والتخشع وهو اظهار ذل النفس من قولهم
ضرع فلان لفلان وتضرع له اذا اظهر الذل
له في معرض السؤال والخفية ضد العلانية
يقال اخفيت الشيء اذا سترته واعلم ان الاخفاء
معتبر في الدعاء ويدل عليه وجوه الاول
هذه الاية فانها تدل على انه تعالى امر
بالدعاء مقرونا بالاخفاء وظاهر الامر الوجوب
فان لم يحصل الوجوب فلا اقل من كونه ندبا
ثم قال تعالى بعده انه لا يحب المعتدين
في ترك هذين الامرين المذكورين و
هو التضرع والاخفاء قال الله تعالى لا يحب
ومحبة الله عبارة عن الثواب فكان المعنى
ان من ترك في الدعاء التضرع والاخفاء
فان الله لا يثيبه ولا يحسن اليه ومن كان

ثابت کرنا حالت اصلیہ کا ہی جو مطلوب ہی دعا سی اور مقصو
ذکر اخفاء سے حفاظت اُسی اخلاص کی ہی شوائب
ریا سے اور جب پہچانا تونے اس معنی کو تو ظاہر ہوا
واسطے تیرے کہ قول اللہ سبحانہ تعالی کا تضرعا وخفیۃ
مشتمل ہی اوسپر جو کہ مراد رکھا گیا ہی تحقیق اوسکا اور
حاصل کرنا اوسکا شرائط دعا میں اور تحقیق نہیں زیادتی ہی
اوسپر ضرور ساتھ کسی وجہ کی وجوہات سی مسئلہ تیسرا معنی
لفظ تضرع کے ذلیل ہونا اور خشوع کرنا ہیں اور وہ ظاہر کرنا
ذلت نفس کی ہی مشتق ہی قول اونکی سی عاجز ہوا فلانا واسطے
فلانی کی اور عاجزی دکھائی اسکو جبکہ ظاہر کرے ذلت اپنی واسطے اسکے
موقع سوال میں اور خفیہ ضد ہی علانیہ کی کہا جاتا ہی پوشیدہ کیا میں
نی شی کو جبکہ پردہ کرے تھا اوسکو اور جان تو کہ پوشیدہ کرنا معتبر
ہی دعا میں اور دلالت کیجاتی ہی اوسپر چند وجوہ سی اول یہ
آیت کیونکہ وہ دلالت کرتی ہی اسپر کہ اوس باریتعالی نے امر کیا
ساتھ دعا کی ملا کر ساتھ اخفا کی اور ظاہر امر کا ہی وجوب پس اگر نہ
حاصل ہو وجوب پس نہیں اقل اس سی کہ ہو مستحب پھر فرمایا اللہ تعالی
نی بعد اسکی انہ لا یحب المعتدین درباب ترک کرنی ان دو امروں مذکور کے
اور وہ عاجزی اور اخفا ہی فرمایا اللہ تعالی نی کہ نہیں
دوست رکھتا اور دوستی اللہ کی مراد ہی ثواب دینی سی پس
ہوئی معنی آیت کی جو شخص کہ ترک کرے دعا میں عاجزی اور
اخفاء کو پس اللہ تعالی نہ ثواب دیگا اسکو اور نہ احسان کریگا طرف

كذلك كان من اهل العقاب لا محالة فظهر ان قوله تعالى انه لا يحب المعتدين كالتهديد الشديد على ترك التضرع والاخفاء في الدعاء الحجة الثانية ان الله تعالى اثنى على زكريا فقال اذ نادى ربه نداء خفيا اي اخفاه عن العباد واخلصه لله تعالى وانقطع اليه الحجة الثالثة ما روى ابو موسى الاشعري انهم كانوا في غزاة فاشرفوا على واد فجعلوا يكبرون ويهللون رافعي اصواتهم فقال عليه السلام اربعوا على انفسكم انكم لا تدعون اصم ولا غائبا انكم تدعون سميعا قريبا وانه معكم الحجة الرابعة قوله عليه السلام دعوة في السر تعدل سبعين دعوة في العلانية وعن الحسن لقد كان المسلمون يجتهدون في الدعاء وما يسمع الا همسا لان الله تعالى قال ادعوا ربكم تضرعا وخفية وذكر الله عبدا زكريا فقال اذ نادى ربه نداء خفيا الحجة الخامسة المعقول وهو ان النفس شديدة الميل عظيمة الرغبة في الرياء والسمعة فلما رفع صوته في الدعاء امتزج الرياء بذلك

اس قسم کا تو وہ ہوگا لائق عذاب کے پس ظاہر ہوا کہ قول بارئتعالیٰ کا انہ لا یحب المعتدین مثل تشدید سخت کی ہو ترک تفرع اور اخفاء پر دلیل دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ثنا فرمائی حضرت زکریا علیہ السّلام پر پس فرمایا اذ نادی ربہ نداء خفیا اے پوشیدہ کیا اوسکو بندوں سے اور خالص کیا اوسکو واسطے اللہ تعالیٰ کے اور منقطع ہوا طرف اوسکی دلیل تیسری یا وہ حدیث ہے جو کہ بروایت کی ابو موسیٰ اشعری رض نے کہ دیکھی ایک جہاد میں پس چڑھی وہ لوگ ایک جنگل پر پس شروع کیا انہوں نے تکبیر کہنی اور تہلیل کہنی در آنحالیکہ وہ بلند کرنے والی تھی آوازیں اپنی پس فرمایا رسول علیہ السّلام نے کہ نرمی کرو تم ساتھ نفسوں اپنی کے کیونکہ تم نہیں پکارتے بہرے کو اور غائب کو تحقیق تم پکارتے ہو جو سننے والا ہے اور قریب ہے اور تحقیق وہ ساتھ تمہارے ہے دلیل چوتھی قول علیہ السلام کا کہ دعا پوشیدہ برابر ہے ستر دعا ظاہر کے روایت ہے حسن رض سے کہ ضرور تھے مسلمان لوگ کوشش کیا کرتے دعا میں نہ سنا جاتا تھا اون سے مگر نرم سی آواز کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے بندے اپنے زکریا کو پس فرمایا اذ نادی ربہ نداء خفیا۔ دلیل پانچویں عقلی ہے اور وہ یہ کہ نفس سخت میلان والا ہے اور بڑی رغبت والا طرف ریا اور سنائی کی پس جب بلند کیا شخص نے آواز اپنا تو خلط ہوگیا ریا ساتھ اُس

ف تملت ہذا الحدیث ایضا شمر المعنی لشان نزول قولہ تعالیٰ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب کما تر ۱۲ منہ عفی عنہ

الدعا فلا یبقی فیہ فائدۃ البتۃ فکان الاولے
اخفاء الدعاء لیبقی مصونا عن الریاء المسئلۃ
الرابعۃ قال ابو حنیفۃ اخفاء التامین افضل
وقال الشافعی اعلانہ افضل واحتج ابو حنیفۃ
علی صحۃ قولہ فقال فی قولہ امین وجہان
احدھما انہ دعاء والثانی انہ اسم من اسماء
اللہ تعالی فان کان دعاء وجب اخفائہ
ولقولہ تعالی ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ و
ان کان اسما من اسماء اللہ تعالی وجب
اخفاءہ لقولہ تعالی واذکر ربک فی نفسک
تضرعا وخفیۃ فان لم یثبت الوجوب فلا اقل
من الندب ونحن بھذا القول انتھی کلام الامام
الرازی ملخصا مختصرا واخرج ابو یعلی الموصلی
فی مسندہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا مرفوعا
افضل الذکر الخفی الذی لا تسمعہ الحفظۃ
یقال لھم یوم القیمۃ انظروا ھل بقی لہ شیٔ
فیقولون ما ترکنا شیئا مما علمناہ وحفظناہ
الا قد احصیناہ وکتبناہ فیقول اللہ تعالی
ان لک عندی حسنۃ لا تعلمہ وانا اجزیک
بہ وھو الذکر الخفی انتھی کذا نقلہ الفاضل
اللکھنوی فی رسالتہ المسماۃ بسباحۃ الفکر

دعا کی پس نہ باقی رہا اوس میں فائدہ ضرور پس ہوا اولی پوشیدہ
کرنا دعا کا تا کہ باقی رہی محفوظ ریا سے مسئلہ چوتھا۔ کہا امام
ابو حنیفہ رحمہ نے پوشیدہ کرنا آمین کا افضل ہی اور کہا
امام شافعی رحمہ نے کہ جہر کرنا اوسکا افضل ہی اور دلیل
پکڑی ہی امام ابو حنیفہ نے اپنے قول کی صحت پر پس کہا کہ قول اوسکی
آمین میں دو وجہ ہیں ایک اُن کا یہ کہ وہ دعا ہی دوسری
وجہ یہ کہ وہ اسم ہی اسماء اللہ تعالی کی سے پس اگر دعا ہی تو واجب ہوا
اخفاء اُسکا واسطے قول اوسکے کی ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور اگر
ہی اسم اسماء اللہ تعالی کی سے تو واجب ہوا اخفاء اوسکا
واسطے قول اوسکے کی واذکر ربک فی نفسک تضرعا و
خفیۃ کی پس اگر نہ ثابت ہو وجوب پس نہیں اقل ہی
اس سے کہ ہو مستحب اور ہم ساتھ اسی کی قائل ہیں ختم ہوا کلام
امام فخر الدین رازی کا خلاصہ مختصر کر کی ابو یعلی موصلی نے اپنی
مسند میں عائشہؓ سے مرفوعا روایت کی ہی کہ بہتر ذکر وہی ذکر خفی ہے
جسکو کرام کاتبین بھی سن سکیں قیامت کے دن اُن (فرشتوں)
سے کہا جائیگا دیکھو اس بندہ کا کوئی عمل بھی باقی رہا ہے (یا نہ) فرشتے
کہینگے ہم نے تو کوئی نہیں چھوڑا جس عمل کو ہم جانتے تھے اور جو ہماری
حفاظت میں تھا اُسکو ہم نے شمار کر کے لکھ لیا ہی پھر اللہ تعالی (اُس
بندے سے) فرماویگا میرے پاس تیری ایک ایسی نیکی ہے جسکو تو بھی
نہیں جانتا میں اُسپر تجھے جزا دونگا اور وہ نیکی ذکر خفی ہی تمام ہوئی
روایت ابو یعلی کی اسیطرح نقل کیا اسکو فاضل (عبد الحی) لکھنوی نے اپنے رسالہ میں
(جسکا نام ہے سباحۃ الفکر)

فی الجهر بالذکر نقلا عن البدور السافرة فی احوال الآخرة للسیوطی فهذه الآیات و الاحادیث وآثار السلف الصالح قد دلت دلالة بینة علی ان الذکر والدعاء علی سبیل الاخفاء اولی وهو الصواب وهو المطلوب اللهم الا ان یقال المواضع المخصوصة التی ورد الشرع بالجهر فیها علی طریق التاکید ولم یجوز الاسرار فیها کقراءة القرآن للامام فی الصلوة ونحوها من الوظائف الجهریة وکذا ذکر التلبیة للحاج فی الحج والتکبیر والسلام للامام فی الصلوة ونحوها من الاذکار التی لم ترد الا علی سبیل الجهر بلا اختلاف فتلک المواضع مستثناة من هذین الکلیتین فثبت بما ذکرنا ان التامین اما دعاء او اسم من اسماء الله تعالی بناء علی المقدمة الاولی والاصل فی الدعاء والذکر هو الاخفاء بناء علی المقدمة الثانیة فثبت ان التامین الاصل فیه الاخفاء وهو المطلوب تذییل واعلم ان ما ذکرنا من ادلة اخفاء الدعاء والذکر هو علی عادة استدلال القوم علی مرامهم والا

فی الجہر بالذکر کتاب البدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ سے نقل کرکے جو شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف ہی پس یہ آیات اور احادیث اور آثار سلف صالح کے ظاہر دلالت کرتے ہین اسپر کہ ذکر اور دعا اخفا کے طور پہ اولے ہے اور وہی صواب ہے اور وہی مطلوب ہے۔ مگر یہ کہ کہا جاوے کہ مواضع مخصوصہ جو کہ وارد ہوئی ہے شرع ساتھہ جہر کے اون مین مؤکد طور پر اور نہین جائز رکہا اخفا کو اوسمین مثل قراءۃ قرآن کے واسطے امام کے نماز مین اور مانند اوسکے وظائف جہریہ سے اور اسی طرح تلبیہ واسطے حاجی کے حج مین اور تکبیر اور سلام کی نماز مین اور مانند اون اذکار کے جو کہ نہین وارد ہوئے ہین مگر جہر طور پر بغیر اختلاف کے پس وہ مقام مستثنے ہین ان دونون کلیون سے پس ثابت ہوا ساتھہ اوس چیز کے جو ذکر کیا ہم نے کہ لفظ آمین کا یا دعا ہے اور یا اسم ہی اسماء اللہ تعالے کے سے بنا کرنے کر مقدمہ اول پر اور اصل دعا اور ذکر مین اخفا ہی بنا کرنیکر مقدمہ دوسرے پر پس ثابت ہوا کہ اصل آمین مین وہ اخفا ہے اور وہی مطلوب ہے یہ تذییل ہے جان تو کہ وہ جو ذکر کیا ہے ہم نے ادلہ اخفاء دعا اور ذکر کے سے وہ قوم کی عادت ہے دلیل پکڑنے سے اپنی مقصد پر

۱؎ حاصل اس تمام بحث کا یہ ہے کہ دعا اور ذکر مین اخفا اولی ہے اون کے جہر سے ساتھہ شہادت ان احادیث کی اور آیات اور آثار کی جو منہ عفی عنہ

فحند هذا الفقير الضعيف ان الذكر ورد فی
كثير من المواضع جهرا وفی اكثرها سرا ويختلف
باختلاف الاحوال والاشخاص والامكنة
والازمان واما دعاء الانسان عن ربه
فالاخفاء فيه اولی واصوب مطلقا من
كل الوجوه اللهم الا بعروض العوارض
الداعية الی الجهر اضطرارا او مصلحة للوقت
فانه خارج عن بحثنا اذا فهمت هذا فاعلم
ان التامين سواء كان دعاء او اسما من
اسماء الله فهو علی كلا التقديرين الاخفاء
فيه اولی واصوب اما علی الاول فظاهر
واما علی الثانی فكذلك لان معناه علی
تقدير كونه اسما من اسماء الله ايضا راجع الی
معنی الدعاء كما مر وهو المطلوب المقصد
الثانی فی الاستدلال باحاديث النبی
صلی الله عليه وسلم واثار الصحابة رضی الله

ورنہ اس فقیر ضعیف کے نزدیک یہ ہی کہ ذکر وارد
ہوا ہے بہت جگہہ مین از روئے جہر کے اور اُنکو اکثر مین
از روئے سر کے اور مختلف ہوتا ہی ساتھہ مختلف ہونے احوال اور
اشخاص اور مکانون اور زمانون کی اور ایپر دعا انسان کی اپنی
رب سے پس اخفا اوس مین اولے ہی اور صواب ہے مطلقا ہر
وجہ اے بارخدایا مگر ساتھہ عارض ہونے عوارض کے
جو کہ بلانے والی ہین طرف جہر کی واسطے حالت اضطراری کے
یا کہ واسطے مصلحت وقت کی پس وہ تو ہماری بحث سی خارج ہے
جب فہم کیا تونے اسکو پس معلوم کر کہ آمین برابر ہی کہ دعا ہو
اور یا کہ اسم اسماء اللہ تعالے کے سے پس ہر دو تقدیر پر اخفا اوسمین
اولے ہے اور زیادہ صواب ہے ایپر اول تقدیر پر پس ظاہر ہی
اور ایپر دوسری تقدیر پر پس اوسی طرح پر ہے کیونکہ معنے اوسکی
بر تقدیر ہونے اوس کے اسم اسماء اللہ تعالی کی سے راجع ہے
طرف معنی دعا کی جیسا کہ گذر چکا اور وہی مطلوب ہے مقصد
دوسرا بیچ استدلال کے ساتھہ احادیث رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے اور آثار صحابہ رضے اللہ عنہم کے

حاشیہ صفحہ ۷۲
ف یعنی جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور آثار سلف صالح سے ثابت اور مقرر ہو چکا اور خصم بھی مانتا ہے کہ اصل آمین
کا دعا ہے اور دعا کا اصل اخفا ہے جب ان دونون قاعدون کو مسلم مانا جاوے تو خود بخود اخفا آمین ثابت اور اولویت اوس کی
ضرور بصد ضرور عند الشرع مقرر ہوئی اور اسیے زیادہ ادلہ کا بیان محتاج الیہ نہین ہی اس کی حاجت تب تھی جب مخالف ان دونوں
قاعدون کو مسلم اور عند الشرع مقرر نہ مانتا ہو۔ مگر وہ دونون قاعدون کے برحق ہونے کا مقر ہے اور اگر کوئی مخالف ہمارا از راہ تعصب اور
جہالت کے ان دونون قاعدون کا انکار کرے تو اس پر واجب ہے کہ از روئے کتاب اللہ اور سنت صحیحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ثابت کرے کہ آمین
دعا نہین بالکلیہ کہ اصل دعا کا جہر ہے من کل الوجوہ وانی تہیہ ذلک ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا کیف وہو مناقض للکتاب والسنہ واجماع الجمہور ۱۲ منہ عفی

ف الاستدلال بالاحادیث والآثار علی اخفاء الآمین

عنهم ومن بعدهم من التابعين
وغيرهم واعلم ايها المنصف
لما ثبت ان التامين دعاء وثبت
ان الدعاء الاصل فيه الاخفاء بكتاب
الله تعالى فلا حاجة لنا الى اثباتها
ازيد منه بالاحاديث والاثار
مع ذلك نقول تبرعا واحسانا على
الخصم ان السنة واثار السلف الصالح
ايضا قد وردت باخفاء التامين
صراحة واشارة بطريق جماعة من
الصحابة رض فمنهم ابو هريرة رض فاخرج
الدارمی فی سننه اخبرنا نصر بن علی
ثنا عبد الاعلى عن معمر عن الزهری عن
سعيد بن المسيب وابی سلمة بن عبد الرحمن
عن ابی هريرة ان النبی صلى الله تعالى عليه وسلم
قال اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين
فقولوا امين فان الملائكة تقول امين
وان الامام يقول امين فمن وافق تامينه
تامين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه و
اخرج النسائی سننه اخبرنا

اور جو اون کے بعد ہین
تابعین اور غیر اون کے سے اور جان تو اے
منصف ہر گاہ ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے اور ثابت ہوا کہ اصل دعا کا اخفا
ہے ساتھہ کتاب اللہ کے پس کچھ حاجت
نہین ہم کو طرف ثابت........
کرنے اوس کے کے زیادہ اوس سے ساتھہ احادیث اور
آثار کے اور باوجود اس کے ہم کہتے ہین از رہ تبرع اور احسان
کے خصم پر کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آثار سلف
صالح کے بہی تحقیق وارد ہوئے ہین ساتھہ اخفاء آمین کے
صراحت اور اشارہ کے طور پر ساتھہ سند ایک جماعت کے صحابہ سے
ان مین سے ابو ہریرہ رض ہین پس روایت کیا ہے
دارمی نے اپنی سنن مین خبر دی ہم کو نصر بن علی نے
کہا حدیث کی ہم کو عبد الاعلی نے اوس نے معمر سے اوس نے زہری
سے اوس نے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے
اون دونون نے ابو ہریرہ رض سے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جب کہے امام اول غیر المغضوب علیہم و لا الضالین پس
کہو تم آمین کیونکہ فرشتے کہتے ہین آمین اور امام کہتا
ہے آمین پس جو شخص کہ موافق ہو آمین کہنا
اوس کا آمین کہنے فرشتون کو تو بخشے جاتے ہین وہ جو گذر
چکے ہین گناہ اُسکے اور روایت کیا ہے نسائی نے اپنی سنن میں خبر دی ہم کو

اسماعیل بن مسعود قال ثنا یزید بن زریع قال
حدثنی معمر عن الزهری عن سعید بن المسیب
عن ابی هریرہ مثلہ مرفوعاً وجہ الاستدلال
من ھذا الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لما علم الصحابۃ طریق التامین وامر بہ فاستدل
علیہ بقولہ وان الامام یقول اٰمین فانہ لو کان
التامین علی سبیل الجہر لما احتاج الی ھذا القول
ومنہم وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ولحدیثہ طریقان الطریق الاول طریق شعبۃ فقد
اخرج الدارقطنی فی سننہ حدثنا یحیی بن محمد
بن صاعد ثنا ابو الاشعث ثنا یزید بن زریع
ثنا شعبۃ عن سلمۃ بن کہیل عن حجر ابی العنبس
عن علقمہ بن وائل ثنا وائل بن حجر قال صلیت
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ
حین قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
قال اٰمین واخفی بہا صوتہ ووضع یدہ الیمنیٰ
علی الیسری وسلم عن یمینہ وعن شمالہ واخرج
الامام احمد فی مسندہ وابو
داود الطیالسی وابو یعلی الموصلی

اسماعیل بن مسعود نی کہا حدیث کی ہمکو یزید بن زریع نے
کہا حدیث کی مجھکو معمر نی اوسنی زہری سی اوسنی سعید بن مسیب سے
اوسنی ابو ہریرہ رض سی مثل اوسکی مرفوع کرکے وجہ استدلال
کی اس حدیث سی یہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تعلیم کیا
صحابہ کو طریقہ آمین کہنے کا اور امر کیا ساتھ اوسکی پس دلیل
پکڑی اوسپر ساتھ قول اپنے کے کہ امام بھی کہتا ہی آمین کیونکہ
اگر ہوتی آمین جہر کے طور سی تو نہ محتاج[1] ہوتی آپ طرف اس
قول کی اور انہیں سی ہی وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور اوسکی حدیث کیواسطی دو طریق ہیں طریق پہلا شعبہ بن حجاج کا
ہی پس روایت کیا دارقطنی نی اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو یحیی بن محمد صاعد
نی کہا حدیث کی ہمکو ابو الاشعث نی کہا حدیث کی ہمکو یزید بن زریع نے
کہا حدیث کی ہمکو شعبہ نے اوسنی سلمہ بن کہیل سی اوسنی حجر ابی
العنبس سے اوسنی علقمہ بن وائل سی کہا اوسنی حدیث کی ہمکو وائل بن
حجر نے کہا وائل بن حجر رض نی کہ نماز پڑھی میں نی ساتھ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی پس سنا میں نی آپ کو جب کہا آپنے غیر المغضوب علیہم
ولا الضالین کہا آپ نے آمین اور مخفی کیا آپنے ساتھ اوسکی
آواز اپنی کو اور رکھا ہاتھ دہنا بائیں پر اور سلام دیا اپنی دہنی طرف
اور بائیں طرف اور روایت کیا ہے امام احمد نے اپنی مسند
میں اور ابو داود طیالسی اور ابو یعلی موصلی نے

[1] یعنی اگر جہر آمین آپ کیا کرتے یا کہ اوسکی تعلیم کی ہوتی تو وہ خود بخود صحابہ کو معلوم ہوتا اور اس بات کی کیا ضرورت پڑتی تو ایسا یہ معنی ہوے کہ تم آمین کہو کیونکہ فرشتے اور امام دونوں آمین کہتے ہیں اگرچہ تم نہیں سنتے ۱۲
منہ عفی عنہ

فی مسندھما والطبرانی فی معجمہ والحاکم فی مستدرکہ
من طریق شعبۃ بھذا الاسناد مثلہ وقال الحاکم
صحیح الاسناد ولم یخرجاہ[1] انتھی وفی روایۃ
للدارقطنی عن وائل بن حجر صلیت مع النبی صلی
اللہ علیہ وسلم بجمعۃ حین قال غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین قال آمین واخفی بھا
صوتہ نقلہ الامام العینی فی شرح الھدایۃ
قلت فھذا الحدیث الصحیح ایضا مؤید
للقاعدۃ المذکورۃ اعنی ان الاصل فی التامین
الاخفاء وھو المطلوب ویرد علی ھذا الحدیث
ایرادات الاول ان شعبۃ بن الحجاج قد خالف
سفیان الثوری فی ھذا الحدیث بذکر علقمۃ
بن وائل وبذکر لفظۃ خفض بھا صوتہ وفی
قولہ ابی العنبس وانما ھو حجر بن العنبس قال
الامام الترمذی فی جامعہ سمعت محمد
ابن اسماعیل یقول حدیث سفیان اصح من
حدیث شعبۃ واخطأ شعبۃ فی مواضع من
ھذا الحدیث فقال عن حجر ابی العنبس وانما ھو
حجر بن العنبس ویکنی ابا السکن وزاد فیہ علقمۃ

اپنی مسندونمیں اور طبرانی نے اپنی معجم میں اور حاکم نے اپنی مستدرک
میں شعبہ کو طریق سے ساتھ اسی اسناد کو مثل اوسکے اور کہا حاکم نے
صحیح اسناد والی ہے اور اون دونو نے نہیں اخراج کیا اوسکا انتھی
اور دارقطنی کی روایت میں ہے وائل بن حجر سے کہ نماز پڑھی میں نے
ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جمعہ جب فرمایا آپنے غیر المغضوب
علیہم ولا الضالین کہا آپنے آمین اور مخفی کیا ساتھ اوسکی
آواز اپنی کو نقل کیا اوسکو امام عینی نے شرح ہدایہ میں میں
کہتا ہوں پس حدیث صحیح بھی مؤید ہے اوسی قاعدہ مذکورہ
کو یعنی یہ کہ اصل آمین میں اخفا ہے اور وہی مطلوب ہے
اور وارد ہوتے ہیں اس حدیث پر چند اعتراضات اول
یہ کہ شعبہ بن حجاج مخالف ہوا ہے سفیان ثوری کا اس
حدیث میں ساتھ ذکر کرنے علقمہ بن وائل کے اور ساتھ
ذکر کرنے لفظ خفض بہا صوتہ کے اور بیچ قول اوسکو
کی حجر ابی العنبس کے اور حال یہ ہے کہ وہ حجر بن عنبس ہے
کہا امام ترمذی نے اپنی جامع میں کہ سنا میں نے امام محمد بن
اسمٰعیل بخاری کو کہ فرماتے تھے کہ حدیث سفیان کی اصح
ہے حدیث شعبہ سے اور خطا کی شعبہ نے اس حدیث میں
چند جگہ میں پس شعبہ نے کہا ہے حجر ابی العنبس اور وہ حجر
بن عنبس ہے اور وہ کنیت کیا جاتا ہے ابوالسکن کر کے اور زیادہ کیا علقمہ

اعتراض اول بر حدیث وائل بن حجر

[1] ہذا الکلام من الحاکم اعتراض علیہما لان الحدیث مع کونہ علی شرطہما کیف لم یخرجاہ فی صحیحہما ولکنہ مدفوع عنہما بان الشیخان لم یقولا انا لم نترک الصحیح اصلا بل شرطہما ان ما فیہما صحیح عندہما فلیتأمل ۱۲ منہ عفی عنہ

بن وائل وليس فيه عن علقمه وانما هو حجر بن
العنبس عن وائل بن حجر وقال خفض بها صوته
وانما هو مدّ بها صوته انتهى كلام البخاري
وقال الترمذي سالت ابا زرعه عن هذا الحديث
فقال حديث سفيان اصح قال وروى العلاء
بن صالح الاسدي عن سلمة نحو رواية سفيان
ثم ذكر الترمذي حديثه كما هو مذكور فيه
قلت[1] وقد فصله الشوكاني في نيل الاوطار
بازيد من هذا من شاء فليرجع اليه والجواب
عنه من وجهين الاول ان شعبة بن الحجاج
ثقة حافظ متقن مجمع على امامته وتوثيقه
فزيادته مقبولة قال الترمذي في كتاب العلل
من جامعه قال يحيى بن سعيد كان شعبة
اعلم بالرجال فلان عن فلان وكان سفيان
صاحب الابواب انتهى وقال الترمذي في موضع

بن وائل کو اور حال یہ کہ نہیں اوس میں علقمہ اور سوا اس کے نہیں
کہ وہ حجر بن عنبس نے روایت کیا ہی وائل بن حجر سی اور شعبہ نے
کہا ہی خفض بہا صوتہ اور وہ مدّ بہا صوتہ ہی ختم ہوا کلام امام بخاری کا
اور کہا ترمذی نی کہ سوال کیا میں نی ابو زرعہ رازی کو اس حدیث
سے پس فرمایا کہ حدیث سفیان کی اصح ہو کہا ابو زرعہ نی اور
روایت کیا ہو علاء بن صالح اسدی نے سلمہ بن کہیل سے مثل
روایت سفیان کی پھر ذکر کیا ترمذی نی اوسکی حدیث کو جیسا کہ
مذکور ہو اوسی ترمذی میں میں کہتا ہوں کہ مفصل بیان کیا اوسکو
شوکانی نی نیل الاوطار میں زیادہ اس سے جو شخص چاہی پس رجوع
کرے طرف اوسکی اور جواب اوسکا دو وجہ سے ہے اول یہ کہ شعبہ بن حجاج
ثقہ حافظ مضبوط ہی اجماع کیا گیا ہی اوسکی امامت اور ثقہ ہونے پر
پس زیادتی اوسکی مقبول ہی کہا ترمذی نی کتاب العلل میں اپنے جامع
سے کہا یحیی بن سعید نی تھا شعبہ زیادہ علم ساتھ رجال
کے فلان عن فلان میں اور تھا سفیان صاحب
ابواب کا ختم ہوا کلام اوس کا اور کہا ترمذی نی دوسری جگہ میں

[1] قلت کلام الشوکانی ہکذا اخرج ہذا الحدیث الدارقطنی وابن حبان وزاد ابو داود ورفع بہا صوتہ قال الحافظ وسندہ صحیح وصححہ الدارقطنی واعلہ ابن القطان بحجر بن عنبس وقال انہ لا یعرف وخطاہ الحافظ وقال انہ ثقہ معروف قیل لہ صحبۃ ووثقہ یحیی بن معین وغیرہ وروی الحدیث احمد والدارقطنی من طریق آخر بلفظ وخفض بہا صوتہ وقد اعلت باضطراب شعبۃ فی اسنادہا ومتنہا ورواہا سفیان فلم یضطرب فی الاسناد ولا المتن قال ابن القطان اختلف شعبۃ وسفیان فقال شعبۃ خفض وقال الثوری رفع وقال شعبۃ حجر ابو العنبس وقال الثوری حجر بن العنبس وصوب البخاری وابو زرعۃ قول الثوری وقد جزم ابن حبان فی الثقات ان کنیتہ کاسم ابیہ فیکون ما قالا صوابا وقال البخاری ان کنیتہ ابا السکن ولا مانع من ان یکون لہ کنیتان وقد ورد الحدیث من طرق ینتفی اعلالہا بالاضطراب من شعبۃ ولم یبق الا التعارض بین شعبۃ وسفیان وقد رجحت روایۃ سفیان بمتابعۃ اثنین لہ بخلاف شعبۃ فلذلک جزم النقاد بان روایتہ اصح کما روی ذلک عن البخاری وابی زرعۃ وقد حسن الحدیث الترمذی وقال ابن سید الناس ینبغی ان یکون صحیحا انتہی کلام الشوکانی ۱۲ منہ

[2] یعنی شعبہ علم رجال اور اسناد کی بابت میں سفیان سے بڑا عالم تھا اور سفیان علم فقہ اور فتوی میں زیادہ غالب تھے اس کلام یحیی بن سعید سے معلوم ہوتا ہے کہ جرح امام بخاری وغیرہ کی شعبہ کی حدیث میں در باب ... کے اور در باب حجر ابی العنبس مدفوع ہے اور اسکی تفصیل آگے آتی ہے ان شاء اللہ تعالی ۱۲ منہ عفی عنہ

اخر قال حماد بن زيد ان اردت الحديث
فعليك لشعبة انتهى وقال الحافظ ابن حجر في
تقريبه شعبة بن الحجاج بن الورد العتكي مولاهم
ابو بسطام الواسطي ثقة حافظ متقن كان
الثوري يقول هو امير المؤمنين في الحديث
وهو اول من فتش بالعراق عن الرجال وذب
عن السنة وكان عابدا من السابعة انتهى
قلت وشيد اركانه الامام النووي في تهذيب
الاسماء وغيره في غيره لا حاجة الى ذكر محامده
فانه غني عنه

الجواب الثاني

الجواب الثاني ان ما قال الامام
البخاري باطل من اصله وفاسد من راسه
فقد قال الامام العيني في جوابه ان
تخطية البخاري مثل شعبة خطأ كيف
وهو امير المؤمنين في الحديث وقوله
حجر هو ابن عنبس وليس بابي عنبس ليس
هو كما قال بل هو حجر بن عنبس وحجر ابو العنبس
وجزم به ابن حبان في الثقات فقال

اور کہا حماد بن زید نے اگر ارادہ کرتا ہے تو حدیث کا
پس لازم پکڑ اپنے پر شعبہ کو انتہی اور کہا حافظ ابن حجر نے
اپنی تقریب میں شعبہ بن حجاج بن ورد العتکی مولا انکا
ابو بسطام واسطی ثقہ حافظ مضبوط ہے تھا سفیان
ثوری کہا کرتا کہ وہ تو امیر المؤمنین ہے علم حدیث میں اور
وہی ہے اول جس نے تفتیش عراق میں کی علم رجال کی اور عیب
دور کیا سنت سے اور تھا وہ عابد طبقہ ساتویں سے انتہی
میں کہتا ہوں اور مضبوط کیا ہے ارکان اوسکو امام نووی نے
تہذیب الاسماء میں اور اوسکی غیر نے اوسکی غیر میں نہیں حاجت
طرف ذکر کرنے تعریف اوسکی کی کیونکہ وہ غنی ہے اوس سے جواب دوسرا یہ ہے
کہ جو کچھ کہا ہے امام بخاری نے وہ باطل ہے اصل اپنی سے اور فاسد ہے سر
سے پس کہا امام عینی نے اوسکو جواب میں کہ خطا وار قرار
دینا بخاری کا شعبہ جیسے شخص کو خطا ہے کس طرح خطا
نہ ہو اور حال یہ کہ وہ تو امیر المؤمنین ہے حدیث میں اور قول
اوس امام بخاری کا کہ حجر وہ ابن عنبس ہے اور نہیں وہ حجر
ابو عنبس تو نہیں وہ اس طرح کہ جس طرح کہا ہے بخاری نے بلکہ وہ
حجر ابو العنبس ہے اور حجر ابن العنبس بھی ہے[٢] اور یقین کیا ہے ساتھ اسکے ابن
حبان نے کتاب ثقات میں اور کہا کہ

[١] قلت كلام ابن حبان هكذا حجر بن عنبس ابو السكن الكوفي وهو الذي يقال له ابو العنبس يروي عن علي ووائل
ابن حجر وروى عنه سلمة بن كهيل انتهى ١٢ منه عفي عنه

[٢] یعنی اوس کی دونو طور پر کنیت ہے سفیان نے اوس طرح پر بیان کی اور شعبہ نے اس طرح ذکر کیا تو دونوں کی
کچھ مخالفت نہ ہوئی ١٢ منه عفي عنه

كنيته باسم ابيه وقول محمد ويكنى ابا السكن لا ينافي ان يكون كنيته ابا عنبس اذ لا مانع ان يكون لشخص كنيتان الذائع الشائع المشهور احدهما وقوله زاد فيه علقمة لا يضر لان الزيادة من الثقة مقبولة لا سيما من قبل شعبة وقوله وخفض بها صوته انما هو مد بها صوته ليس هو كما قال بل هو كما قال شعبة انتهى كلام العيني وقد قال الدارقطني في سننه في حديث وائل من طريق سفيان عن سلمة بن كهيل عن حجر ابي العنبس وهو ابن عنبس عن وائل بن حجر الحديث فقد اتفق سفيان مع شعبة في كون كنيته باسم ابيه وقال الحافظ ابن حجر في تلخيص الحبير قال ابن القطان ان سفيان وشعبة خالفا ايضا في شيء آخر فالثوري يقول عن حجر عن وائل وشعبة يقول حجر عن علقمة بن وائل عن ابيه قلت لم يقف ابن القطان على ما رواه مسلم والكجي في سننه حدثنا عمرو بن مرزوق ثنا شعبة

کہ کنیت اوس کی ساتھ نام باپ اوسکیکی ہی اور قول محمد بخاری کا کہ کنیت کیا جاتا ہی ابو السکن کی ساتھ نہیں منافی ہی کہ ہو کنیت اوسکی ابو العنبس کیونکہ نہیں مانع اسکو کہ ہوں اوسکے واسطے دو کنیتیں شائع مشہور ایک اون دونوں کا ہو اور قول اوس امام بخاری کا کہ زیادہ کیا شعبہ نے علقمہ کو اوسمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ زیادتی ثقہ حافظ کی مقبول ہی خاص کر کے شعبہ کیطرف سے اور قول اوسکا کہ لفظ خفض بہا صوتہ وہ لفظ مد بہا صوتہ ہی نہیں وہ جسطرح کہ کہا محمد بخاری نے بلکہ وہ اسطرح پر ہی جسطرح پر کہا شعبہ نے ختم ہوا کلام امام عینی کا اور کہا دارقطنی نے اپنی سنن میں وائل کی حدیث میں سفیان کی طریق سے کہ روایت ہی سلمہ بن کہیل سے اونہوں نے حجر ابو العنبس سے اور وہی حجر بن عنبس ہے وائل بن حجر رض سے آخر حدیث تک پس اسوقت متفق ہوا سفیان ساتھ شعبہ کے بیچ ہونے کنیت اوسکی کے ساتھ نام باپ اوسکے اور کہا حافظ ابن حجر نے تلخیص حبیر میں کہا ابن قطان نے کہ سفیان اور شعبہ دونوں مختلف ہیں ایک اور چیز میں پس سفیان ثوری کہتا ہی عن حجر عن وائل اور شعبہ کہتا ہی حجر عن علقمہ بن وائل عن ابیہ میں کہتا ہوں کہ نہیں واقف ہوا ابن القطان اوس روایت پر جسکو روایت کیا ہی مسلم اور کجی نے اپنی سنن میں کہ حدیث کی ہمکو عمرو بن مرزوق نے

سلہ اور عبارت امام نووی کی یہ ہی ان شعبة من كبار المحدثين والمحققين وانه راى الحسن البصري ومحمد بن سيرين وروى عن انس بن سيرين وعمرو بن دينار وابي اسحاق السبيعي خلق ومنهم الاعمش وايوب السختياني وابن اسحاق والثوري عبد الرحمن بن مهدي ووكيع وعبد الله بن المبارك ويحيى بن سعيد القطان وخلق سواهم اجمعوا على امامته في علم الحديث واحتياطه واتقانه وجلالة قدره قال احمد بن حنبل لم يكن مثل شعبة في زمانه في الحديث وقال الشافعي لولا شعبة لا يعرف الحديث في العراق وقال ائمة شعبة وحده امة في علم الحديث واحوال رواته انتهى ۱۲ منہ عفی عنہ + سلہ وسلہ دوسرے صفحہ یعنی ۷۸ پر دیکھو

عن سلمۃ بن کہیل عن حجر عن علقمۃ بن وائل
عن وائل قال وقد سمعہ حجر عن وائل انّ النبیّ
صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فذکر الحدیث وھٰکذا
رواہ ابوداود الطیالسی فی مسندہ عن شعبۃ
عن سلمۃ سمعت حجرا ابا العنبس سمعت علقمۃ
عن وائل وسمعہ من وائل انتھی کلام الحافظ فقد
ثبت انّ اسمہ حجر بن العنبس لا ینافی لکونہ حجر
ابی العنبس وکذا ثبت انّ واسطۃ علقمۃ صحیح کما
انّ عدم الواسطۃ بہ صحیح فقد جزم بھٰذین
الامرین الشوکانی فی نیل الاوطار من شاء فلیرجع
الیہ قلت وقد وافق سفیان لشعبۃ فی ذکر لفظۃ
خفض بھا صوتہ ایضا فجرح البخاری بتفرد شعبۃ
بھا مدفوع وسیاتی ھذا الحدیث ان شاء اللّٰہ تعالٰی

سلمہ بن کہیل سے اوسنے حجر عنبس سے اوسنے علقمہ بن وائل سے اوسنے
وائل بن حجر سے کہا کہ تحقیق سنا ہے اوسکو حجر[۱] نے وائل بن حجر سے کہ
تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخر حدیث تک اور اسیطرح روایت کیا
ہے اوسکو ابوداود طیالسی[۲] نے اپنی مسند میں شعبہ سے اوسنے سلمہ
سے کہ سنا ہے میں نے حجر ابوالعنبس سے کہا سنا میں نے علقمہ سے اوسنے
روایت کی وائل بن حجر سے اور سنا ہے اوسے حجر[۳] ابو العنبس نے ...
حجر سے ختم ہوا کلام حافظ کا پس ثابت ہوا کہ نام اوسکا حجر بن عنبس ہے منافی
ہے ہونے اوسکے کو حجر ابو العنبس اور اسیطرح ثابت ہوا کہ واسطہ علقمہ بن
وائل کا ذکر کرنا صحیح ہے پس یقین کیا ہے ان دونوں امرونکا شوکانی
نے نیل الاوطار میں جو چاہے پس رجوع کرے طرف اسکی میں
کہتا ہوں اور ضرور موافق ہوا ہے سفیان واسطے شعبہ کے بیچ ذکر
کرنے لفظ خفض بہا صوتہ کی پس جرح کرنا امام بخاری[۴] کا ساتھ
تفرد شعبہ کے ساتھ اُس لفظ کی دفع کیا گیا اور جلد ہی آویگی یہ حدیث انشاء اللہ تعالی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷

[۱] یعنی حجر کے باپ کا نام بھی عنبس ہے اور اُسکے بیٹے کا نام بھی عنبس ہے تو دونوں کا تعارض نہ رہا ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] یعنی اگر اوسکی کنیت ابو السکن
ہے تو ابو العنبس ہونے کو کچھ مخالف نہیں ہے اسکی دو نو طور پر کنیت ہے ایک زیادہ مشہور اور ایک کم مشہور ۱۲ منہ عفی عنہ حاشیہ صفحہ ہذا
[۱] واضح ہو کہ جب حجر عنبس نے یوں روایت کیا کہ مجھ کو دونوں سے روایت ہے لہذا اب مخالف لوگ اس کہنے حال
سے خالی نہ جاینگے - یا تو حجر عنبس کی تصدیق کریں گے یا تکذیب - اگر تصدیق کریں پس حدیث صحیح ہوئی اور اگر اوس
کی تکذیب کریں پس حدیث موضوع قرار پاوے گی - اور وہ باطل ہے دو وجہ سے اوّل یہ کہ وہ ثقہ ہے - بلکہ بعض نے
اوس کو صحابی کہا ہے کما نقل الشوکانی فی نیل الاوطار عن ابن حجر وجہ دوسری یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہوا تو جانبین کی حدیثیں موضوع
ہوئیں وھو خلاف الاجماع بیننا وبینہم فثبت انہ صحیح علی کلا الوجہین ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] میں کہتا ہوں کہ حدیث ابوداود طیالسی
[۳] یعنی حجر ابو العنبس کو دونو سے روایت ہے اور دونوں سے یہ حدیث سنی ہے لہذا دونوں طرح سے صحیح ہے
۱۲ منہ عفی عنہ [۴] قلت وعبارتہ ہکذا فیکون ما قالاہ صوابا انتہی کلامہ ملخصا ۱۲ منہ عفی عنہ [۵] خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ امام بخاری کا
کا یہ اعتراض تھا کہ شعبہ نے سفیان کی مخالفت کی ہے تین امور میں پس جبکہ وہ مخالفت دور ہو چکی تو اب حدیث شعبہ اور سفیان کی دونو متوافق ہیں
اگرچہ دو امر وغیرہ ہیں یعنی ذکر اخفا اور حجر بن عنبس اور حجر ابو العنبس کہنے میں نہ کہ علقمہ کو ذکر کریں اور چونکہ اصل دعا کا اخفا ہی تو دونوں غالب ہے جس نے لفظ اخفا کا روایت کیا ہے

الایراد الثانی انّ ذکر علقمۃ بن وائل وان سلّمنا صحّتہ ولکنّ سماعہ من ابیہ غیر صحیح فانّہ وُلد بعد وفات ابیہ بستّۃ اشہر فالحدیث منقطع قال الحافظ ابن حجر فی تقریبہ علقمۃ بن وائل بن حجر بضم المہملۃ وسکون الجیم الحضرمی الکوفی صدوق الّا انّہ لم یسمع من ابیہ انتہی وقال ابن حجر فی تہذیب التہذیب وحکی العسکریّ عن یحیی بن معین انّہ قال انّ علقمۃ عن ابیہ مرسل انتہی وقال الترمذی فی کتابہ العلل الکبیر سالت محمّد بن اسماعیل البخاری اسمع علقمۃ بن وائل عن ابیہ فقال ولد علقمۃ بعد ابیہ بستّۃ اشہر انتہی کذا نقلہ الامام ابن الہمام فی فتح القدیر وقال الحافظ الذہبی فی میزان الاعتدال علقمۃ بن وائل بن حجر صدوق الّا انّ یحیی بن معین یقول روایتہ عن ابیہ مرسلۃ انتہی والجواب عنہ انا نقول ماذا اراد المورد من قولہ انّ سماع

اعتراض دوسرا یہ کہ ذکر علقمہ بن وائل کا اگرچہ مان لیں ہم صحت اوسکی مگر سماع اوسکا اوسکے باپ سے غیر صحیح ہے[۱] کیونکہ وہ پیدا ہوا ہے بعد وفات اپنے باپ کے سے چھ ماہ پس یہ حدیث منقطع ہے کہا حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب التہذیب میں علقمہ بن وائل بن حجر ساتھ ضمہ حائے مہملہ کے اور سکون جیم کے ہے حضرمی ہے کوفی صدوق ہے مگر اوسنے نہیں سنا ہے اپنے باپ سے ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اور حکایت کیا ہے امام عسکری نے یحیی بن معین سے کہ اوسنے کہا ہے کہ روایت علقمہ کی اپنے باپ سے مرسل ہے ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا ترمذی نے اپنی کتاب علل کبیر میں کہ سوال کیا میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے کہ کیا سنا ہے علقمہ نے اپنے باپ سے پس کہا بخاری نے کہ پیدا ہوا علقمہ بعد وفات اپنے باپ کے چھ ماہ ختم ہوا کلام ترمذی کا اسیطرح نقل کیا ہے اوسکو امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور کہا حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہ علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہے مگر یحیی بن معین کہتا ہے کہ روایت اوسکی اپنے باپ سے مرسل ہے ختم ہوا کلام اوسکا جواب اوسکا یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کیا ارادہ کیا ہے معترض نے اپنے قول سے کہ سماع

[۱] واضح ہو کہ دعوے عدم سماع علقمہ کا اپنے باپ سے چنانچہ ابن حجر وغیرہ سے منقول ہے نہایت لچر اور بوچ اور بے بنیاد بات ہے کیونکہ اس میں کسی کو کلام نہیں کہ علقمہ ثقہ ہے بالاجماع اور خود حجر عنبس اور سلمہ بن کہیل کو بھی ثقہ مانتا ہے اور فی الواقع وہ دونو ثقہ ہیں اور جبکہ ان تینوں نے ایک دوسرے سے لفظ سمعت کیساتھ روایت کیا ہو تو اب اگر علقمہ کی سماعت اور روایت اون دونوں کی فی الواقع ثابت نہیں تو پھر یہ تینوں شخص کذاب قرار پائے اور حدیث جانبین کی وضعی قرار پائی اور علاوہ تمام صحاح وغیرہ کی حدیثیں جو ان سے مروی ہیں سب نیست و نابود ہوئیں۔ خاص کر کے وائل بن حجر کی جو رفع یدین میں خصم بیان کرتا ہے ونحو ذلک بلکہ باب علم کا درہم برہم ہوا وای جہل اعظم مضر فی الدین لہذا معلوم ہوا کہ اس حدیث میں کچھ غبار نہیں ۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

علقمة من ابيه غير صحيح ان اراد انه لم يسمع من
ابيه لانه ولد بعد وفات ابيه كما نقله الامام
ابن الهمام فهو باطل قطعا وفاسد جزما فقد
نص ائمة الحديث على ان الذي ولد بعد وفات
ابيه هو عبد الجبار بن وائل الذي يروي حديث
جهر التامين من ابيه واما علقمة فهو اكبر منه ولي
شيخه في الحديث فقد قال الحافظ ابن حجر في تهذيب
التهذيب علقمة بن وائل بن حجر الحضرمي الكندي
الكوفي روى عن ابيه والمغيرة بن شعبة وطارق
بن سويد وعنه اخوه عبد الجبار وابن اخيه سعيد
وعمرو بن مرة وسماك بن حرب وغيرهم ذكره ابن
حبان في الثقات وقال ابن سعد كان ثقة قليل
الحديث انتهى وقال ابو سعد السمعاني في الانساب
في ترجمة وائل بن حجر حدث عنه ابناه علقمة و
عبد الجبار انتهى كلامه مختصرا وقال علي القاري
في المرقاة والصحيح ان علقمة سمع من ابيه و
ان الذي لم يسمع من ابيه هو عبد الجبار بن وائل
ولد بعد وفات ابيه بستة اشهر كذا نقله الترمذي
عن البخاري ذكره ميرك انتهى كلام القاري وقال
الشيخ عبد الحق في حاشية الاكمال علقمة بن

علقمہ کا اپنے باپ سے نہیں صحیح اگر ارادہ کیا ہے کہ اوسنے نہیں سنا ہے
اپنے باپ سے کیونکہ وہ پیدا ہوا ہے بعد وفات اپنے باپ کے جیسا کہ نقل
کیا اوسکو امام ابن الہمام نے پس وہ باطل ہے قطعا اور فاسد ہے یقینا
پس تحقیق نص کی ائمہ حدیث نے اسپر کہ وہ جو پیدا ہوا ہے بعد وفات
اپنے باپ کی وہ عبد الجبار بن وائل ہے جو کہ روایت کرتا ہے حدیث
جہر آمین کو اپنے باپ سے اور لیکن علقمہ پس وہ بڑا ہے اوس سے بلکہ
اوسکا شیخ ہے بیچ حدیث کے پس کہا ہے حافظ ابن حجر نے تہذیب
التہذیب میں علقمہ بن وائل بن حجر کندی حضرمی کوفی روایت
کرتا ہے اپنے باپ سے اور مغیرہ بن شعبہ رض سے اور طارق بن
سوید سے اور روایت کرتا ہے اوس سے بھائی اوسکا عبد الجبار اور اوسکے
بھائی کا بیٹا سعید اور عمرو بن مرہ اور سماک بن حرب وغیرہ نے ذکر
کیا ہے اوسکو ابن حبان نے بیچ ثقات کے اور کہا ابن سعد نے تھا ثقہ کم حدیث
والا انتہی اور کہا ابو سعد سمعانی نے کتاب الانساب میں بیچ ترجمہ
وائل بن حجر کے کہ حدیث کی اوس سے اوسکے بیٹوں نے علقمہ اور
عبد الجبار نے ختم ہوا کلام اوسکا مختصر کر کے اور کہا ملا علی قاری نے
مرقاۃ میں اور صحیح یہ ہے کہ علقمہ نے سنا ہے اپنے باپ سے اور وہ
جو اوسنے نہیں سنا ہے اپنے باپ سے وہ عبد الجبار ہے پیدا ہوا بعد
وفات اپنے باپ کی چھ ماہ اسیطرح نقل کیا ہے اوسکو ترمذی نے
امام بخاری سے ذکر کیا ہے اوسکا میرک نے ختم ہوا کلام قاری کا اور
کہا شیخ عبد الحق دہلوی نے حاشیہ اکمال میں کہ علقمہ بن

[1] یہ بات سمعانی وغیرہ کی غلط ہے چنانچہ اوس کی بحث ادلہ جہر آمین کے باب میں آویگی ۱۲ منہ عفی عنہ

وائل بن حجر الكندي الحضرمي اخو عبد الجبار تابعي ذكره ابن حبان في الثقات روى عن ابيه والمغيرة بن شعبة وعنه اخوه عبد الجبار وسلمة بن كهيل وعمرو بن مرة وعاصم بن كليب روى له البخاري في الادب المفرد وفي رفع الايدي في الصلوة ومسلم في صحيحه اي في كتاب الصلوة وفي كتاب الامارة وفي الاصول دون المتابعات والترمذي في جامعه في ابواب الاحكام وقال حسن صحيح انتهى وقال صاحب المشكوة في الاكمال في اسماء الرجال في ترجمة وائل بن حجر روى عنه ابناه علقمة وعبد الجبار وغيرهما انتهى واخرج الترمذي في جامعه في باب المرأة اذا استكرهت على الزنا من طريق[1] عبد الجبار بن وائل عن ابيه قال الحديث ثم قال الترمذي هذا حديث غريب وليس اسناده بمتصل الى ان قال سمعت محمد بن اسمعيل يقول عبد الجبار بن وائل لم يسمع من ابيه ولا ادركه يقال انه ولد بعد وفاة ابيه لستة اشهر انتهى ثم اخرج الترمذي من طريق علقمة بن[2] وائل

وائل بن حجر کندی حضرمی بھائی عبد الجبار کا تابعی ہی ذکر کیا ہی اوسکو ابن حبان نی ثقات میں روایت کرتا ہی اپنی باپ سی اور مغیرہ بن شعبہ سی اور روایت کرتا ہی اوس سی اوس کا بھائی عبد الجبار اور سلمہ بن کہیل اور عمرو بن مرہ اور عاصم بن کلیب روایت کیا ہی اوسکو واسطے بخاری نی ادب مفرد میں اور رفع یدین میں نماز میں اور مسلم نی اپنی صحیح میں یعنی کتاب الصلوة میں اور کتاب الامارة میں اور اصول میں نہ متابعات میں اور ترمذی نی اپنی جامع میں ابواب الاحکام میں اور کہا کہ حسن صحیح ہی انتہی اور کہا صاحب مشکوة نے اکمال میں جو کہ علم رجال میں ہی بیچ ترجمہ وائل بن حجر کی روایت کی اوس سی دونوں بیٹوں نی علقمہ اور عبد الجبار[1] نی اور غیر اونکی نی انتہی اور روایت کیا ہی ترمذی نے اپنی جامع میں بیچ باب المرأة اذا استکرهت علی الزنا کی طریق عبد الجبار ابن وائل سی اوسنی اپنی باپ سی کہا اوس نی آخر حدیث تک پھر کہا ترمذی نی یہ حدیث غریب ہی اور نہیں اسناد اوس کی متصل یہانتک کہ کہا ترمذی نی سنا ہی میں نی محمد بن اسمعیل بخاری کو فرماتی تھی کہ عبد الجبار بن وائل نی نہیں سنا ہی اپنی باپ سی اور نہ پایا اوسکو کہا گیا ہی کہ وہ پیدا ہوا ہی بعد وفات باپ اپنی کی چھ ماہ انتہی پھر روایت کیا ترمذی نی علقمہ بن وائل کندی سے

[1] قلت اسناده ہكذا حدثنا علي بن حجر ثنا معمر بن سليمان الرقي عن الحجاج بن ارطاة عن عبد الجبار بن وائل عن ابيه استكرهت امرأة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث ١٢ منه عفي عنه [2] قلت اسناده ہكذا حدثنا محمد بن يحيى ثنا محمد بن يوسف عن اسرائيل عن سماك بن حرب عن علقمة بن وائل الكندي عن ابيه الحديث ١٢ منه عفي عنه

[3] هذا ايضا غير صحيح كما عرفت وكما ستعرف ١٢ منه عفي عنه

الکندی عن ابیه ان امرأة خرجت الحدیث بطوله ثم قال هذا حدیث حسن غریب صحیح وعلقمة بن وائل بن حجر سمع من ابیه وهو اکبر من عبد الجبار بن وائل وعبد الجبار لم یسمع من ابیه انتهی کلام الترمذی بعینه مختصرًا وان اراد المورد ان حدیثه من ابیه لم یرد بصیغة السماع فی موضع من مواضع الاستعمال فهو ایضًا باطل وهذا الکلام انما صدر عن المورد بجهله کتب الحدیث وطرقه الصحیحة عند الائمة فقد ورد حدیثه بصیغة السماع من ابیه فی عدة مواضع منها ما اخرجه البخاری فی رسالة رفع[۱] الیدین عن علقمة حدثنی ابی الحدیث ومنها ما اخرجه[۲] النسائی فی سننه فی باب رفع الیدین بلفظه حدثنی ابی ومنها ما اخرجه النسائی فی باب[۳] القود عن علقمة ان اباه حدثه ومنها فی ذلک الباب[۴] ان اباه حدثهم ومنها ما اخرجه مسلم[۵] فی

اوس نی اپنی باپ سے کہ ایک عورت باہر کو نکلی آخر حدیث تک مع طوالت کی پھر کہا ترمذی نی یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے اور علقمہ بن وائل نی سنا ہی اپنی باپ سی اور وہ بڑا ہے عبد الجبار سے اور عبد الجبار نے نہیں سنا اپنے باپ سے ختم ہوا کلام ترمذی کا بعینہ مختصر کرکے اور اگر ارادہ کیا ہی معترض نے کہ حدیث اوس کی اپنی باپ سی نہیں وارد ہوئی ہی ساتھ صیغہ سماع کی کسی موضع میں مواضع استعمال میں سی پس وہ بھی باطل ہی اور یہ اعتراض معترض سی وارد ہی بسبب جہالت اوسکی کی کتب حدیث کو اور طرق اوسکی کو جو کہ صحیح ہیں نزدیک ائمہ حدیث کی پس وارد ہوئی حدیث اوسکی ساتھ صیغہ ثبوت سماع کی اپنی باپ سی چند مواضع میں اون میں سی وہ حدیث جو روایت کیا ہی بخاری نی اپنی رسالہ رفع یدین میں علقمہ سی کہ حدیث کی مجھکو میرے باپ نے آخر حدیث تک اور اونمیں وہ حدیث جو کہ روایت کیا اوسکو نسائی نے اپنی سنن میں باب رفع یدین میں ساتھ اس لفظ کی کہ حدیث کی مجھکو میرے باپ نے اور اونمیں سی وہ حدیث جو کہ روایت کیا اوسکو نسائی نی باب القصاص میں علقمہ سی کہ باپ اوسکے نی حدیث کی اوسکو اور اونمیں سی وہ حدیث جو کہ روایت کیا اوسکو امام مسلم نے

---

[۱] قلت اسناده ہکذا حدثنا الفضل بن دکین انبأنا قیس بن سلیم العنبری قال سمعت علقمة بن وائل بن حجر حدثنی ابی قال صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم ۱۲ منه عفی عنه [۲] قلت اسناده ہکذا اخبرنا سوید بن نصر اخبرنا عبد الله بن المبارک عن قیس بن سلیم العنبری حدثنی علقمة بن وائل حدثنی ابی قال صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم الحدیث ۱۲ منه عفی عنه [۳] قلت اسناده ہکذا اخبرنا یحیی بن زکریا قال حدثنا عبید الله بن معاذ قال ثنی ابی قال ثنا یونس عن ابی اسحاق عن سماک بن حرب ان علقمة بن وائل حدثه ان اباه حدثه قال انی لقاعد مع رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ جاءه رجل الحدیث ۱۲ منه عفی عنه [۴] قلت وہو ہکذا اخبرنا محمد بن معمر قال ثنا یحیی بن حماد عن ابی عوانة عن اسماعیل بن سالم عن علقمة بن وائل ان اباه حدثهم ان النبی صلی الله علیه وسلم اتی برجل قد قتل رجلا الحدیث ۱۲ [۵] قلت سند مسلم ہکذا حدثنا زہیر بن حرب ثنا عفان ثنا محمد بن جحادة قال ثنی عبد الجبار بن وائل عن علقمة بن وائل ومولی لهم انهما حدثاه عن ابیه وائل بن حجر انه رای النبی صلی الله علیه وسلم الحدیث ۱۲ منه عفی عنه

[۶] غرض کہ بخاری اور ترمذی کے قول سے علقمہ کی روایت باپ سے ثابت ہے نہ عبد الجبار کی ۱۲ منه عفی عنه

صحیحہ فی باب وضع الید الیمنی علی الیُسری عن
عبد الجبّار عن علقمۃ ومولی لھم انّھما حدّثاہ
عن ابیہ وائل بن حجر الحدیث ونحو ذلك من
مواضع استعمالہ وان اراد المورد انّ یحیی بن
معین حکم بکون حدیثہ عن ابیہ مرسلا
فھو ایضا بدیھی البطلان کما عرفت حالہ قلت
ولعلّہ بناہ علی کون تولّدہ لبعد ابیہ وقد علمت
حالہ وعندی انّ ھذا القول من الامام ابن
الھمام وقع سھوا بحیث لم یمیّز بین کلام الترمذی
والبخاری انّ الذی ولد بعد وفات ابیہ ھل ھو علقمۃ او
عبد الجبّار ولیس غرضی تنقیص مرتبۃ ابن الھمام
فانّہ امام الدّنیا فی الفقہ والحدیث ولکنّ البشر
قد یخطی وقد یصیب وبالجملۃ فلا غبار علی صحّۃ
ھذا الحدیث لا اسنادًا ولا متنا ولذا نصّ الحاکم
علی کونہ صحیحا علی شرطھما ولعلّ الحقّ لا یتجاوز
عمّا قلنا واللّٰہ اعلم بالصّواب والیہ المرجع والمآب
عندہ علم الکتاب الطّریق الثّانی لحدیث وائل
بن حجر رضی اللّٰہ تعالی عنہ اخرج ابن ابی شیبۃ

اپنی صحیح میں بیچ باب وضع الید الیمنی علی الیسری کی عبد الجبار سے
اوسنے علقمہ سے اور اونکی غلام سے کہ اون دونوں نے حدیث کی اوسکو
اپنے باپ سے یعنی وائل بن حجر سے آخر حدیث تک اور مانند اونکی باقی
مواضع استعمال سے اور اگر ارادہ کیا ہے معترض نے کہ ابن معین نے حکم کیا ہے
ساتھ ہونے اس حدیث کے مرسل اپنے باپ سے پس وہ بھی
ظاہر البطلان ہے جیسا کہ پہچانا تونے حال اوسکا میں کہتا ہوں
شاید اوسنے بنا کیا ہے اوسکو اوپر ہونے تولد اوسکیکی بعد وفات
اپنے باپ کی اور خود معلوم کیا ہے تونے حال اوسکا اور میرے نزدیک یہ قول
امام ابن الہمام کا واقع ہوا ہے از روئے سہو کی باین طور کہ نہیں فرق کیا
درمیان کلام ترمذی کے اور بخاری کی کہ بعد وفات اپنے باپ کے جو پیدا ہوا وہ علقمہ ہے یا کہ
عبد الجبار ہے اور نہیں ہے غرض میری کم کرنا مرتبہ ابن ہمام کا کیونکہ وہ
امام ہے دنیا کا فقہ اور حدیث میں مگر بشر کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب تک
کو پہنچتا ہے اور مجمل کلام یہ ہے کہ پس نہیں ہے کچھ غبار اوپر صحت
اس حدیث کی نہ از روئے اسناد کی اور نہ از روئے متن کی اور اسیواسطے نص
کیا ہے حاکم نے اوپر ہونے اوسکے صحیح اوپر شرط اون دونوں کی[1] اور
شاید حق نہ تجاوز کریگا اوس چیز سے جو کہ ہم نے کیا ہے واللہ اعلم بالصواب
والیہ المرجع والمآب وعندہ علم الکتاب طریق دوسرا واسطے حدیث
وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے

الطریق الثانی لحدیث وائل بن حجر

[1] غرض کہ حاکم نے اس کو بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق صحیح کہا ہے اور درحقیقت اس میں کوئی جرح معقول طور پر ثابت نہیں ہوئی کیونکہ راوی اتفاقا سب ثقہ اور سند متصل ہوچکی صحیح طور پر اور شذوذ اور نکارت بھی اوس میں نہ رہا پس تمام شرائط صحت کے موجود اور ثابت ہوئی لہذا حاکم کا حکم صحیح ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

حدثنا وكيع قال ثنا سفيان عن سلمة بن كهيل
عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ ولا الضالين
فقال امين وخفض بها صوته انتهى كلامه فهذا
الحديث من طريق سفيان الثوري ايضا موافق
لطريق شعبة بخفض التامين فعلم ان الصحيح هو
لا سواه والجرح بتفرد وكيع مدفوع قطعا لانه
ثقة اجماعا والله اعلم واخرج الامام ابو جعفر الطحاوي
في شرح معاني الآثار حدثنا سليمان بن شعيب
الكيساني قال علي بن معبد قال ثنا ابو بكر بن عياش
عن ابي سعيد عن ابي وائل قال كان عمر وعلي لا
يجهران ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ و
لا بالتامين واخرج الطبراني في الكبير حدثنا
محمد بن عبد الله الحضرمي ثنا احمد بن
يونس ثنا ابو بكر بن عياش عن ابي سعيد البقال
عن ابي وائل قال كان علي وعبد الله لا يجهران
ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ ولا بامين

حدیث کی ہمکو وکیع نے کہا حدیث کی ہمکو سفیان نے اوسنے سلمہ بن
کہیل سے اوسنے حجر بن عنبس سے اوسنے وائل بن حجر رضہ سے کہا وائل
بن حجر نے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ پڑھا آپنے
ولا الضالین پس کہا آمین اور پوشیدہ کیا ساتھ اوسکے آواز اپنی کو انتہی
پس یہ حدیث سفیان کے طریق سے بھی موافق ہے واسطے حدیث
شعبہ کی بیچ باب اخفاء آمین کے پس جانا گیا کہ صحیح وہی ہے اور جرح
ساتھ اوسکی اوجرح ساتھ تفرد وکیع کے مدفوع ہے قطعا کیونکہ
وہ ثقہ ہے اجماعا واللہ اعلم اور روایت کیا ہے امام ابو جعفر طحاوی نے
شرح معانی الآثار میں حدیث کی ہمکو سلیمان بن شعیب
کیسانی نے کہا حدیث کی ہمکو علی ابن معبد نے کہا حدیث کی ہمکو ابو بکر بن
عیاش نے اوسنے ابو سعید سے اوسنے ابو وائل سے کہ حضرت عمر رضہ اور حضرت
علی رضہ نہ تھے جہر کرتے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اور نہ ساتھ اعوذ
کے اور نہ آمین کے اور روایت کیا طبرانی نے کبیر میں حدیث کی ہم کو
محمد بن عبد اللہ حضرمی نے کہا حدیث کی ہمکو احمد بن یونس نے
کہا حدیث کی ہمکو ابو بکر بن عیاش نے اوسنے ابو سعید لقبال سے
اوسنے ابو وائل سے کہا ابو وائل نے کہ تھے حضرت علی رضہ اور ابن مسعود
نہ جہر کرتے بسم اللہ کو اور نہ اعوذ کو اور نہ آمین کو ختم ہوا

له تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس طور پر بخاری اور ترمذی نے سفیان کی حدیث کو درباب جہر صحیح قرار دیا تھا اب اوسی طور پر درباب
اخفاء وارد ہوئی اور خود سفیان کی روایت سلمۃ بن کہیل سے شعبہ کو مطابق ہوئی تو ہر طرح سے اخفاء کو قوت ہوئی اب اگر کوئی اس حدیث
سفیان کو صحیح نہ مانے اور یوں جرح کرے کہ سفیان کے شاگردوں میں سے فقط وکیع نے خفض بہا صوتہ کہا ہے اور کسی نے تو اوس کا جواب یہ ہے
کہ وکیع بن جراح ثقہ حافظ ضابط عادل ہے تو اوسکا تفرد کچھ نقصان نہیں کرتا مور میں کہتا ہوں کہ وکیع کا بیان تفصیل کے ساتھ میں نے
اپنے رسالہ ترویح العینین بمسئلہ رفع الیدین میں زیادہ از حد بیان کیا ہے جو چاہے اوس میں دیکھے واللہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ

انتهى كذا نقله الخفاجي في حاشية البيضاوي و
اخرج الامام الطبري في تهذيب الآثار مثله و
قال السيوطي في جمع الجوامع قال ابو وائل لم يكن
عمر وعلي رض يجهران بالبسملة ولا بالتعوذ ولا
بالتامين واخرج ابو حفص بن شاهين وابن
جرير نحوه وقال شيخ الاسلام العيني في شرح الهداية
وروى ابو معمر عن عمر بن الخطاب انه قال يخفي
الامام اربعا التعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم
وامين وربنا ولك الحمد واخرج ابن جرير
الطبري عن ابراهيم النخعي عن عمر نحوه كذا نقله
علي بن حسام الدين المتقي في منتخب كنز العمال
قلت فاثر عمر بن الخطاب وعلي رضي الله تعالى عنهما وان
كان موقوفا حقيقة ولكنه مرفوع حكما لان رسول
الله صلى الله عليه وسلم قد امر الامة باتباعهما
حيث قال[سله] عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين
المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ
وقال صلى الله عليه وسلم اقتدوا بالذين من بعدي
ابابكر وعمر كيف وفعل الخلفاء الراشدين في
خلافتهم داخل في حكم النبوة وقد بسط هذه
المسئلة بالادلة الصحيحة بحيث لا مزيد عليها

کلام اوسکا اسیطرح نقل کیا اس کو خفاجی نے حاشیہ بیضاوی
میں اور روایت کیا امام طبری نے تہذیب الآثار میں مثل اوسکی
اور کہا سیوطی نے جمع الجوامع میں کہ کہا ابو وائل نے نہ تھے حضرت
عمر رض اور حضرت علی رض جہر کرتے ساتھ بسملہ کے اور نہ ساتھ اعوذ اور
نہ ساتھ آمین کے اور روایت کیا ہے ابو حفص بن شاہین نے اور
ابن جریر نے مثل اوسکی اور کہا شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں
اور روایت کیا ابو معمر نے حضرت عمر بن خطاب رض سے کہ اونہوں نے
فرمایا ہے کہ پوشیدہ کیا کرے امام چار چیزیں اعوذ اور بسم اللہ
اور آمین اور ربنا لک الحمد کو اور روایت کیا ابن جریر طبری
نے ابراہیم نخعی سے اسی طرح نقل کیا ہے اوسکو علی بن حسام الدین
متقی نے منتخب کنز العمال میں میں کہتا ہوں پس اثر حضرت
عمر اور حضرت علی رض کا اگرچہ موقوف ہے حقیقۃ مگر وہ مرفوع
ہے حکما کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق امر کیا
ہے امت کو ساتھ اتباع اونکے کے کیونکہ فرمایا لازم پکڑو
تم سنت میری اور سنت خلفا راشدین کو جو ہدایت والی
ہیں تمسک کرو ساتھ اوسکی اور دانتوں سے پکڑو اوسکو اور
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ نے اقتدا کرو ساتھ اون دونو کی
جو کہ بعد میرے ہونگے یعنی ابو بکر اور عمر کسطرح نہ مرفوع ہو اور حال یہ کہ فعل
خلفا کا اپنی خلافت میں داخل ہے حکم نبوت میں اور بسط کیا ہے اس
مسئلہ کا ساتھ ادلہ صحیحہ کے ساتھ اس حیثیت کے کہ نہیں زیادتی اوپر اوسکے

سله قلت اخرج هذا الحديث الترمذي وغيره عن العرباض بن سارية وغيره وتفصيله في ازالة الخفاء ١٢ منه عفي عنه

عین اعیان الدھلی فی ازالۃ الخفاء عن خلافۃ
الخلفاء جزاہ اللہ خیر الجزاء واخرج الامام محمد
بن الحسن فی کتاب الاثار حدثنا ابوحنیفۃ قال
ثنا حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم النخعی قال
اربع یخفیھن الامام التعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم
وسبحانک اللھم وامین ثم قال الامام محمد
وبھذا نأخذ وھو قول ابی حنیفۃ رح انتھی واخرج
عبدالرزاق بن ھمام اخبرنا الثوری عن منصور
عن ابراھیم قال خمس یخفیھن الامام فذکر نحوہ
وزاد وسبحانک اللھم واخرج عبدالرزاق بن
ھمام حدثنا حماد عن معمر اربع یخفیھن الامام
نحو ما رواہ الامام محمد فی الاثار نقل ذلک
الامام العینی فی شرح الھدایۃ والامام ابن
حجر فی تخریج احادیث الھدایۃ من شاء فلیرجع
الیھما وقال الخفاجی فی حاشیۃ البیضاوی
اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابی وائل قال کان علی رض
وابن مسعود لا یجھران بالتامین انتھی وقال الامام
محمد فی کتاب الموطا ینبغی اذا فرغ الامام من ام
الکتاب ان یؤمن الامام ویؤمن من خلفہ و
لا یجھرون بذلک انتھی کلامہ قلت وقد قال
بذلک الامام الشافعی فی روایۃ وکذلک الامام

شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں جزا دے
اوس کو اللہ خیر جزا اور روایت کیا ہے امام محمد رح نے اپنی کتاب
الآثار میں حدیث کی ہمکو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا حدیث کی ہمکو
حماد بن ابی سلیمان نے اونسے ابراہیم نخعی سے کہا ابراہیم نخعی
نے چار چیز کو پوشیدہ کرتا ہے امام اعوذ باللہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم
اور سبحانک اللھم اور آمین پھر کہا امام محمد رح نے اور ساتھ اسی
کے عمل کرتے ہیں ہم اور وہی ہے قول ابوحنیفہ رح کا ختم ہوا کلام اوسکا
اور روایت کیا ہے عبدالرزاق بن ہمام نے خبر دی ہمکو سفیان ثوری
نے اونسے روایت کی منصور سے اونسے ابراہیم نخعی سے کہا ابراہیم نے
پانچ چیزیں ہیں پوشیدہ کرتا ہے اون کو امام پس ذکر کیا مثل اوسکی
اور زیادہ کیا سبحانک اللھم کو اور روایت کیا ہے عبدالرزاق بن ہمام نے حدیث
کی ہمکو حماد نے اونسے معمر سے .... کہ چار چیز کو پوشیدہ کرتا ہے امام
جیسا کہ روایت کیا ہے امام محمد نے کتاب الآثار میں نقل کیا اوسکو امام عینی نے
شرح ہدایہ میں اور امام ابن حجر نے تخریج احادیث الہدایہ میں جو چاہے
پس رجوع کرے طرف اون دونوں کی اور کہا خفاجی نے بیضاوی کے حاشیہ
میں کہ روایت کیا طبرانی نے معجم کبیر میں ابو وائل سے کہ تھے حضرت علی رض
اور ابن مسعود نہ جہر کرتے ساتھ آمین کے انتھی اور کہا امام محمد نے
موطا میں لائق ہے جب فارغ ہو امام ام الکتاب سے یہ کہ آمین کہے
امام خود اور آمین کہے وہ جو اوسکے پیچھے ہے اور نہ جہر کریں
ساتھ اوسکے ختم ہوا کلام اوس کا میں کہتا ہوں اور تحقیق قائل
ہوا ہے ساتھ اسکے امام شافعی ایک روایت میں اور اسی طرح امام

مالك رحمهما نقل ذلك الامام العيني وقال صاحب
الكفاية قال الامام الشافعي يجهرها الامام في
الصلوة الجهرية والماموم يخافت هكذا قال
المزني في مختصره انتهى وقال في الجوهر النقي و
قال الطبري وروي ذلك عن ابن مسعود انتهى
وقال في الجوهر النقي ايضا وروي عن النخعي و
الشعبي وابراهيم التيمي انهم كانوا يخفون بامين
انتهى وقال في المبسوط قال ابوحنيفة يخفي الامام
بامين انتهى فهذه الآثار والاخبار مؤيدة للقاعدة
المذكورة اعني ان الاصل ان التامين دعاء والاصل
في الدعاء الاخفاء فثبت ان التامين الاصل
فيه الاخفاء وهو المطلوب وهو مذهب الحنفية
كثرهم الله تعالى بمنه وكرمه امين امين
الفصل الثاني في ادلة جهر التامين مع الجواب
عنها وفيه مقصدان المقصد الاول في الاستدلال
بكتاب الله تعالى قال الله تبارك وتعالى في اخر
سورة بني اسرائيل ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت
بها وابتغ بين ذلك سبيلا وجه الاستدلال
من هذه الآية ان الله تعالى امر نبيه بتوسط
الذكر في الصلوة وقد اخرج البخاري ومسلم
وغيرهما عن عائشة رضي الله عنها ان الاية

مالک رحمہما اللہ تعالیٰ نقل کیا اسکو امام عینی نے اور کہا صاحب
کفایہ نے کہ کہا امام شافعی نے جہر کرے اوس کو امام نماز جہریہ
میں اور مقتدی پوشیدہ کرے اسی طرح کہا ہے مزنی نے اپنی
مختصر میں اور کہا جوہر النقی میں اور کہا طبری نے اور روایت کیا
گیا ہے وہ اخفا ابن مسعود رض سے انتہی اور کہا اوس جوہر نقی
میں اور روایت کیا گیا ہے نخعی اور شعبی اور ابراہیم تیمی سے
کہ وہ سب تھے اخفا کرتے ساتھ آمین کو انتہی اور کہا مبسوط
میں کہا امام ابوحنیفہ نے اخفا کرے امام ساتھ آمین کو انتہی
پس یہ آثار اور اخبار موید ہیں قاعدہ مذکورہ کو یعنی یہ کہ آمین
کا اصل دعا ہے اور اصل دعا کا اخفا ہے پس ثابت ہوا کہ
آمین میں اصل اخفا ہے اور وہی مطلوب ہے اور وہی ہے مذہب
علماء حنفیہ کا کثرت کرے اون کی اللہ تعالیٰ ساتھ احسان
اپنے کے اور کرم اپنے کے آمین آمین فصل دوسری بیچ دلائل
جہر آمین کہنے کے مع جواب اوس کے کو اور اوس میں دو
مقصد ہیں مقصد اول بیچ استدلال کرنے کو ساتھ کتاب
اللہ تعالیٰ کو فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیچ اخیر سورہ بنی اسرائیل
کی اور مت جہر کر ساتھ نماز اپنی کی اور مت کر اخفا ساتھ اوسکو
اور طلب کر درمیان اوسکے طریقہ کو وجہ استدلال کی اس آیت سے
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امر کیا اپنے نبی کو ساتھ متوسط ذکر کے
نماز میں اور روایت کیا ہے امام بخاری اور مسلم نے اور
اون کے غیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تحقیق آیت

مقصد اول
استدلال بکتاب اللہ

نزلت فی الدعاء واخرج الطبری من طریق اشعث
بن سوار عن عکرمة عن ابن عباس قال نزلت
فی الدعاء ومن طریق اخر عن ابن عباس مثله
ومن طریق عطاء ومجاهد وسعید ومکحول مثله
کذا نقله ابن حجر فی فتح الباری تحت هذه الآیة
ان الجهر علی سبیل التوسط مطلوب فی الدعاء
ومنه التامین فالتوسط فیه ایضا مطلوب
وهو المطلوب ....

الجواب عن الاستدلال

والجواب عنه ان المستدل لا یخلو اما ان یستدل
علی جهر التامین من ظاهر الفاظ الآیة فهو
فاسد لعدم الدلالة علیه واما ان یستدل من
حدیث عائشة رضی الله عنها وغیرها فهو ایضا
کذلک وذلک لان الخصم لیس بقائل بجهر
الاذکار التی هی غیر التامین کالدعاء بین السجدتین
ونحوه واما ان یستدل بان المراد هو التامین
فهو ایضا فاسد بل هو افسد من الاستدلالین
السابقین وذلک لان الآیة مجردة عنه وبان
حدیث عائشة للمفسر لهذه الآیة قد فسر ان
المراد هو الدعاء فی التشهد فقد قال القسطلانی

نازل ہوئی ہے دعا کے حق میں اور روایت کیا ہے طبری نے
طریق اشعث بن سوار سے اونسے عکرمہ سے اونسے ابن عباس رض
سے کہا نازل ہوئی ہے یہ آیت دعا میں اور دوسرا طریق ابن عباس
سے ہے مثل اوسکی اور طریق عطا اور مجاہد اور سعید اور مکحول سے
مثل اسکی اسیطرح نقل کیا ہے اوسکو ابن حجر نے فتح الباری میں
نیچے اس آیت کے پس معلوم ہوا کہ جہر کرنا طریق توسط پر مطلوب
ہے دعا میں اور اسی میں سے ہے آمین پس اوسط درجہ اوسمیں بھی
مطلوب ہے اور وہی مطلوب ہے اور جواب اوسکا یہ ہے کہ مستدل
یا تو استدلال کرتا ہے جہر آمین پر ساتھ ظاہر الفاظ
آیت کے پس وہ استدلال فاسد ہے بسبب نہ ہونے
دلالت کے اوسپر اور یا کہ استدلال کرتا ہے ساتھ حدیث
عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور غیر اوسکی کے پس وہ بھی اسی طرح
فاسد ہے اور وہ اسواسطے کہ خصم خود قائل نہیں ہے ساتھ
جہر اون اذکار کے جو کہ آمین کے سوا ہیں جیسا کہ دعا درمیان
دو سجدوں کے[1] اور مانند اسکی[2] اور یا یہ کہ دلیل پکڑتا ہے بایں طور کہ مراد
اس سے فقط آمین ہے پس وہ بھی فاسد ہے بلکہ زیادہ فاسد ہے دونوں
استدلالوں سے جو کہ اول گذری اور وہ اسواسطے کہ آیت شریف خالی ہے ذکر اوس
سے[3] اور بایں طور کہ حدیث عائشہ رض کی جو کہ اسکی تفسیر کرنے والی ہے اونسے تفسیر
کی ہے بایں طور کہ مراد دعاء ہے وہ دعاء تشہد میں ہے[4] پس کہا قسطلانی نے

۱؎ جیسا کہ اللہم اغفرلی وارحمنی واہدنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی ونحو ذالک ۱۲ منہ عفی عنہ ۳؎ یعنی آیت میں اوسکا ذکر ہرگز نہیں
۲؎ جیسا کہ ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما تحب وترضی ربنا ۱۲ منہ عفی عنہ ۴؎ یعنی [illegible] دعا کا نہیں بلکہ جو تشہد
میں پڑھی جاتی ہے وہ مراد ہے ۱۲ منہ

فی شرح البخاری فی حدیث عائشۃ رضہ هذا انہ
من اطلاق الجزء علی الکل اذ الدعاء من بعض اجزاء
الصلوۃ واخرج الطبری وابن جریر والحاکم من
طریق حفص بن غیاث عن هشام الحدیث وزاد
فیہ فی التشهد وهو مخصص لحدیث عائشۃ اذ
ظاهرہ العموم من ان یکون داخل الصلوۃ وخارجها
وعند ابن مردویۃ من حدیث ابی هریرۃ کان
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا صلی عند البیت
رفع صوتہ بالدعاء فنزلت ومرادہ معناہ اللغوی
انتهی وقد فصلہ ابن حجر فی فتح الباری بازید من
هذا وبان تفسیر الایۃ مختلف فیہ فقد اخرج البخاری
ومسلم وغیرهما عن ابن عباس فی قولہ تعالی ولا
تجهر بصلوتک الایۃ قال نزلت ورسول اللّٰہ صلی
اللّٰہ علیہ وسلم مختف بمکۃ وکان اذا صلی باصحابہ
رفع صوتہ بالقرآن فکان المشرکون اذا سمعوا
شتموا القرآن ومن انزلہ ومن جاء بہ فقال
اللّٰہ لنبیہ ولا تجهر بصلوتک ای بقراءتک فیسمع
المشرکون فیسبوا القرآن ولا تخافت بها عن

شرح بخاری میں بیچ شرح حدیث عائشہ رضہ کی جو کہ یہ ہی کہ یہ
اطلاق کل کا جزو پر ہی کیونکہ دعا بعض[1] اجزا نماز کا ہی اور
روایت کیا ہی طبری نے اور ابن جریر اور حاکم نے طریق حفص
بن غیاث سے اونسے ہشام سے آخر حدیث تک اور زیادہ
کیا اوس میں کہ یہ دعا تشہد میں ہی اور وہ حدیث تخصیص کرنے والی
ہی واسطے حدیث حضرت عائشہ رضہ کی کیونکہ ظاہر اوس حدیث کا عام ہے
اس سے کہ ہو داخل نماز میں یا کہ خارج[2] اوس سے اور نزدیک ابن مردویہ کے
ہی حدیث ابو ہریرہ رضہ سے کہ نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم تھے جب نماز پڑھتے
نزدیک خانہ کعبہ کے تو بلند آواز کرتے اپنی ساتھ دعا کے پس نازل
ہوئی یہ آیت اور مراد اوس سے اوسکے معنی لغوی ہیں ختم ہوا کلام اوسکا
اور تفصیل کی ہی اوسکی ابن حجر نے فتح الباری میں زیادہ اس سے اور
نیز جواب اوسکا باین طور ہی کہ تفسیر آیت کی مختلف فیہ ہی کیونکہ روایت
کیا ہی امام بخاری اور مسلم اور غیر اونکے نے ابن عباس رضہ سے بیچ تفسیر قول
اوس باری تعالی کے ولا تجهر بصلوتک آخر آیت تک کہا ابن عباس نے
نازل ہوئی یہ آیت اور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم پوشیدہ تھے مکہ میں
اور تھے آپ جب نماز پڑھتے ساتھ صحابہ اپنے کے تو بلند کرتے آواز اپنی
ساتھ قرآن کے پھر تھے مشرک لوگ جب سنتے اسکو تو گالیاں دیتے قرآن کو اور اسکے
جس نے اتارا اسکو اور اسکو جو کہ لایا اسکو پس فرمایا اللّٰہ تعالی نے واسطے نبی اپنے کے اور مت

جہر نہ کر اپنی نماز کو یعنی اپنی قراءت کو پس سنیں گے اوسکو مشرکین پس گالیاں دیں گے وہ قرآن کو اور مت پوشیدہ کر اوس کو

[1] یعنی جبکہ صلوۃ کے معنی دعا کے ہوئے تو سب نماز دعا نہیں ہے بلکہ بعض اجزا نماز کا دعا ہے اور بعض نہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

[2] یعنی حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنہا کی حدیث میں دعا عام ہی کہ خارج ہو یا کہ داخل نماز میں اور اس حدیث نے خاص کر دیا کہ خاص تشہد کی
دعا کا یہ حکم ہی نہ اور کا واللّٰہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ [3] یعنی اللّٰہ تعالی اور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اور جبرئیل کو ۱۲ منہ عفی عنہ

اصحابك وابتغ بين ذلك سبيلا انتهى وقال الامام
النووي في شرح صحيح مسلم ذكر مسلم حديث
ابن عباس وهو ظاهر فيما ترجم له وهو مراد مسلم
بادخال هذا الحديث ههنا وذكر حديث عائشة
ان الاية نزلت في الدعاء واختاره الطبري وغيره
لكن المختار الاظهر ما قال ابن عباس انتهى و
اخرج سعيد بن منصور من طريق صحابي لم يسم
رفعه في تفسير هذه الاية لا ترفع صوتك في
دعائك فتذكر ذنوبك فتعير بها نقله ابن حجر
وبالجملة فهذه الاية بل وحديث عائشة في
شان نزولها لا تعلق لهما باثبات جهر التامين
بل الحق ان جهر التامين شيء اجنبي من القران
من اوله واخره والله اعلم المقصد الثاني
في الاستدلال بالاحاديث النبي صلى الله عليه
وسلم واثار الصحابة رضي الله تعالى عنهم و
التابعين ومن بعدهم رحمة الله تعالى
عليهم اجمعين مع الجواب عنها ولنذكر
اولا مقدمة وتمهيدا ليسهل الجواب ثانيا
اما المقدمة فاعلم ايها اللبيب اللبيب

اصحابہ سے اور طلب کر درمیان[۱] اوس کے طریقہ کو اور کہا امام نووی نے
شرح صحیح مسلم میں کہ ذکر کیا مسلم نے حدیث ابن عباس رض کو
اور وہ حدیث ظاہر ہی اوسمیں جس کا ترجمہ کیا ہے اور وہی
مراد مسلم کی ہی ساتھ داخل کرنے اس حدیث کے اس جگہ میں اور
ذکر کیا حدیث حضرت عائشہ کو کہ آیت نازل ہوئی ہی دعا میں
اور اختیار کیا ہی اوسکو طبری نے اور غیر اوسکے نے مگر مختار زیادہ ظاہر وہ
ہی جو کہ تفسیر کی ہی ابن عباس رض نے ختم ہوا کلام امام نووی کا اور روایت
کیا ہی سعید بن منصور نے ایک صحابی سے کہ نہ نام لیا اوسکا مرفوعاً کیا
اوسکو بیچ تفسیر اس آیت کو نہ بلند کر آواز اپنی کو دعا اپنی میں پس ہاں و
کریگا تو گناہ اپنے پس عار پاویگا تو ساتھ اوسکے نقل کیا اسکو ابن حجر نے
اور مجمل بات یہ ہی کہ یہ آیت بلکہ حدیث حضرت عائشہ رض کی جو کہ اوسکی
شان نزول میں ہی کچھ تعلق اونکو نہیں ساتھ ثابت کرنے جہر آمین کے
بلکہ حق یہ ہی کہ جہر آمین ایک اجنبی[۲] چیز ہی قرآن سے اسکی اول سے آخر
تک واللہ اعلم بالصواب مقصد دوسرا بیچ استدلال کو احادیث نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو اور تابعین کو اور
جو کہ اون کے بعد ہیں رحمت کرے اللہ تعالیٰ اون سب پر مع
جواب کے اون سے اور ہم ذکر کرتے ہیں اول ایک مقدمہ اور
تمہید تو کہ آسان ہو جواب اون کا دوسری مرتبہ میں پس
مقدمہ پس معلوم کر اے دانا کہ میں نے خریج کی ہی

[۱] یعنی نماز میں قراءۃ درمیانہ طور پر ادا کر ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] وجہ اوسکی یہ ہی کہ نہ قاعدہ کلیہ ہی کہ اصل دعا کا جہر ہی اور نہ کوئی آیت خاص کر کے
وارد ہوئی ہی کہ آمین نماز جہر طور پر ہو اور نہ یہ ثابت ہے کہ آمین دعا ہر گز نہیں ہر حال جہر آمین نماز میں کتاب اللہ تعالیٰ کے مخالف ہی واللہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ

عبادی حتی قال في قريب الاية ورواه ابن جرير عن محمد بن حميد الرازي عن جرير به ورواه ابن مردويه وابو الشيخ من حديث محمد بن حم

الجهد فی دلالة جهر التامين جهدًا بليغًا ولكن
لم يثبت لی الی الآن جهر التامين بالحديث
القولی بان يكون الشارع قد رغب فی جهره او
رتب الثواب المزيد عليه ما لم يترتب علی الاخفاء
وكذلك لم يثبت الی الآن ان الصحابة رضی
الله تعالیٰ عنهم كانوا يجهرون بالتامين خلف
رسول الله صلی الله عليه وسلم ولو مرة فلو
كان جهر التامين سنة او مستحبة او اولیٰ
من الاخفاء لثبت هذان الامران واما
التمهيد فاعلم انی قد تتبعت احاديث
جهر التامين فلم يثبت الا ان الجهر ليس
بمقصود ولا غرض للشارع بل هو امر وقع
منه صلی الله عليه وسلم بلا قصد التشريع
بل علی غرض التعليم كما دل عليه قصة
وقوعه وهی ان وائل بن حجر يقول ان رسول
الله صلی الله عليه وسلم كان يصلی بالناس
فلما فرغ عن قوله ولا الضالين قال آمين
وجهر بها بحيث سمع منه من كان خلفه من
الصحابة ممن كان يليه من الصف الاول

طاقت مرے تتبع ادلہ جہر آمین کی تتبع بہت مگر نہیں ثابت
ہوا واسطے میرے اب تک جہر کرنا آمین کا ساتھ حدیث
قولی کے بایں طور کہ شارع نے رغبت دی ہو اوسکی جہر میں اور
یا کہ مرتب کیا ہو ثواب زیادہ اوسپر جسقدر کہ نہیں مرتب اخفا پر
اور اسیطرح نہیں ثابت ہوا اب تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جہر
کرتے ساتھ آمین کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو پس اگر ہوتا جہر کرنا آمین کا
سنت یا کہ مستحب یا کہ اولی اخفا سے تو البتہ ثابت
ہوتے یہ دونوں[۱] امر واللہ اعلم بالصواب اور اما تمہید
پس جان تو کہ میں نے تتبع کیا ہی جہر آمین کی حدیثوں کو
پس نہیں ثابت ہوا مگر یہ کہ جہر کرنا نہیں مقصود اور نہ
غرض شارع کی بلکہ وہ ایک ایسا امر ہی کہ واقع ہوا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر قصد تشریع کی بلکہ تعلیم کی غرض پر
جیسا کہ دلالت کرتا ہی اوسپر قصہ وقوع آمین کا اور وہ
یہ کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تھے نماز پڑھاتے لوگوں کو پس جبکہ فارغ
ہوئے آپ قول اپنے ولا الضالین سے فرمایا آپ نے
آمین اور جہر کیا آپ نے ساتھ اوسکی اس حیثیت پر کہ سنا آپسے
اون لوگوں نے جو کہ تھے پیچھے آپکے صحابہ میں سے جو کہ ملتے تھے آپکو صف اول

۱؎ غرض کہ جب صحیح سند کیساتھ نہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قولی میں جہر کی ترغیب دی اور خود صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی پیچھے آپکے جہر آمین کا سند صحیح وارد نہوا تو معلوم ہوا کہ یہ امر کچھ مستحب اور اولی نہیں بلکہ اپنے اصل پر باقی رہا کہ آمین دعا ہی اور اصل دعا کا اخفا ہی واللہ اعلم ۱۲ منہ

فلمّا قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم سمع اللّٰہ لمن حمدہ فعطس رجل من المؤتمین خلفہ و هو رفاعۃ بن رافع الزرقیّ کما ھو مصرّح عند النّسائی وغیرہ من حدیث رفاعۃ نفسہ وقال ربّنا لك الحمد حمدًا کثیرًا طیّبًا مبارکًا فیہ ونحو ذلك من الالفاظ فسمع رسول اللّٰہ صلّی علیہ وسلّم ذلك منہ فلمّا انصرف النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم من صلوتہ قال من المتکلم بکلمۃ کذا وکذا فقال رفاعۃ بن رافع انا یا رسول اللّٰہ فبشّرہ النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم بانّ فوقك ھذا قد ابتدرھا بضعۃ عشر ملکًا ایّھم یأخذھا اوّلًا کما ھو مذکور فی موضعہ وقصّۃ حدیث رفاعۃ متحدۃ مع قصّۃ حدیث وائل بن حجر کما ھو المصرّح عند النّسائی فی تحدیث جھر التّامین من طریق عبد الجبّار بن وائل عن وائل وقد صرّح رفاعۃ بن رافع انّ وقوع قصّۃ

میں سے پھر جبکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمع اللہ لمن حمدہ پس چھینک لی ایک مرد نے اونمیں سے جوکہ پیچھے آپ کے تھے اور وہ رفاعہ بن رافع زرقی تھے جیساکہ وہ تصریح کیا گیا ہے نزدیک نسائی کے اور غیر اوسکے کے حدیث خود رفاعہ کی سے اور کہا رفاعہ رض نے ربّنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ اور مانند اسکے الفاظ سے پس سنا وہ کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس شخص سے پس جبکہ پھرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فرمایا کہ کون ہے کلام کرنیوالا ساتھ کلمہ فلانے اور فلانے کے پس کہا رفاعہ بن رافع رض نے میں ہوں یا رسول اللہ پس بشارت دی اوسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باین طور کہ کہنا تیرا اس کلمہ کو جلدی کی ہے ساتھ اوسکے دس اور چند فرشتوں نے کہ کون سا اوسکا پکڑے اوسکو اوّل جیساکہ وہ مذکور ہے اپنی جگہ میں اور قصہ حدیث رفاعہ کا متحد ہے ساتھ قصہ حدیث وائل بن حجر کے جیساکہ وہ صریح ہے نزدیک نسائی کے بیچ حدیث جہر بالتامین کے طریقہ عبد الجبار بن وائل سے اور تصریح کی ہے رفاعہ بن رافع رض نے کہ وقوع قصہ

لہ قلت ورود قول رفاعہ بن رافع حین عطس لہ فقد اخرج الترمذی فی جامعہ حدثنا قتیبۃ بن سعید نا رفاعۃ بن یحیی بن عبد اللہ بن رفاعۃ بن رافع الزرقی عن عم ابیہ معاذ بن رفاعۃ عن ابیہ قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعطست فقلت الحمد للہ حمدا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما یحب ربنا ویرضی فلما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانصرف فقال من المتکلم فی الصلوۃ فلم یتکلم احد ثم قالہا الثانیۃ ... من المتکلم فی الصلوۃ فقال رفاعۃ بن رافع بن عفراء انا یا رسول اللہ قال کیف قلت قال الحمد للہ حمدا الخ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لقد ابتدرہا بضعۃ وثلاثون ملکا ایہم یصعد بہا قال الترمذی وفی الباب عن انس ووائل بن حجر وعامر بن ربیعۃ ۱۲ منہ ٭ قلت اتحاد حدیث وائل بن حجر مع حدیث القائل ربنا لک الحمد حمدا کثیرا الخ فقد اخرج النسائی فی سننہ عن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ قال صلیت خلف رسول اللہ صلعم فلما کبر رفع یدیہ حتی بلغ حسن اذنیہ فلما قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین فسمعتہ وانا خلفہ فسمع رسول اللہ صلعم رجلا یقول الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ فلما سلم النبی صلعم من صلوتہ قال من صاحب ہذہ الکلمۃ فی الصلوۃ فقال الرجل انا یا رسول اللہ وما اردت بہا باسا قال النبی صلعم لقد ابتدرہا اثنا عشر ملکا فما نہنہا شیء دون العرش انتہی ۱۲ منہ عفی عنہ ٭ تعداد ملائکہ میں اس حدیث میں اختلاف ہے کسی میں زیادہ کسی میں کم مگر وہ سبب تصرف رواۃ کا ہے کیونکہ قصہ ایک ہی بار واقع ہوا ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ عفی عنہ

ربّنا ولك الحمد كان يومًا فقط [۱] لا أزيد منه وأفاد بشر بن عمر الزهراني في روايته عن رفاعة بن يحيى أنّ تلك الصّلوٰة كانت المغرب على ما حققه الحافظ ابن حجر في فتح الباري تحت حديث رفاعة فهٰذا القدر هو الثابت من حديث جهر التأمين لا أزيد منه إلّا أنّ الرواة قد تصرّفوا في بيان أدائه بصيغ مختلفة والفاظ متعدّدة فمرّة يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلّم قال آمين ومرّة يقول أنّه قال آمين فسمعناها منه ومرّة يقول قال آمين ومدّ بها صوته فقد مرّة يقول ورفع بها صوته ومرّة يقول فجهر بآمين ومرّة يقول وسمعته وأنا خلفه ومرّة يقول قال آمين يرفع بها صوته ومرّة يقول قال آمين حتى يسمع من يليه من الصّف الأوّل ومرّة يقول كان النبيّ صلى الله عليه وسلّم إذا فرغ من أمّ القرآن رفع صوته وقال آمين

ربّنا لك الحمد کا تھا ایک ہی روز فقط [۱] نہ زیادہ اوس سے اور فائدہ دیا ہے بشر بن عمر زہرانی نے اپنی روایت میں رفاعہ بن یحیی سے کہ وہ نماز تھی مغرب کی بنا کرنے کر اوپر جو تحقیق کیا ہی اوس کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نیچے حدیث رفاعہ رض کے پس اسی قدر وہ ثابت ہے جہر آمین میں نہ زیادہ اوس سے مگر راویوں نے تصرف کیا ہے بیچ بیان ادا کرنے اوس کے کے ساتھ صیغوں مختلفہ کے اور الفاظ متعددہ کے پس کبھی کہتا ہی کہ سنا ہی میں نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا آپ نے آمین اور کبھی کہتا ہی کہ فرمائی آپ نی آمین پس سنا ہم نے اوسکو آپ سے اور کبھی کہتا ہی کہ فرمائی آپنے آمین ور درازکی آواز اپنی ساتھ اوسکو اور کبھی کہتا ہی بلند کی آپنے ساتھ اوسکی آواز اپنی اور کبھی کہتا ہی پس جہر کیا آپنے ساتھ آمین کی اور کبھی کہتا ہی کہ سنا میں نے اوس آمین کو اور میں آپکے پیچھے تھا اور کبھی کہتا ہی فرمائی آپنے آمین بلند کرتے ساتھ اوسکی آواز اپنی اور کبھی کہتا ہی کہ فرمائی آپنے آمین یہانتک کہ سنا اوسکو ان لوگوں نے جو ملتے تھے آپکو صف اول میں سے اور کبھی کہتا ہی کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ ہوتے ام القرآن سے بلند کرتے آواز اپنی اور فرماتے آمین

---

[۱] قلت خرج ابو داود والبخاري والنسائي عن رفاعة بن رافع قال كنا يومًا نصلّي وراء رسول الله صلى الله عليه وسلم فلمّا رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه من الركوع قال سمع الله لمن حمده قال رجل وراءه اللّٰهم ربّنا لك الحمد حمدًا كثيرًا طيّبًا مباركًا فيه فلمّا انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من المتكلّم بها آنفًا فقال الرجل أنا يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد رأيت بضعة ... ... وثلاثين ملكًا يبتدرونها أيّهم يكتبها أوّل انتهى ۱۲ منه ۱۲ اور بڑی سو بڑی دلیل

وقوع ہونا اوسکی ایک روز یہ زیادہ ہے کہ صحابی صاحب قصہ کا نام ذکر کرتے ہیں تو بجز رفاعہ بن رافع کو کسی کا نام نہیں مقرر کرتا اور جبکہ نام ذکر نہیں کرتو تو مختلف صیغوں کو ساتھ بیان کرتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ واقع ایک بار ہوا تھا اور بیان میں کم و بیش کیا ہی ۱۲ منہ عفی عنہ

ونحوه ذلك من الالفاظ بالتصرفات المتعددة
بحيث يحصل من مجموع ماذكرنا ان وقوع
جهر التامين كان مرة كما يدل عليه اتحاد
قصته مع قصة رفاعة بجهر ربنا ولك الحمد الخ
نعم ان الرواة قد تصرفوا بالالفاظ منتشتة لا
يثبت منها تعدد وقوعها ولا الترغيب من
الشارع الى الجهر بها فعلم ان الجهر ليس بمقصود
ولا غرض اذا تمهد هذه المقدمة والتمهيد
فنقول ان القائلين بسنية الجهر قد استدلوا
على ماذهبوا اليه باحاديث جمع من الصحابة رض
فمنهم عائشة وابن عباس رضي الله عنهما في
حديث حسد اليهود على السلام والتامين
.... والجواب عنهما ان
حديث ابن عباس ضعيف جدا وحديث
عائشة رضي الله عنها دليل لنا عليهم لانهم

اور مانند انکی الفاظ سے ساتھ تصرفات متعددہ کی بایں طور کہ
حاصل ہوتا ہے مجموع اوس چیز سے جو کہ ہمنے ذکر کیا ہے کہ وقوع
جہر آمین کا تھا ایک ہی بار جیسا کہ دلالت کرتا ہے اوسپر متحد ہونا
قصہ اوسکی کا ساتھ قصہ رفاعہ رض کی ساتھ جہر کرنی لفظ ربنا لک
الحمد الخ کی البتہ راویوں نے تصرف کیا ہے ساتھ الفاظ مختلفہ کی نہیں
ثابت ہوتا ہے اوس سے تعدد وقوع اوسکا اور نہ ترغیب کسی شرع کی
شارع علیہ السلام سے طرف جہر اوسکیکی پس معلوم ہوا کہ جہر کرنا نہیں مقصود
اور نہ کچھ غرض ہے جبکہ ممہد ہو چکا یہ مقدمہ اور تمہید[1] پس کہتے ہیں
ہم کہ قائلین ساتھ جہر آمین کی دلیل پکڑتے ہیں اوسپر جو کہ گئی
ہیں طرف اوسکی ساتھ احادیث ایک جماعت کی صحابہ رضی اللہ عنہم
سے پس اونمیں سے ہیں حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما
نہیچ حدیث حسد کرنی یہود کی سلام اور آمین پر .. ..
.. .. اور جواب اون دونکا
یہ ہے کہ حدیث ابن عباس رض کی نہایت ضعیف ہے اور حدیث
عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل ہماری ہے اوپر سند اون کی

بحث حدیث حسد الیہود علی التامین

[illegible]

سلہ غرض اس مقدمہ اور تمہید سے چند امور کا ثابت کرنا ہے اول یہ کہ قصہ جہر آمین کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متحد ہے ساتھ قصہ رفاعہ کی کہ اوسنے بلند آواز سے ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا الخ کہا تھا آپ کے پیچھے دوسرا یہ کہ جب وقوعہ ربنا لک الخ کا ایک بار ہوا تھا تو جہر آمین آپ کا جو کہ متحد ہے ساتھ اوس کی وہ بھی تمام عمر بھر میں ایک بار ہوا تیسرا یہ کہ سبب کہنے رفاعہ بن رافع کا اوس کو چھینک کا آنا تھا جس سے ثابت ہوا کہ یہ قصد سے نہیں ہوا تو اسی طرح جہر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کو بطور قصد کی نہیں ہوا۔ چوتھا یہ کہ جب ربنا لک الحمد الخ جس کو آنحضرت نے سنکر بشارت دی اور اوس پر ترغیب فرمائی ساتھ حدیث قولی کے عموم طور پر جب اوس کا جہر کرنا خاص کر کے مقتدی کو جس کا یہ قصہ ہے مسنون اور مستحب کسی کے نزدیک نہیں ہے تو جہر کرنا آمین کا جو کہ ایک بار تمام عمر میں وارد ہوا ہے کس طرح مسنون اور مستحب قرار دیا جاوے کیونکہ اصول حدیث میں قاعدہ ہے الفعل لا عموم لہ کما قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری فی مواضع متعددۃ وغیرہ من الفقہاء والمحدثین اور اگر کوئی شخص بہت سی بحث مباحثہ کرے تو وہ تمام عمر میں ایک بار وہ بھی فقط نماز [illegible] میں اور وہ بھی فقط امام ہونے کی حالت میں نہ غیر میں [illegible] کیونکہ سنت سے تجاوز کرنا منع ہے جیسا کہ اسمیں تعمق کرنا منع ہے واللہ اعلم [illegible]

علینا ۔۔۔۔۔۔۔۔ ومنهم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فاخرج ابن ماجۃ فی سننہ حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ ثنا حمید بن عبد الرحمان ثنا ابن ابی لیلی عن سلمۃ بن کهیل عن حجیۃ بن عدی عن علی رض قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال ولا الضالین قال آمین انتھی والجواب عنہ ان حجیۃ بن عدی صدوق یخطئ من الثالثۃ انتھی کما فی التقریب وابن ابی لیلی ھو محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی سیئ الحفظ کثیر الخطاء عندھم بحیث لا یحتجون بہ کما ھو عند الترمذی والبخاری فی رسالۃ رفع الیدین وسائر کتب اسماء الرجال وحالہ مشھور عند الکل وعلی تقدیر صحتہ فالحدیث لا یدل علی الجھر بنفس قولہ سمعت ولذا کان مذھب علی رضی اللہ عنہ عدم الجھر بالتامین کما مر اثرہ فی ادلۃ الاخفاء والراوی اذا خالف مرویہ فالعبرۃ لعملہ لا لمرویہ ولذا قال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل سالت ابی عن ھذا الحدیث قال ھذا عندی خطاء و ابن ابی لیلی سیئ الحفظ انتھی کذا نقلہ صاحب فتح المبین ومنھم ام الحصین رضی اللہ عنہا

ہم پر ۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اونمیں سی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ پس روایت کیا ہی ابن ماجہ نی اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو عثمان بن ابی شیبہ نی کہا حدیث کی ہمکو حمید بن عبد الرحمن نی کہا حدیث کی ہمکو ابن ابی لیلی نی اوسنی سلمہ بن کہیل سی اوسنی حجیہ بن عدی سی اوسنی علی رضی اللہ سی کہا حضرت علی رض نی کہ سنا میں نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ کہا ولا الضالین کہا آمین ختم ہوا کلام اوسکا اور جواب اوسکا یہ ہی کہ حجیہ بن عدی صدوق خطا کرتا ہی طبقہ ثالثہ سی انتہی جیسا کہ تقریب میں ہے اور ابن ابی لیلی وہ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی ہی خراب حفظ والا بہت خطا والا نزدیک اونکی بایں طور کہ نہیں حجت پکڑتے وہ لوگ ساتھ اوسکی جیسا کہ نزدیک ترمذی کی ہے اور نزدیک بخاری کی رسالہ رفع یدین میں اور باقی تمام کتب اسماء الرجال میں اور حال اوسکا مشہور ہی سب کے نزدیک اور اوپر تقدیر صحت اوسکی کی پس حدیث نہیں دلالت کرتی جہر پر ساتھ فقط قول اوس رضی اللہ عنہ کی جو کہ سمعت ہی اور اسیو سطی تھا مذہب علی رض کا نہ جہر کرنا ساتھ آمین کے جیسا کہ گذر چکا اثر اونکا اخفا کی دلیلوں میں اور راوی جب مخالف ہو روایت اپنی کا پس اعتبار واسطی عمل اوسکی کی ہو نہ واسطے روایت اوسکی کی اسیو سطی کہا ابن ابی حاتم نے کتاب العلل میں سوال کیا میں نی اپنی باپ سی اس حدیث سی پس کہا یہ حدیث خطا ہی اور ابن ابی لیلی خراب حفظ والا ہی انتہی نقل کیا اسکو صاحب فتح المبین نے اور اون ہی سی ہیں ام الحصین رض

ص و ابن ابی لیلی ... (marginal handwritten notes, largely illegible)

فاخرج اسحاق بن راھویہ من طریق اسمٰعیل[۱] بن مسلم المکیؒ[۲] عنھا انھا صلت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال امین فسمعتہ وھی فی صف النساء کذا نقلہ الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الھدایۃ وروی الطبرانی فی معجمہ الکبیر ولفظہ ھذا وعن ام الحصین انھا کانت تصلے خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صف النساء فسمعتہ یقول الحمد للہ الی قولہ ولا الضالین قال امین حتی سمعتہ وانا فی صف النساء وکان یکبر اذا سجد واذا رکع نقلہ صاحب التامین بالتامین فی رسالتہ والجواب عنہ ان فی اسناد ھذا الحدیث اسماعیل بن مسلم المکیؒ وھو ضعیف قال الحافظ ابن حجر فی تقریبہ اسماعیل بن مسلم المکی ابو اسحاق کان من البصرۃ ثم سکن مکۃ وکان فقیھا ضعیف الحدیث من الخامسۃ انتھے وقال الترمذیؒ فی جامعہ اسماعیل بن مسلم المکیؒ یضعف فی الحدیث من قبل حفظہ انتھی وقال

پس روایت کیا ہی اسحاق بن راھویہ نے طریق اسماعیل بن مسلم مکی سے اونسے ام الحصین ہے کہ ام الحصین رضی اللہ عنہا نے نماز گذاری پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس جبکہ کہا آپنے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فرمایا آپنے آمین پس سنا اونسے آمین اور وہ عورتوں کی صف میں تھی اسی طرح نقل کیا اوسکو حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث الہدایہ میں اور روایت کیا ہی طبرانی نے معجم کبیر میں اور لفظ اوسکا یہ ہی روایت ہے ام الحصین رضہ سے کہ وہ نماز پڑھتی پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں کی صف میں پس سنا میں نے آپ کو پڑھتے تھے الحمد للہ سے قول و سبحانہ تعالی کو ولا الضالین تک کہا آپنے آمین یہانتک کہ سنا میں نے اوس آمین کو اور میں عورتوں کی صف میں تھی اور تھے تکبیر کہتے جب سجدہ کرتے اور رکوع کرتے نقل کیا ہے اوسکو مصنف رسالہ التامین بالتامین نے اور جواب اوسکا یہ ہی کہ اوسکی اسناد میں اسمٰعیل بن مسلم مکیؒ ہی اور وہ ضعیف ہی کہا حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب میں اسماعیل بن مسلم مکیؒ ابو اسحاق تھا بصرہ سے پھر سکونت کی اونہوں نے مکہ میں اور تھا فقیہ ضعیف حدیث والا طبقہ پانچویں میں سے انتہے اور کہا ترمذیؒ نے اپنی جامع میں کہ اسمٰعیل ابن مسلم مکیؒ ضعیف کیا جاتا ہی حدیث میں سبب حفظ اوسکے کے انتہی اور کہا

جواب حدیث ام الحصین ۹

[۱] قلت اسنادہ ہکذا اخبرنا النضر بن شمیل ثنا ہارون الاعور عن اسماعیل بن مسلم عن ابی اسحاق عن ابن ام الحصین عن امہ الحدیث کذا نقلہ الامام الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایہ ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] قلت و فی سندہ ہارون الاعور وہو رافضی غال فی الرفض قال الذہبی فی میزانہ ہارون بن سعد العجلی صدوق فی نفسہ لکنہ رافضی بغیض روی عباس عن ابن معین قال ہارون بن سعد من الغلاۃ فی التشیع روی عن عبد الرحمن بن ابی سعید الخدری وعنہ محمد بن ابی حفص العطار والمسعودی و الحسن بن حی قال ابو حاتم لا باس بہ انتہی کلام الذہبی ۱۲ [۳] التامین بالتامین ایک رسالہ ہے تصنیف کسی غیر مقلد کا اثبات جہر بالتامین کے باب میں ۱۲ منہ عفی عنہ

ابن حجر فی تخریج احادیث الهدایة فی باب الوتر تحت حدیث عائشة وتر اللیل ثلاث فیه اسمٰعیل ابن مسلم المکّی وهو واه انتهی قلت من اراد البسط فعلیه بمیزان الذهبی[1] ومنهم وائل ابن حجر رضی الله عنه ولحدیثه طریقان الطریق الاوّل اخرج ابن ماجة فی سننه حدّثنا محمّد ابن الصّباح وعمّار بن خالد الواسطی قالا حدّثنا ابوبکر بن عیاش عن ابی اسحاق عن عبد الجبّار ابن وائل عن ابیه قال صلّیت مع النبیّ صلی الله علیه وسلّم فلمّا قال ولا الضّالّین قال آمین فسمعناها منه واخرج النسائی فی سننه اخبرنا قتیبة ثنا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن عبد الجبّار بن وائل عن ابیه قال صلّیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلّم فلمّا افتتح الصّلوة کبّر ورفع یدیه حتّی حاذتا اذنیه ثمّ یقرأ الفاتحة فلمّا فرغ منها قال آمین یرفع بها صوته واخرج النسائی اخبرنا عبد الحمید بن محمّد ثنا مخلد ثنا یونس بن ابی اسحاق السبیعی عن ابیه عن عبد الجبّار

ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ میں بیچ باب وتر کے نیچے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہ وتر رات کی تین رکعت ہیں اوسکی سناد میں اسمٰعیل بن مسلم مکی ہے اور وہ واہی حدیث والا ہے انتہے میں کہتا ہوں جو چاہے بسط پس لازم پکڑے میزان ذہبی کو اور ان میں سے ہیں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور واسطے حدیث انکے دو طریق ہیں طریق اوّل پس روایت کیا ہے ابن ماجہ نے اپنی سُنن میں حدیث کی ہمکو محمد بن صباح اور عمار بن خالد واسطی نے کہا ان دونوں نے حدیث کی ہمکو ابوبکر بن عیاش نے اوسنے ابو اسحاق سے اوسنے عبد الجبّار سے اوسنے اپنے باپ سے کہا وائل ابن حجر رض نے نماز گذاری میں نے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پس جبکہ پڑھا آپ نے ولا الضّالّین فرمایا آپنے آمین پس سنا ہمنے وہ آمین آنحضرت صلعم سے اور روایت کیا ہے نسائی نے اپنی سنن میں خبر دی ہمکو قتیبہ نے کہا حدیث کی ہمکو ابو الاحوص نے اوسنے ابو اسحاق سے اوسنے عبد الجبّار بن وائل سے اوسنے اپنے باپ سے کہا وائل بن حجر رض نے نماز گذاری میں نے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس جب شروع کی آپنے نماز تکبیر کہی اور رفع یدین کیا یہانتک کہ برابر ہوئے دونو کانوں آپکے کو پھر فاتحہ کو پڑھا پس جب فارغ ہوئے اوس سے کہا آمین بلند کیا ساتھ اوسکے آواز کو اور روایت کیا ہے نسائی نے خبر دی ہمکو عبد الحمید بن محمد نے کہا حدیث کی ہمکو مخلد نے کہا حدیث کی ہمکو یونس بن ابی اسحاق سبیعی نے

بحث حدیث وائل بن حجر رض

[1] قلت کلام الذهبی هکذا قال ابو زرعة بصری ضعیف سکن مکة وقال احمد وغیره منکر الحدیث وقال النسائی وغیره متروک وقال الفلاس کان یحیی وعبد الرحمن لا یحدثان عنه وقال ابن المدینی سمعت یحیی وسئل عن اسمعیل بن مسلم المکی قال کان لم یزل مختلطا یحدث بالحدیث الواحد علی ثلاثة اضرب وروی عباس عن ابن معین اسماعیل بن مسلم المکی لیس بشئ وعن علی المدینی لا یکتب حدیثه وقال السعدی واه جدا انتهی کلام الذهبی مختصرا ملخصا غایة الاختصار

ابن وائل عن ابيه قال صليت خلف رسول
الله صلى الله عليه وسلم فلما كبر رفع يديه
اسفل من اذنيه فلما قرأ غير المغضوب
عليهم ولا الضالين قال آمين فسمعته
وانا خلفه فسمع رسول الله صلى الله عليه
وسلم رجلا يقول الحمد لله حمدا كثيرا
طيبا مباركا فيه فلما سلم النبى صلى
الله عليه وسلم من صلوته قال من صاحب
هذه الكلمة فى الصلوة فقال الرجل انا يا رسول
الله صلى الله عليك وسلم وما اردت بها
بأسا قال النبى صلى الله عليه وسلم لقد ابتدرها
اثنا عشر ملكا فما نهنهها دون العرش واخرج
الدارقطنى فى سننه حدثنا عبد الله بن جعفر
بن حشيش ثنا الحسن بن احمد بن شعيب
حدثنا محمد بن مسلمة عن ابى عبد الرحيم
عن زيد بن ابى انيسة عن ابى اسحاق عن
عبد الجبار بن وائل عن ابيه قال صليت
خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال فلما قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين

اونسے اپنے باپ سے کہا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی
میں نے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس جبکہ تکبیر کہی رفع
یدین کیا نیچے دونو کانوں اپنے کے پس جبکہ پڑھا آپ نے غیر
المغضوب علیہم ولا الضالین فرمایا آپ نے آمین پس سنا
میں نے اوس آمین کو اور میں پیچھے آپکے تھا پس سنا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص[۱] کو کہتا ہے الحمد للہ حمدا
کثیرا طیبا مبارکا فیہ پس جبکہ سلام پھیرا نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنی نماز سے فرمایا کون ہے صاحب ان کلموں
کا نماز میں پس کہا اوس شخص نے میں ہوں یا رسول اللہ اور
نہیں ارادہ کیا میں نے ساتھ اوسکے برائی کا فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے البتہ جلدی کی اون کلمات کو بارہ[۱۲] فرشتوں نے
پس نہ روکا اونکو ورے عرش مجید سے اور روایت کیا ہے
دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن جعفر
ابن حشیش نے کہا حدیث کی ہمکو حسن بن احمد بن شعیب نے
کہا حدیث کی ہمکو محمد بن مسلمہ نے اونسے ابو عبد الرحیم سے اوس نے
زید بن ابی انیسہ سے اونسے ابو اسحاق سے اونسے عبد الجبار
ابن وائل سے اونسے اپنے باپ سے کہا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ
نے نماز گزاری میں نے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
کہا وائل رض نے پس جبکہ کہا آپنے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

[۱] اس حدیث سے متحد ہونا حدیث وائل بن حجر رض کا جو جہر پر کسی قدر دال ہے ساتھ حدیث اوس شخص کے جس نے ربنا لک الحمد حضرت کے پیچھے کہا تھا ثابت ہوا اور وہ شخص رفاعہ بن رافع تھا اور اوسکا وقوعہ فقط ایک بار ہوا ہے تو آمین بالجہر کا وقوعہ بھی ایک ہی بار متعین ہوا وہ بھی برتقدیر ثبوت کے واللہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ

قال آمين مدّ بها صوته والجواب عنه انّ
الحديث غير صحيح وذلك لانّ عبد الجبّار
بن وائل لم يسمع من ابيه فقد قال الحافظ
ابن حجر في تقريبه عبد الجبّار بن وائل بن حجر
بضم المهملة وسكون الجيم ثقة لكنه ارسل
عن ابيه من الثالثة مات سنة اثنتي عشرة
انتهى وقال النسائي في سننه في باب كيفية
الخطبة يوم الجمعة قال ابو عبد الرحمٰن ابو
عبيدة لم يسمع من ابيه شيئا ولا عبد الرحمٰن
بن عبد الله بن مسعود ولا عبد الجبّار بن
وائل انتهى وقد قدّمنا تفصيله في ادلّة الاخفاء
بما لا مزيد عليه فما قال السمعاني في الانساب
في ترجمة وائل بن حجر حدّث عنه بنوه علقمة
وعبد الجبّار انتهى فلا يفيد للخصم فانّه وان
روى عنه ولكنه بالارسال لا بالاتّصال و
امّا ما قال الدارقطني بعد اخراج هذا الحديث
بهذا السند الماضي انّ هذا اسناد صحيح فكلا
امّا غير صحيح فانّ انقطاعه غير مدفوع عنه
وامّا تعصّب محض كما هو عادته فانّه رحمه الله
متعصّب غاية التعصّب لمذهب الشافعي

فرمایا آمین اور دراز کی ساتھ اوسکی آواز اپنی اور جواب اوس
حدیث کا یہ ہے کہ وہ حدیث صحیح نہیں اور وہ اسواسطے کہ
عبد الجبّار بن وائل کو نہیں سماعت ہی اپنی باپ سی کہا حافظ
ابن حجر نے اپنی تقریب میں عبد الجبّار بن وائل بن حجر
ساتھ ضم حاے مہملہ کی اور سکون جیم کے ثقہ ہے مگر اوسنے مرسل
روایت کیا ہی اپنی باپ سے طبقہ ثالثہ کا ہی فوت ہوا سنہ
ایک سو بارہ میں ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا نسائی نے اپنی
سنن میں درباب کیفیت خطبہ روز جمعہ کے کہا عبد الرحمٰن[1]
نے ابو عبیدہ نے نہیں سنا اپنے باپ سے کچھ چیز اور نہ
عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود نے اور نہ عبد الجبّار بن وائل[2]
نے ختم ہوا کلام اوسکا اور تحقیق پہلے بیان کر چکے ہیں ہم تفصیل[3]
اوسکی بیچ باب ادلہ اخفا کی ساتھ اوسقدر کی کہ نہیں زیادتی
ہی اوسپر پس وہ جو کہا ہی امام سمعانی نے کتاب انساب میں
بیچ بیان ترجمہ وائل بن حجر کے کہ حدیث کی ہی اوس سی اوسکو بیٹوں[4]
علقمہ اور عبد الجبّار نے انتہی پس نہیں مفید واسطے خصم کے کیونکہ
اوسنے اگرچہ روایت کیا ہی اوس سی مگر وہ ساتھ ارسال کی ہے
نہ ساتھ اتصال کے اور پیر وہ جو کہا ہی دارقطنی نے بعد تخریج کرنے اس حدیث
کی ساتھ اوسی سند گذری ہوئی کی کہ یہ حدیث صحیح ہی پس کلام اوسکی
صحیح نہیں کیونکہ اوسکا منقطع ہونا دفع نہیں ہوا اور تعصّب محض ہے
جیسی کہ اوسکی عادت ہی کیونکہ وہ رحمۃ اللہ علیہ متعصب ہے نہایت درجہ تعصّب

[1] یعنی ہؤلاء الثلاثة لم یسمعوا من آبائهم شیئا فاحادیث ہؤلاء الثلاثة من آبائهم منقطعة لا متصلة ۱۲ منہ عفی عنہ [2] یعنی خود نسائی نے ۱۲ منہ عفی عنہ [3] غرض کہ ترمذی اور بخاری وغیرہا سے بیان اسکا بالتفصیل گذرا کہ علقمہ کو سماعت نہ وائل بن حجر سے ہے اور عبد الجبار کو نہیں ۱۲ منہ [4] یعنی روایت کو سماع لازم نہیں بلکہ منقطع بھی ہوتی ہے

كما نصّ عليه العلّامة الحلبيّ في شرح المنية

قلت من قال بصحّة سماع عبد الجبّار بن

وائل عن ابيه فكلامه ساقط عن درجة

الاعتبار فقد اخرج ابو داود في سننه في

باب رفع اليدين عن عبد الجبّار بن وائل انّه

قال كنتُ غلاما لا اعقل صلوة ابي فحدّثني

وائل بن علقمة عن ابي وائل بن حجر الحديث

بتمامه وقال الحافظ ابن حجر المراد من وائل

ابن علقمة هو علقمة بن وائل انتهى ما في تقريبه

وبالجملة فالصّحيح انّ علقمة بن وائل له

سماع ورواية عن ابيه لا لعبد الجبّار بن

وائل وبانّ الحديث من مراسيل ابي اسحاق

السّبيعي وقد قال الترمذي في جامعه في

كتاب العلل قال عليّ بن المديني سمعت يحيي

بن سعيد يقول مرسلات ابي اسحاق شبه

لا شيء وبانّ ابا اسحاق لمّا كان من المختلطين

جیساکہ نص کیا ہی اسپر علامہ حلبی نی شرح منیہ میں ۵۱ میں

کہتا ہوں جو شخص قائل ہی ساتھ صحت سماع عبد الجبار بن

وائل کی اپنی باپ سے پس کلام اوسکی ساقط ہی درجہ اعتبار سے

کیونکہ روایت کیا ہی ابو داود نی اپنی سنن میں بیچ باب

رفع یدین کے طریق عبد الجبّار بن وائل سی کہ اوسنی خود کہا ہے

کہ تھا میں لڑکا تھا نہ جانتا تھا میں نماز اپنی باپ کی پس حدیث کی

مجھکو وائل بن علقمہ نے میرے باپ سے جو وائل بن حجر ہے

آخر حدیث تک ساتھ تمام اوسکی اور کہا ابن حجر نی اپنی

تقریب میں کہ مراد وائل بن علقمہ سی اس جگہ وہ علقمہ بن وائل

ہی ختم ہوا کلام اوسکا جو اسکی تقریب میں ہی اور مجمل کلام یہ ہی کہ

علقمہ بن وائل کو سماعت ہی اپنی باپ سی اور روایت نہ واسطے

عبد الجبّار کی اور نیز جواب یہ ہی کہ یہ حدیث منقطع ابی اسحاق ۵۳

سبیعی کی ہی اور تحقیق کہا ترمذی نی اپنی جامع میں بیچ کتاب

العلل کے کہ کہا علی بن عبد اللہ مدینی نی کہ سنا میں نی یحیی بن

سعید کو کہتا تھا کہ مرسلات ابو اسحاق سبیعی کی مثل لا شئی

کی ہیں اور نیز جواب یہ ہی کہ ابو اسحاق ہر گاہ کہ تھا اونمیں سے جو ۵۴

---

۵۱ اور عبارت علامہ حلبی کی یہ ہی ان الآثار والاحادیث تدل علی ان الفرض علی المسافر رکعتان وان الاتمام منکر ولو کان جائز الفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ تعلیما للجواز کما فی الصیام فان قیل قال انس بن مالک کنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسافر فمنا الصائم ومنا المفطر ومنا من یتم ومنا من یقصر وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کل ذلک فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صام وافطر وقصر واتم ... قال ابن الجوزی ... ومنا الصائم ومنا المفطر والزیادۃ من قول زید العمی ولم یخرج الاتمام احد من اصحاب الکتب الستۃ ولا من غیرہم سوی الدارقطنی ... فلما اقسم علیہ ... کذا ذکرہ السروجی فی شرح الہدایۃ انتہی کلام الحلبی ملخصا ۱۲ منہ عفی عنہ ۵۲ غرض کہ عبد الجبار کی کلام سے صاف ظاہر ہو عدم روایت اسکی اپنی باپ سی اور ثبوت سماع اور روایت علقمہ کا ۱۲ منہ عفی عنہ ۵۳ یہ علیحدہ جواب ہے حدیث وائل بن حجر کا جو اس طریق سے ہی ۱۲ منہ عفی عنہ ۵۴ قلت لفظ قال الحافظ ابن حجر فی التقریب عمرو بن عبد اللہ الہمدانی ابو اسحاق السبیعی بفتح المہملۃ وکسر الموحدۃ مکثر ثقۃ عابد اختلط باخرہ من الثالثۃ مات سنۃ تسع وعشرین ومائۃ وقیل قبل ذلک انتہی وقال الامام النووی فی مقدمۃ شرح صحیح مسلم ومن المختلطین بآخرہ عطاء بن السائب وابو اسحاق السبیعی وسعید الجریری وسعید بن ابی عروبۃ وعبد الرحمن بن عبد اللہ المسعودی وربیعۃ استاذ مالک ... وسفیان بن عیینۃ قال یحیی بن سعید اشہد انہ اختلط سنۃ سبع وتسعین وعبد الرزاق بن ہمام عمی فی آخر عمرہ فکان یتلقن ... ۵۵ یہ علیحدہ جواب ہے حدیث وائل بن حجر سے جو کہ طریق نسائی سے ہی ۱۲ منہ

بالخرة قد اختلف فی انّ لفظ الحدیث هل
هو مدّ بها صوته کما فی حدیث الدارقطنی
وهو لا یضرّنا او هو رفع بها صوته والله اعلم
بالصواب الطریق الثانی لحدیث وائل بن
حجر رضی الله عنه اخرج ابوداود فی سننه
حدّثنا محمد بن کثیر ثنا سفیان عن سلمة
ابن کهیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر
قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا
قرأ ولا الضّالین قال آمین ورفع بها صوته
واخرج الترمذی فی جامعه حدّثنا بندار ثنا
یحیی بن سعید وعبدالرحمن بن مهدی قالا
ثنا سفیان عن سلمة بن کهیل عن حجر بن عنبس
عن وائل بن حجر سمعت رسول الله صلی الله
علیه وسلم قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین
وقال آمین ومدّ بها صوته انتهی حدّثنا ابوبکر
محمد بن ابان ثنا عبدالله بن نمیر عن العلاء
ابن صالح الاسدی عن سلمة بن کهیل عن حجر
ابن عنبس عن وائل بن حجر نحو حدیث سفیان
عن سلمة بن کهیل انتهی کلام الترمذی بعینه
واخرج ابوداود فی سننه حدّثنا مخلد بن خالد
الشعیری ثنا ابن نمیر ثنا العلاء بن صالح عن

اخیر عمر میں تو مختلف ہوا وہ الفاظ حدیث میں کہ وہ لفظ مد
بہا صوتہ ہی چنانکہ دارقطنی کی حدیث میں ہے اور وہ ہمکو
مضر نہیں یا وریا کہ وہ رفع بہا صوتہ ہی واللہ اعلم بالصواب
طریق دوسرا واسطے حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے
روایت کیا ابوداؤد نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو محمد بن
کثیر نے کہا حدیث کی ہمکو سفیان نے اوس نے سلمہ بن
کہیل سے اوس نے حجر بن عنبس سے اوسنے وائل بن حجر رضی
کہا وائل بن حجر نے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ
پڑھتے ولا الضالین کہتے آمین اور بلند کرتے ساتھ اوسکی آواز اپنی
اور روایت کیا ترمذی نے اپنی جامع میں حدیث کی ہمکو بندار نے
کہا حدیث کی ہمکو یحیی بن سعید اور عبدالرحمن بن مہدی نے
کہا اون دونوں نے حدیث کی ہمکو سفیان نے اوسنے سلمہ بن کہیل سے
اوسنے حجر بن عنبس سے اوسنے وائل بن حجر رضی کہا وائل بن
حجر نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ پڑھا آپنے غیر
المغضوب علیہم ولا الضالین اور فرمایا آمین اور دراز کی
ساتھ اوسکی آواز اپنی حدیث کی ہمکو ابوبکر محمد بن ابان نے کہا حدیث کی
ہمکو عبداللہ بن نمیر نے اوسنے علاء بن صالح اسدی سے اوسنے سلمہ بن کہیل
سے اوسنے حجر بن عنبس سے اوسنے وائل بن حجر سے مانند حدیث سفیان کی
سلمہ بن کہیل سے انتہی کلام الترمذی بعینہ اور روایت کیا ابوداؤد نے
اپنی سنن میں کہا حدیث کی ہمکو مخلد بن خالد شعیری نے کہا
حدیث کی ہمکو ابن نمیر نے کہا حدیث کی ہمکو علاء بن صالح نے اوسنے

سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر
انه صلى خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم
فجهر بامين وسلم عن يمينه وعن شماله انتهى
واخرجه البخاري في جزء القراءة حدثنا محمود
قال ثنا البخاري قال ثنا عبد الله بن يوسف
قال ثنا سفيان عن سلمة بن كهيل عن حجر
بن عنبس عن وائل بن حجر سمعت النبي صلى
الله عليه وسلم يمد صوته بامين اذا قال
غير المغضوب عليهم ولا الضالين حدثنا
محمود قال ثنا البخاري قال ثنا محمد بن كثير
وقبيصة قالا ثنا سفيان بهذا الاسناد نحوه و
قال ابن كثير في حديثه رفع بها صوته انتهى كلام
البخاري واخرج الدارقطني في سننه حدثنا
عبد الله بن داود السجستاني ثنا عبد الله
ابن سعيد الكندي ثنا وكيع والمحاربي قالا ثنا
سفيان عن سلمة بن كهيل عن حجر ابي العنبس
وهو ابن[1] عنبس عن وائل بن حجر قال سمعت
النبي صلى الله عليه وسلم اذا قال غير المغضوب
عليهم ولا الضالين قال امين يمد بها صوته

سلمہ بن کہیل سے اونہوں نے حجر بن عنبس سے اونہوں نے وائل بن حجر سے
کہ وائل بن حجر نے نماز گذاری پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پس جہر کیا آپ نے ساتھ آمین کو اور سلام دیا داہنے اپنے اور بائیں اپنے
انتہی روایت کیا بخاری نے جزء القراءۃ میں کہا حدیث کی ہمکو
محمود نے کہا حدیث کی ہمکو بخاری نے کہا حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن یوسف نے کہا حدیث کی ہمکو
سفیان نے سلمہ بن کہیل سے اوس نے حجر بن عنبس سے
اونہوں نے وائل بن حجر سے یعنی کہا وائل بن حجر رض نے سنا میں نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز کرتے آواز اپنی ساتھ آمین کے جب پڑھتے
غیر المغضوب علیہم ولا الضالین حدیث کی ہم کو محمود نے
کہا حدیث کی ہمکو بخاری نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن کثیر
اور قبیصہ نے کہا اون دونوں نے حدیث کی ہمکو سفیان نے ساتھ
اس اسناد مثل اسکی اور کہا ابن کثیر نے اپنی حدیث میں بلند کیا
ساتھ اوسکے آواز اپنی کو ختم ہوا کلام بخاری کا اور روایت کیا دارقطنی نے
اپنی سنن میں کہا حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن داؤد السجستانی نے
کہا حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن سعید الکندی نے کہا حدیث کی ہمکو وکیع
اور محاربی نے کہا اون دونوں نے حدیث کی ہمکو سفیان نے اونہوں نے سلمہ بن
کہیل سے اونہوں نے حجر ابی العنبس سے حالانکہ وہ ابن عنبس ہے اونہوں نے وائل
بن حجر سے کہا وائل بن حجر رض نے سنا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب
کہا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فرمایا آپ نے آمین اور دراز کی ساتھ
اوس کے آواز اپنی

[1] قلت فيه رد على البخاري وغيره في قولهم ان حجر ابي العنبس خطاء من شعبة وانما هو حجر بن عنبس انتهى وجه الرد ان سفيان ايضا وافق له في قوله حجر ابي العنبس وهو ابن عنبس فعلم ان كنيته باسم ابيه كما نقلناه عن ابن حبان وغيره فاحفظ هذا فانه من سوانح الوقت ١٢ منه عفي عنه ١٢ ١٢ ١٢ ١٢ ١٢ ١٢ ١٢ ١٢ ١٢

حدثنی یحیی بن محمد بن صاعد ثنا ابن زنجویہ
حدثنا الفریابی ثنا سفیان عن سلمۃ بن کہیل
عن حجر عن وائل بن حجر سمع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یرفع صوتہ بآمین اذا قال غیر
المغضوب علیہم ولا الضالین حدثنا علی بن
عبد اللہ بن مبشر ثنا احمد بن سنان ح وحدثنا
ابو محمد بن صاعد ثنا یعقوب الدورقی قالا
حدثنا عبد الرحمن بن مہدی عن سفیان
بہذا السند مثل حدیث الترمذی بعینہ قال
عبد الرحمن اشد شیء فیہ ان رجلا کان یسأل
سفیان عن ہذا الحدیث فاظن ان سفیان تکلم
ببعض الحدیث والرجل ببعضہ انتہی واخرج
الدارمی فی سننہ اخبرنا محمد بن کثیر اخبرنا
سفیان عن سلمۃ بن کہیل عن حجر بن عنبس
عن وائل بن حجر قال کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اذا قرأ ولا الضالین قال
آمین ورفع بہا صوتہ فہذا الحدیث بہذہ
الاسانید دلیل قوی علی جہر التأمین والجواب
عنہ ان الحدیث بہذا السند لہ طریقان
احدہما طریق سفیان الثوری عن سلمۃ
بن کہیل وثانیہما طریق العلاء بن صالح الاسدی

۱ جیسا کہ ترمذی اور ابوداود کے نزدیک ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

حدیث کی مجھ کو یحیی بن محمد بن صاعد نے کہا حدیث کی ہمکو ابن زنجویہ
نے کہا حدیث کی ہمکو فریابی نے کہا حدیث کی ہمکو سفیان نے اونسے سلمہ
بن کہیل سے اونسے حجر سے اونسے وائل بن حجر سے وائل بن حجر نے
سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند کرتے آواز اپنی ساتھ آمین کے جبکہ
پڑھتے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین انتہی حدیث کی ہمکو علی بن عبد اللہ
بن مبشر نے کہا حدیث کی ہمکو احمد بن سنان نے اور (دوسری سند) حدیث کی ہمکو
ابو محمد بن صاعد نے کہا حدیث کی ہمکو یعقوب الدورقی نے کہا انہوں
نے حدیث کی ہمکو عبد الرحمن بن مہدی نے اونسے سفیان سے ساتھ
اس سند کے مثل حدیث ترمذی کی بعینہ یعنی کہا عبد الرحمن نے بڑی
سخت چیز اوس میں یہ ہے کہ ایک شخص سوال کرتا تھا سفیان
کو اس حدیث سے پس ظن کرتا ہوں کہ سفیان نے کلام کی ہے
ساتھ بعض حدیث کے اور اوس شخص نے ساتھ بعض اوسکے انتہی
اور روایت کیا ہے دارمی نے اپنی سنن میں خبر دی ہمکو محمد بن کثیر
نے کہا خبر دی ہمکو سفیان نے اونسے سلمہ بن کہیل سے اونسے حجر بن عنبس سے
اونسے وائل بن حجر رض سے کہا وائل بن حجر رض نے تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھتے ولا الضالین فرماتے آمین اور
بلند کرتے ساتھ اوسکے آواز اپنی پس یہ حدیث ساتھ ان
سندوں کے دلیل قوی ہے جہر کرنے آمین پر واللہ اعلم اما جواب اس
حدیث سے یہ ہے کہ یہ حدیث ساتھ اس سند کے واسطے اوسکے دو
طریق ہیں ایک انکا طریق سفیان ثوری کا سلمہ بن کہیل سے
اور دوسرا طریق اون دونوں سے العلاء بن صالح اسدی کا

عنہ وکلاھما منظور فیہ اما طریق الثوری ففیہ اما اولا فلان حدیثہ بلفظۃ مد بھا صوتہ ھو الصحیح دون لفظۃ رفع بھا صوتہ وذلک لان ھذہ اللفظۃ شاذۃ لم یذکرھا من اصحاب الثوری الا محمد بن کثیر العبدی وھو وان کان ثقۃ ولکنہ لما خالف جمیع اصحاب الثوری الذین ھم اعلی منہ مرتبۃ واکثر منہ عددا فھذہ اللفظۃ لا شک فی شذوذہ فقد روی عن الثوری یحیی بن سعید القطان وھو احفظ اصحابہ وعبد الرحمن بن مھدی وھو احفظ واتقن من الخلق وعبد اللہ بن یوسف اثبت الناس ووکیع بن الجراح امام الامۃ فی العدالۃ والحفظ والمحاربی وھو من رجال الکتب الستۃ کل ھؤلاء لم یذکر رفع الصوت بل رووا بلفظ مد بھا صوتہ وھذا القدر لا یدل علی الجھر بالتامین کما لا یخفی وتصحیح البخاری والترمذی وغیرھما انما ھو راجع الی لفظۃ

اوس سلمہ بن کہیل سے اور یہہ دونو ہیں نظر ہے اوپر طریق سفیان ثوری کا پس اوسمیں اول اعتراض یہ ہے کہ حدیث اوسکی ساتھ لفظ مد بہا صوتہ وہی صحیح ہے نہ ساتھ لفظ رفع بہا صوتہ کے اور وہ اسواسطے کہ یہ لفظ شاذ ہے نہیں ذکر کیا اوسکو سفیان کے شاگردوں سے مگر محمد بن کثیر عبدی[۱] نے اور وہ اگرچہ ثقہ ہے مگر یہہ گاہ مخالف ہوا تمام اصحاب ثوری کا جو کہ بڑے اعلے ہیں اوس سے ترتیب میں اور اکثر ہیں اوس سے عدد میں پس یہ لفظ نہیں شک ہے اوس کے شذوذ میں کیونکہ روایت کی ہے سفیان ثوری سے یحیی بن سعید القطان نے اور وہ بڑا حافظ ہے تمام شاگردوں اوسکے سے[۲] اور عبد الرحمن بن مہدی اور وہ بڑا حافظ اور اتقان والا ہے تمام خلق سے اور عبد اللہ بن یوسف جو کہ بڑا اثبت ہے لوگونکا اور وکیع بن جراح جو کہ امام ہے تمام امت کا عدالت اور حفظ میں اور امام محاربی اور وہ اشیاخ صحاح ستہ والونکا ہے کل اونکو نے نہیں ذکر کیا رفع الصوت کا بلکہ ذکر کیا ہے لفظ مد بہا صوتہ کا اور اسقدر نہیں دلالت کرتا جہر آمین پر جیسا کہ نہیں مخفی ہے اور صحیح کہنا بخاری اور ترمذی وغیرہما کا راجع ہے طرف لفظ

---

[۱] قلت والشاذ من اقسام الضعیف عند الخصم ۱۲ منہ عفی عنہ

[۲] اس مقام پر ہمارے حنفی مذہب کے علما جو کہ غیر مقلدوں کے مقابلہ میں ہیں اون میں سے بعض نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ محمد بن کثیر ثقفی ہے اور اوس کو ابن حجر وغیرہ نے کثیر الغلط لکھا ہے چنانچہ بڑے بڑے نامی گرامی علما مثل مولوی محمد شاہ اور مولوی محمد عمیر رامپوری وغیرہ ہیں اس پر نص کی ہے مگر وہ حضرات اسمیں سخت غلطی پر ہیں کیونکہ ملازم صحبت سفیان ثوری کا محمد بن کثیر عبدی ہے نہ کہ محمد بن کثیر ثقفی واللہ اعلم

[۳] غرض کہ حفاظ شاگرد سفیان کو لفظ مد بہا صوتہ روایت کرتے ہیں اور اس سے خصم کی مراد حاصل نہیں ہوتی اور لفظ رفع بہا صوتہ سے کسیقدر مراد ثابت ہو سکتی ہے مگر وہ شاذ ہے اور

المدّ دون الرّفع واماثانیافلانّ حدیث الثوریؔ
قد رواہ وکیع بلفظۃ خفض بھا صوتہ کما مرّ
حالہ فھو معارض لحدیث محمّد[1] بن کثیر
نعم قد تابع لمحمّد بن کثیر فی لفظۃ رفع بھا
صوتہ محمّد بن یوسف الفریابیؔ عند الدارقطنی
ولکنّہ یخطی فی حدیث الثوریؔ کما نص علیہ
ابن حجر فی تقریبہ واماثالثافلانّ الحدیث فیہ
علّۃ اخری وھی مانقل الدارقطنی بعد اخراج
الحدیث من طریق عبدالرّحمٰن بن مھدیؔ قال
عبدالرّحمٰن اشدّ شیٔ فیہ انّ رجلا[2] الخ فکلام
عبدالرّحمٰن بن مھدیؔ یدلّ علٰی انّ الحدیث مختلط
فیہ لا تمیز فیہ بین کلام الثوریؔ وبین کلام
ذلک الرّجل المجھول فانّہ لا یدری من ھو
واماطریق العلاء بن صالح الاسدیؔ ففیہ
اما اوّلا فلانّہ وھمؔ کما قال ابن حجر فی تقریبہ[3]
وقال الحافظ الذھبی فی میزان الاعتدال قال

تمکی نہ طرف لفظ رفع کی اور اسپر دوسری وجہ یہ ہیں حدیث
سفیان کو روایت کیا ہی وکیع نی ساتھ لفظ خفض بہا صوتہ کی جیسا
گذر چکا ہی حال اوسکا پس وہ معارض ہی واسطی حدیث محمد بن کثیر[1]
کی البتہ تابع ہوا ہی محمد بن کثیر کا درباب ذکر کرنی لفظ رفع بہا صوتہ کی
محمد بن یوسف فریابی نزدیک دارقطنی کے مگر وہ بہت خطا
والا ہی سفیان کی حدیث میں جیسا کہ نص کی ہی اوسپر
ابن حجر نی اپنی تقریب میں اور اسپر تیسرا جواب یہ ہیں
اس حدیث میں ایک علت اور ہی اور وہ وہ ہی جو کہ
نقل کی ہی دارقطنی نی بعد روایت کرنے حدیث کے طریق عبدالرحمان
بن مہدی کی کہا عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہ سخت شی کلام اوس
میں یہ ہی کہ ایک شخص آخر کلام تک پس کلام عبدالرحمٰن
بن مہدی کا دلالت کرتا ہی اسپر کہ اس حدیث میں خلط
کیا گیا ہی نہیں تمیز ہی اوس میں درمیان کلام سفیان
ثوری کی اور درمیان کلام اوس رجل مجہول کی کیونکہ وہ نہیں جانا
گیا ہی کہ کون تہا اور اسپر طریق العلاء بن صالح اسدی کا پس اوسمیں کلام اوّل
ہی کہ وہ وہمی ہے جیسا کہ کہا حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب میں اور کہا حافظ ذہبی نے

[1] قلت وہو اوثق وافقہ واحفظ واتقن من ابن کثیر قال یحیی بن معین ما رأیت افضل من وکیع قیل الیس بعبداللہ بن المبارک فضل قال لقد کان لابن المبارک فضل ولکن ما رأیت افضل من وکیع وقال ابن معین رحمہ ما رأینا من یحدث للہ الا وکیعا والقعنبی انتہی وفضلت مناقبہ واوصافہ فی رسالتی ترجیح العینین بمسئلۃ رفع الیدین بما لا مزید علیہ وفقنا اللہ توفیقا تاما علی طبعہ آمین ۱۲ منہ عفی عنہ [2] قلت وقد مر تمامہ ۱۲ منہ عفی عنہ [3] قلت کلام ہکذا العلاء بن صالح التیمی الاسدی الکوفی صدوق لہ اوہام من السابعۃ انتہی ۱۲ منہ عفی عنہ [4] ملکہ حق اور صواب یہ ہے کہ وکیع احفظ اور اوثق ہے ابن کثیر سے تو اب اس وقت ابن کثیر اوس کا معارضہ نہیں کرسکتا پس روایت وکیع کی راجح اور اولی ہی اور روایت محمد بن کثیر کی مرجوح اور شاذ ہی ۱۲ منہ عفی عنہ [5] اور عبارت ابن حجر کی یہ ہی محمد بن یوسف الفریابی ثقۃ فاضل یقال اخطا فی شیٔ من حدیث سفیان وہو مقدم فیہ مع ذلک عندہم علی عبدالرزاق انتہی ملخصا ۱۲ منہ عفی عنہ [6] علت اہل حدیث کی اصطلاح میں کہتی ہیں اوس عیب کو جو کہ مخفی ہو حدیث میں اور اوسکی صحت کا قادح ہو یعنی ظاہر میں وہ حدیث ہر طرح سے صحیح ہو اور در پردہ بہت مجروح ہے چنانچہ ظاہر میں متصل السند ہے (باقی حصہ

میزان الاعتدال

ابو حاتم هو من عتق الشّيعة وقال علىّ بن
المدينىّ روى احاديث مناكير انتهى مختصرا[سلہ]
ملخّصًا فلعلّ لفظة رفع بها صوته وهم
منه واما ثانيًا فلانّ حديث العلاء بن صالح
قد اختلف فيه هل هو مدّ بها صوته كما
اشار اليه الترمذى او رفع بها صوته كما هو
عند ابى داود وبالجملة فالّذى هو راجح
عند الاكثر هو مدّ بها صوته ولا يثبت منه
غرض الخصم والّذى يثبت منه غرضه فهو
مرجوح غير صحيح والله اعلم بالصّواب
قلت والّذى اقول بالانصاف خال عن
الاعتساف هو انّ حديث وائل بن حجر بلفظة
خفض بها صوته هو الصّحيح واما بلفظة رفع
بها صوته فالحكم بصحّة لفظة رفع بها صوته
فحسب كما صدر عن الدّارقطنى وغيره لا
يخلو عن شائبة التعصّب او الغفلة وذلك
لانّ الحديث له فى الاصل طريقان الاوّل
ما رواه حجر بن عنبس عن علقمة بن وائل
عن وائل بن حجر وثانيهما ما رواه حجر بن
عنبس بنفسه عن وائل بن حجر فحديث علقمة
بن وائل لم يختلف فى الفاظه اصلا واما حديث

ابو حاتم رازی نے وہ ایک گروہ شیعہ کی ہو اور کہا علی بن مدینی نے
کہ وہ روایت کرتا ہے منکر حدیثیں ختم ہوا کلام اوسکا مختصر
خلاصہ کر کے پس شاید لفظ رفع بہا صوتہ کا وہم اوسی کا ہے اور یہہ
دوسرا اعتراض پس حدیث علاء بن صالح میں اختلاف کیا گیا ہے
کہ وہ لفظ مد بہا صوتہ ہے جیسا کہ اشارہ کیا ہے طرف
اوس کی ترمذی نے اور یا کہ لفظ رفع بہا صوتہ ہے جیسا کہ
وہ نزدیک ابو داود کی ہے اور مجمل کلام یہ ہے پس وہ جو راجح ہے
نزدیک اکثر کی وہ لفظ مد بہا صوتہ کا ہے اور اوس سے نہیں ثابت
ہوتی ہے غرض خصم کی اور وہ جو ثابت ہوتی ہے اوس سے غرض اوسکی
پس وہ مرجوح ہے واللہ اعلم بالصواب میں کہتا ہوں اور
جو میں کہتا ہوں ساتھ انصاف کی جو خالی ہے تعصب سے وہ یہ
ہے کہ حدیث وائل بن حجر کی ساتھ لفظ خفض بہا صوتہ کی
وہی صحیح ہے اور لیکن ساتھ لفظ رفع بہا صوتہ کی پس حکم
کرنا ساتھ صحت لفظ رفع بہا صوتہ کی پس بس جیسا کہ
صادر ہوا دارقطنی وغیرہ سے نہیں خالی ہے تعصب یا
غفلت سے اور وہ اس واسطے کہ یہ حدیث اوس کے
واسطے اصل میں دو طریق ہیں اول اون کا وہ جو کہ روایت
کیا ہے حجر عنبس نے علقمہ بن وائل سے اوس نے وائل بن حجر رضی
اور دوسرا وہ جو کہ روایت کیا اوس کو خود حجر عنبس نے
وائل بن حجر سے پس حدیث علقمہ بن وائل کی نہیں
اختلاف ہے اوس کی الفاظ میں ہرگز اور لیکن حدیث

[سلہ] قلت ومما يدل على انه شيعى غال فى التشيع ما نقل الذہبى بعد ذلك انه روى بسنده عن على بن ابى طالب انا عبد الله واخو رسول الله وانا الصديق الاكبر لا يقولها بعدى الا كذاب صليت قبل الناس بسبع سنين انتهى ۱۲ منه عفى عنه

حجر بن عنبس بنفسه عن وائل بن حجر ففيه
اختلاف على ثلاثة اوجه هل هو مدّ بها صوته
او رفع بها صوته او خفض بها صوته فعلى
هذا فالحديث مضطرب من هذا الطّريق
دون طريق علقمة مع كون ذكره صحيحا كما
مرّ تحقيقه فما قال الشّوكاني في نيل الاوطار
وروى الحديث احمد والدّارقطني من طريق
اخر بلفظ خفض بها صوته وقد اُعلّت
باضطراب شعبة في اسنادها ومتنها ورواه
سفيان ولم يضطرب في الاسناد ولا المتن الخ
ثم قال وقد رجحت رواية سفيان بمتابعة
اثنين له بخلاف شعبة فلذلك جزم النّقاد
بان روايته اصح كما روى عن البخاري و
ابي زرعة وقد حسن الحديث التّرمذي
وقال ابن سيد خير النّاس ينبغي ان يكون

خود حجر بن عنبس کی وائل بن حجر سے پس اوس میں اختلاف
ہے تین وجہ پر آیا وہ لفظ مدّ بہا صوتہ ہے اور یا کہ رفع
بہا صوتہ یا خفض بہا صوتہ پس بنا کرنے کر اس تقریر
پر پس حدیث مضطرب ہے اس طریق سے نہیں مضطرب
ہے طریق علقمہ سے باوجود ہونے ذکر علقمہ کے صحیح جیسا گذر
چکی ہے تحقیق اوس کی پس وہ جو کہا ہے شوکانی نے نیل الاوطار
میں اور روایت کیا ہے اس حدیث کو امام احمد اور دارقطنی نے
دوسرے طریق سے ساتھ لفظ خفض بہا صوتہ کے اور ضرور
معلول کی گئی ہے وہ روایت بسبب اضطراب شعبہ کے اوسکی سند
میں اور اوسکی متن میں اور روایت کیا ہے سفیان نے اور نہیں
اضطراب کیا اسناد میں اور نہ متن میں آخر کلام تک پھر کہا شوکانی
نے اور ترجیح دیگئی ہے روایت سفیان کی بسبب متابعت دو شخصوں کی واسطے اوسکے
بخلاف شعبہ کے پس اسی واسطے یقین کیا حفاظ حدیث نے باین چیز کہ روایت
اوسی سفیان کی اصح ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے بخاری اور ابو زرعہ سے
اور حسن کہا حدیث کو ترمذی نے اور کہا ابن سید خیر الناس نے لائق ہے کہ ہو

بقیہ ١١٣

اور درحقیقت منقطع ہے اور یا کہ ظاہر میں محفوظ اور معروف ہے اور مدیر وہ شاذ یا کہ منکر ہے اور یا کہ وہ حدیث سب جرح کی قسم سے سالم ہے مگر اجماعاً عادۃ متروک العمل ہے جیسا کہ
وضع الیدین علی الصدر اور قتل سارق بعد سہ بار کو اور جمع صلاتین بلا عذر سفر و مطر و مرض وغیرہ کو ونحو ذلک من الاسباب القادحۃ فی صحتہ وتفصیلہ فی کتب اصول الحدیث ١٢ منہ عفی عنہ
٤ یعنی جبکہ سفیان کا کلام اور کلام اوس رجل مجہول کا دونو خلط ہوگئے تو اب کیا معلوم کہ لفظ مدّ بہا صوتہ صحیح ہے یا کہ لفظ خفض بہا صوتہ اور یا کہ لفظ رفع بہا صوتہ ١٢ منہ عفی عنہ
١ قلت اول عبارتہ ہکذا ہذا الحدیث اخرجہ ایضا الدارقطنی وابن حبان وزاد ابوداود ورفع بہا صوتہ قال الحافظ وسندہ صحیح وصححہ الدارقطنی واعلہ ابن القطان بحجر بن عنبس وقال انہ لا
یعرف وخطاہ الحافظ وقال انہ ثقۃ معروف قیل لہ صحبۃ ووثقہ یحیی بن معین وغیرہ وروی الحدیث احمد الخ ١٢ منہ عفی عنہ ٢ قلت تمام عبارتہ ہکذا قال ابن القطان اختلف شعبۃ وسفیان
فقال شعبۃ خفض وقال الثوری رفع وقال شعبۃ حجر ابو العنبس وقال الثوری حجر بن العنبس وصوب البخاری وابو زرعۃ قول الثوری وقد جزم ابن حبان فی الثقات ان کنیتہ کاسم ابیہ فیکون ان قالا
صوابا وقال البخاری ان کنیتہ ابو السکن ولا مانع من ان یکون لہ کنیتان وقد ورد الحدیث من طریق ینتفی بہا اعلالہ بالاضطراب من شعبۃ ولم یبق الا التعارض بین شعبۃ وسفیان وقد رجحت
روایۃ سفیان الخ کما نقلناہ فی الکتاب ١٢ منہ عفی عنہ ٣ غرض کہ علقمہ کیواسطے جو مذکور ہے خواہ شعبہ کے طریق سے ہو اور خواہ اور کسی کے طریق سے اوسمیں کچھ اضطراب اور اختلاف نہیں اور
اوسکی روایت کے علاوہ جہر ہے خواہ سفیان کے طریق سے ہو اور یا علاء بن صالح کے طریق سے اور خود شعبہ کے طریق سے جیسا کہ ابن ہمام کا دعوی ہے بیہقی سے نقل کر کے تو اوسمیں اضطراب ہے .... تو اب حاکم
کی بات درست اور راست ہے حیث قال بعد اخراج حدیث وائل من طریق علقمۃ بن وائل بلفظ خفض بہا صوتہ ہذا الحدیث صحیح علی شرط الشیخین انتہی اور اسی واسطے کہا علامہ ....
زمان زیلعی شارح کنز نے حدیث الجہر ضعیف ضعفہ یحیی بن معین فلا یلزم حجۃ انتہی ١٢ منہ عفی عنہ

صحیحًا انتھی کلام الشوکانی مختصرا ملخصًا فجہالة بینة او تعصب محض فان الاضطراب[۱] قد وقع فی حدیث سفیان دون حدیث شعبة الذی ھو من طریق علقمة ومدار الاستدلال انما کان من طریق شعبة من حدیثہ لا من حدیث حجر بنفسہ عن وائل ابن حجر سواء کان من طریق شعبة او سفیان او العلاء بن صالح فاحفظ ھذا البحث فانہ نافع جدًا لعلك لا تجدہ عند غیرنا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ولہ الحمد اولًا وآخرًا وظاھرًا وباطنًا ولہ الشکر و

منھم عبداللہ بن عمرؓ ولحدیثہ طریقان الطریق الاول فقد اخرج عبدالرزاق بن ھمام عن ابن جریج اخبرنا نافع ان ابن عمرؓ کان اذا ختم ام القرآن قال آمین لا یدع ان یؤمن اذا ختمھا ویحضھم علی قولھا وسمعت منہ فی ذلك خبرا انتھی وقال الامام البخاری

ذکر حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ

صحیح ختم ہوا کلام شوکانی کا مختصر کرکے خلاصہ کرکے پس وہ جہالت ہی یا کہ تعصب محض ہی کیونکہ اضطراب ضرور واقع ہی حدیث سفیان[۲] میں نہ کہ شعبہ کی حدیث میں وہ جو کہ علقمہ کی طریق سے ہی اور مدار استدلال کا شعبہ کے طریق سے ہی اوسی کی حدیث سے ہی نہ حدیث اوس کی ہی جو کہ خود حجر بن عنبس نے روایت کی ہی وائل بن حجر سے برابر ہی کہ شعبہ[۳] سے ہو اور یا کہ سفیان سے اور یا کہ علا بن صالح سے پس یاد رکھ اس بحث کو کیونکہ وہ نفع مند ہی نہایت شاید نہ پاویگا تو اوسکو نزدیک غیر ہمارے کی واللہ اعلم بالصواب[۴] اوسی کی طرف ہے پھر جانا اور رجوع کی جگہ اور اوسی کو ہے حمد اول اور آخر اور ظاہر اور باطن اور اوسیکو شکر ہی اور اون میں سے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور اون کی حدیث کی دو طریق ہیں طریق اول پس روایت کیا ہے عبدالرزاق بن ہمام نے ابن جریج سے کہا خبر دی ہمکو نافع نے کہا نافع نے کہ تھے عبداللہ بن عمرؓ جب ختم کرتے فاتحہ کو فرماتے آمین نہ چھوڑتے آمین کہنا جب ختم کرتے اوسکو اور رغبت دیتے اونکو لوگوں کے کہنے پر اور سنی ہیں میں نے اونسے اوس بارہ میں ایک حدیث انتہی اور کہا امام بخاری نے

[۱] قلت والحق ان الشوکانی بری من التعصب فانہ قال فی اثناء کلامہ وقد ورد الحدیث من طریق ینتفی بہا اعلالہ بالاضطراب عن شعبة فلم یبق الا التعارض بین شعبة وسفیان لنحو ما ذکرہ الشوکانی فی وجہ الترجیح فعلیہ تطہر ظاہر کما بینتہ فی الکتاب فاحفظ ذلک ۱۲ منہ عفی عنہ

[۲] یعنی سفیان کی حدیث اور جو اوسکا مؤید ہے علا بن صالح کی حدیث علقمہ نہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

[۳] چنانچہ بیہقی کی روایت میں ابن ہمام وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس میں شعبہ نے لفظ رفع بہا وغیرہ ذکر کیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

[۴] حاصل یہ کہ جو علقمہ کی حدیث ہی اوسمیں اضطراب اور اختلاف نہیں ہے اور جو خود حجر بن عنبس کی ہے چاہے شعبہ کی ہو چاہے علا بن صالح اسدی کی اوس میں یہ سب طرح کا اختلاف ہی وہ حدیث محض جہر کی دلیل نہیں ہی بلکہ اوسمیں اخفا بھی پس وہ مشترک ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

فی صحیحه تعلیقا وقال نافع کان ابن عمر لا یدع
آمین ویحضهم وسمعت منه فی ذلك خبرا
انتهی قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری تحته
ولیشعر به ما اخرجه البیهقی کان ابن عمر اذا
امن الناس امن معهم ویری ذلك سنة
انتهی کلام الحافظ ابن حجر والجواب عنه ان
الحدیث لا یدل علی الجهر بل علی قوله آمین
مع الناس مع السکوت عن الجهر وضده

....

.... الطریق الثانی

اخرج الدارقطنی فی سننه حدثنا عثمان بن الدقاق
ثنا محمد بن سلیمان الواسطی ثنا الحارث
ابن منصور ابو منصور ثنا بحر السقا عن الزهری
عن سالم عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه
وسلم کان اذا قال ولا الضالین قال آمین و
رفع بها صوته وعن الزهری عن ابی سلمة
عن النبی صلی الله علیه وسلم نحوه بحر السقاء
ضعیف انتهی کلام الدارقطنی ص ومنهم

اپنی صحیح میں معلق[1] کرکے اور کہا نافع نے تھے حضرت عبداللہ بن عمر
نہ چھوڑتے آمین کو اور رغبت دیتے اونکو اوسپر سنی ہے میں نے اونسے ویسی
ایک حدیث انتہی کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نیچے اس
حدیث کے اور اشعار کرتا ہے ساتھ اوسکے وہ جو روایت کیا ہے بیہقی نے
تھے ابن عمر جب آمین کہتے لوگ آمین کہتے ساتھ اونکے اور جانتے
اوسکو سنت ختم ہوا کلام حافظ ابن حجر کا اور جواب اوسکا
یہ ہے کہ حدیث نہیں دلالت کرتی جہر پر بلکہ کہنے اونکے آمین پر
ساتھ لوگوں کے باوجود سکوت کے جہر[2] اور ضد اوسکی سے

....

طریق دوسرا ....

کیا ہے دارقطنی نے اپنی سنن میں کہا حدیث کی ہمکو عثمان بن
الدقاق نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن سلیمان واسطی نے کہا حدیث
کی ہمکو حارث بن منصور نے کہا حدیث کی ہمکو بحر السقا نے
زہری سے اونسے سالم سے اونسے ابن عمر سے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تھے جب کہتے ولا الضالین کہتے آمین اور بلند کرتے
ساتھ اوسکے آواز اپنی کو اور روایت ہے زہری سے اونسے ابی سلمہ
سے اونسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ویسی ہی حدیث بحر السقا ضعیف ہے
ختم ہوا کلام دارقطنی کا ص اور اون میں سے ہیں حضرت

ص والجواب عنه ان بحر السقا ضعیف وقال ابن حجر ضعیف من السابعة

ص اور جواب اوسکا یہ ہے کہ بحر السقا ضعیف ہے کہا ابن حجر نے ضعیف ہے طبقہ ساتویں کا

[1] معلق وہ حدیث ہے جسکی سند صاحب کتاب کی طرف سے حذف ہو ۱۲ منہ عفی عنہ

[2] غرض کہ اس حدیث میں خصم کی غرض حاصل نہیں اور اگر کوئی کہے کہ جب لوگ کہتے تب ابن عمر رضہ کہا کرتے تو لوگ بآواز بلند کہتے ہونگے تب ہی وہ سنکر کہتے ہونگے تو یہ بات درست کچھ نہیں کیونکہ قرینہ مقام کا اس کے تعین وقت پر صریح دال ہے کہ وہ وقت بعد کہنے امام کے لفظ ولا الضالین ہے کیونکہ حضرت نے نص کے طور پر اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین فرمادیا تو آمین لوگوں کا بھی یہی وقت ہوا اور اونکا بھی یہی وقت جہر ہو یا کہ نہ ہو ۱۲ منہ عفی عنہ

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ ولحدیثہ طرق عند الائمۃ الطریق الاول اخرج النسائی فی سننہ اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال ثنا یزید ابن زریع قال ثنی معمر عن الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا امین فان الملٰئکۃ تقول امین وان الامام یقول امین فمن وافق تامینہ تامین الملٰئکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ واخرج الدارمی فی سننہ من طریق الزھری عن سعید بن المسیب وابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن عن ابی ھریرۃ مثلہ سواء بسواء واخرج النسائی من طریق الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ مثلہ قلت ھذا الحدیث اخرجہ البخاری ومسلم واصحاب السنن الاربعۃ وسائر المحدثین فی کتبھم وذکروا الفاظہ علی انحاء شتی ففی بعضھا اذا امن الامام فامنوا وفی بعضھا اذا قال القاری ولا الضالین فقولوا امین وفی بعضھا اذا قال احدکم امین و

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور اونکی حدیث کیواسطے چند طرق ہیں نزدیک ائمہ کے طریق اول روایت کیا ہے نسائی نے اپنی سنن میں خبر دی ہمکو اسمعیل بن مسعود نے کہا حدیث کی ہمکو یزید بن زریع نے کہا حدیث کی مجھکو معمر نے زہری سے اونسے سعید بن مسیب سے اونسے ابوہریرہ سے کہا ابوہریرہ رضہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہے امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہو تم آمین کیونکہ فرشتے کہتے ہیں آمین اور امام کہتا ہے آمین پس جو شخص موافق ہو آمین اوس کی فرشتوں کو بخشے جاتے ہیں واسطے اوس کے جو گناہ اوسکے گذر چکے ہیں اور روایت کیا ہے دارمی نے اپنی سنن میں زہری کے طریق سے اوس نے سعید بن مسیب سے اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے اون دونوں نے ابوہریرہ رضہ سے مثل اوسکی ہو بہو اور روایت کیا ہے نسائی نے طریق زہری سے اوس نے سعید بن مسیب سے اونسے ابوہریرہ رضہ سے مثل اوسکی میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو روایت کیا ہے بخاری اور مسلم اور سنن اربعہ والوں نے اور باقی محدثین نے اپنی کتابوں میں اور ذکر کیا اونہوں نے اوسکے الفاظ کو مختلف طور پر پس بعض اونمیں ہے اذا امن الامام فامنوا اور بعض اون میں ہے اذا قال القاری غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین اور انکی بعض میں ہے اذا قال احدکم

ؔ قلت مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذا الحدیث من القاری ہو الامام دون غیرہ فعلم ان منصب القراءۃ للامام فقط لا للمؤتم فان اسم القاری لم یطلق علیہ فی الشرع اصلاً وتفصیل القراءۃ خلف الامام قد بیناہ فی کتابنا الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین واوردنا فیہ بالابحاث العجیبۃ لعلہا لیست فی غیرہ وفقنا اللہ تعالیٰ علی طبعہ ونفع بذلک الخلق بمنہ وکرمہ ۱۲ منہ عفی عنہ

قالت الملائكة في السماء آمين فوافقت احدهما
الاخرى غفر له ما تقدم من ذنبه ونحو ذلك
من الفاظ الحديث ووقع في حديث مالك
في الموطا وابي داود ومسلم والبخاري لعد
اخراج هذا الحديث من طريق ابن شهاب
الزهري قال ابن شهاب وكان رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقول آمين انتهى وقال الحافظ
ابن حجر في فتح الباري تحت شرح هذا القول
وقد روى روح بن عبادة عن مالك في هذا
الحديث قال ابن شهاب وكان رسول الله
صلى الله عليه وسلم اذا قال ولا الضالين
جهر بآمين اخرجه السراج ولابن حبان
من رواية الزبيدي في حديث الباب
عن ابن شهاب كان اذا فرغ من قراءة ام القرآن
رفع صوته وقال آمين وللحميدي من طريق
سعيد المقبري عن ابي هريرة نحوه بلفظ اذا
قال ولا الضالين انتهى كلامه وجه الاستدلال
من هذا الحديث على جهر التامين على ما نقله
الحافظ ابن حجر وغيره انه لو لم يكن التامين
مسموعا للماموم لم يعلم به وقد علق
تامينه بتامين الامام انتهى وكذا لفظ

قالت الملائکۃ فی السماء آمین فوافقت احدہما الاخرے
غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اور اسی طرح الفاظ اس حدیث
کی اور واقع ہوا ہے بیچ حدیث امام مالک کے جو موطا میں
ہے اور حدیث ابوداود اور مسلم اور بخاری میں بعد
روایت کرنے اس حدیث کی ابن شہاب زہری کی
سند سے کہا ابن شہاب نے اور تھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرمایا کرتے آمین انتہے اور کہا حافظ ابن حجر نے
فتح الباری میں بیچ شرح اس قول کے اور روایت
کیا ہے روح بن عبادہ نے امام مالک سے بیچ اس حدیث
کے کہا ابن شہاب نے اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جبکہ کہتے آپ ولا الضالین جہر کرتے ساتھ
آمین کی روایت کیا ہے اس کو سراج نے اور واسطے
ابن حبان کی ہے زبیدی کی روایت سے بیچ حدیث اسی
باب کے ابن شہاب سے تھے حضرت جب فارغ ہوتے
قراءۃ فاتحہ سے بلند کرتے آواز اپنی اور فرماتے آمین اور
واسطے حمیدی کی ہے سند سعید مقبری سے اونے ابوہریرہ رض سے
مانند اوسکی اس لفظ کی کہ جب فرماتے ولا الضالین انتہی وجہ
استدلال کی اس حدیث سے جہر آمین پر اوس بنا پر ہے جو کہ نقل
کیا اوسکو حافظ ابن حجر وغیرہ نے کہ اگر نہ ہو آمین سنائی گئی
واسطے مقتدی کے تو نہ معلوم کریگا اوسکو اور حالانکہ
معلق کیا ہے آمین اوسکی کو ساتھ آمین امام کی انتہی اور ایسے ہی لفظ

فقولوا قرينة عليه فقد قال الحافظ ابن حجر والقسطلاني في شرح البخاري تحت هذا الحديث ان المناسبة بين الحديث وبين الترجمة من جهة ان الحديث وقع فيه الامر بقول آمين والقول اذا وقع به الخطاب مطلقًا حمل على الجهر ومتى اريد به الاسرار وحديث النفس قيد بذلك انتهى كلامهما كيف ومرسل ابن شهاب يدل على الجهر فهو قرينة على ان المراد هو التامين على ذلك السبيل دون الاخفاء والله اعلم بالصواب والجواب عندنا ان الاستدلال بهذا الحديث غير صحيح اما بقوله صلى الله عليه وسلم اذا امن الامام فامنوا بالقرينة تعليق تامين المؤتم على تامين الامام فقد قدمنا بحثه بان هذا اللفظ مؤول بالاجماع فان السنة هو تامين الماموم مع تامين الامام .... عملًا بظاهر قوله صلى عليه وسلم اذا قال الامام ولا الضالين فقولوا آمين ولفظ الموافقة

جواب حدیث الجہر مرفوع قوی اول

فقولوا آمین کا قرینہ ہو اوسپر کہا حافظ ابن حجر اور قسطلانی نے شرح بخاری میں نیچے اس حدیث کے کہ مناسبت درمیان اس حدیث کی اور درمیان ترجمۃ الباب کے اس جہت سے ہے کہ یہ حدیث واقع ہوا ہی امر او ساتھ کہنے آمین کو اور قول جب واقع ہوتا ہی ساتھ خطاب مطلق کی حمل کیاجاتا ہی جہر پر اور جب ارادہ کیا جاتا ہی ساتھ اوسکی اخفاء اور نفس کی بات تو مقید کیا جاتا ہی ساتھ اوسکی تمام ہوئی کلام ان دونوں کی کسطرح جہر نہو حالانکہ مرسل حدیث ابن شہاب کی دلالت کرتی ہی جہر پر پس وہ قرینہ ہو اس بات پر کہ مراد حضرت کی آمین کہنا ہی اوسی طریق پر نہ اخفاء کی طور پر واللہ اعلم بالصواب اور جواب اوسکا یہ کہ استدلال ساتھ اس حدیث کو صحیح نہیں ایپر ساتھ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اذا امن الامام فامنوا بسبب قرینہ معلق کرنے آمین مقتدی کی ساتھ آمین امام کو پس مقدم کر چکے ہیں ہم بحث اوسکی بایں طور کہ وہ لفظ بالاجماع تاویل کیا گیا ہی کیونکہ سنت یہ ہی کہ آمین مقتدی کی ساتھ آمین امام کے ہی واسطے عمل کرنے کی ساتھ ظاہر قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین کو اور لفظ

---

[۱] قلت وقد مر من کلام الامام النووی وغیرہ ۱۲ منہ عفی عنہ

[۲] یعنی اذا امن الامام فامنوا کا لفظ چاہتا ہے کہ آمین مقتدی کی بعد آمین امام کے ہو اور وہ معنی بالاجماع متروک ہیں کیونکہ اس طریقہ خاص میں امام اور ماموم کو مقارنت سنت ہے اسی واسطے امام نووی وغیرہ اس کی تاویل یوں کی ہے ای اذا اراد الامام التامین فامنوا لہذا خصم کا استدلال اس لفظ سے ثابت نہ ہوا ۱۲ منہ عفی عنہ

ایضا یؤید ذٰلک وقد فرغنا عن بحثہ بالتفصیل واما الاستدلال بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقولوا اٰمین ففاسد منقوض بقولہ واذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد ونحو ذٰلک من الالفاظ الواردۃ فی الاحادیث واما الاستدلال بمرسل ابن شہاب الزہری ففاسد ایضا فانہ منقطع والمنقطع من اقسام الضعیف لاسیما عند المستدل وبان روایۃ الزبیدی قد رواہ النسائی ولم یذکر قول ابن شہاب اصلا ولعل لفظۃ رفع بہا صوتہ من شذوذ الراوی عند روح بن عبادۃ وان کان ثقۃ فاضلا من رجال الجمیع ولکنہ فی روایتہ مالک کثیر الغلط قال الحافظ الذہبی فی میزان الاعتدال وروی الکتانی عن ابی حاتم لایحتج بہ وقال النسائی فی العتق وفی الکنی روح لیس بالقوی وقال ابو عبید الاجری سمعت اباداود یقول اکثر ما انکر القواریری

بھی تایید کرتاہے اوسکی اور فراغت پاچکی ہیں بحث اوسکی سے ساتھ تفصیل کے اور ایسے دلیل پکڑنا ساتھ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی لفظ فقولوا آمین کی پس فاسد ہے توڑا گیا ہے ساتھ قول آنحضرت کی اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد کی اور ساتھ مثل اوسکی کی اور الفاظ جو وارد ہیں حدیثوں میں ایسے استدلال پکڑنا ساتھ مرسل حدیث ابن شہاب زہری کی پس وہ بھی فاسد ہے کیونکہ منقطع ہے اور حدیث منقطع اقسام ضعیف سے ہے خاصکر کی نزدیک مستدل کی اور بایں طور کہ روایت زبیدی کی روایت کیاہے اوسکو نسائی نی اور نہیں ذکر کیا اوسنے قول ابن شہاب کا ہرگز اور شاید لفظ رفع بہا صوتہ کا شذوذ راوی کا ہے اوس سے اور روح بن عبادہ اگرچہ ثقہ فاضل ہے سب رجال سے مگر وہ مالک کی روایت میں بہت غلط حدیث والا ہے کہا حافظ ذہبی نی میزان الاعتدال میں اور روایت کیا ہی کتانی نی ابو حاتم سے کہ نہیں حجت پکڑی جاویگی ساتھ اوسکو اور کہا نسائی نی بیچ باب الکنی اور عتق کی نہیں وہ قوی اور کہا ابو عبید اجری نی سنا میں نے ابوداود کو کہتا تھا اکثر اوسکا کہ انکار کیا ہی

قواریری نی

۱؎ قلت وحدیثہ ہٰکذا اخبرنا عمرو بن عثمان عن الزبیدی قال اخبرنی الزہری عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامنوا فان الملائکۃ تؤمن فمن وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ انتہی ۱۲ منہ عفی عنہ ۲؎ یعنی لما لم یذکر الزبیدی کلام ابن شہاب اصلا کما فی روایۃ عمرو بن عثمان عنہ فکیف یصح لفظۃ رفع بہا صوتہ المتفرع علیہ فعلم انہ من شذوذ بعض الرواۃ قطعا وسیجیئ ذکرہ ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ ۳؎ یعنی لفظہ فمن وافق تامینہ تامین الملائکۃ

۴؎ یعنی خصم کا قول کہ امر ساتھ قول کے جو مطلق ہو قرائن کے سبب سے وجہر پر دلالت کرتا ہے دفع ہوا ۵؎ جیسا کہ فقولوا مثل ما قال المؤذن اور جیسا کہ فقولوا التحیات للہ نحو ذٰلک من الاوامر بالقول ۱۲ منہ عفی عنہ ۶؎ یعنی جبکہ ابن شہاب کا قول ہی شاذ ہے تو لفظ جہر یا رفع کا بدرجہ اولیٰ شاذ ہوا ۱۲ منہ عفی عنہ

على رحم تسعمائة حديث حدث بها عن
مالك سماعا انتهى مختصرا ملخصا واما ما
رواه الدارقطني في غرائب مالك مرسل
ابن شهاب باتصال السند من طريق حفص
بن عمر العدني عن مالك فقد قال الدارقطني
بعد اخراجه تفرد به حفص وهو ضعيف
انتهى وقال ابن عبد البر لم يتابع الحفص على
هذا اللفظ بهذا الاسناد انتهى والحاصل ان
هذا اللفظ من حديث الزهري ضعيف
من كل الوجوه انقطاعا واتصالا واما ما نقل
ابن حجر عن سعيد المقبري عن ابي هريرة
بالاتصال فهو من اشد الشذوذ فقد روى
عن ابي هريرة نعيم[51] بن عبد الله المجمر و
ابو سلمة[52] بن عبد الرحمن والاعرج[53] وسعيد[54]
ابن المسيب وهمام[55] بن منبه وابو صالح[56] السمان
فلم يذكروا لفظ الرفع ولا الجهر فهو شاذ قطعا
وبالجملة فحديث ابي هريرة من هذه الطرق
لم يصح فيه لفظة رفع بها صوته ونحوه فان ذلك

روح بن عبادہ پر نوسو[900] حدیث ہی کہ روایت کیا ہی اونہی
اونکو امام مالک سی سماع[57] کرکی ختم ہوا کلام ذہبی کا مختصر کرکی
اور وہ جو روایت کیا ہی اوسکو دارقطنی نی بیچ کتاب
غرائب امام مالک کی مرسل ابن شہاب کی ساتھ اتصال
سند کی طریق حفص بن عمر عدنی کی سی اوسنی امام مالک رح سی
پس کہا دارقطنی نی بعد روایت کرنی اوسکی کی متفرد ہوا ہے
ساتھ اوسکی حفص اور وہ ضعیف ہے انتہی اور کہا ابن عبد البر نے
نہیں متابعت کیا گیا حفص اس لفظ پہ ساتھ اس سند کی
انتہی اور حاصل یہ ہی کہ یہ لفظ[58] زہری کی حدیث سی ضعیف ہے
ہر وجہ سی منقطع طور پر اور متصل طور اور ایسی وہ جو
روایت نقل کی ہی ابن حجر نی سعید مقبری سی اوسنی ابو ہریرہ رضہ
سے ساتھ اتصال کی پس وہ زیادہ شاذ ہی پس روایت
کیا ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سی نعیم بن عبد اللہ مجمر نی اور
ابو سلمہ بن عبد الرحمن نی اور عبد الرحمن اعرج نی اور سعید بن المسیب
نے اور ہمام بن منبہ نی اور ابو صالح سمان نی پس نہیں
ذکر کیا اونہوں نے لفظ رفع بہا صوتہ کا اور نہ جہر کا پس
وہ شاذ ہی یقینا اور مجمل بات یہ ہی کہ پس حدیث ابو ہریرہ رضہ
کی ان طرق مذکورہ[59] سی نہیں صحیح ہوا اوسمیں لفظ رفع بہا صوتہ

۵۱ کما هو عند البخاري في صحيحه ۱۲ منه عفي عنه ۵۲ كما هو عند النسائي وغيره ۱۲ منه عفي عنه ۵۳ كما هو عند النسائي وغيره ۱۲ منه عفي عنه ۵۴ كما هو عند النسائي وغيره ۱۲ منه
۵۵ كما هو عند مسلم وابي داود والنسائي وغيرهم ۱۲ منه عفي عنه ۵۶ كما هو عند البخاري في صحيحه وعند غيره ايضا ۱۲ منه عفي عنه ۵۷ یعنی امام مالک رح
سی اونہوں نی بہت حدیثیں روایت کیں جنمیں سی نوسو حدیثوں میں اوسپر اتکا ہی ۱۲ ۵۸ یعنی ابو ہریرہ کی حدیث جو بلفظ اذا امن الامام فامنوا وغیرہ ہی اور زہری کی سند سی
ہی تو اوسمیں یہ کلام ہی جو گذر چکی باقی کا ذکر آگے آئیگا انشاء اللہ ۱۲ منہ عفی عنہ ۵۹ یعنی طرق مذکورہ میں جسکہ قولی حدیث حضرت کی ہی اوسکی ضمن میں جو کہ لفظ رفع بہا صوتہ
وارد ہی خواہ وہ اسی حدیث قولی میں ہی یا کہ جو اوسکی ضمن میں فعلی حدیث ہی اوسمیں جہر کا لفظ یا رفع کا ضعیف ہی کیونکہ وہ شاذ ہی اور یا کہ منقطع ہی اور زہری کی ضعیف سند سے ہی جسکا

اِمّا[1] منقطع واِمّا[2] شاذ الطريق الثاني اخرج
الدارقطني في سننه حدثنا عثمان بن الدقاق
ثنا محمد بن سليمان الواسطي ثنا الحارث
بن منصور ابو منصور ثنا بحر السقاء عن
الزهري عن سالم عن ابن عمر ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم كان اذا قال ولا الضالين
قال آمين ورفع بها صوته وعن الزهري
عن ابي سلمة عن ابي هريرة عن النبي صلى
الله عليه وسلم نحوه بحر السقاء ضعيف انتهى
كلام الدارقطني بعينه والجواب عنه ان
بحر السقاء ضعيف كما نص عليه الدارقطني
بعد اخراج حديثه وتفصيله في ميزان[3]
الذهبي الطريق الثالث اخرج ابو داود
في سننه حدثنا نصر بن علي ثنا صفوان
بن عيسى عن بشر بن رافع عن ابي عبد الله
ابن عم ابي هريرة عن ابي هريرة قال كان
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تلا
غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال
آمين حتى يسمع من يليه من الصف الاول

منقطع ہے اور یا کہ شاذ ہے واللہ اعلم طریق دوسرا روایت کیا
ہے دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو عثمان بن الدقاق
نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن سلیمان واسطی نے کہا حدیث ہمکو
حارث بن منصور نے جو کہ ابو منصور ہیں کہا حدیث کی ہمکو بحر السقا
نے زہری سے اونے سالم سے اونے عبد اللہ بن عمر سے یعنی کہا
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جب
کہتے ولا الضالین فرماتے آمین اور بلند کرتے ساتھ اوسکے آواز
اپنی اور روایت کیا ہے زہری نے اونے ابو سلمہ سے اونے ابو ہریرہ رضی
اونے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل اوسکی بحر السقا ضعیف ہے
ختم ہوا کلام دارقطنی کا بعینہ اور جواب اوسکا یہ ہے کہ بحر السقا
ضعیف ہے جیسا کہ نص کیا اوسپر دارقطنی نے بعد روایت
کرنے حدیث اوسکی کے اور تفصیل اوس کی میزان الذہبی میں
ہے طریق تیسرا روایت کیا ہے ابو داود نے اپنی سنن میں
حدیث کی ہمکو نصر بن علی نے کہا حدیث کی ہمکو صفوان بن
عیسے نے اونے بشر بن رافع سے اونے ابو عبد اللہ بن عم ابی
ہریرہ سے اونے ابو ہریرہ رض سے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ نے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھتے غیر المغضوب
علیہم ولا الضالین فرماتے آمین یہاں تک کہ سن
لیتا وہ جو ملتا تھا آپ کو صف اول میں سے

[1] کحدیث الزہری ۱۲ منہ عفی عنہ [2] کحدیث سعید المقبری ۱۲ منہ عفی عنہ [3] قلت کلامہ بکذا بحر بن کثیر ابو الفضل السقاء عن الحسن والزہری قال یزید بن زریع لاشئ وقال یحیی لیس بشئ لا یکتب حدیثہ کل الناس احب الی منہ وقال النسائی والدارقطنی متروک وقال البخاری لیس بقوی عندہم وحکی ابن ابی خیثمہ عن ابن معین لا یکتب حدیثہ وقال ابو حاتم ضعیف وکان یحیی القطان لا یرضاہ وقال یزید بن زریع ما کتبت عن بحر الا حدیثا واحدا وجاءت اسنورا فحدثت علیہ وقال ابن عدی ہو الی الضعف اقرب انتہی کلام الذہبی مختصر ملخصا ۱۲ منہ عفی عنہ

واخرج ابن ماجة فی سننه حدثنا محمد بن بشار ثنا صفوان بن عیسیٰ ثنا بشر بن رافع عن ابی عبد الله بن عم ابی هریرة عن ابی هریرة قال ترك الناس التامین وكان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین حتی یسمع اهل الصف الاول فیرتج بها المسجد والجواب عنه من وجهین الاول ان بشر بن رافع ضعیف قال الحافظ ابن حجر فی تقریبه بشر بن رافع الحارثی ابو الاسباط النجرانی بالنون والجیم ضعیف الحدیث من السابعة انتهی وقال الترمذی فی جامعه فی كتاب الجنائز تحت حدیث عبادة بشر بن رافع لیس بالقوی انتهی وقال شیخ الاسلام العینی فی شرح الهدایة قال یحیی بن سعید القطان بشر بن رافع ابو الاسباط النجرانی ضعیف وضعفه البخاری والترمذی والنسائی واحمد ویحیی بن معین انتهی کلامه[۱] وقال الحافظ الذهبی فی میزان الاعتدال[۲] قال

جواب الطریق الثالث

اور روایت کیا ہی ابن ماجہ نے اپنی سنن میں کہ حدیث کی ہمکو محمد بن بشار نے کہا حدیث کی ہمکو صفوان بن عیسیٰ نے کہا حدیث کی ہمکو بشر بن رافع نے اونسے ابو عبد اللہ بن عم ابو ہریرہ سے اوس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ترک کیا لوگوں نے آمین کو اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھا کرتے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فرماتے آمین یہانتک کہ سن لیتے صف اوّل والے پس گونج جاتی مسجد ساتھ اوس کے اور جواب اوسکا دو وجہ سے ہے اوّل یہ کہ بشر بن رافع ضعیف ہے کہا ابن حجر نے اپنی تقریب میں بشر بن رافع حارثی ابو الاسباط نجرانی ساتھ نون اور جیم کی ضعیف حدیث والا ہے طبقہ ساتویں میں سے انتہی اور کہا ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب الجنائز میں نیچے حدیث عبادہ بن صامت رض کی بشر بن رافع نہیں قوی ہو انتہے اور کہا شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں کہا یحییٰ بن سعید قطان نے بشر بن رافع ابو الاسباط نجرانی ضعیف ہے ضعیف کیا اوس کو بخاری اور ترمذی اور نسائی اور احمد اور یحییٰ بن معین نے ختم ہوا کلام اوس کا اور کہا حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ....

[۱] وتمام عبارتہ ہکذا بشر بن رافع ابو الاسباط النجرانی عن یحیی بن ابی کثیر وغیرہ وکان مفتی اہل النجران روی عنہ صفوان بن عیسیٰ وحاتم ابن اسماعیل قال البخاری الخ ۱۲ منہ عفی عنہ

[۲] وتمام عبارتہ ہکذا بشر بن رافع ابو الاسباط النجرانی الخ ۱۲ منہ عفی عنہ

البخاری لا یتابع علی حدیثه وقال احمد
ضعیف وقال ابن معین حدّث بمناکیر و
قال النسائی لیس بالقوی وقال ابن حبّان
یروی اشیاء موضوعة کانّه متعمّد لها
انتهی کلامه مختصراً ملخّصاً والحاصل انّه
خارج عن حیّز الاحتجاج فما قال ابن عدیّ
لا باس باخباره لم اجد له متناً منکراً انتهی
نقله الذهبی وکذا قوله وقال ابن معین مرّة
لا باس به انتهی وکذا ما قال الحافظ عبد العظیم
المنذری فی الترغیب والترهیب[۱] ضعّفه
احمد وغیره وقوّاه ابن معین وغیره
وقال ابن عدیّ لا باس باخباره انتهی و
وکذا ما قال[۲] فی الخلاصة وثّقه ابن معین
وابن عدیّ انتهی وکذا ما قال الذهبی فی
الکاشف ضعّفه احمد وقوّاه ابن معین
انتهی کلامه مختصراً الجواب امّا ابن معین
فکلامه فیه مختلف فیه فانّه کما قال
لا باس به فکذلک قال حدیثه منکر
نعم کلام ابن عدیّ یُشعر بظاهره انّه

بخاری نے نہیں متابعت کیا جاتا اوس کی حدیث پر
اور کہا احمد نے کہ وہ ضعیف ہے اور کہا یحیٰی نے حدیث
کرتا ہے منکر روایتیں اور کہا نسائی نے نہیں قوی ہے و
اور کہا ابن حبان نے روایت کرتا ہے اشیاء موضوعہ گویا
کہ وہ اعتماد کرنے والا ہے اونکا ختم ہوا کلام اوسکا مختصر
خلاصہ کرکے اور حاصل یہ ہے کہ وہ خارج ہے حیز احتجاج سے
پس وہ جو کہا ابن عدی نے کہ نہیں حرج ہے ساتھ اخبار
اوسکی کے نہیں پایا میں نے واسطے اوسکے متن منکر انتہے اور اسی
طرح قول اوس کا کہ کہا یحیٰی بن معین نے ایک بار کہ نہیں حرج
ساتھ اوسکے انتہی اور اسی طرح وہ جو کہا ہے حافظ عبد العظیم
منذری نے کتاب ترغیب و ترہیب میں ضعیف کیا اسکو
احمد وغیرہ نے اور قوی کیا اوس کو ابن معین نے اور کہا ابن عدی
نے نہیں حرج ساتھ اخبار اوسکے کے انتہی اور اسی طرح وہ جو کہا ہے
خلاصہ میں ثقہ کہا اوسکو ابن معین اور ابن عدی نے انتہے
اور اسی طرح وہ جو کہا ہے ذہبی نے کاشف میں ضعیف کیا
اوسکو احمد نے اور قوی کہا اوس کو ابن معین نے ختم ہوا کلام اوسکا مختصر
کر کے پس جواب اوسکا یہ ہے ایک ابن معین پس کلام اوسکا مختلف فیہ ہے
کیونکہ جیسا کہ اوس نے کہا ہے لا باس بہ پس اسیطرح کہا ہے حدیث اوسکی
منکر ہے ہاں کلام ابن عدی کا مشعر ہے ساتھ ظاہر کے کہ وہ

[۱] تمام عبارتہ ہکذا البشر بن رافع الحرثی ابو الاسباط امام مسجد نجران عن یحیی بن ابی کثیر وعنہ حاتم بن اسمٰعیل الخ ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] عبارتہ ہکذا البشر بن رافع ابو الاسباط النجرانی عن یحیی بن ابی کثیر وجماعة وعنہ عبد الرزاق وجماعة الخ ۱۲ منہ عفی عنہ

قائل بالاحتجاج بحديثه مطلقا ولكنه
مدفوع بوجهين الاوّل انه معارض
لكلام البخاريّ بانّه منكر الحديث ولكلام
غيره بانّ رواياته موضوعة كما قال ابن
حبان وغيرهما من الائمة فعلى هذا فالجرح
مقدّم على التعديل الثّاني انّ ابن عدى
ليس غرضه دفع النكارة عن حديثه
مطلقا فانّ الذهبيّ قال فى اثناء كلامه
قال ابن عدى عند البخاريّ انّ لبشر بن
رافع هو ابو الاسباط الحارثيّ وعند ابن
معين انّ ابا الاسباط شيخ كوفيّ وانّ
لبشر بن رافع اٰخر ولهما ان كانا اثنين
عدة احاديث وكانّ احاديث لبشر انكر
من احاديث ابى الاسباط انتهى فكلام ابن
عدىّ هٰذا بظاهره يدلّ على كون حديثه
منكرا فاذا لم يبق من يوثق امر بشر بن رافع
على الاستقلال من الائمة والله اعلم بالصواب

قائل ہو ساتھ حجت پکڑنے کے ساتھ حدیث اوسکیکی مطلقا مگر
وہ مدفوع ہو ساتھ دو وجہ کی وجہ اول یہ کہ معارض ہو کلام
بخاری سے کو کہ وہ منکر حدیث والا ہی اور معارض ہے کلام غیر
اون بخاری کو بھی باین طور کہ روایت اسکی موضوع ہی جیسا کہ
کہا ابن حبان نے اور معارض ہو کلام غیر اونکیکو اور ائمہ سی پس
بنا کری کہ پس جرح مقدم ہو تعدیل پر وجہ دوسری یہ کہ
غرض ابن عدی کی نہیں ہو دفع کرنا نکارت کا اوس کی حدیث
سے مطلقا کیونکہ ذہبی نے کہا ہی درمیان کلام اپنی کے
کہ کہا ہی ابن عدی نے کہ بخاری کے نزدیک بشر بن رافع
وہی ابو الاسباط حارثی ہی اور نزدیک ابن معین کے یہ ہے
کہ ابو الاسباط شیخ کوفی ہے اور بشر بن رافع اور
شخص ہے اور اون دونوں کے لیے اگر بالفرض وہ
دو ہیں چند حدیثیں ہیں اور گویا کہ حدیثیں بشر بن رافع
کی زیادہ منکر ہیں حدیثیں ابو الاسباط سے ختم ہوا کلام
اوسکا پس کلام ابن عدی کا جو یہ ہی دلالت کرتا ہو ساتھ
ظاہر کے اوپر ہونی حدیث اوسکیکی منکر پس نہ باقی رہا جو شخص
کہ ثقہ کہے اوسکو مستقل طور پر ائمہ میں سے واللہ اعلم بالصواب

سلہ میں کہتا ہوں کہ جب ابن حبان نے بشر بن رافع راوی ضعیف ہو اور ابن عم ابی ہریرہ مجہول ہو تو اب کسطرح حدیث اونکی مقبول ہوگی اسیواسطے کہا ابن القطان
نے بشر بن رافع ابو الاسباط الحارثی ضعیف وهو يروى هذا الحديث عن ابى عبد الله بن عم ابى هريرة وابو عبد الله هذا لا يعرف الحال ولا يروى عنه غير بشر والحديث لا
يصح لاجلهما انتهى كلامه كذا نقله الامام الزيلعى فى تخريج احاديث الهداية ۱۲ منہ سلہ غرض کہ ابن عدی کا مطلب یہ ہے کہ بخاری کے نزدیک بشر بن رافع وہی ابو الاسباط ہو اور ابن
معین کے نزدیک بشر بن رافع اور شخص ہے اور ابو الاسباط اور شخص ہے اور بالفرض وہ دو ہی شخص ہوں جیسا کہ ابن معین کی غرض ہی تو دونوں میں سے بشر بن رافع کی حدیثیں زیادہ منکر ہیں بہ نسبت ابو الاسباط کی
پس ابن عدی کی نزدیک بھی وہ منکر الحدیث ہوا ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ اگر کوئی کہے کہ پھر ابن عدی کی کلام کے کیا معنے ہونگے یعنی قوله لا باس باخباره لم اجد بعد حديثا منكرا انتهى تو جواب یہ ہی
کہ یہ کلام ابن عدی کا اوسکی نکارت کو مطلقا دور نہیں کرتا بلکہ غرض اوسکی یہ ہے کہ بہ نسبت ابو الاسباط کی جب زیادہ منکر الحدیث ہی تو اوروں کی بہ نسبت شاید کم نکارت رکھتا ہی اگرچہ خود بھی منکر
الحدیث ہے یعنی موضوع کے درجہ کو نہیں پہنچتا جیسا کہ ابن حبان نے سمجھا ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ عفی عنہ

وقد قال الامام العینی فی شرح البخاری قال ابن القطان فی کتابہ لبشر بن رافع ابو الاسباط الحارثی وھو یروی ھذا الحدیث عن ابی عبد اللہ بن عم ابی ھریرۃ وابو عبد اللہ ھذا لا یعرف حالہ ولا روی عنہ غیر بشر والحدیث لا یصح من اجلہ فسقط بذلک قول الحاکم علی شرط الشیخین وتحسین الترمذی ایاہ انتھی کلامہ قلت لم یحکم الترمذی بالتحسین لحدیث بشر بن رافع اصلا بل لحدیث وائل الذی ھو من غیر طریق بشر من شاء فلیرجع الیہ الوجہ الثانی ان شیخہ ابا عبد اللہ ابن عم ابی ھریرۃ مجھول فقد قال شیخ الاسلام الذھبی فی میزان الاعتدال فی باب الکنی ابو عبد اللہ الدوسی عن ابی ھریرۃ لا یعرف ما حدث عنہ سوی بشر بن رافع انتھی و مع کونہ مجھولا قد خالف سعید بن سمعان فقد اخرج البخاری فی جزء[1] القراءۃ باسناد صحیح عن سعید بن سمعان عن ابی ھریرۃ ثلاث قد ترکھن الناس ما فعلھن رسول

اور کہا امام عینی نے شرح صحیح بخاری میں کہ ابن قطان نے اپنی کتاب میں کہا بشر بن رافع ابو الاسباط حارثی وہ روایت کرتا ہے اس حدیث کو ابو عبد اللہ سے جو ابو ہریرہ کا چچازاد بھائی ہی اور اُس عبد اللہ کا کچھ حال معلوم نہیں اور نہ سوائے بشر کے اس سے کوئی شخص روایت کرتا ہے اور اسیکی وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں پس ساقط ہو گیا قول حاکم کا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر ہے اور سیطرح ترمذی کا حسن کہنا ختم ہوا کلام عینی کا میں کہتا ہوں ترمذی نے بشر بن رافع کی حدیث کو ہرگز حسن نہیں کہا بلکہ وائل کی حدیث کو حسن کہا ہی جو سوائے بشر کے دوسرے طریق سے ہے۔ وجہ دوسری یہ کہ ابو عبد اللہ بن عم ابی ہریرۃ مجہول ہے پس کہا شیخ الاسلام ذہبی نے میزان الاعتدال میں بیچ باب الکنی کے ابو عبد اللہ دوسی روایت کرتا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں پہچانا جاتا نہیں روایت کی اوس سے سوی بشر بن رافع کی ختم ہوا کلام اوسکا اور باوجود ہونے اوسکے مجہول تحقیق مخالفت کی ہی اوسنے سعید بن سمعان کی پس روایت کیا ہی بخاری نے جزء القراءۃ میں ساتھ اسناد صحیح کی سعید بن سمعان سے اونے ابو ہریرہ رض سے کہا تین چیزیں ہیں ترک کیا اونکو لوگوں نے جنکو کرتے تھے

مروی [illegible]

الجواب الحدیث الی ابی ہریرۃ من الطریق الثانی [illegible]

[1] قلت اسنادہ ہکذا حدثنا محمود قال ثنا ابو عاصم قال انبانا ابن ابی ذئب عن سعید بن سمعان عن ابی ہریرۃ رض ۱۲ منہ عفی عنہ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر اذا قام الی الصلوٰۃ ویسکت بین التکبیر والقراءۃ ویسئل اللہ من فضلہ وکان یکبر فی کل خفض ورفع فقد ذکر ابو ھریرۃ فی ھذا الحدیث الصحیح ما ترک الناس فعلہ بصیغۃ الحصر ولم یذکر فیہ التامین اصلاً فضلاً عن ذکر جھرہ بالکیفیۃ المذکورۃ فعلم انہ منکر وھو المطلوب واما ما قال الحافظ ابن حجر فی تقریبہ ابو عبد اللہ الدوسی ابن عم ابی ھریرۃ مقبول من الثالثۃ قیل اسمہ عبد الرحمن بن ھضھاض وقیل بن الصامت انتھی کلام الحافظ فلا یدفع النکارۃ ولا یرفع عند الجھالۃ فان ابن حجر قد ذکر فی خطبۃ کتابہ فی مراتب الجرح والتعدیل المرتبۃ السادسۃ من لیس لہ من الحدیث الا القلیل ولم یثبت فیہ ما یترک حدیثہ من اجلہ والیہ الاشارۃ بلفظ مقبول حیث یتابع والا فلین الحدیث

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تکبیر فرماتے جب کھڑے ہوتے طرف نماز کی اور سکوت[۱] فرماتے درمیان تکبیر اور قراءۃ کی اور سوال کرتے اللہ سے فضل اوسکا اور تکبیر کہتے تھے ہر ایک خفض اور رفع میں پس ذکر کیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث صحیح میں جو کچھ ترک کیا تھا لوگوں نے کرنا اوسکا ساتھ صیغہ[۲] حصر کے اور نہیں ذکر کیا آمین کو ہرگز حال ہونے اوسکی فضلہ یعنی زائد ذکر جہر اوسکے سے ساتھ کیفیت[۳] مذکورہ کی پس معلوم ہوا کہ وہ ذکر جہر کا منکر ہے اور وہی مطلوب ہے اور یہ جو کہا ہے حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب میں ابو عبد اللہ الدوسی ابن عم ابو ہریرہ کے مقبول طبقہ ثالثہ سے ہے کہا بعض نے کہ نام اوسکا عبد الرحمن بن ہضہاض ہے اور بعض نے کہا ابن صامت ہے ختم ہوا کلام حافظ کا پس نہیں دفع کرتا اوس سے نکارت کو اور نہیں اُٹھاتا اوسکی جہالت کو کیونکہ ابن حجر نے خود ذکر کیا ہے بیچ خطبہ کتاب اپنی کی مراتب جرح اور تعدیل میں اور کہا کہ مرتبہ چھٹا اوس راوی کا ہے جو نہیں اوسکے واسطے حدیث مگر قلیل اور نہیں ثابت اوسمیں وہ عیب[۴] جو ترک کیا جاوے بسبب اوسکے اور اوسکی طرف اشارہ ہے ساتھ لفظ مقبول کی جس جگہ متابعت کیا جاوے اور اگر

[۱] اس سکوت کے معنی عدم جہر کے ہیں ساتھ اوس وظیفہ کے جو بعد تکبیر کے اور قبل شروع فاتحہ کے ہوا کیا جاتا ہے جیسا کہ سبحانک اللھم وبحمدک الخ ونحو ذلک اور وہ جو بعض اہل حدیث نے دعوی کیا ہے کہ یہ سکتہ واسطے قراءۃ مقتدی کے ہے تا کہ امام کے ساتھ اوسکو قراءۃ میں شراکت نہ ہو اور معارضہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلامت رہے وہ سراسر بے اصل اور پوچ بات ہے شارع سے قراءۃ خلف الامام جبکہ صحت کو نہیں پہنچا تو سکتات میں پڑھنا اور اوسکا تکلف سر پر لینا بے فائدہ ہے اور بحث قراءۃ خلف الامام کے ساتھ لوازمہ کے اور جواب ادلہ خصم کا عمدہ طور سے بالبسط والسعۃ میں نے اپنی کتاب الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین میں کی ہے وفقنا اللہ لطبعہ کما وفقنا بتصنیفہ آمین ۱۲ منہ [۲] اگر کوئی کہے کہ العدد لا مفہوم لہ تو پھر یہ جواب ہے اوسکا یہ ہے کہ تب بھی منکر ہے کیونکہ ضعیف راوی نے ثقہ پر زیادتی کی ہے وھو المعنی لکونہ منکر العینہ ۱۲ منہ [۳] یعنی جبکہ نفس جہر ثابت نہوا تو اوسکی کیفیت کہ مسجد گونج جاتی تھی کب صحیح ہوسکتی ہے ۱۲ منہ [۴] یعنی اوس میں جرح معلوم نہیں اگرچہ تعدیل بھی معلوم نہیں ۱۲ منہ عفی عنہ [۵] مگر واضح ہو کہ لین الحدیث بھی تب ہے جبکہ کسی اوثق کی مخالفت نہ کرے اور نہ زیادتی اوس لقب پہ ورنہ تب بھی منکر الحدیث ہوگا ۱۲ منہ عفی عنہ

انتهى فقد اشار ابن حجر الى ان المقبول عنده
حيث يتابعه غيره والا فلا وههنا كذلك فعلم
انه مجهول الطريق الرابع لحديث ابى هريرة
اخرج الدارقطنى فى سننه حدثنا محمد بن
سهل ثنا عثمان بن صالح ثنا اسحاق بن ابراهيم
ثنا عمرو بن الحارث ثنا عبد الله بن سالم عن
الزبيدى ثنى الزهرى عن ابى سلمة وسعيد
عن ابى هريرة رضي الله عنه قال كان رسول
الله صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من قراءة
ام القران رفع صوته وقال امين هذا
اسناد حسن انتهى كلام الدارقطنى والجواب
عنه ان عبد الله بن سالم صاحب الزبيدى
وان كان ثقة من حيث الحفظ ولكنه ناصبى
قال الذهبى فى ميزان الاعتدال قال ابوداود
كان يقول ان عليا اعان على قتل ابى بكر و
عمر وجعل يذمه ابوداود يعنى انه ناصبى
انتهى اذا ثبت هذا فنقول ان على بن ابى
طالب رض لما كان مذهبه اخفاء التامين

ختم ہوا کلام اوس کا پس اشارہ کیا ابن حجر نے اس بات کی طرف
کہ مقبول اوسکے نزدیک اوس جگہ ہے جبکہ متابع ہوا وسکو غیر اوس
کا اور اگر نہیں متابع ہوا اوسکو پس نہیں مقبول اور اس جگہ ایسی ہے [3]
پس معلوم ہوا کہ وہ مجہول ہے طریق چوتھا واسطے حدیث ابوہریرہ رض
کے روایت کیا ہے دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو
محمد بن سہل نے کہا حدیث کی ہمکو عثمان بن صالح نے کہا حدیث
کی ہمکو اسحاق بن ابراہیم نے کہا حدیث کی ہمکو عمرو بن حارث نے
کہا حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن سالم نے اونسے زبیدی اونسے زہری
سے اوس نے ابو سلمہ اور سعید سے اونہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
ابوہریرہ رض نے کہا تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ
ہوتے قراءۃ ام القرآن سے بلند کرتے آواز اپنی اور فرماتے
آمین یہ اسناد حسن ہے ختم ہوا کلام دارقطنی کا اور جواب اوس
کا یہ ہے کہ عبد اللہ بن سالم شاگرد زبیدی کا اگرچہ ثقہ ہے حفظ
کی جہت سے مگر وہ ناصبی ہے کہا ذہبی نے میزان الاعتدال
میں کہا ابوداؤد نے تھا وہ کہتا کہ حضرت علی رضی اللہ
عنہ نے معاونت کی ہے اوپر قتل کرنے حضرت صدیق اکبر رضی
اللہ عنہ کے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اور شروع کیا
ابوداود نے کہ مذمت کرتا تھا اوسکی یعنی وہ ناصبی ہے آہی جب ثابت ہوا یہ امر پس کہتے ہیں

[1] قلت كونه لين الحديث فى حالة عدم المتابعة اذا لم يكن مخالفا لغيره ولا يزيد على حديث من هو اعلى منه حفظا واكثر منه عددا والا فالحديث منكر لامحالة فعلى هذا فلا شبهة فى كون الحديث منكرا فان سعيد بن سمعان ثقة حافظ وابو عبد الله مع كونه مجهولا قد زاد على حديثه ذكر التامين جهرا فعلم انه منكر ١٢ منه عفى عنه [2] قلت الفرقة الناصبية هم المتدينون ببغض على رض لانه نصبوا له اى عادوه ١٢ منه عفى عنه [3] يعنى اول تو اوسکا متابع کوئی نہیں اور دوسرے اوس نے سعید بن سمعان پر زیادتی کی ہے پس منکر ہوئی حدیث اوس کی ١٢ منه عفى عنه

وعبد الله بن سالم ناصبيّ يبغض عليًا ويفترى
عليه فروايته في خلاف عليٍّ غير صحيحة مع
انّ النّسائي اخرج حديث ابي هريرة من
طريق عمرو بن عثمان عن الزبيدي وليس فيه
جهر التامين والله اعلم بالصواب واليه
المرجع والمآب قلت من قال بتحسين حديث
ابي هريرة هذا كالدارقطني وغيره فكلامه
مخدوش فيه وذلك لانّ الزبيدي وان
كان ثقة في نفسه ولكنه خالف جميع اصحاب[۲]
الزهري فقد روى سفيان[۱] بن عيينة ومالك
بن انس ومعمر[۳] ويونس[۴] بن يزيد الايلي هذا
الحديث عن ابن شهاب امّا بالانقطاع
كما في حديث مالك او مجردا عن الجهر كابن
عيينة وغيره كما مرّ تحقيقه فلعل عبد الله
بن سالم ادرج كلام ابن شهاب في كلام ابي هريرة
ولم يفرق بين كلاهما وبالجملة فلفظ رفع
بها صوته بالاسناد المتّصل شاذ وامّا بالاسناد
المنقطع كما مرّ من حديث روح بن عبادة

اور عبد اللہ بن سالم ناصبی عداوت رکھتا ہے حضرت علی رضی
اللہ عنہ سے اور افترا باندھتا اون پر پس حدیث اوس کی بیچ
مخالفت مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیح نہیں ہے باوجودیکہ
نسائی نے روایت[۵] کیا ہے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو
عمرو بن عثمان کے طریق سے اوس نے زبیدی سے اور نہیں اوس
میں ذکر جہر آمین کا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب
مَیں کہتا ہوں کہ جو شخص قائل ہے ساتھ حسن کہنے حدیث ابی ہریرہ
رضی اللہ عنہ کے جو یہ ہے مثل دارقطنی وغیرہ کی پس کلام اوسکی
مجروح ہے اور وہ اس واسطے کہ امام زبیدی اگرچہ ثقہ ہے فی
نفسہ مگر وہ مخالف ہوا ہے تمام اصحاب[۶] زہری کو پس روایت
کیا ہے سفیان بن عیینہ اور امام مالک بن انس اور معمر بن راشد
اور یونس بن یزید ایلی نے ابن شہاب سے یا تو ساتھ انقطاع
کے جیسا کہ امام مالک کی حدیث میں ہے یا خالی جہر سے جیسا
کہ ابن عیینہ وغیرہ کی حدیث میں ہے جیسا کہ گذر چکی تحقیق اوسکی
پس شاید عبد اللہ بن سالم نے مدرج کیا ہے کلام ابن شہاب
کا بیچ کلام ابو ہریرہ کے اور نہ فرق کیا درمیان کلام اون دونو
کے اور قصہ مجمل پس لفظ رفع بہا صوتہ کا ساتھ سند متصل کے
شاذ ہے اور اسپر ساتھ اسناد منقطع کے جیسا کہ گذر چکا روح

[۱] قلت حديثه عند النسائي ۱۲ منه عفي عنه [۲] قلت حديثه عند البخاري وغيره ۱۲ منه عفي عنه [۳] قلت حديثه عند النسائي ۱۲ منه عفي عنه [۴] قلت حديثه عند ابن ماجة وغيره ۱۲ منه عفي عنه [۵] اور نسائی کی حدیث اوپر گذر چکی ۱۲ منه عفي عنه
[۶] قلت حديثه عند ابن ماجة وغيره ۱۲ منه عفي عنه

عند السراج بل ومن حديث الزبيدي نفسه فشاذ ومنقطع الطريق الخامس لحديث ابي هريرة رضي الله عنه اخرج النسائي في سننه اخبرنا محمد بن عبد الله بن الحكم ثنا شعيب ثنا الليث بن سعد ثنا خالد بن يزيد عن ابي هلال عن نعيم المجمر قال صليت وراء ابي هريرة فقرأ بسم الله الرحمن الرحيم ثم قرأ بام القران حتى قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال امين فقال الناس امين ثم قال ابو هريرة والذي نفسي بيده اني لاشبهكم صلوة برسول الله صلى الله عليه وسلم واخرج الطحاوي في معاني الاثار حدثنا صالح بن عبد الرحمن قال ثنا سعيد بن ابي مريم قال اخبرنا الليث بن سعد قال اخبرنا خالد بن يزيد عن ابي هلال عن نعيم المجمر نحو ما رواه النسائي بعينه والجواب عنه ان الحديث لا دليل فيه على الجهر وان كان من حيث السند مقبولا والدليل على ما ادعيناه هو ان ابا هريرة قد قرأ البسم

نزدیک سراج کے اور بلکہ خود زبیدی کی حدیث سے پس شاذ اور منقطع ہے واللہ اعلم طریق پانچواں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا روایت کیا نسائی نے اپنی سنن میں خبر دی ہم کو محمد بن عبد اللہ بن حکم نے کہا حدیث کی ہم کو شعیب نے کہا حدیث کی ہم کو لیث بن سعد نے کہا حدیث کی ہمکو خالد بن یزید نے اوس نے ابو ہلال سے اوس نے نعیم مجمر سے کہا نعیم مجمر نے نماز پڑھی میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پس پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم پھر پڑھا ام القرآن کو یہانتک کہ کہا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہا آمین پھر کہا لوگوں نے آمین پھر کہا ابوہریرہ رض نے قسم ہے اوس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تحقیق میں زیادہ مشابہ ہوں نماز میں ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور روایت کیا طحاوی نے معانی الآثار میں حدیث کی ہمکو صالح بن عبد الرحمن نے کہا حدیث کی ہمکو سعید بن ابی مریم نے کہا خبر دی ہمکو امام لیث بن سعد نے کہا خبر دی ہمکو خالد بن یزید نے اوس نے ابو ہلال سے اوس نے نعیم مجمر سے جس طرح کہ روایت کیا اوس کو نسائی نے بعینہ اور جواب اوس سے یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں اوسمیں کوئی دلیل جہر پر اگرچہ سند کی حیثیت سے مقبول ہے اور دلیل اوپر جو کہ ہم نے دعوی کیا ہے وہ حدیث ہے جس کو

ے۱ یہ کلام علی سبیل التنزل ہو ورنہ امام زہری اس سے بری ہی کیونکہ اوس نے عمرو بن عثمان کی روایت میں اسکو کب کہا ہی پس درحقیقت یہ غلطی عبد اللہ بن سالم کی ہی کہ متصل سند سے اسکو بیان کیا البتہ اگر زہری کا قول قرار دیا تو بجا تھا کیونکہ روح بن عبادہ اوسکا متابع ہوجاتا ۱۲ منہ ے۲ خلاصہ کلام کا یہ ہی کہ لفظ رفع بہا صوتہ کا کسی طرح ان سندوں سے صحیح نہیں کیونکہ یا تو منقطع ہی جیسا کہ روح بن عبادہ کی حدیث ہی یعنی قول زہری کا کہ کان رسول اللہ الخ اور یا یہ شاذ ہی جیسا کہ عبد اللہ بن سالم نے اوسکو زیادہ کیا عمرو بن عثمان کی روایت پر اور یا یہ ضعیف السند ہی چنانچہ بشر بن رافع اور زہرا السقا کی روایت میں ہے ۱۲ حسن عفی عنہ ۱۲۔۲۔۱۳۱۲

الله الرحمن الرحيم ايضاً مع عدم ثبوت جهره
منه بدليل ما اخرجه الامام الطحاوي في شرح
معاني الاثار باسناد[۱] صحيح عن ابي هريرة قال
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا نهض
في الثانية استفتح بالحمد لله رب العلمين
ولم يسكت انتهى فان المراد من قوله لم يسكت
ليس هو عدم قراءة التسمية مطلقاً بل المراد
انه لم يسكت لغير التسمية فانه قرأها سراً
فاذا كان حال التسمية في الركعة الثانية هو
الاسرار ففي التامين المقارن بها ليس الا
الاسرار فالحديث خارج عن حيز الاحتجاج
ولذا قال الحافظ ابن حجر في تخريج احاديث
الهداية قد اعترض على هذا الحديث بان
ابا هريرة وصف الصلوة وقال انا اشبهكم
فيحمل على معظم ذلك وان العموم قد يخص
بقرائن صحيحة انتهى كلام الحافظ مع ان سعيد
بن هلال ممن اختلط بآخره نص عليه ابن حجر

روایت کیا ہے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ساتھ
اسناد صحیح کے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تھے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ کھڑے ہوتے دوسری رکعت
میں تو شروع کرتے ساتھ الحمد للہ الخ کے اور نہ سکوت
کرتے ختم ہوئی حدیث کیونکہ مراد ساتھ قول اوس ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ کے کہ آنحضرت سکوت نہ کرتے نہیں وہ عدم
قراءت بسم اللہ کا مطلقاً بلکہ مراد یہ ہے کہ آنحضرت نہ
سکوت کرتے واسطے غیر تسمیہ[۲] کے کیونکہ قراءۃ کرتے اوس کو
پوشیدہ پس ہرگاہ ہوا حال تسمیہ کا دوسری رکعت میں
وہی پوشیدہ کرنا پس آمین میں جو کہ مقارن اوس کے ہے نہیں
ہے مگر پوشیدہ کرنا پس یہ حدیث خارج ہے دائرہ احتجاج
سے اسی واسطے کہا ہے حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث
ہدایہ میں کہ ضرور اعتراض کیا گیا ہے اس حدیث پر باین
طور کہ ابوہریرہ رض نے وصف بیان کیا ہے نماز کا اور کہا کہ
میں زیادہ مشابہ ہوں تم سے پس محمول ہوگی یہ حدیث[۳] اوپر
بڑے امور اوسکے اور عموم خاص کیا جاتا ہی ساتھ قرائن
صحیحہ کے ختم ہوا کلام حافظ کا باوجودیکہ سعید بن ہلال ان میں سے ہی جو کہ مختلط

[۱] قلت اسناده هكذا احد ثنا حسين بن نصر ثنا يحيى بن حسان ثنا عبد الواحد بن زياد ثنا عمارة بن القعقاع ثنا ابو زرعة بن عمرو بن جرير قال ثنا ابو هريرة رض انتهى ۱۲ منه عفي عنه [۲] تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب رکعت دوسری میں ابوہریرہ رض نے یوں بیان کیا کہ حضرت سکوت نہ کرتے اور فاتحہ کو شروع کر دیتے اور حال یہ کہ بسم اللہ الخ کا پڑھنا قبل فاتحہ کے سنت مستمرہ اور مستقرہ ہے اب یہ جائز نہیں کہ تسمیہ نہ پڑھتے ہوں بدلیل الاحادیث الکثیرہ تو معلوم ہوا کہ مراد ابوہریرہ رض کی یہ ہے کہ جہر بسم اللہ کا نہ کرتے اور مخفی ہر کہ سکتہ لطیفہ قلیلہ میں ادا کرتے ہوں اور بسبب قلت سکتہ کی ابوہریرہ رض نے بیان نہ کیا جب یہ بات ثابت ہوئی بسم اللہ کے حق میں اور اس حدیث میں اوس کے ساتھ ابوہریرہ نے آمین کو مقارن کیا تو اوسکے بھی یہی معنی ہوئے کہ سکتہ لطیفہ میں ادا کیا اور اگر آمین کا جہر تسلیم کریں تو بسم اللہ کا جہر کرنا بھی ضرور ہوگا اور مرفوع حدیث ابوہریرہ کی اوسکا انکار کرتی ہی فما ہو جواب الخصم فہو جوابنا ۱۲ منہ عفی عنہ [۳] صفحہ ۱۲۵ پر دیکھو

نقلا عن احمد بن حنبل وابو هلال متكلم فيه
لين الحديث نقله ابن حجر والذهبي فلعل ذكر
التامين وهم منهما ونظيره ما قال الامام
العيني في جواب جهر البسملة ويلزمهم بالتشبيه
من كل وجه ان يقولوا بالجهر بالتعوذ فان الشافعي
روى اخبرنا ابو محمد الاسلمي عن ربيعة
بن عثمان عن صالح بن ابي صالح انه سمع ابا هريرة
وهو يؤم الناس رافعا صوته في المكتوبة اذا
فرغ من ام القرآن ربنا انا نعوذ بك من
الشيطان فهلا اخذوا به كما اخذوا بجهر
البسملة مستدلين بما في الصحيحين عن فما
اسمعنا رسول الله اسمعناكم وما اخفى عنا اخفينا عنكم
انتهى وانا اقول وكذلك غيره من الوظائف
التي صدرت عن الشارع على سبيل الجهر مرة او
مرات فما هو جوابهم فهو جوابنا والذي اقول
بالانصاف ان حديثه برفع الصوت لو سلمنا
ثبوته في الجملة كما هو رأي المخالف فجوابه ان
هذا فعل النبي صلى الله عليه وسلم والفعل

نقل کر کے امام احمد بن حنبل[۵۱] سے اور ابو ہلال متکلم فیہ ہے لین
الحدیث نقل کیا اوسکو ابن حجر[۵۲] اور ذہبی[۵۳] نے پس شاید ذکر
کرنا آمین کا وہم اون دونوں کا ہے واللہ اعلم بالصواب اور یہی
نظیر وہ ہی جو امام عینی نے جہر بسملہ کی جواب میں کہا کہ من کل
الوجوہ تشبیہ دینے سے انپر یہ لازم ہی کہ تعوذ کی جہر کے بھی
قائل ہو جاویں کیونکہ شافعی رح نے روایت کیا کہ ہمکو ابو محمد
اسلمی نے خبر دی ربیعہ بن عثمان سے اُس نے صالح بن ابی صالح
سے اونہوں نے ابوہریرہ رض سے سنا در حالیکہ وہ بلند آواز
سے فرض نماز میں لوگوں کی امامت کر رہے تھے جب فاتحہ سے
فارغ ہوئے تو پڑھا ربنا انا نعوذ بک من الشیطان پس انہوں نے اسکو
کیوں نہ اختیار کیا جیسا کہ جہر بسملہ کو اختیار کر لیا صحیحین کی اس
روایت سے استدلال کر کے کہ جو کچھ رسول نے ہمکو سنایا ہم نے تمکو
سنا دیا ہیں اور جو کچھ آپنے ہم سے مخفی رکھا ہم تم سے مخفی رکھتے ہیں اور
میں کہتا ہوں اسی طرح اور وظائف جو شارع سے ایک مرتبہ یا
چند مرتبہ بلند آواز سے صادر ہوئے پس جو جواب مخالفین دینگے وہی ہمارا جواب ہے
اور وہ جو میں کہتا ہوں ساتھ انصاف کے یہی کہ حدیث
ابوہریرہ رض کی ساتھ رفع صوت کے بر تقدیر ثبوت اوسکے فی الجملہ جیسا
کہ وہ رائے مخالف کا ہے پس جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ فعل نبی صلعم کا ہے اور فعل

۵۰ یعنی غرض ابوہریرہ رض کی اس سے تعلیم طریقہ نماز کا تھا چنانچہ حدیث سے یہ امر مستفاد ہوتا ہے لہذا اونہوں نے جو ضروری ضروری امر تھا تو بتا دیا اور ... الحمد الخ کا پڑھنا ہے پس معلوم ہوا کہ جہر کرنا مطلوب تھا ۱۲ منہ عفی عنہ ۵۱ قلت کلامہ ہکذا سعید بن ہلال اللیثی صدوق لم ار لابن حزم فی تضعیفہ سلفا الا ان الساجی حکی عن احمد انہ اختلط من السابعۃ انتہی مختصرا ۱۲ منہ عفی عنہ ۵۲ میں کہتا ہوں ابن حجر کا کلام یہ ہے محمد بن سلیم ابو ہلال الراسبی کان مکفوفا وهو صدوق فیہ لین انتہی ۱۲ منہ عفی عنہ
۵۳ اور عبارت ذہبی کی یہ ہے قال ابو حاتم محلہ الصدق لیس بذاک المتین وقال النسائی لیس بالقوی وقال ابن معین یرمی بالقدر وقال الفلاس کان یحیی بن سعید لا یحدث عن ابی ہلال انتہی مختصرا ملخصا ۱۲ منہ عفی عنہ

لاعموم له وقد روى ابوهريرة نفسه عن النبي
صلى الله عليه وسلم اذا قال الامام ولا الضالين
فقولوا امين ....
....
....
....
.... وروى ابوهريرة رض
نفسه مرفوعا اذا قال الامام ولا الضالين فقولوا
امين فان الملئكة تقول امين وان الامام
يقول امين فهذا ارشاد منه صلى الله عليه
وسلم الى ان الامام يقولها سرا ولولا لما احتاج
الى هذا القول فانه قال اولا اذا امن الامام
فامنوا ايضا فهذان الحديثان كل واحد
منهما يدل على اخفاء التامين احدهما ظاهر
على النهي عن الجهر للمؤتمين وثانيهما اخبار
عن حال الامام اشارة فحديث ابي هريرة فيه
اكثر دليل لقول من اخفى بالتامين وهو المطلوب

کیونکہ اسکے[1] عموم نہیں ہوتا اور تحقیق روایت کیا ہے خود ابوہریرہ رض
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کہے امام ولا الضالین پس
کہو تم آمین ....
....
....
....
.... اور روایت کیا ہے ابوہریرہ رض نے خود مرفوع
کر کے جب کہے امام ولا الضالین پس کہو تم آمین کیونکہ فرشتے کہتے
ہیں آمین اور امام بھی کہتا ہے آمین پس یہ ارشاد ہوا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی طرف کہ امام کہتا ہے اوس
آمین کو پوشیدہ ورنہ نہ محتاج ہوتے طرف اس قول کی کیونکہ آپ[2]
فرما چکے تھے کہ جب آمین کہے امام پس تم آمین کہو پس یہ دو حدیثیں
ہر ایک ان میں سے دلالت کرتی ہے اخفاء آمین پر ایک
اون کی ظاہر ہے اوپر منع کرنے کے جہر سے واسطے مقتدیوں کے
اور دوسری خبر دیتی ہے حال امام سے از روئے اشارہ کے پس حدیث
ابوہریرہ رض کی اوسمیں اکثر دلیل ہے واسطے اوسکے جو کہ پوشیدہ کرتا ہے[3]

[1] یعنی فعل جہر آمین کا تو واقع ایک حال کا ہے اور واقع حال کیواسطے عموم نہیں ہوتا اور بحث اوسکی اصول حدیث میں مفصل طور پر مذکور ہے چنانچہ ابن حجر نے فتح الباری میں چند جگہ اس کا ذکر کیا ہے اون میں سے در باب قعود بین الخطبتین کہ قال الزین بن المنیر لم یصرح بحکم الترجمة لان مستنده فعل والفعل لاعموم له انتہی اور اون میں سے در باب اذا رای الامام رجلا جاء والامام یخطب امره ان یصلی رکعتین بعد بیان کرنے حدیث جابر رض کے بیچ قصہ رجل مذکور کے واستدلال به علی ان الخطبة لاتمنع الداخل من تحیة المسجد وتعقب بانها واقعة عین لاعموم لها انتہی ونحو ذلک من المواضع وتفصیل ذلک مذکور فی موضعه ۱۲ منه

[2] یعنی جبکہ آمین کا وقت بھی بعد ولا الضالین کے ہے اور انصات کا حکم بھی بعد ولا الضالین کے ہے پس اسی انصات میں آمین ادا ہونا ضرور ہوا اور اوسکو اخفا لازم ہے کیونکہ بعد اس سکتہ کی آمین کہنا بھی لا اصل له ہے اور اسیطرح آمین بعد سکتہ لا اصل له ہے یعنی بدعت ہے پس وقت آمین کا یہی سکتہ ہے ۱۲ منه

[3] خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ حدیث وائل ابوہریرہ رض کی ساتھ ذکر جہر کے اور ساتھ لفظ رفع بہا صوته اول تو بجمیع طرق قابل استدلال نہیں ہے دوسرے واقعہ ایک حال کا ہے اور واقعہ کا عموم نہیں ہوتا اور حدیث سمرہ ابوہریرہ کی سے اخفا ثابت ہے اگرچہ صراحۃ نہیں اوس میں کچھ اعتراض نہیں ۱۲ منه عفی عنه

فهذه الاحاديث هي التي استدل بها من قال بجهر التامين وقد علمت حالها بانها لا يصح منها شيئ وعلى تقدير صحتها لا يثبت منها سنية الجهر وذلك لان وقوعه مرة واحدة في صلوة واحدة كما قدمنا حاله في التمهيد مع ان الشارع لم يأمر به قولا ولم يثبت في حديث واحد ان الصحابة كانوا يجهرون به خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم والله اعلم بالصواب وههنا تنبيه يجب استحضاره لطالب السنة ليثبت له ان الجهر بالتامين ليس بسنة ولا مقصود للشارع بل غاية ما يثبت من عادته صلى الله عليه وسلم في افعاله انه لو جهر رجل احيانا بلا قصد مرة او مرتين لا يكون اثما لا ازيد منه وذلك لان النبي صلى الله عليه وسلم فعل اشياء من جنس التامين ومن غير جنسه وليس شئ منها مقصودا ولا غرضا بل بعضها مكروهة عند الكل او عند الخصم اذا كان على الدوام

پس یہ حدیثیں ہیں کہ دلیل پکڑی ہے ساتھ اونکی اوس شخص نے جو کہ قائل ہے ساتھ جہر آمین کے اور معلوم کر چکا ہے تو حال اونکا باین طور کہ نہیں صحیح ہوئی ہے اون سے کوئی شے اور بر تقدیر صحت اونکیکے نہیں ثابت ہوتی اون سے سنیت جہر آمین کی اور وہ اسواسطے کہ وقوعہ اوس جہر کا ایک ہی بار ہے[۱] فقط ایک ہی نماز میں[۲] جیسا کہ ہم اول بیان کر چکے ہیں تمہید میں باوجودیکہ شارع نے نہیں امر کیا ساتھ اوس جہر کے بیچ قول انکے[۳] اور نہیں ثابت ہوا ایک حدیث میں کہ صحابہ رضی تھے جہر کرتے پیچھے آپکے واللہ اعلم بالصواب اور اس جگہ ایک تنبیہ ہے واجب ہے اظہار کرنا اوسکا واسطے طالب سنت کے تو کہ ثابت ہو اوسکو کہ جہر کرنا ساتھ آمین کے نہیں ہے سنت اور نہ مقصود شارع کا بلکہ غایت درجہ اوس امر کا جو ثابت ہوتا ہے عادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سے اپنے افعال میں یہ ہے کہ اگر جہر کرے کوئی شخص کبھی کبھی بغیر قصد کے ایک بار یا دو بار تو وہ گنہگار نہوگا نہ زیادہ اوس سے اور وہ اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے بہت چیزوں کو آمین کی جنس سے اور اوسکی غیر جنس سے اور نہیں مقصود اون میں سے کوئی شی اور نہ غرض بلکہ بعض اونکا مکروہ ہے سب نزدیک یا کہ خود خصم کے نزدیک جبکہ ہو وہ علی سبیل الدوام[۴]

[۱] یعنی جبکہ آمین کا واقع متحد ہو ساتھ قول اوس شخص کہ جس نے آپکے پیچھے بلفظ ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ الخ کہا اور اوسکا وقوعہ ایک ہی بار ہے تو جہر آمین کا وقوعہ بھی ایک بار ہوا و بهذا القدر لا یثبت سنیتہ ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] یعنی مغرب کی نماز میں چنانچہ فتح الباری سے گذر چکا ۱۲ منہ عفی عنہ [۳] یعنی قولی حدیث میں کہیں نہیں وارد ہوا کہ جہر کرو یا کہ اور قسم کی ترغیب وارد ہو بلکہ لمر شارع کا ۱۲ منہ عفی عنہ [۴] بلکہ بموجب بعض روایات کے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مامور ہے ساتھ اخفاء کے چنانچہ ابو ہریرہ کی حدیث میں گذر چکا ۱۲ منہ عفی عنہ [۵] (صفحہ ۱۲۸ پر دیکھو) اور [۶] بھی

۲ امّا ما هو من جنسه فقد كان رسول الله
صلّى الله عليه وسلم يجهر[۱] بالتكبير وعند كلّ
خفض ورفع وكذا لفظة سمع الله لمن حمده و
لفظة السلام عليكم ورحمة الله وكذا لفظة ربّنا
لك الحمد حمدا كثيرا الخ مع ورودها مع التأمين
على سبيل الجهر كما مرّ فهٰذه الوظائف قد جهر
بها لحاجة المؤتمين لا لانّ الجهر فيها مسنون و
الا لفعل به المنفرد والمؤتم وهو خلاف الاجماع
وكذا جهر رسول الله صلّى الله عليه وسلم بسائر
الوظائف منها ما اخرجه النسائي وغيره عن
حذيفة بن اليمان انه صلّى مع النبيّ صلّى الله
عليه وسلم ذات ليلة قال فسمعته حين كبّر
الله اكبر ذو الجبروت الخ ومنها ما اخرج النسائي
وغيره عن البراء بن عازب كنّا نصلّي خلف
رسول الله صلّى الله عليه وسلم الظهر فنسمع
منه الاٰية بعد الاٰيات من سورة لقمان

اب پر وہ وظیفہ جو جنس آمین کی ہے پس تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جہر کیا کرتے تکبیر وقت ہر نیچے جانے اور اوپر آنے کے
اور اسی طرح لفظ سمع اللہ لمن حمدہ اور اسی طرح لفظ السلام
علیکم ورحمۃ اللہ اور اسی طرح لفظ ربنا لک الحمد حمدا
کثیرا طیبا مبارکا فیہ آخر تک باوجودیکہ ورود اوس کا
ساتھ آمین کے ہے جہر کے طور پر جیسا کہ گذر چکا[۵] پس ان وظائف
تحقیق جہر کیا ساتھ اونکے واسطے حاجت مقتدیوں کو نہ واسطے
اس امر کہ جہر کرنا اون میں مسنون ہے[۶]، ورنہ کرتا اوسکو مقتدی اور
منفرد اور اون کا جہر اجماع کے خلاف ہے، اور اسیطرح جہر کیا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ باقی وظائف کی اونمیں سے وہ جو
کہ روایت کیا اوسکو نسائی وغیرہ نے حضرت حذیفہ بن یمان
رضی سے کہ اونہوں نے نماز پڑھی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ایک رات پس سنا میں نے آپ کو جب تکبیر کہی اللہ اکبر والجبروت
آخر تک اور اونمیں سے وہ جو کہ روایت کی ہے نسائی وغیرہ نے براء بن عازب
سے تھے ہم نماز پڑھتے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ظہر پس سنا کرتے ہم آپ سے ایک آیت بعد ایک کے سورۂ لقمان سے

بقیہ ص ۱۲۷

(۵) آمین کی جنس جیسا کہ وہ وظائف کہ قرآن سے علاوہ ہیں اور مسنون ہیں نہ فرض و واجب اور یا کہ فرض و واجب ہیں جیسا کہ قراءۃ یا تشہد یا درود علی سبیل الاتفاق
او الاختلاف ۱۲ منہ عفی عنہ (۶) بلکہ بعض وقت مسنون امر پر مواظبت کرنی مکروہ ہے چنانچہ اہل حدیث اوسکو خوب جانتے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ (ضمیمہ خاتمہ صفحہ ۱۲۷)

(۱) قلت ومن الامثلة ما اخرج الامام محمد في كتاب الآثار اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان ناسا من اهل البصرة اتوا عمر بن الخطاب لم يأتوه الا ليسئلوه
عن افتتاح الصلوة قال فقام عمر بن الخطاب فافتتح الصلوة وهم خلفه ثم جهر فقال سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك قال محمد وبهذا
نأخذ في افتتاح الصلوة ولكنا لا نرى ان يجهر بذلك الامام ولا من خلفه وانما جهر عمر بن الخطاب ليعلمهم ما سالوه عنه انتهى كلامه قلت ونظيره ما قرأ ابو هريرة بالتأمين
من الوظائف على سبيل الجهر فقد قال الحافظ ابن حجر في مقدمة فتح الباري تحت حديث سمي عن ابي هريرة تابعه محمد بن عمرو عن ابي سلمة في الجهر بالتامين وصلها ابن خزيمة والسراج ومتابعة (وابو نعيم متابعة محمد بن عمرو)
نعيم المجمر عن ابي هريرة وصلها ابن خزيمة والنسائي والسراج والطبري وابن حبان والحاكم والدارقطني مطولا من حديث فيه ان ابا هريرة جهر بالتامين وبالتكبير وبالبسملة (باقي حاشيه

والذاریات ومنها ما اخرجہ البخاری وغیرہ
عن ابی قتادۃ الانصاری ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بنا الظہر
فیقرأ فی الرکعتین الاولیین یسمعنا الآیۃ الخ
ونحو ذلک من الوظائف الکثیرۃ کالتسبیح
فی الرکوع والسجود والتشہد والادعیۃ
فیہ مما یطول ذکرہ ففی ہذہ الوظائف
لیس الجہر بمقصود مع صحتہ واما من
غیر جنس التامین فکما اخرج مالک
فی الموطا وغیرہ فی غیرہ عن ابی قتادۃ رضی
اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم کان یصلی وہو حامل امامۃ بنت
زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الحدیث وکما اخرج النسائی وغیرہ عن
ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یلتفت یمینا وشمالا ولا یلوی عنقہ
خلف ظہرہ ونحو ذلک من الافعال المکروہۃ
وغیرہا فہل یقول عاقل بسنیتہ کلہا مع

اور سورۃ والذاریات سے اور از انجملہ ہے وہ جو کہ روایت کیا ہے
بخاری وغیرہ نے ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے نماز پڑھاتے ہمکو ظہر کی پس قراءۃ
کرتے دونوں رکعتوں اول میں سناتے ہمکو آیت اور مانند
انکی اور وظائف سے جو کہ بہت ہیں جیسا کہ تسبیح رکوع[۱]
اور سجود میں اور جیسا کہ التحیات کا پڑھنا اور باقی دعاؤں
کا پڑھنا اوس میں اون ہیں سے جنکا ذکر طویل ہے پس ان وظائف میں جہر
کرنا مقصود نہیں ہے[۲] باوجود صحت اوسکی اور اسپر غیر جنس
آمین کا پس جیسا کہ روایت کیا ہے امام مالک نے موطا
میں اور غیر اوسکے نے اوسکے غیر میں ابو قتادہ رضی سے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے نماز پڑھتے اور وہ
اٹھانیوالے تھے امامہ بنت زینب بنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر حدیث تک اور جیسا
کہ روایت کیا ہے نسائی وغیرہ نے ابن عباس رض
سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التفات[۳]
کیا کرتے دائیں طرف اور بائیں طرف اور نہ پھیرتے
آپ گردن اپنی پیٹھ کی جانب اور مانند ان کی اور افعال
مکروہ سے اور غیر اون کے سے پس ہے کوئی عاقل کہ قائل ہو ساتھ

ثم قال نجران سلم انا اشبہکم صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی وقد مر ان ابا ہریرۃ جہر بالتعوذ بعد الفراغ من الفاتحۃ علی ما رواہ الامام الشافعی فما ہو جوابہم فہو جوابنا ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] یعنی قصہ دونو کا ایک ہے اسطرح پر کہ آپ کا آمین کہنا صحابی نے سنا اور ربنا لک الحمد الخ صحابی کا کہنا آنحضرت صلعم نے سنا ۱۲ منہ عفی عنہ:

حواشی صفحہ ہذا [۱] رکوع اور سجود میں تسبیح کا سننا صحابہ کا آپکی زبان مبارک سے بکثرت موجود ہے کما اخرجہ النسائی وغیرہ عن انس بن مالک رض وغیرہ ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] بلکہ یہ سب امور جو کہ علی سبیل الجہر وارد ہیں اوسکا ہے غرض شارع کی داخل حاشیہ

انّ کلّه من افعال الشارع فکذلك جهر التامین والله اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب

الاستدلال بآثار الصحابۃ

المقصد الثّانی فی الاستدلال بآثار الصّحابۃ فقد اخرج ابن ابی شیبۃ حدّثنا وکیع قال ثنا مطر بن میمون قال سمعت عکرمۃ یقول ادرکت النّاس ولهم رجّۃ فی مساجدهم بآمین اذا قال الامام ولا الضّالین انتهی والجواب عنه انّ فی سنده مطر بن میمون وهو متروك اجماعًا قال فی التقریب متروك من الخامسۃ انتهی وقال الذّهبیّ فی میزانه قال البخاریّ وابو حاتم والنسائی منکر الحدیث انتهی وقال ابن حجر فی تهذیب التّهذیب سئل ابوداود عنه فجعل یضحك انتهی واخرج ابن حبّان والبیهقیّ عن عطاء بن ابی رباح ادرکت مأتین من الصّحابۃ فی هذا المسجد اذا قال الامام ولا الضّالین سمعت له رجّۃ بآمین وقال الامام البخاریّ فی صحیحه تعلیقا امّن ابن الزّبیر وامّن من خلفه

کل اونکا افعال شارع سے ہے پس اسی طرح حال ہو جہر آمین کا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وعندہ علم الکتاب

مقصد دوسرا بیچ استدلال کے ساتھ آثار صحابہ رضو کے پس تحقیق روایت کیا ابن ابی شیبہ نے حدیث کی ہمکو وکیع نے کہا حدیث کی ہمکو مطر بن میمون نے کہا اوسنے کہ سنا میں نے عکرمہ کو کہتا تھا کہ پایا میں نے لوگوں کو اور اون کے لیے آواز تھی اون کی مسجدوں میں ساتھ آمین کے جب کہتا امام ولا الضالین انتہی اور جواب اوسکا یہ ہو کہ اوسکی سند میں مطر بن میمون ہو اور وہ اجماعی متروک ہے کہا تقریب میں کہ متروک ہے طبقہ خامسہ سے انتہی اور کہا ذہبی نے میزان میں کہا بخاری اور ابوحاتم اور نسائی نے کہ منکر الحدیث ہے انتہی اور کہا ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں سوال کیا گیا ابوداود سے حال اوسکے سے پس شروع کیا ابوداود نے کہ ہنسی کرتا تھا انتہی اور روایت کیا ہے ابن حبان اور بیہقی نے عطاء بن ابی رباح سے کہ پایا میں نے دو سو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد میں جب کہتا امام ولا الضالین سنتا تھا میں واسطے اونکے آواز بلند ساتھ آمین کے اور کہا امام بخاری نے اپنی صحیح میں معلق کرکے آمین کہی ابن زبیر نے اور آمین کہی اون سے جو اوسکے

[1] حق اور صواب یہ ہو کہ جو وظائف قراۃ کو غیر ہیں کسی میں با جہر مسنون نہیں نہ المم اور نہ ہی مقتدی ور نہ منفرد کیونکہ واسطے الفتہ بکبیرات و تسمیع و تسلیم جو امام کو جہر کرنا نماز میں سنت ہے وہ حق ہے مگر وہ بسبب عارضی اعلان کے ہے نہ کہ مقصود ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

حتیٰ انّ للمسجد للجبۃ انتھے قلت قال الحافظ
ابن حجر فی فتح الباری ھٰذا الاثر وصلہ عبد الرزاق
ابن ھمّام عن ابن جریج عن عطاء قال قلت لہ
اکان ابن الزبیر یؤمّن علی اثر اُمّ القراٰن قال
نعم وامّن من خلفہ حتیٰ انّ للمسجد للجبّۃ
ثمّ قال انّما اٰمین دعاء انتھے والجواب
عنہ انّ ھٰذا الاثر وان کان من اعظم
الادلّۃ للمستدلّ بحیث یدعی اجماع
الصّحابۃ علی سنیّتہ التّامین ولکنّہ
مدفوع بانّہ لا یقول بحجیّۃ الاٰثار اصلاً
فکیف یلزم بہ غیرہ وبانّ ذلک واقعۃ
حال ولا عموم لہ کما مرّ وبانّ ابن الزّبیر
قد ثبت عنہ ترک نفس التّامین فضلاً
عن جھرہ فقد اخرج الامام الطحاوی فی
معانی الاٰثار باسناد صحیح عن الازرق بن
قیس قال صلّیت خلف ابن الزّبیر فسمعتہ

یہانتک کہ واسطے مسجد کے بلند آواز تھی انتہے اور میں کہتا ہوں
کہ کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس اثر کو موصول روایت
کیا ہی عبد الرزاق بن ہمام نے ابن جریج سے اوسنے عطاء سے کہا
ابن جریج نے کہا میں نے اوسی عطا کو کیا تھا ابن زبیر آمین کہا کرتا
بعد اُمّ القرآن کے کہا کہ ہاں اور آمین کہی اوس نے جو پیچھے
اوسکے تھا یہانتک کہ واسطے مسجد کے آواز تھی پھر کہا عطا نے
بیشک آمین دعا ہی انتہی اور جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ اثر اگرچہ ہی بڑی
ادلّہ سے واسطے مستدلّ کے بایں طور کہ دعوے کرتا ہی اجماع
صحابہ رض کا سنت ہونے جہر آمین پر مگر وہ استدلال مدفوع
ہے بایں وجہ کہ وہ مستدل خود قائل نہیں ہے ساتھ حجت ہونے
آثار کے ہرگز پس کسطرح الزام دیتا ہی ساتھ اوسکی غیر اپنے کو
اور ساتھ اسطرح کی کہ وہ واقعہ ایک حال کا ہی اور اوسکا عموم نہیں
ہوتا جیسا گذر چکا اور اسطرح پر کہ عبد اللہ بن زبیر تحقیق ثابت
ہوا ہی اوس سے ترک نفس آمین کا حال ہوا اوسکی زیادہ جہر سے
پس روایت کیا ہی امام طحاوی نے معانی الآثار میں ساتھ اسناد صحیح کے
ازرق بن قیس سے کہا نماز پڑھی میں نے پیچھے ابن زبیر کے پس سنا میں نے

اوسکو

۱۲۹ (فقط تعلیم تھی کہ ان مواضع میں یہ امور محفوظ رکھیں اس کی مثال اس طرح پر ہی جیسا کہ حضرت عمر رض سے ثابت ہی کہ انہوں نے جہر کیا ساتھ سبحانک اللہم و
بحمدک الخ کے کما رواہ مسلم وغیرہ اور خود عمر رضی اللہ کا قول ہمارے نزدیک یخفیہن الامام وذکر منہا سبحانک اللہم الخ کما ذکرناہ تو جہر کرنا علی وجہ التعلیم تھا فقد اخرج الطحاوی
فی معانی الآثار عن عمرو بن میمون قال صلی بنا عمر فقال اللہ اکبر سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک واخرج عن علقمۃ والاسود عن عمر مثلہ
وزاد یسمع من یلیہ ومن طریقہما عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کبر فرفع صوتہ وقال مثل ذلک لیتعلموا انتہی ما فی معانی الآثار بقدر الحاجۃ پس اسی طرح
قیاس کرنا چاہیے آمین کو ۱۲ منہ عفی عنہ ۵۳ حاصل کلام کا یہ ہے کہ آمین کے ہمجنس اقوال اور افعال اور اسکی غیر جنکی صحابہ میں سے ہیں اور کوئی اونکی
سنیت کا قائل نہیں خاص کر لڑکے کو گود میں اٹھا کر نماز ادا کرنی اور دائیں بائیں التفات کرنا یہ امر کوئی مباح بھی نہیں کہتا چہ جائیکہ سنت کہی البتہ اگر کوئی بنائے
زمان میں متعصب غالی ہوا اور مذہب حنفی کی ضد میں اس کی سنیت کا فتوی جاری کردے تو کچھ بعید بات نہیں چنانچہ ایک بزرگ نے حنفیہ کی ضد میں گوہ ذبح کرکے
کھائی ونحو ذلک من معاملاتہم ۱۲ منہ عفی عنہ حواشی صفحہ ہذا ۵۰ بر صفحہ ۱۳۴

يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم غير المغضوب
عليهم ولا الضالين بسم الله الرحمن الرحيم
وما فعل ابن الزبير ومن خلفه ليس بمرفوع
اصلا واما الاخفاء فهو فعل عمر وعلي رضي
الله عنهما فهو مرفوع حكما لقول رسول
الله صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتي و
سنة الخلفاء الراشدين ونحوه من الاحاديث
وبالجملة فلا يثبت منه سنية الجهر ولا
استحبابه قلت هذا الحكم صحيح قطعا و
خلافه باطل جزما فقد قال عطاء بعد ذكر
اثر ابن الزبير انما التامين دعاء انتهى فقد
اشار عطاء بن ابي رباح الى ان ابن الزبير و
من معه وان جهر وابه ولكنه دعاء اى
وقد علم ان الاصل في الدعاء الاخفاء كيف
وقد قال ابن جريج الذى عليه مدار الاثر في
تفسير قوله تعالى واذكر ربك في نفسك
ان الله امر عباده ان يذكروه في الصدور

پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم غیر المغضوب علیہم ولا
الضالین بسم اللہ الرحمن الرحیم اور یاین طور کہ
فعل ابن زبیر کا اور جو اون کے پیچھے تھے نہیں وہ
مرفوع ہر گز اور اپر اخفا پس فعل ہے حضرت عمر فاروق
اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا پس وہ مرفوع ہی حکما بسبب
فرمانے آنحضرت کے کہ لازم پکڑو تم سنت میری اور سنت
خلفاء راشدین کی اور مانند اسکی باقی احادیث سے اور مجمل
بات یہ ہے کہ نہیں ثابت ہوتا اوس اثر سے سنت ہونا جہر کا اور
نہ مستحب ہونا اوسکا میں کہتا ہوں کہ یہ حکم صحیح ہے قطعا اور
اوس کا خلاف باطل ہے جزما پس کہا عطا بن ابی رباح نے بعد
ذکر کرنے اثر ابن زبیر کے کہ آمین تو ضرور دعا ہی ہے انتہی
پس تحقیق اشارہ کیا عطا بن ابی رباح نے اس بات کیطرف کہ
ابن الزبیر نے اور جو اوسکے ساتھ تھے اگرچہ جہر کیا ہی ساتھ اوسکے
مگر وہ آمین دعا ہی اور جانا گیا ہے کہ اصل دعا میں اخفا ہے کس
طرح نہ ہو یہ امر حال یہ کہ کہا ابن جریج نے جس پر مدار اس اثر کا
ہے بیچ قول الٰہی تعالیٰ کی واذکر ربک فی نفسک کہ اللہ
تعالیٰ نے امر کیا ہے اپنے بندوں کو یہ کہ ذکر کریں اوسکا بیچ دلوں

ملہ یعنی نہ حقیقۃ اور نہ حکما ۱۲ منہ عفی عنہ ملہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خلافت خلفاء اربعہ کی اور چھ ماہ امام حسن رضی کی یہ تمام تیس برس تک خلافت راشدہ ہے یہ گویا کہ تتمہ نبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی آپکا اتباع بعینہ حدیث مرفوع کا اتباع ہے اور ابن زبیر کی خلافت بایں وجہ کہ وہ عادل اور بالانصاف تھے اور حقوق شرعیہ میں فرق نہ کرتے اگرچہ وہ بھی اس وجہ سے راشدہ تھی مگر وہ تتمہ نبوت کا نہ تھی کیونکہ بعد تیس برس کے ہوئی ہے اور تفصیل علم خلافت کی زیادہ از حد ہمارے شیخ المشائخ اور پیران پیر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں بیان فرمائی ہے جو چاہے اوسمیں دیکھے ۱۲ منہ عفی عنہ ملہ چنانچہ اقتدوا بالذین بعدی ابا بکر و عمر و نحوہ ۱۲ منہ ملہ غرض کہ ابن زبیر کے اثر کا مدار عطا پر ہی اور اوسکا شاگرد اسمیں ابن جریج ہے اور اون دونو کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جہر سنت نہیں ہے عطا نے خود اسپر تعریض کی اور ابن جریج نے خود اخفاء دعا کا فتوی دیا ہی اور خود ابن النعیم سے اوس کا ترک ثابت ہو چکا پس سنیت جہر کا دعوی اس اثر سے نہ ثابت ہوا ۱۲ منہ عفی عنہ

بالتضرع والاستكانة دون رفع الصوت
والصياح بالدعاء انتهى نقله البغوي في
معالم التنزيل وقد مر في موضعه فثبت
بحمد الله سبحانه ان التامين دعاء و
الاصل في الدعاء الاخفاء وهو السنة واما
الجهر فلا يثبت سنيته لا من كتاب الله ولا
من سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم
ولا من سنة الخلفاء الراشدين والشاهد
العدل على ما قلنا هو حديث وائل بن حجر
رضي الله عنه بعينه فقد اخرج ابو بشر الدولابي
في كتاب الاسماء والكنى حدثنا الحسن بن
علي بن عفان بن عطية قال اخبرنا يحيى بن
سلمة بن كهيل عن ابيه عن ابي السكن
حجر بن عنبس قال سمعت وائل بن حجر
الحضرمي قال رايت رسول الله صلى الله
عليه وسلم حين فرغ من الصلوة حتى رايت
من هذا الجانب ومن هذا الجانب وقرأ غير
المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين
يمد بها صوته ما اراه الا ليعلمنا انتهى

ساتھ عاجزی اور تسکین کے نہ ساتھ بلند آواز کی اور سخت آواز
کیساتھ دعا کی ختم ہوا کلام اوسکا نقل کیا اوسکو بغوی نے معالم
التنزیل میں اور گذر چکا ہی اپنی جگہ پر پس ثابت ہوا ساتھ حمد
اللہ سبحانہ کی کہ آمین دعا ہی اور اصل دعا میں اخفا ہی اور وہی سنت
ہی اور اے پر جہر کرنا پس نہیں[ا] ثابت ہوا سنت ہونا
اوسکا کتاب اللہ اور نہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اور نہ سنت خلفاء راشدین سے اور شاہد عدل ہمارے
قول پر وہی حدیث وائل بن حجر رضي اللہ عنہ کی ہے
بعینہ پس روایت کیا ہے ابو بشر دولابی نے کتاب
الاسماء والکنی میں حدیث کی ہم کو حسن بن علی بن
عفان بن عطیہ نے کہا خبر دی ہم کو یحیی بن سلمۃ
بن کہیل نے اوس نے اپنے باپ سے اوس نے
حجر بن عنبس ابو السکن سے کہا سنا میں وائل بن
حجر حضرمی کو کہا دیکھا میں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو جب فارغ ہوئے آپ نماز سے
یہانتک کہ دیکھا میں نے آپ کو اس جانب
سے اور اوس جانب سے اور پڑھا آپ نے غیر
المغضوب علیہم ولا الضالین پھر فرمایا آپ نے
آمین دراز کی ساتھ اوسکے آواز اپنی نہیں جانتا میں آپکو مگر تو

[ا] کیونکہ کتاب اللہ سے جہر آمین کو علاقہ نہیں اور حدیث نبوی سے اول صحیح نہیں ہوا اور علاوہ یہ کہ بعد صحت کے واقع ایک بار کا ہے چنانچہ گذرا اور خلافت خلفا میں اس کا اصل نہیں اور باقی فقط ابن الزبیر کا اثر رہا مگر وہ بھی سنت ہونا جہر کا ثابت نہیں کرتا چنانچہ گذرا واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ عفی عنہ

فهذا الحديث وان كان ضعيفا بضعف يحيى ابن سلمة ولكن يقوى الاحتمال المذكور باحسن تاييد وهذا ما وعدناه فى اول هذا الباب ولله الحمد اوّلًا واخرًا وظاهرًا وباطنًا والصلوٰة والسّلام على رسوله محمّد واٰله واصحابه واهل بيته اجمعين اللّٰهم اعطنا سعادة الدّارين وفرحة الدّارين والخاتمة بالخير وتوفنا مسلمًا والحقنا بالصّالحين برحمتك يا ارحم الرّاحمين اٰمين اٰمين ثم اٰمين

پس یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے بسبب ضعف یحیٰی بن سلمہ کے لیکن قوی کرتی ہے احتمال مذکور کو ساتھ حسن تایید کے اور یہ وہ جواب ہے جس کا وعدہ کیا تھا ہمنے بیچ شروع اسی باب کے اور واسطے اللہ تعالیٰ کے ہی حمد اول اور آخر اور ظاہر اور باطن اور صلوٰۃ اور سلام اوسکی رسول پر جو اسم پاک آپ کا محمّد ہے اور اوپر آل آنحضرت کی اور اصحاب آپکے اور اہل بیت آپکے تمام پر اے رب ہمارے دے ہمکو سعادت دونو جہان کی اور خوشی دونو جہان کی اور خاتمہ بالخیر اور فوت کرنا ہمکو مسلمان کر کے اور ملانا ہمکو صالحین کے ساتھ ساتھ رحمت اپنی کے یا ارحم الراحمین

تمت

حاشیہ ۱۳۱ صفحہ کا :۔ ؎۱ قلت وجه كونه اعظم الادلة من حيث انه لا يحتمل الضعف والتاويل ومن حيث ان هذا القدر من جماعتهم لايفعلونه الا وقد تقرر عندهم سنية الجهر من عند الشارع ونحو ذلك من الوجوهات ۱۲ منه عفى عنه ؎۲ قلت مثاله صلوٰة التراويح عشرين ركعة فانها سنة الخلفاء الراشدين وغيرهم بحيث ثبت عليه اجماع الصحابة من لدن عمر رض الى آخرهم بل قال الامام الشافعى هكذا ادركت ببلدنا مكّة يصلّون عشرين ركعة ونحوها من المسائل الاجماعية فغى كلها يقول المخالف انها ليست بسنة ۱۲ منه عفى عنه ؎۳ قلت اسناده حدثنا ابراهيم بن مرزوق فقال ثنا ابو زيد الهروى قال ثنا شعبة عن الازرق بن قيس ۱۲ منه عفى عنه ؎۴ یعنی خود مستدل بلکہ اوسکی ہمقوم جب یہ قاعدہ مقرر کر چکی ہیں کہ فعل الصحابی وقوله ليس بحجة تو دوسروں پر کیا الزام اور ہماری اپنی زمان کی تصنیفات تو بالعلی ندا یہ کہہ رہی ہیں کہ ہمکو تو آیت حدیث سے کام ہے چنانچہ اثر خلفا کا یہی جواب دیتی ہیں فضلا عن اثر غیرہم اگر شک ہو تو انکی مذہب کی کتابیں مثلا معیار الحق اور فتح المبین اور ظفر مبین ونحوہا کا مطالعہ کرو ۱۲ منہ عفی عنہ ؎۵ یعنی جب نفس آمین نہ کہی تو اوسکا جہر تو درکنار رہا ۱۲ منہ عفی عنہ ؎۶ یعنی بیچ میں آمین نہ کہا اور اگر کہا ہوگا تو پوشیدہ کہا ہوگا اور وہ ہمکو مفید ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوۃ علی نبیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین الی یوم الدین اما بعد فھذہ رسالۃ سمیتھا	حمد ہی واسطے مستحق اوسکیکو اور درود نازل ہووے اوسکے نبی پر اور اوپر آل اوسکیکی اور اصحاب اوسکیکے اور ازواج آپکے کے سب پر روز قیامت تک اسکے پر بعد حمد صلوۃ کی یہ رسالہ ہے
بعیون القرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ وھی مرتبۃ علی اربعۃ ابواب الباب الاول فی وضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ واعلم انہ قد وردت احادیث کثیرۃ فی ھذا المعنی بحیث بلغت حد الشھرۃ او التواتر المعنوی عن جماعۃ من الصحابۃ رض فاخرج مالک فی الموطا حدثنا ابو حازم عن سھل ابن سعد الساعدی قال کان الناس یؤمرون ان یضع احدھم یدہ الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلوۃ قال ابو حازم ولا اعلم الا انہ ینمی ذلک انتھی واخرج البخاری فی صحیحہ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن ابی حازم عن سھل بن سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الید الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلوۃ وقال ابو حازم	نام رکھا میں نے اوسکا عیون القرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ اور وہ رسالہ مرتب ہے چار بابوں پر باب اول بیچ رکھنے ہاتھ دائیں کے بائیں پر نماز میں اور جان کہ تحقیق وارد ہوئیں بہت سی حدیثیں اس معنی میں بایں طور کہ پہنچتی ہیں حد شہرت یا تواتر معنوی کو ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے پس روایت کیا ہی امام مالک رح نے موطا میں حدیث کی ہمکو ابو حازم نے اوسنے سہل بن سعد ساعدی سے کہا سہل نے کہ تھے لوگ امر کیے جاتے یہ کہ رکھے ایک اونکا ہاتھ اپنا داہنا یعنی بائیں ہاتھ پر نماز میں کہا ابو حازم نے میں نہیں جانتا مگر یہ کہ وہ مرفوع کرتا تھا اوسکو انتہی اور روایت کیا ہی بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن مسلمہ نے اوسنے مالک سے اوسنے ابو حازم سے اوسنے سہل بن سعد سے کہا سہل نے تھے لوگ امر کیے جاتے یہ کہ رکھیں ہاتھ دہنا اپنا بائیں ہاتھ اپنے پر نماز میں اور کہا ابو حازم نے

لا اعلمه الا ينمي ذلك الى النبي صلى
الله عليه وسلم انتهى واخرج مسلم
في صحيحه حدثنا زهير بن حرب قال ثنا
عفان قال ثنا همام قال حدثنا محمد بن
جحادة قال حدثني عبد الجبار بن وائل
عن علقمة بن وائل ومولى لهم انهما حدثاه
عن ابيه وائل بن حجر انه راى النبي صلى
الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل
في الصلوة كبر وصف همام حيال اذنيه
ثم التحف بثوبه ثم وضع يده اليمنى على
اليسرى الحديث واخرج الترمذي في
جامعه حدثنا قتيبة ثنا ابو الاحوص عن
سماك بن حرب عن قبيصة بن هلب
عن ابيه قال كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم يؤمنا فيأخذ شماله بيمينه قال وفي
الباب عن وائل بن حجر وغطيف بن الحارث
وابن عباس وابن مسعود وسهل بن سعد
قال ابو عيسى حديث هلب حديث حسن
والعمل على هذا عند اهل العلم من اصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم والتابعين
ومن بعدهم يرون ان يضع الرجل يمينه

نہیں جانتا میں مگر کہ مرفوع کرتا تھا اوسکو طرف نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی انتہے اور روایت کیا ہی مسلم نے اپنی صحیح
میں حدیث کی ہمکو زہیر بن حرب نے کہا حدیث کی ہم کو
عفان نے کہا حدیث کی ہم کو ہمام نے کہا حدیث کی ہمکو
محمد بن جحادہ نے کہا حدیث کی مجھ کو عبد الجبار بن وائل
نے اوسنے علقمہ بن وائل اور اپنے ایک غلام آزاد کردہ سے تحقیق ان
دونو نے حدیث کی انکے باپ سے یعنی روایت ہے وائل
بن حجر رضہ سے کہ اوسنے دیکھا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو رفع یدین کیا جبکہ داخل ہوئے نماز میں تکبیر کہی
بیان کیا ہمام نے کہ برابر دونو کانوں اپنی کی پھر لپیٹا
ساتھ کپڑے اپنے کے پھر رکھا ہاتھ اپنا دہنا بائیں
پر آخر حدیث تک اور روایت کیا ترمذی نے اپنی جامع
میں حدیث کی ہمکو قتیبہ نے کہا حدیث کی ہمکو ابو الاحوص نے
سماک بن حرب سے اوسنے قبیصہ بن ہلب سے اوسنے اپنے باپ سے
اُسنے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت
کرتے ہماری پس پکڑتے بایاں ہاتھ اپنا ساتھ داہنے اپنے کے
کہا ترمذی نے اس باب میں روایت ہی وائل بن حجر اور غطیف
بن حارث اور ابن عباس اور ابن مسعود اور سہل بن سعد سے
کہا ابو عیسی ترمذی نے کہ حدیث ہلب کی حدیث حسن ہے اور
عمل اسی پر ہے نزدیک اہل علم کی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور تابعین سے۔ جو اونکے بعد ہیں جانتے ہیں کہ رکھے آدمی داہنا ہاتھ بایاں اپنا

على شماله في الصلوٰة ورای بعضهم ان
يضعهما فوق السرة ورای بعضهم ان
يضعهما تحت السرة وكل ذلك واسع عندهم
واسم هلب يزيد بن قنافة الطائی
انتهى كلام الترمذی واخرج ابن ماجة فی
سننه حدثنا عثمان بن ابی شيبة حدثنا
ابو الاحوص عن سماك بن حرب عن
قبيصة بن هلب عن ابيه قال كان رسول
الله صلى الله عليه وسلم يؤمنا فياخذ
شماله بيمينه حدثنا علی بن محمد حدثنا
عبد الله بن ادريس ح وحدثنا بشر بن معاذ
الضرير ثنا بشر بن المفضل قالا حدثنا عاصم
بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر رض قال
رايت النبی صلى الله عليه وسلم يصلی
فاخذ شماله بيمينه حدثنا ابو اسحاق الهروی
ابراهيم بن عبد الله بن حاتم انبا هشيم
انبا الحجاج بن ابی زينب السلمی عن ابی
عثمان النهدی عن عبد الله بن مسعود رض
قال مر بی النبی صلى الله عليه وسلم وانا
واضع يدی اليسرى على اليمنى فاخذ بيدی اليمنى
فوضعها على اليسرى انتهى واخرج ابو داود

اپنی بائیں پر نماز میں اور دیکھا بعض اونکی نے کہ رکھے اون
دونوں کو ناف کے اوپر اور دیکھا بعض نے کہ رکھی
اون دونوں کو ناف کے نیچے اور یہ کل عمل اوسکا وسیع
ہے نزدیک اونکی اور ہلب صحابی کا نام یزید بن قنافہ طائی
ہے ختم ہوا کلام ترمذی کا اور روایت کیا ابن ماجہ نے اپنی
سنن میں حدیث کی ہمکو عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث کی
ہمکو ابو الاحوص نے سماک بن حرب سے اوسنے قبیصہ
بن ہلب سے اوسنے اپنے باپ سے کہا اس نے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت کرتے ہماری پس
پکڑتے بایاں ہاتھ اپنا ساتھ دائیں اپنے کی حدیث کی ہمکو علی
بن محمد نے کہا حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن ادریس نے دوسری سند میں حدیث اور حد
کی ہمکو بشر بن معاذ الضریر نے کہا حدیث کی ہمکو بشر بن مفضل
کہا اون دونوں نے حدیث کی ہمکو عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے
اوسنے وائل بن حجر رض سے کہ کہا اس نے دیکھا میں نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے پس پکڑا آپ نے بایاں ہاتھ اپنا
ساتھ دائیں اپنے کی حدیث کی ہمکو ابو اسحاق الہروی ابرہیم
بن عبد اللہ بن حاتم نے خبر دی ہشیم نے خبر دی حجاج بن ابی زینب
سلمی نے ابی عثمان نہدی سے اوسنے عبد اللہ بن مسعود رض سے
کہا عبد اللہ بن مسعود رض نے کہ گذرے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم اور میں رکھنے والا تھا ہاتھ بایاں دہنے پر پس پکڑا
آپ نے دایاں پس رکھا اوسکو بائیں پر انتہی اور روایت کیا ابو داود نے

في سننه حدثنا نصر بن علي اخبرنا ابو احمد عن
العلاء بن صالح عن زرعة بن عبد الرحمن
قال سمعت ابن الزبير يقول صف القدمين
ووضع اليد على اليد من السنة حدثنا
محمد بن بكار بن الريان عن هشيم بن
بشير عن ابي عثمان النهدي عن ابن مسعود
انه كان يصلي فوضع يده اليسرى على اليمنى
فراه النبي صلى الله عليه وسلم فوضع يده
اليمنى على اليسرى انتهى كلام ابي داود
وقال النسائي في سننه حدثنا سويد بن نصر
قال ثنا عبد الله عن موسى بن عمير العنبري
وقيس بن سليم العنبري قالا حدثنا علقمة بن وائل عن ابيه قال رايت
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان
قائما في الصلوة قبض بيمينه على شماله
اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا عبد الرحمان
قال ثنا هشيم عن الحجاج بن ابي زينب قال سمعت
اباعثمان يحدث عن ابن مسعود رضي الله عنه
قال راني النبي صلى الله عليه وسلم و
قد وضعت شمالي على يميني في الصلوة
فاخذ بيميني فوضعها على شمالي حدثنا سويد
ابن نصر ثنا عبد الله بن المبارك عن زائدة

اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو نصر بن علی نے کہا خبر دی ہمکو
ابو احمد نے علاء بن صالح سے اونہوں نے زرعہ بن عبد الرحمن سے
کہا زرعہ بن عبد الرحمن نے کہ سنا میں نے عبد اللہ ابن زبیر کو کہتے
تھے صف بنانا قدموںکا اور رکھنا ہاتھ کا ہاتھ پر سنت
ہے حدیث کہا ہمکو محمد بن بکار بن ریان نے ہشیم بن بشیر سے اونہوں نے
ابی عثمان نہدی سے اونہوں نے ابن مسعود رضہ سے کہ ابن مسعود
تھے نماز پڑھتے پس رکھا ہاتھ بایاں داہنے پر پس دیکھا
اونکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس رکھا آپ نے ہاتھ اونکا
دایاں بائیں پر ختم ہوا کلام ابو داود کا اور کہا نسائی
نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو سوید بن نصر نے کہا حدیث
کی ہمکو عبد اللہ نے موسیٰ بن عمیر العنبری سے اور قیس بن
سلیم العنبری سے کہا اون دونو نے حدیث کی ہمکو علقمہ بن وائل نے
اپنے باپ سے وہ کہتے ہیں کہ دیکھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو جب ہوتے کھڑے نماز میں پکڑتے ہاتھ دہنا اپنا بائیں پر
خبر دی ہمکو عمرو بن علی نے کہا حدیث کی ہمکو عبد الرحمن نے کہا حدیث
کی ہمکو ہشیم نے حجاج بن ابی زینب سے کہا اونہوں نے سنا میں نے ابا عثمان
کو کہ حدیث کرتا تھا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا ابن مسعود رضہ
نے دیکھا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور رکھا تھا میں
نے بایاں ہاتھ اپنا داہنے اپنے پر نماز میں پس پکڑا
آپ نے ہاتھ دہنا میرا پس رکھا اوسکو میرے بائیں پر
حدیث کی ہمکو سوید بن نصر نے کہا حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن مبارک نے زائدہ سے

قال حدثنا عاصم بن كليب قال حدثني ابي
ان وائل بن حجر اخبره قال قلت لانظرن
الى صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم
كيف يصلي فنظرت اليه فكبر ورفع يديه
حتى حاذتا باذنيه ثم وضع يده اليمنى على
كفه اليسرى الحديث بطوله واخرج الدارقطني
في سننه حدثنا ابو محمد ثنا علي بن مسلم
ثنا اسمعيل بن ابان الوراق ثني مندل عن
ابن ابي ليلى عن القاسم بن عبد الرحمان
عن ابيه عن عبد الله بن مسعودؓ ان النبي
صلى الله عليه وسلم كان ياخذ شماله بيمينه
في الصلوة حدثنا عبد الله بن محمد بن
عبد العزيز ثنا شجاع بن مخلد ثنا هشيم قال
منصور حدثنا عن محمد بن ابان الانصاري
عن عائشة قالت ثلاثة من النبوة تعجيل
الافطار وتاخير السحور ووضع اليمنى على
اليسرى في الصلوة حدثنا ابن صاعد ثنا
زياد بن ايوب ثنا النضر بن اسمعيل عن ابن
ابي ليلى عن عطاء عن ابي هريرة قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم امرنا معاشر الانبياء
ان نعجل الافطار ونوخر السحور ونضرب

کہا حدیث کی ہمکو عاصم بن کلیب نے کہا حدیث کی مجھ کو
میرے باپ نے یہ کہ خبر دی اسکو وائل بن حجر نے کہا وائلؓ
نے کہا میں نے البتہ نظر کرونگا میں طرف نماز رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ کسطرح پڑھتے ہیں پس دیکھا
میں نے آپ کی طرف پس تکبیر کہی آپنے اور دونو ہاتھ
اٹھائے کہ برابر ہوئے دونو کانوں آپکے پھر رکھا آپنے
ہاتھ اپنا دہنا اپنی ہتھیلی بائیں پر آخر حدیث دراز تک اور
روایت کیا دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو ابو محمد
نے کہا حدیث کی ہمکو علی بن مسلم نے کہا حدیث کی ہمکو اسمعیل
بن ابان الوراق نے کہا حدیث کی مجھ کو مندل نے ابن ابی لیلی سے
اونسے قاسم بن عبد الرحمن سے اونسے اونکے باپ سے اونسے عبد اللہ
بن مسعود رض سے کہا مسعودؓ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
تھے پکڑتے بایاں ہاتھ اپنا ساتھ داہنے کے نماز میں حدیث
کی ہمکو عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز نے کہا حدیث کی ہمکو شجاع
بن مخلد نے کہا حدیث کی ہمکو ہشیم نے کہا منصور نے حدیث کی ہمکو
محمد بن ابان الانصاری نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا عائشہؓ
نے کہ تین فعل نبوۃ کے ہیں جلدی افطار کرنا روزہ کا اور دیر کرنا
سحری کا اور رکھنا ہاتھ دہنا بائیں پر نماز میں حدیث کی ہمکو
ابن صاعد نے کہا حدیث کی ہمکو زیاد بن ایوب نے کہا حدیث کی ہمکو
نضر بن اسمعیل نے اونسے ابن ابی لیلی سے اونسے عطا سے اونسے ابو ہریرہؓ
سے کہا ابو ہریرہ نے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ امر کیے گئے ہیں ہم جماعت انبیاء کی

بايماننا على شمائلنا فى الصلوٰة حدثنا ابن
السكن ثنا عبد الحميد بن محمد ثنا مخلد
ابن يزيد ثنا طلحة عن عطاء عن ابن عباس
عن النبى صلى الله عليه وسلم قال انا معاشر
الانبياء امرنا ان نؤخر السحور ونعجل الافطار
وان نمسك بايماننا على شمائلنا فى الصلوٰة
حدثنا احمد بن عيسى الخواص حدثنا
محمد بن محبوب ثنا عبد الواحد بن زياد
عن عبد الرحمان بن اسحاق عن سيار ابى الحكم
عن ابى وائل عن ابى هريرة قال وضع الكف
على الكف فى الصلوٰة من السنة حدثنا
محمد بن مخلد ثنا محمد بن اسمٰعيل الحسانى
ثنا وكيع ثنا يزيد بن زياد بن ابى الجعد عن
عاصم الجحدرى عن عقبة بن ظهير عن
على رضى الله عنه فصل لربك وانحر قال وضع
اليمين على الشمال فى الصلوٰة حدثنا ابو محمد
بن صاعد حدثنا يعقوب بن ابراهيم
الدورقى ثنا عبد الرحمٰن بن مهدى عن
سفيان ح وحدثنا محمد بن مخلد ثنا محمد
ابن اسمٰعيل الحسانى ثنا وكيع ثنا سفيان
عن سماك عن قبيصة بن هلب عن ابيه

دہنی ہاتھ اپنی بائیں ہاتھونپر نمازمیں حدیث کی ہمکو ابن السکن
نے کہا حدیث کی ہمکو عبد الحمید بن محمد نے کہا حدیث کی ہمکو مخلد
بن یزید نے کہا حدیث کی ہمکو طلحہ نے عطا سے اونے ابن عباس رضؓ
سے اونے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آپ نے کہ ہم جماعت
انبیاء کی امر کیے گئے ہیں یہ کہ دیر کریں سحور میں اور جلدی کریں افطار
میں اور رکھیں دہنی ہاتھ اپنی بائیں ہاتھونپر نمازمیں حدیث
کی ہمکو احمد بن عیسی الخوص نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن محبوب نے
کہا حدیث کی ہمکو عبد الواحد بن زیاد نے عبد الرحمن بن اسحاق
سے اونے سیار ابی الحکم سے اونے ابی وائل سے اونے
ابو ہریرہ رضؓ سے کہا کہ رکھنا ہتھیلی کا
ہتھیلی پر نمازمیں سنت سے ہے حدیث کی ہمکو محمد بن
مخلد نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن اسمٰعیل حسانی نے کہا حدیث
کی ہمکو وکیع نے کہا حدیث کی ہمکو یزید بن زیاد بن ابی الجعد نے
عاصم الجحدری سے اونے عقبہ بن ظہیر سے اونے علی رضی
اللہ عنہ سے بیچ معنی آیت فصل لربک وانحر کے کہا رکھنا دہنا
ہاتھ بائیں پر نمازمیں حدیث کی ہمکو ابو محمد بن صاعد نے
کہا حدیث کی ہم کو یعقوب بن ابراہیم دورقی نے
کہا حدیث کی ہمکو عبد الرحمٰن بن مہدی نے سفیان
سے اور حدیث کی ہم کو محمد بن مخلد نے کہا حدیث (دوسری سند)
کی ہمکو محمد بن اسمٰعیل حسانی نے کہا حدیث کی ہمکو وکیع نے کہا حدیث
کی ہمکو سفیان نے سماک سے اونے قبیصہ بن ہلب سے اونے اپنی باپ سے

قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم
واضعا يمينه على شماله في الصلوة لفظهما واحد[۵۱]
حدثنا الحسين بن اسمٰعيل وعثمان بن جعفر
بن محمد الاحول قالا ثنا يوسف بن موسے
ثنا وكيع ثنا موسىٰ بن عمير العنبري عن علقمة
بن وائل الحضرمي عن ابيه قال رايت رسول
الله صلى الله عليه وسلم واضعا يمينه على
شماله في الصلوة حدثنا محمد بن عبد الله
بن زكريا الانصاري والحسن بن الخضر ثنا
عبد الله عن موسى بن عمير وقيس بن سليم
قالا حدثنا علقمة بن وائل عن ابيه قال رايت
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان قائما
في الصلوة قبض بيمينه على شماله حدثنا محمد
والحسن قالا ثنا احمد بن شعيب اخبرنا عمرو
بن علي ثنا عبد الرحمٰن ثنا هشيم عن الحجاج بن
ابي زينب قال سمعت ابا عثمان يحدث عن
عبد الله رض قال رآني النبي صلى الله عليه وسلم
وضعت شمالي على يميني في الصلوة فوضعها
على شمالي حدثنا احمد بن محمد بن جعفر

کہا اس نے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو کہ رکھنے والے تھے آپ دہنا ہاتھ اپنا اپنی بائیں پر نماز میں
لفظ اون دونوں کا ایک ہے حدیث کی ہمکو حسین بن اسمٰعیل اور
عثمان بن جعفر بن محمد الاحول نے کہا اون دونو نے حدیث کی
ہمکو یوسف بن موسیٰ نے کہا حدیث کی ہمکو موسیٰ بن عمیر العنبری نے
علقمہ بن وائل الحضرمی سے اوسنے اپنے باپ سے کہا
اس نے دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھنے والے
تھے دہنا اپنا بائیں پر نماز میں حدیث کی ہمکو محمد بن عبد اللہ
بن زکریا انصاری اور حسن بن خضر نے کہا حدیث کی ہمکو
عبد اللہ نے موسیٰ بن عمیر اور قیس بن سلیم سے کہا اون دونو
نے حدیث کی ہمکو علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے کہا وائل رض نے
کہا دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہوتے
آپ کھڑے نماز میں پکڑتے ساتھ دہنے ہاتھ کے بائیں پر حدیث
کی ہمکو محمد اور حسن نے کہا اون دونو نے حدیث کی ہمکو احمد بن شعیب
نے کہا خبر دی ہمکو عمرو بن علی نے کہا حدیث کی ہمکو عبد الرحمٰن نے
کہا حدیث کی ہمکو ہشیم نے حجاج بن ابی زینب سے کہا اوسنے سنا میں نے
ابو عثمان کو حدیث بیان کرتے عبد اللہ رض سے یعنی ابن مسعود رض سے
کہا کہ دیکھا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تھا میں نے بایاں اپنا اپنی داہنی پر
نماز میں پس آپ نے رکھا اوسکو میرے بائیں پر حدیث کی ہمکو احمد بن محمد بن جعفر

---

[۵۱] یعنی وکیع اور عبد الرحمان بن مہدی جو سفیان ثوری کے شاگرد ہیں۔ دونوں نے لفظ ایک ہی روایت کیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

الجوزی ثنا مضرب بن محمد ثنا یحیی بن معین
ثنا محمد بن الحسن الواسطی عن الحجاج بن
ابی زینب عن ابی سفیان عن جابر قال مر رسول
الله صلی الله علیه وسلم برجل وضع شماله علی
یمینه مثله و ذکر ابن صاعد قال حدثنا عمار بن
خالد ثنا محمد بن یزید الواسطی عن الحجاج
ابن ابی زینب عن ابی عثمان عن ابن مسعود رضہ
قال مر بہ النبی صلی الله علیه وسلم وھو واضع
شماله علی یمینه فاخذ بیمینه فجعلھا علی شماله
انتھی کلام الدارقطنی بعینه مختصرا ملتقطا وقد اخرج
سائر الائمة فی کتبھم اکثر من ذلك بحیث لا
تعد ولا تحصی واخرج ابن ابی شیبة عن ابی الدرداء
انه قال من اخلاق النبیین وضع الیمین علی الشمال
فی الصلوٰة واخرج عن الحسن انه قال قال رسول
الله صلی الله علیه وسلم کانی انظر الی احبار
بنی اسرائیل واضعی ایمانھم علی شمائلھم فی
الصلوٰة کذا نقله خاتم المحدثین محمد اسمٰعیل
الدھلوی الشھید فی تنویر العینین واخرج امام
الائمة الامام محمد فی کتاب الآثار اخبرنا
ابوحنیفة عن حماد عن ابراھیم ان رسول الله
صلی الله علیه وسلم کان یعتمد باحدی یدیه

الجوزی نے کہا حدیث کی ہمکو مضرب بن محمد نے کہا حدیث کی ہمکو یحیی
بن معین نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن الحسن الواسطی نے حجاج بن
ابی زینب سے او سنے ابی سفیان سے او سنے جابر رض سے کہا جابر رض
نے کہ گذرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے
جو رکھا او سنے بایاں اپنا دائیں پر مثل او سی حدیث کی اور ذکر کیا
ابن صاعد نے حدیث کی ہمکو عمار بن خالد نے کہا حدیث کی ہمکو
محمد بن یزید الواسطی نے حجاج بن ابی زینب سے او سنے ابی عثمان
سے او سنے ابن مسعود رض سے
کہ گذرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اوسکے اور وہ رکھنے
والا تھا بایاں ہاتھ اپنا اپنے دائیں پر پس پکڑا آپنے
دایاں اوسکا پس کیا اوسکو اوسکے بائیں پر ختم ہوا کلام دارقطنی کا بعینہ
مختصر خلاصہ کر کے اور روایت کیا ہے باقی ائمہ نے اپنی کتابوں میں
اکثر اوس سے بایں طور کہ نہیں شمار کی جاتی اور روایت کیا ہے ابن
ابی شیبہ نے ابو الدرداء رض سے کہ انہوں نے کہا کہ خلق انبیاء سے ہے رکھنا
دایاں ہاتھ بائیں پر نماز میں اور حسن بصری سے روایت ہے کہ کہا ہو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں علما بنی اسرائیل
کو رکھنے والے دائیں اپنے بائیں پر نماز میں اسیطرح نقل کیا اسکو
خاتم المحدثین محمد اسمٰعیل دہلوی شہید نے تنویر العینین میں اور روایت
کیا امام الائمہ امام محمد نے کتاب الآثار میں کہا خبر دی ہمکو ابو حنیفہ نے حماد سے
او سنے ابراہیم سے یعنی کہا ابراہیم نخعی رحمہ نے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے رکھتے ایک ہاتھ اپنا

على الاخرى فی الصلوة يتواضع لله تعالى فهذا
الحديث وان كان مرسلا ولكن مراسيل النخعی
متصلة صحيحة عند اهل الحديث وتفصيله
فی موضع آخر فهذه الاحاديث والآثار على
سبيل التواتر والشهرة تدل على ان وضع اليمين
على الشمال فی الصلوة سنة مستقرة بل من
سنن المرسلين قبل رسولنا ايضا فهذه الاحاديث
حجة على من ارسل يديه وسيأتی بعض الدلائل
بعد هذا الباب قريبا ان شاء الله تعالى فان
قيل قد اخرج ابن ابی شيبة وغيره عن يزيد
ابن ابراهيم قال سمعت عمرو بن دينار قال كان
ابن الزبير اذا صلى يرسل يديه واخرج ابن
ابی شيبة وغيره عن الحسن البصری وابراهيم
وسعيد بن المسيب وابن سيرين وسعيد بن
جبير الارسال كذا نقله المحدث الكامل النبيل
الغازی فی سبيل الله مولانا محمد اسمعيل
الشهيد الدهلوی فی تنوير العينين كيف و
قد عمل بالارسال امام دار الهجرة مالك بن انس
كما هو رواية عنه عند اصحابه المصريين و
كذا روی عنه عبد الرحمن بن القاسم وبه اخذه

دوسرے پر نماز میں تواضع کرتے اللہ تعالیٰ کی پس یہ حدیث
اگرچہ مرسل ہے مگر ابراہیم نخعی کی مرسل متصل صحیح ہوتی ہیں نزدیک
اہل حدیث کے اور تفصیل اوسکی اور جگہ میں[1] ہے پس یہ
احادیث اور آثار بطور تواتر اور شہرت کے دلالت
کرتے ہیں اس پر کہ رکھنا ہاتھ دہنا بائیں پر نماز میں
سنت مقررہ سے ہے بلکہ سب انبیاء کی سنتوں میں
سے ہے جو قبل زمانہ ہمارے رسول ﷺ سے تھے پس
یہ تمام آثار حجت ہیں اوس شخص پر جو ہاتھ چھوڑ کر پڑھتا
ہے اور جلد آوینگے دلائل بعض بعد اس باب کے قریب ان شاء اللہ
تعالیٰ پس اگر اعتراض کیا جاوے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ وغیرہ
نے یزید بن ابراہیم سے کہا سنا میں نے عمرو بن دینار سے کہا
تھا ابن زبیر جب نماز پڑھتا چھوڑ دیتا ہاتھ اپنے اور
روایت کیا ابن ابی شیبہ وغیرہ نے حسن بصری اور ابراہیم
اور سعید بن مسیب اور ابن سیرین اور سعید بن جبیر
سے ارسال کرنا ہاتھوں کا جیسا کہ نقل کیا اوسکو محدث
کامل عالم غازی فی سبیل اللہ مولانا محمد اسمعیل شہید
دہلوی رحمہ نے تنویر العینین میں کسطرح نہ ہو اور حال
یہ کہ عمل کیا ساتھ ارسال کے امام دار الہجرہ امام مالک بن
انس نے جیسا کہ وہ روایت ہے اوس سے نزدیک انکے شاگردوں
مصر والونکے اور اسیطرح روایت کیا ہے اوس سے عبدالرحمن بن قاسم نے اور ساتھ اوسکے

[1] اور میں نے اپنے رسالہ ترویح العینین بمسئلہ رفع الیدین میں اس کو بالتفصیل بیان کیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

المتاخرون من الفقهاء المالكية
كن انقله خاتم المحدثين محمد
اسمعيل الشهيد الدهلوى في
كتابه المذكور فعلم ان ارسال
اليدين له اصل فى الشرع قلنا قد
اجاب عنه خاتم المحدثين المذكور
فى كتابه المذكور جوابا شافيا حيث
قال ان الارسال لم يثبت عن النبى
صلى الله عليه وسلم ولا عن اصحابه
بل ثبت الوضع بروايات صحيحة
ثابتة عن النبى صلى الله عليه وسلم
كما روى مالك فى الموطا والبخارى
فى صحيحه عن سهل بن سعد الساعدى
الحديث كما مرمنا ذكره الخ الى ان قال و
اما ماروى من الارسال عن بعض التابعين
المذكورين فان بلغ عندهم حديث الوضع
فمحمول على انهم لم يحسبوه من سنن الهدى
بل حسبوه عادة من العادات فمالوا الى الارسال
لاصالته مع جواز الوضع وان لم يبلغ عندهم
حديث الوضع فمحمول على انه لم يثبت عندهم
امر الوضع فعملوا بالارسال بناء على الاصل

متاخرین نے فقہا مذہب مالکی سے جیسا نقل کیا
اوس کو خاتم المحدثین محمد اسمعیل شہید
دہلوی رحمہ نے کتاب مذکور میں پس جانا گیا کہ
ارسال کرنا ہاتھوں کا اوس کے لیے اصل
ہے شرع میں ہم کہتے ہیں کہ جواب دیا اوس کا
خاتم المحدثین مذکور نے اپنی کتاب مذکور میں
جواب شافی جس جگہ کہا ہے کہ ارسال نہیں ثابت
ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ آپ کے
اصحاب سے بلکہ ثابت ہوا ہے رکھنا ساتھ روایات
صحیحہ کے جو ثابت ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا
کہ روایت کیا ہے موطا میں امام مالک رحمۃ اللہ
علیہ نے اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں
سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے آخر حدیث
تک جیسا کہ گزرا ہم سے ذکر اوس کا الخ یہانتک کہ
کہا اور اسپر وہ جو روایت کیا گیا ہے ارسال بعض تابعین سے
جو مذکور ہوئے ہیں پس اگر پہنچی اونکو حدیث وضع کی پس
محمول ہوگی اس پر کہ اونہوں نے نہیں جانا اوس کو
سنن ہدیٰ سے بلکہ شمار کیا اوس کو ایک عادت عادات
آپ کی سے پس مائل ہوئے ارسال کی طرف بسبب اصل ہونے
اوسکے باوجود جواز وضع کے اور اگر نہیں پہنچی اونکو حدیث وضع کی
محمول ہوگی اسپر کہ نہیں ثابت ہوا نزدیک اونکے وضع پس عمل کیا ساتھ ارسال کے

اذا لوضع امر جدید یحتاج الی الدلیل واذ لا دلیل لهم فاضطروا الی الارسال لا انه ثبت عندهم الارسال والی ذلک یشیر قول ابن سیرین حیث سئل عن الرجل یمسک بیمینه شماله قال انما فعل ذلک لاجل الروم کما اخرج ابن ابی شیبة واما ما اخرج ابن ابی شیبة عن یزید بن ابراهیم قال سمعت عمرو بن دینار الحدیث فهی روایة شاذة مخالفة لما روی الثقات عنه کما اخرج ابوداود عن زرعة بن عبد الرحمن عنه کما مر فی الباب الاول الخ الی ان قال واما مالک بن انس فقد اضطربت الروایات عنه فالمدنیون من اصحابه رووا عنه الوضع مطلقا سواء کان فی الفرض او النفل کما یشهد به حدیث الموطا عن سهل بن سعد واثره عن عبد الکریم بن ابی المخارق البصری والمصریون من اصحابه رووا عنه الارسال فی الفرض والوضع فی النفل وعبد الرحمن بن القاسم روی عنه الارسال مطلقا و اشهب روی عنه الوضع وتلک الروایات ای روایة المصریین وابن القاسم عنه وان عمل به المتاخرون من المالکیة لکنها روایة

کیونکہ وضع امر جدید ہے محتاج طرف دلیل کی ہو جبکہ نہیں ہے دلیل واسطے اون کے پس لاچار ہوئے وہ طرف ارسال کی نہ یہ کہ ثابت ہوا نزدیک اونکے ارسال اور اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے قول ابن سیرین کا جبکہ پوچھی گئی اوس شخص سے جو پکڑتا ہے ساتھ داہنے اپنے کے بایاں اپنا تو کہا کہ کیا گیا تھا وہ واسطے روم کے جیسا کہ روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اور وہ جو روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے یزید بن ابراہیم سے کہا یزید نے سنا میں نے عمرو بن دینار سے آخر حدیث تک پس وہ روایت شاذ ہے مخالف ہے واسطے اسکے جو روایت کیا ثقوں نے اوس سے جیسا کہ روایت کیا ابوداؤد نے زرعہ بن عبد الرحمن سے اوس سے جیسا کہ گذرا باب اول میں آخر تک یہانتک کہ کہا اور لیکن امام مالک بن انس رح پس مضطرب ہیں اون سے روایات پس اہل مدینہ جو اونکے شاگرد ہیں روایت کیا اوس سے وضع مطلق برابر ہے کہ ہو فرض یا کہ نفل جیسا کہ شہادت دیتی ہے اوس کی حدیث موطا کی جو روایت ہے سہل بن سعد سے اور اثر اوسکا جو کہ روایت ہے عبد الکریم بن ابی المخارق بصری سے اور مصر کے شاگرد اونکے اونہوں نے روایت کیا اوس سے ارسال کو نماز فرض میں اور وضع کو نماز نفل میں اور عبد الرحمن بن قاسم نے روایت کیا اوس سے ارسال کو مطلق طور پر اور اشہب نے روایت کیا اوس سے وضع کو اور وہ روایات یعنی مصریوں کی اور ابن القاسم کی جو مروی ہیں اوس سے اگرچہ عمل کیا ہے اوسکے ساتھ متاخرین نے علماء مالکیہ میں سے مگر وہ روایت ہے

شاذة مخالفة لجمهور اصحابه فلا تخرق
الاجماع ولا تصادم ما ادعينا من الاطباق
ولكونها شاذة اولها ابن الحاجب في مختصره
في الفقه بالاعتماد على الارض اذا رفع رأسه
من السجدة ونهض الى القيام انتهى كلامه
مختصرا ملخصا قلت وقد ذكر ازيد من
هذا المحدثون في كتبهم ولكن لا حاجة الى
تفصيله فان هذا القدر كاف شاف وبالجملة
فالسنة المقررة من الشارع هو الوضع واما
الارسال فليس فيه شائبة السنية لا حقيقة
ولا حكما الباب الثاني في وضع اليدين
تحت السرة في الصلوة واعلم ايها المتبع لسنة
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان وضع
اليدين تحت السرة قد وردت فيه احاديث
متعددة برواية جمع من الصحابة فمنهم
وائل بن حجر الحضرمي رضي الله تعالى عنه فقد
اخرج الامام ابوبكر بن ابي شيبة في مصنفه
حدثنا وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة
بن وائل عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى
الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله تحت
السرة انتهى فهذا الحديث سنده صحيح و

شاذ مخالف ہی جمہور شاگردوں اونکیکو پس نہیں خرق کرتا
اجماع کو اور نہیں مقابلہ کرسکتا اوسکا جو ہم نے دعوی کیا ہی
اتفاق سے اور بسبب ہونے اوسکے شاذ تاویل کی اوس کی
شیخ ابن حاجب نے اپنی مختصر میں جو علم فقہ میں ہے ساتھ اعتماد کرنے
کی زمین پر جبکہ اُٹھائے سر اپنا سجدہ سے اور کھڑا ہو طرف قیام
کی ختم ہوا کلام اوسکا مختصر خلاصہ کرکے میں کہتا ہوں اور
تحقیق اس سے زیادہ ذکر کیا ہی محدثوں نے اپنی کتابوں میں لیکن
اونکو مفصل بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے اسقدر کافی وشافی ہے
اور حاصل یہ کہ سنت مقرر کی گئی شارع صلعم سے تو وہی وضع
الیدین ہے اور ارسال کرنا پس نہیں اوسمیں کچھ شائبہ سنیت سے
نہ حقیقۃً اور نہ حکماً باب دوسرا بیچ بیان رکھنے دونوں
ہاتھوں کی ناف کے نیچے نماز میں اور جان تو اے متبع سنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تحقیق رکھنا دونو ہاتھوں کا نیچے ناف کے
وارد ہیں اوس میں چند احادیث ساتھ روایت ایک جماعت
کے صحابہ سے پس اون میں سے ہیں وائل بن حجر حضرمی رضی
اللہ تعالے عنہ پس روایت کیا ہی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے
بیچ مصنف اپنے کی حدیث کی ہمکو وکیع نے اوس
نے موسی بن عمیر سے اوس نے علقمہ بن وائل سے
اوس نے اپنے باپ سے کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھا آپ نے دہنا اپنا اپنے
بائیں پر نیچے ناف کے ہاتھ پس یہ حدیث اوسکی سند صحیح ہی اور

[illegible]

تحقیق حدیث وائل رض

رجاله ثقات فی الدرجة العلیا امّا وکیع بن
الجراح فامام ثقة ثبت فقیه فاضل بل ھو
رکن الاسلام وقطبه من اولیاء الکرام قال الحافظ
ابن حجر فی تقریب التہذیب وکیع بن الجراح
ابن ملیح الرؤاسی بضم الراء وھمزة ثم مھملة
ابوسفیان الکوفی ثقة عابد من کبار التاسعة
انتھی مختصرا قلت کلام المحدّثین فی وصفه و
ثنائه لاحد له ولا نہایة وکماله وجلالته
بحر عمیق لاساحل له عند ارباب الولایة
واما موسیٰ بن عمیر فقد قال الحافظ ابن حجر فی
تقریب التھذیب موسی بن عمیر التمیمی العنبری
الکوفی ثقة من کبار السابعة انتھی وقال
شیخ الاسلام الذھبی فی میزان الاعتدال
موسی بن عمیر العنبری الکوفی التمیمی عن
الشعبی وعنه وکیع فثقة قاله ابن معین
وابوحاتم انتھی کلامه وقال الشیخ قاسم
ابن قطلوبغا الحنفی المحدث المجتھد فی
تخریج احادیث الاختیار ھذا سند جید
ووکیع احد الاعلام وموسی بن عمیر قد
وثقه ابوحاتم انتھی قلت قال صاحب
نور الھدایة قد وثقه یحیی بن معین

راوی اوسکے سب ثقہ ہیں درجہ عالی میں اسپر وکیع بن
جراح پس امام ہو ثقہ ثبت فقیہ فاضل بلکہ وہ ایک
رکن ہے اسلام کا اور قطب ہے اولیاء کرام رح سے
کہا حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں کہ وکیع بن
جراح بن ملیح رؤاسی ساتھ ضمہ رائے کے اور ہمزہ کے اوسکے
بعد پھر مہملہ ابوسفیان کوفی ثقہ عابد کبار طبقہ تاسعہ سے ہے ام
میں کہتا ہوں کلام محدثین کا اوس کی وصف اور ثنا
میں نہ تو اوس کی حد ہے اور نہ نہایت اور کمال اوسکا
اور جلالت اوسکی دریا عمیق بے کنارہ ہو نزدیک
صاحب ولایت کی اور اسپر موسی بن عمیر پس کہا حافظ ابن حجر
نے تقریب التہذیب میں کہ موسی بن عمیر تمیمی عنبری
کوفی ثقہ ہے کبار سابعہ سے ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا
شیخ الاسلام ذہبی نے میزان الاعتدال میں موسے
بن عمیر عنبری کوفی تمیمی روایت کرتا ہے شعبی سے اور
اوس سے وکیع نے ثقہ ہے کہا ابن معین اور
ابو حاتم نے ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا شیخ قاسم بن حجر
قطلوبغا حنفی محدث مجتہد نے تخریج احادیث اختیار
میں کہ یہ سند جید ہے وکیع یکتا اعلام سے ہے
اور موسے بن عمیر ثقہ کہا اوس کو ابو حاتم نے
ختم ہوا کلام اوس کا میں کہتا ہوں کہا صاحب
نور الہدایہ نے کہ ثقہ کہا اوسکو یحیی بن معین نے

سلہ اور اوس کا حال بالبسط میری رسالہ قرة العینین بمسئلہ رفع الیدین میں ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

وابوحاتم الرازی ومحمد بن عبد الله
ابن نمیر وابوبکر الخطیب والعجلی والدولابی
وقال ابوزرعة الرازی لا بأس به انتهی قلت
هو ممن اجمع اهل الحدیث علی توثیقه و
تعدیله لا اختلاف فیه لاحد من اهل العلم
باسماء الرجال والله اعلم واما علقمة بن
وائل بن حجر فقال ابن حجر فی التقریب صدوق
وذکره ابن حبان فی الثقات وقال ابن سعد
ثقة قلیل الحدیث انتهی کذا نقله ابن حجر فی
تهذیب التهذیب قلت هو ثقة عند المخالف
والموافق ومن رجال مسلم وغیره فالحدیث
صحیح ولله الحمد اولا واخرا ویرد علیه من
المخالفین ایرادات شتی الاول ان لفظة
تحت السرة شاذ فقد روی عن وائل بن
حجر کلیب بن شهاب ومولی وائل فلم یذکرا
فیه هذه اللفظة والعلقمة منفرد بها من
اصحاب وائل وکذا موسی بن عمیر منفرد
بها من اصحاب علقمة فقد رواه عبد الجبار
ابن وائل وقیس بن سلیم عنه ولیست عندهما
هذه اللفظة وکذلک وکیع منفرد من اصحاب
موسی بن عمیر فقد رواه عبد الله بن المبارک

اور ابوحاتم رازی اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر اور ابوبکر
خطیب اور عجلی اور دولابی نے اور کہا ابوزرعہ رازی
نے نہیں جرح ساتھ اوس کے انتہے میں کہتا ہوں
کہ وہ اون میں سے ہیں جن کی توثیق پر اجماع کیا ہے اہل حدیث نے اونکی
توثیق پر اور عدالت پر نہیں اختلاف اوسمیں کسی اہل علم
کو جو واقف ہیں ساتھ اسماء رجال کے واللہ اعلم اور پر
علقمہ بن وائل بن حجر پس کہا ابن حجر نے تقریب میں
کہ صدوق ہے اور ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات
میں اور کہا ابن سعد نے ثقہ ہے کم حدیث والا انتہی اسیطرح
نقل کیا اوسکو ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں میں کہتا
ہوں کہ وہ ثقہ ہے نزدیک مخالف اور موافق کی اور مسلم
کے رجال سے ہے اور غیر کے پس حدیث صحیح ہوئی اور
اللہ ہی کو ہے حمد اول اور آخر اور وارد ہوتے ہیں اوسپر مخالفین
کی جانب سے چند اعتراضات متعلقہ اول یہ لفظ تحت السرة
کا شاذ ہے پس روایت کیا ہے وائل بن حجر سے کلیب بن شہاب
اور مولی وائل کے نے پس نہیں ذکر کیا اون دونوں نے اوسمیں
یہ لفظ پس علقمہ منفرد ہے ساتھ اوسکے وائل کے راویوں سے
اور اسیطرح موسی بن عمیر منفرد ہے ساتھ اوسکے علقمہ کے روات
سے کیونکہ روایت کیا اوسکو عبد الجبار بن وائل اور قیس بن سلیم نے
اوس سے اور نہیں اونکے نزدیک یہ لفظ اور اسیطرح سے وکیع منفرد ہے
شاگردوں موسی بن عمیر کے سے پس تحقیق روایت کیا اوسکو عبد اللہ

ایرادات مخالفین

وعبد الرحمن بن مهدي بل وكيع بنفسه
عنه ولم يذكروا هذه اللفظة شاذة
وان كانت رواتها من اعلى الثقات والشاذ
من اقسام الضعيف عند اهل الحديث و
الله اعلم بالصواب والجواب عنه ان هذا
من قبيل زيادة الثقة وهي مقبولة اذا
كانت رواتها حفاظا عادلا ضابطا على الصحيح
وانما ترد الزيادة في الصورة المخصوصة و
هي التي تخالف ما رواه الثقات او من هو اضبط
منه وههنا ليس كذلك فان هذه الزيادة
لا يلزم من قبولها رد رواية الحفاظ فهي
في حكم الحديث المستقل كما فصله ابن
حجر في شرح النخبة وغيره في غيره الا يراد
الثاني ان علقمة بن وائل لم يسمع من ابيه
شيئا فروايته منقطعة قال ابن حجر في تقريبه
علقمة بن وائل الحضرمي الكوفي صدوق

اور عبد الرحمن بن مہدی نے بلکہ وکیع نے خود اوس سے
اور نہیں ذکر کیا اوس لفظ کو پس یہ لفظ شاذ ہے
اگرچہ ہیں راوی اوس کے سب ثقہ اعلی درجہ ثقات سے
اور شاذ قسم ہے اقسام حدیث ضعیف سے نزدیک اہل حدیث
کے واللہ اعلم بالصواب اور جواب اوسکا یہ ہو کہ یہ
قبیلہ زیادتی ثقہ سے ہے اور وہ مقبول ہے جبکہ ہوں
سب راوی ثقہ حافظ عادل ضابط صحیح مذہب پر
اور بیشک رد کی جاتی ہے زیادتی بیچ صورت خاص کے اور
وہ صورت وہ ہے جو مخالف ہو اوس حدیث کو جسکو
بہت ثقہ روایت کریں یا کہ بڑا ضابط اوس سے اور
اس جگہ اسطرح نہیں ہے کیونکہ یہ زیادتی نہیں لازم آتی
قبول کرنے اوسکے سے رد روایت حفاظ کا پس یہ زیادتی بیچ
حکم حدیث مستقل کے ہے جیسا کہ تفصیل کیا اسکو ابن حجر نے شرح نخبہ میں
اور غیر اوسکو نے اوسکو غیر میں اعتراض دوسرا یہ کہ علقمہ بن وائل نے نہیں
سنا ہے باپ سے کوئی چیز پس وہ روایت منقطعہ ہو کہا ابن حجر نے
تقریب میں کہ علقمہ بن وائل حضرمی کوفی صدوق ہے

فائدہ جواب عذر

فائدہ جواب عذر دوسرا

سلہ اور عبارت ابن حجر کی یہ ہے وزيادة راويهما اي الحسن والصحيح مقبولة مالم تقع منافية لرواية من هو اوثق ممن لم يذكر تلك الزيادة لان الزيادة اما ان تكون لا تنافي فيه
بينها وبين رواية من لم يذكرها فهذه تقبل مطلقا لانها في حكم الحديث المستقل الذي تفرد به الثقة ولا يرويه عن شيخه غيره واما ان تكون منافية بحيث يلزم من قبولها رد
الرواية الاخرى فهذه التي يقع الترجيح بينها وبين معارضها فيقبل الراجح ويرد المرجوح انتهى كلام الحافظ مختصرا بقدر الحاجة حاصل یہ کہ یہ مسئلہ اہل حدیث میں مشہور ہے
کہ زیادتی ثقہ کی نہ تو مطلقا ہر طرح مقبول ہے اور نہ مطلقا ہر طرح مردود ہے بلکہ اوس میں تفصیل ہے کہ جو اس طرح پر ہو کہ روایت راجح کو منافی ہو تو مردود ہے اور اگر منافی نہیں تو
مقبول ہے مگر یہ بحث صحیح مذہب کے موافق ہے ورنہ اسکا اختلاف بھی موجود ہے لہذا جس حدیث میں ہم بحث کر رہے ہیں وہ صحیح طور پر قسم مقبول سے ہے اور نیز واضح ہو کہ یہ
سب بحث راوی ثقہ حافظ ضابط کی زیادتی میں ہے اور اگر وہ ضعیف ہو یا کہ متغیر الحفظ ہو اور حافظ ضابط نہ ہو تو اوسکی زیادتی غیر جو ثقہ
ہو ہرگز مقبول نہیں چنانچہ حافظ ابن حجر کلام مذکور کے اخیر میں فرماتے ہیں وانما تقبل من الحافظ انتہی اور زیادہ تفصیل کتب
اصول حدیث میں ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ عفی عنہ

الا انه لم يسمع من ابيه انتهى وقال ابن حجر
فی تهذيب التهذيب وحكى العسكری عن
يحيى بن معين انه قال علقمة عن ابيه
مرسل انتهى وقال الامام ابن الهمام فی فتح القدير
قال الترمذی فی علله الكبير سالت محمد
ابن اسمٰعيل اسمع علقمة بن وائل عن
ابيه فقال ولد علقمة بعد ابيه بستة
اشهر انتهى والجواب عنه بوجهين الاول
ان ائمة النقل قد حققوا ان علقمة
له رواية عن ابيه وان الذی يرسل عن ابيه
هو اخوه عبد الجبار بن وائل قال الشيخ
عبد الحق المحدث الدهلوی فی الاكمال
انه تابعی ذكره ابن حبان فی كتاب الثقات
روى عن ابيه والمغيرة بن شعبة وعنه اخوه
عبد الجبار وسلمة بن كهيل وعمرو بن مرة و
عاصم بن كليب روى له البخاری فی الادب
المفرد وفی رفع اليدين ومسلم فی صحيحه
فی كتاب الصلوة وفی كتاب الامارة وفی
الاصول دون المتابعات والترمذی فی
جامعه فی ابواب الاحكام وقال حسن
صحيح انتهى كلامه وقال علی القاری فی شرح

مگر اوسنے نہیں سنا ہے اپنے باپ سے انتہی اور کہا ابن حجر
نے تہذیب التہذیب میں اور حکایت کیا عسکری نے
یحیی بن معین سے کہ اوس نے کہا ہے علقمہ کی روایت
اپنے باپ سے مرسل ہے انتہی اور کہا امام شیخ ابن الہمام
نے فتح القدیر میں کہ کہا ترمذی نے اپنی کتاب علل کبیر میں
کہ پوچھا میں نے محمد بن اسمٰعیل بخاری سے کہ کیا سنا ہے علقمہ بن وائل
نے اپنے باپ سے پس کہا کہ پیدا ہوا علقمہ بعد وفات اپنے
باپ کے چھ ماہ انتہی اور جواب اوسکا ساتھ دو وجہ کے ہے
وجہ اول یہ ہے ائمہ نقل نے تحقیق کیا ہے کہ علقمہ کو روایت
ہے اپنے باپ سے اور وہ جو مرسل کرتا ہے اپنے باپ
سے وہ اوسکا بھائی عبد الجبار بن وائل ہے کہا شیخ
عبد الحق محدث دہلوی نے اکمال میں کہ وہ تابعی ہے ذکر
کیا اوس کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں روایت
کرتا ہے اپنے باپ سے اور مغیرہ بن شعبہ سے اور روایت کی اوس سے اوسکے
بھائی عبد الجبار اور سلمہ بن کہیل اور عمرو بن مرہ اور عاصم
بن کلیب نے روایت کیا اسکو بخاری رح نے ادب المفرد
اور رفع الیدین میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الصلوۃ
میں اور کتاب الامارۃ میں اور اصول میں نہ
متابعات میں اور روایت کیا ترمذی نے اپنی
جامع میں بیچ ابواب الاحکام کے اور کہا کہ یہ حدیث
حسن صحیح ہے ختم ہوا کلام اونکا اور کہا ملا علی قاری رح شرح

المشکوٰۃ والصحیح ان علقمۃ سمع من ابیہ
وان الذی لم یسمع من ابیہ ھو عبد الجبار
ابن وائل ولد بعد وفات ابیہ بستۃ اشھر
کذا نقلہ الترمذی عن البخاری ذکرہ میرک
انتھٰی کلام علی القاری قلت اخرج الترمذی[1]
فی جامعہ حدیث علقمۃ عن ابیہ ان
امرأۃ خرجت علی عھد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الحدیث ثم قال الترمذی
ھٰذا حدیث حسن غریب صحیح وعلقمۃ
ابن وائل بن حجر سمع من ابیہ وھو اکبر
من عبد الجبار وعبد الجبار لم یسمع من
ابیہ انتھٰی اذا ثبت ھٰذا فما نقل ابن الھمام
عن الترمذی لا یخلو عن خدشۃ واضحۃ
وتفصیلہ فی رسالتنا الفوز المبین بالاخفاء
بالتامین الوجہ الثانی ان ائمۃ الحدیث
قد رووا احادیث علقمۃ عن ابیہ بالاسانید
المتصلۃ المصرحۃ بالسماع منھا ما رواہ
البخاری فی رسالتہ رفع الیدین حیث
قال علقمۃ حدثنی ابی قال صلیت مع النبی

مشکوٰۃ میں اور صحیح یہ ہی کہ علقمہ نے سنا ہی اپنی باپ سی
اور وہ جس نے نہیں سنا اپنے باپ سے وہ عبد الجبار بن
وائل ہی جو پیدا ہوا بعد وفات باپ اپنے کے چھ ماہ
جیساکہ نقل کیا اوسکو ترمذی نے امام بخاری سی ذکر کیا
اوسکو علامہ میرک نے ختم ہوا کلام ملا علی قاری کا میں کہتا ہوں
روایت کیا ترمذی نے اپنی جامع میں حدیث علقمہ کی
اپنے باپ سے کہ ایک عورت نکلی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میں آخر حدیث تک پھر کہا ترمذی رحہ نے
کہ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے اور علقمہ بن وائل بن
حجر رحہ نے سنا ہے اپنے باپ سے اور وہ بڑا ہی
عبد الجبار سے اور نہیں سنا عبد الجبار نے اپنے
باپ سے انتہے جب ثابت ہوا یہ امر پس وہ جو نقل کیا
ہے ابن ہمام نے ترمذی سے نہیں خالی خدشہ ظاہرہ سے
اور تفصیل اوس کی بیچ رسالے ہمارے[2] کے ہی جس کا نام
ہی الفوز المبین بالاخفاء بالتامین وجہ دوسری یہ کہ ائمہ
حدیث نے روایت کی ہیں چند احادیث علقمہ کی اپنے
باپ سی ساتھ سندوں متصلہ کی جو تصریح کرنیوالی ہیں ساتھ
سماع کی اونمیں سی وہ جو روایت کیا بخاری رحہ نے رسالہ
رفع الیدین میں جس جگہ کہا علقمہ نے حدیث کی مجھ کو باپ میرے نے کہا نماز
پڑھی میں نے ساتھ نبی

[1] اور سند حدیث ترمذی کی یہ ہے حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل عن سماک بن حرب عن علقمہ بن وائل الکندی عن ابیہ انتہی ۱۲ منہ عفی عنہ [2] یہ رسالہ بھی ماشاء اللہ قابل دید ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

صلى الله عليه وسلم الحديث ومنها ما
اخرجہ النسائی فی باب رفع الیدین حیث قال
علقمۃ حدثنی ابی الحدیث ومنها ما اخرجہ
النسائی فی باب القود احدهما من طریق
سماك حرب عن علقمۃ بن وائل ان اباہ
حدثہ قال انی لقاعد مع رسول الله صلى
الله عليه وسلم الحديث وثانيهما من
طريق اسمعيل بن سالم عن علقمۃ بن وائل
ان اباہ حدثہم ان النبی صلی الله علیه وسلم
اتی برجل قد قتل رجلا الحدیث ومنها ما
اخرجہ مسلم فی باب وضع الید الیمنیٰ
علی الیسریٰ من طریق عبد الجبار بن وائل
عن علقمۃ ومولی لهم انهما حدثاہ عن
ابیه انہ رای النبی صلی الله علیه وسلم
الحدیث ففی هٰذه المواضع ونحوها تصریح
بسماع علقمۃ عن وائل بن حجر فبطل قول من
قال ان علقمۃ ولد بعد وفات ابیه بستۃ
اشهر نعم روایۃ عبد الجبار بن وائل عن
ابیه مرسل لا محالۃ فهی منقطعۃ بالضرورۃ
وبالجملۃ فالحدیث صحیح ومن حکم بضعفه
بالانقطاع او بالشذوذ او بضعف الراوی

صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حدیث تک اور اون میں سے
وہ جو روایت کیا ہی نسائی نے باب رفع الیدین میں جس
جگہ کہا علقمہ نے کہ حدیث کی مجھ کو میرے باپ نے آخر حدیث تک
اور اون میں سے وہ جو روایت کیا ہے نسائی نے باب قود میں
ایک اون میں سے سماک بن حرب کے طریق سے اوس نے علقمہ
بن وائل سے کہ اوس کے باپ نے حدیث کی اوسکو کہا کہ میں
بیٹھنے والا تھا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حدیث
تک اور دوسری حدیث روایت کی طریق اسمٰعیل بن سالم سے
اوس نے علقمہ بن وائل سے کہ اوسکے باپ نے حدیث کی اونکو کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا ایک شخص کہ قتل کیا تھا ایک
شخص کو آخر حدیث تک اور اون میں سے وہ جو روایت کی مسلم نے
باب وضع الید الیمنی علی الیسریٰ میں طریق عبد الجبار بن وائل
سے اوس نے علقمہ اور اون کے غلام سے کہ اون دونو نے حدیث
کی اوسکو اوس کے باپ سے کہ اوس نے دیکھا نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کو آخر حدیث تک پس ان مواضع میں اور
مانند ان کی تصریح ہے ساتھ سماع علقمہ کے وائل بن حجر رض
سے پس باطل ہوا قول اوس شخص کا جو کہتا ہے کہ علقمہ پیدا
ہوا ہی بعد وفات باپ اپنے کے چھ ماہ ہاں روایت عبد الجبار
بن وائل کی باپ اپنے سے مرسل ہی ضرور پس وہ منقطع
ہی ضرور اور مجمل یہ ہی کہ پس یہ حدیث صحیح ہی اور جس نے حکم
کیا ہی اوسکے ضعف کا بسبب انقطاع اور شذوذ کے یا بسبب ضعف اوکے

فقوله مردود ومنصوص علی بن ابی طالب رضہ خلیفة
رسول الله صلی الله علیه وسلم فقد اخرج الامام
احمد بن حنبل فی مسنده حدثنا محمد
بن سلیمان الاسدی ثنا یحیی بن ابی زائدة
ثنا عبد الرحمن بن اسحاق عن زیاد بن زید
السوائی عن ابی جحیفة عن علی انه قال السنة
وضع الکف علی الکف تحت السرة واخرج ابوداود
فی سننه علی ما رواه ابوسعید بن الاعرابی احمد
بن محمد بن زیاد بن بشر حدثنا محمد بن
محبوب ثنا حفص بن غیاث عن عبد الرحمن
بن اسحاق عن زیاد بن زید عن ابی جحیفة
ان علیا قال السنة وضع الکف علی الکف تحت
السرة وقال الدارقطنی فی سننه حدثنا یعقوب
بن ابراهیم البزاز ثنا الحسن بن عرفة عن
عبد الرحمن بن اسحاق ح وحدثنا محمد بن القاسم
بن زکریا المحاربی ثنا ابوکریب ثنا یحیی بن ابی زائدة
عن عبد الرحمن بن اسحاق ثنا زیاد بن زید[1]
السوائی عن ابی جحیفة عن علی رضی الله عنه
قال ان من السنة فی الصلوٰة وضع الکف

پس قول اوسکا مردود ہی اور آون میں سی ہیں حضرت
علی رض جو کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہیں پس روایت
کیا ہی امام احمد رح نی اپنی مسند میں حدیث کی ہمکو محمد بن سلیمان
اسدی نے کہا حدیث کی ہمکو یحیی بن ابی زائدہ نی کہا
حدیث کی ہمکو عبد الرحمن بن اسحاق نے اوس سے زیاد
بن زید سوائی سے اوس نے ابو جحیفہ سی اونسی حضرت
علی رض سی فرمایا حضرت علی رض نے سنت ہی رکھنا ہتھیلی
کا ہتھیلی پر نیچے ناف کی اور روایت کیا ابوداود نے اپنی سنن میں
بنا کر کی اوسپر جو روایت کیا ابوسعید بن اعرابی جس کا نام احمد بن
محمد بن زیاد بن بشر ہی کہا حدیث کی ہمکو محمد بن محبوب نے کہا
حدیث کی ہمکو حفص بن غیاث نے اوس نے عبد الرحمن بن
اسحاق سی اوس نے زیاد بن زید سوائی سی اونسی ابو جحیفہ سی کہ علی رض
نے فرمایا کہ سنت ہی رکھنا ہتھیلی کا ہتھیلی پر نیچے ناف کی اور
کہا دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو یعقوب بن
ابراہیم بزاز نے کہا حدیث کی ہمکو حسن بن عرفہ نے عبد الرحمن
بن اسحاق سی اور حدیث کی ہمکو محمد بن قاسم بن زکریا محاربی نے
کہا حدیث کی ہمکو ابوکریب نے کہا حدیث کی ہمکو یحیی بن ابی زائدہ نے
عبد الرحمن بن اسحاق سی کہا حدیث کی ہمکو زیاد بن زید سوائی نے
ابو جحیفہ سی اونسی علی رض سی فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ سنت ہی نماز میں رکھنا ہتھیلی کا

[1] ویرد علی حدیث علی رضی الله عنه ان زیاد بن زید السوائی مجهول کذا قال الحافظ ابن حجر فی تقریبه والجواب عنه قد تابعه نعمان بن سعد کما هو عند الدارقطنی فهذا الجرح مردود عن رشید ۱۲ منه عفی عنه

فائدہ کمرت ...

على الكف تحت السرة واخرج ابن شاهين و
ابو محمد الابراهيمي في كتاب الصلوة عن
علي رضي الله عنه قال ثلاث من اخلاق النبوة
تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع الكف
على الكف تحت السرة في الصلوة انتهى كذا نقله
صاحب كنز العمال حدثنا محمد بن القاسم
ثنا ابو كريب ثنا حفص بن غياث عن عبد الرحمن
ابن اسحاق عن النعمان بن سعد عن علي انه
كان يقول ان من سنة الصلوة وضع اليمين
على الشمال تحت السرة هذا الحديث شاهد
لحديث وائل بن حجر ويرد عليه ايرادات
الاول ان الحديث مداره على عبد الرحمن
بن اسحق الواسطي الكوفي وهو ضعيف قال
الحافظ ابن حجر في تقريبه عبد الرحمن بن
اسحاق بن الحارث الواسطي ويقال كوفي
ضعيف من السابعة انتهى وقال ابن حجر
في تهذيب التهذيب قال ابوداود سمعت
احمد يضعفه وقال ابوطالب عن احمد
ليس بشئ منكر الحديث وقال الدوري عن
ابن معين ضعيف ليس بشئ وقال ابن سعد
ويعقوب بن سفيان وابوداود والنسائي

الاعتراض على حديث علي رضي الله عنه — الاعتراض الاول

ہتھیلی پر نیچے ناف کی اور روایت کیا ابن شاہین اور ابومحمد ابراہیمی نے
کتاب الصلوة میں علی رضی اللہ عنہ سے یعنی فرمایا حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق سے ہیں افطار
میں جلدی کرنا اور سحری دیر سے کھانی اور رکھنا ہتھیلی کا ہتھیلی پر
نیچے ناف کی نماز میں انتہی اسی طرح نقل کیا اوسکو صاحب
کنز العمال نے حدیث کی ہمکو محمد بن قاسم نے کہا حدیث کی ہمکو
ابوکریب نے کہا حدیث کی ہمکو حفص بن غیاث نے عبد الرحمن
بن اسحق سے اونے نعمان بن سعد سے اونے علی سے حضرت
علی رضی اللہ عنہ تھے فرماتے کہ سنت نماز سے ہے رکھنا ہاتھ داہنا
بائیں پر ناف کے نیچے پس یہ حدیث شاہد ہے واسطے حدیث
وائل بن حجر کے اور وارد ہوتے ہیں اوسپر دو اعتراض اول
یہ کہ اس حدیث کا مدار عبد الرحمن بن اسحق واسطی کوفی پر
ہے اور وہ ضعیف ہے کہا حافظ ابن حجر نے تقریب میں
کہ عبد الرحمن بن اسحق بن حارث واسطی اور کہا
جاتا ہے کہ کوفی ہے ضعیف ہے طبقہ ساتویں
سے انتہی اور کہا ابن حجر نے تہذیب التہذیب
میں کہا ابوداود نے کہ سنا میں نے امام احمد کو ضعیف
کہتے اوس کو اور کہا ابوطالب نے نقل کر کے امام احمد سے
کہ نہیں وہ کوئی شے منکر الحدیث ہے اور کہا دوری نے
روایت ہے ابن معین سے کہ وہ ضعیف ہے نہیں کوئی شے اور
کہا ابن سعد اور یعقوب بن سفیان اور ابوداود اور نسائی نے

لیس بذلك وقال البخاری فیہ نظر وقال
ابوزرعة لیس بقوی وقال ابوحاتم ضعیف
الحدیث منکر الحدیث یکتب ولا یحتج بہ و
قال ابن خزیمة لا یحتج بہ انتھی کلام ابن
حجر وقال شیخ الاسلام الذھبی فی میزانہ
عبدالرحمن بن اسحق ابوشیبة الواسطی صاحب
النعمان بن سعد ضعفوہ قال ابوطالب
سالت احمد بن حنبل عنہ فقال لیس بشی
منکر الحدیث یروی عن الشعبی وغیرہ
وروی عبداللہ بن احمد عن ابیہ قال
روی عنہ ابن ادریس وابومعاویة وابن
فضیل لہ مناکیر ولیس ھو فی الحدیث بذاك
وروی عباس عن یحیی ضعیف ومرة قال
متروك وروی معویة بن صالح کوفی ضعیف
وقال البخاری فیہ نظر وقال النسائی وغیرہ
ضعیف انتھی وقال الامام النووی فی شرح
صحیح مسلم انہ ضعیف بالاتفاق انتھی
والجواب عنہ انا نقول ماذا اراد المورد
من قولہ ان عبدالرحمن بن اسحاق ضعیف
ان اراد انہ ضعیف مطلقا ای حفظا و
عدالة فلا نسلم لہ ذلك فقد قال الحافظ

کہ نہیں وہ ویسا اور کہا بخاری نے اوس میں نظر ہے اور
کہا ابوزرعہ نے قوی نہیں اور کہا ابوحاتم نے ضعیف
حدیث والا ہے منکر الحدیث ہے لکھی جاویگی اور نہیں
حجت ساتھ اوسکے اور کہا ابن خزیمہ نے نہیں حجت
ساتھ اوسکے ختم ہوا کلام ابن حجر کا اور کہا شیخ الاسلام ذہبی
نے اپنی میزان میں کہ عبدالرحمن بن اسحق ابوشیبہ واسطی
شاگرد نعمان بن سعد کا ضعیف کیا اونہوں نے اوس کو
کہا ابوطالب نے سوال کیا میں نے امام احمد سے اوس کا حال
پس کہا کہ وہ نہیں کوئی شی منکر الحدیث ہے روایت کرتا ہی
شعبی وغیرہ سے اور روایت کیا عبداللہ بن احمد نے اپنے
باپ سے کہا روایت کیا اوس سے ابن ادریس اور ابومعاویہ
اور ابن فضیل نے اوسکے لیے منکر ہیں اور نہیں وہ حدیث
میں ویسا اور روایت کیا عباس نے یحیی سے کہ ضعیف ہے
اور کبھی کہا کہ متروک ہے اور روایت کیا معویہ بن صالح نے
کہ کوفی ہے ضعیف ہے اور کہا بخاری نے اوسمیں نظر ہی اور کہا
نسائی وغیرہ نے کہ وہ ضعیف ہے انتہی اور کہا امام نووی نے
شرح صحیح مسلم میں کہ وہ ضعیف ہے بالاتفاق انتہی اور
جواب اوسکا یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ کیا ارادہ کیا ہی معترض
نے قول اپنے سے کہ عبدالرحمن بن اسحاق ضعیف ہے۔
اگر ارادہ کیا ہی کہ وہ ضعیف ہے مطلقا یعنی از روے حفظ
اور عدالت کی پس نہیں مانتے ہم اوسکو کیونکہ کہا حافظ

السیوطی فی تعقباتہ علی ابن الجوزی قال الحافظ
ابن حجر فی القول المسدد فی الذب عن مسند
احمد عبد الرحمن بن اسحاق حسن لہ الترمذی
حدیثا غیر ھذا مع قولہ انہ تکلم فیہ من قبل
حفظہ وصحح لہ الحاکم حدیثا اخر واخرج لہ
ابن خزیمۃ فی صحیحہ لکن قال فی القلب منہ
شئ انتہی کلام السیوطی وان اراد المورد
انہ ضعیف من قبل حفظہ فقط کما یدل
علیہ کلام الشیخ ابی المحاسن قائم بن
صالح السندی ثم المدنی فی رسالتہ فوز
الکرام بما ثبت فی وضع الیدین تحت السرۃ
او فوقہا تحت الصدر عن التشفیع المظلل
بالغمام حیث قال من ضعف عبد الرحمن
ابن اسحاق الواسطی راوی حدیث وضع الیدین
تحت السرۃ المخرج فی سنن ابی داود انما
ضعفہ لانہ خالف فی بعض المواضع الثقات
وتفرد ببعضہا بالروایات وھو لا یضر وانما
تضرہ کثرۃ المناکیر وکثرۃ مخالفۃ الثقات ولم
تثبت انتہی کلامہ کذا نقلہ الفاضل اللکھنوی
فی کتابہ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل
فھو ایضا غیر مضر للحدیث الذی نحن بصددہ

سیوطی رح نے اپنے تعقبات میں جو ابن جوزی پر ہیں کہ کہا حافظ
ابن حجر نے اپنی کتاب القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں
کہ عبد الرحمن بن اسحاق حسن کہا ہے ترمذی نے اس کی حدیث
کو بجز اس کے باوجود قول اس کے کہ اُنمیں کہا گیا ہے
بہ سبب حفظ اوسکیکی اور صحیح کیا حاکم نے اوسکی دوسری
حدیث کو اور روایت کیا ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں مگر کہا کہ
دل میں اوس سے کچھ چیز ہے ختم ہوا کلام سیوطی کا اور اگر ارادہ
کیا ہی معترض نی کہ وہ ضعیف ہی بہ سبب حفظ کی فقط جیسا
کہ دلالت کرتا ہی اوسپر کلام شیخ ابو المحاسن قائم بن صالح
سندی پھر مدنی کا اپنی رسالہ فوز الکرام بما ثبت فی
وضع الیدین تحت السرۃ او فوقہا تحت الصدر عن
التشفیع المظلل بالغمام میں جس جگہ کہ کہا جس نے
ضعیف کیا ہی عبد الرحمن بن اسحاق واسطی کو جو راوی
ہے حدیث وضع الیدین تحت السرۃ کا جو روایت
کی گئی ہے سنن ابو داود میں تو اوس نے ضعیف
کیا ہے اوس کو اس واسطے کہ وہ مخالف ہوا ہے
بعض مواضع میں ثقو نکا او منفرد ہوا ہی ساتھ بعض روایات
کی اور وہ امر مضر نہیں اور مضر ہوتا ہی اوسکو کثرت مناکیر کی اور
کثرت مخالفت ثقوں کی اور وہ ثابت نہیں ہوا ہی ختم ہوا کلام اوسکا
ایسا ہی نقل کیا اوسکو فاضل لکھنوی نے اپنی کتاب الرفع والتکمیل میں
پس وہ اعتراض مضر نہیں اس حدیث کو جس کے درپے ہم ہیں

فانہ لم تثبت مخالفتہ للثقۃ الحافظ ولا الزیادۃ
علیہ من اصحاب لنعمان بن سعد وزیاد
ابن زید حتی تجری فیہ قاعدۃ ترجیح الراجح
وتردید المرجوح وھٰذا امام الائمۃ ابوعیسیٰ
الترمذی قد حکم بتحسین حدیثہ فی مواضع
عدیدۃ من جامعہ مع ان البعض من
اسانیدہ مثل سند ھذا الحدیث بعینہ
فمنھا ما رواہ الترمذی فی باب الحجامۃ بعد
اخراج حدیث ابن مسعود فی قصۃ لیلۃ
المعراج قال ابوعیسیٰ ھذا حدیث حسن غریب
من حدیث ابن مسعود انتھے ومنھا ما اخرجہ[۱]
فی باب سوق الجنۃ من طریق عبدالرحمٰن
ابن اسحٰق عن النعمان بن سعد عن علیؓ قال
ابوعیسیٰ ھٰذا حدیث حسن غریب انتھے
ومنھا فی باب فضل التسبیح والتھلیل بعد اخراج
حدیث ابن مسعود مرفوعا لقیت ابراھیم
الحدیث قال ابوعیسیٰ ھذا حدیث حسن
غریب انتھے ومنھا ما اخرجہ فی باب الدعوات
عن عبدالرحمن بن اسحاق عن سیار ابی الحکم
عن ابی وائل عن علی ان مکاتبا جاءہ الحدیث

کیونکہ نہیں ثابت ہوئی مخالفت اوسکی واسطے ثقہ حافظ
کی اور نہ زیادتی ثقہ پر نعمان بن سعد اور زیاد بن زید کے
شاگردوں پر تو جاری ہو اوسمیں قاعدہ ترجیح راجح اور تردید
مرجوح کا اور یہ امام الائمہ ابوعیسیٰ ترمذی اوس نے
حکم دیا ہے ساتھ حسن ہونے حدیث اوسکی کے چند مواضع
میں اپنی جامع میں سے باوجودیکہ بعض سندیں اوس کی
مثل اسی سند کی ہیں بعینہ پس اون میں وہ ہی جو روایت
کیا ترمذی نے باب الحجامۃ میں بعد روایت ابن مسعود رضؓ
کے بیچ قصہ لیلۃ المعراج کے کہا ابوعیسیٰ نے
یہ حدیث حسن غریب ہے حدیث ابن مسعود رضؓ سے
انتہے اور اون میں سے وہ جو روایت کیا اوس کو
باب سوق الجنۃ میں طریق عبدالرحمٰن بن اسحاق
سے اوس نے نعمان بن سعد سے اوس نے حضرت علی رضی اللہ
عنہ سے کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہے انتہے اور
اون میں سے باب فضل التسبیح والتہلیل میں بعد بیان
کرنے حدیث ابن مسعود رضؓ مرفوع کے کرکے کہ ملاقات
کی میں نے ابراہیم سے آخر حدیث تک کہا ابوعیسیٰ نے یہ حدیث
حسن غریب ہے انتہی اور اون میں سے وہ جو روایت کیا
باب دعوات میں عبدالرحمٰن بن اسحاق سے اوس نے سیار ابی الحکم
سے اوس نے ابووائل سے اوس نے علی رضؓ سے کہ ایک مکاتب آیا اونکے پاس آخر حدیث تک

۱۱۵ حدیث التی قال فیہا الترمذی حسن

[۱] اب دیکھو یہ سند بعینہ اوسی طور سے ہے جس طرح کی تحت السرۃ کی لہٰذا اگر یہ حسن ہے تو وہ بھی حسن ہے، والفرق تحکم ۱۲ منہ عفی عنہ

ثم قال ابو عیسی ھٰذا حسن غریب انتھے و
منھا[۱] ما اخرجہ فی باب صوم المحرّم من
طریق عبد الرحمٰن بن اسحاق عن النعمان
بن سعد عن علی قال جاء رجل فقال ای
شھر تامرنی ان اصوم الحدیث ثم قال ابو عیسے
ھٰذا حدیث حسن غریب انتھے ففی ھٰذہ المواضع
قد حکم الترمذیّ بتحسین ھٰذہ الاحادیث
ولم یحکم بالضعف اصلا ولو فی موضع واحد
فعلم انہ حسن الحدیث فان قیل لعل الترمذی
حکم بالتحسین فی ھٰذہ المواضع بالشواھد
او المتابعات قلنا فما معنی لقولہ غریب واللّٰہ
اعلم الایراد الثانی انّ الحدیث موقوف علی
علی رضی اللّٰہ عنہ ولیس بمرفوع الی النبیّ صلّی
اللّٰہ علیہ وسلّم والجواب عنہ انّ الصّحابی
اذا اطلق[۲] السنۃ فالمراد بھا سنۃ رسول اللّٰہ
صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وکذا اذا اطلقہ غیر
الصحابی وشیّد ارکانہ الحافظ ابن حجر
فی شرح[۲] النخبۃ وفی فتح الباری وغیرہ فی غیرھا
وتفصیلہ[۳] فی کتب الاصول لا حاجۃ الی

پھر کہا ابو عیسی نے یہ حدیث حسن غریب ہے انتہی اور
اون میں سے ایک وہ ہے جو روایت کی باب صوم المحرم میں طریق
عبد الرحمٰن بن اسحاق سے اوس نے نعمان بن سعد
سے اوس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آیا ایک
شخص پس کہا کہ کونسا ماہ امر فرماتے ہیں آپ مجھ کو کہ روزہ
رکھوں میں آخر حدیث تک پھر کہا ترمذی نے یہ حدیث
حسن غریب ہے انتہی پس ان مواضع میں حکم کیا ہے ترمذی نے
ساتھ حسن ہونے ان احادیث کی اور نہیں حکم لگایا ضعف
کا ہرگز اگرچہ ایک ہی جگہ میں ہوتا پس معلوم ہوا کہ وہ حسن
حدیث والا ہے پھر اگر کہا جاوے کہ شاید ترمذی نے حکم کیا ساتھ
تحسین کے ان مواضع میں بسبب شواہد اور متابعات کے تو ہم
کہتے ہیں پھر کیا معنی ہیں اوسکے قول کے کہ غریب ہے واللہ اعلم
اعتراض دوسرا یہ کہ یہ حدیث موقوف ہے علی رضی اللہ عنہ پر اور
نہیں مرفوع نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک اور جواب اوس کا
یہ ہے کہ صحابی جبکہ مطلق بولتا ہے لفظ سنت پس مراد اوس سے
سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے اور اسی طرح
جب اطلاق کرے اوسکا غیر صحابی اور مضبوط کیا ارکان
اوسکے کو حافظ ابن حجر نے بیچ شرح نخبہ اور فتح الباری کے اور
غیر اوسکی نے اونکی غیر میں اور تفصیل اوسکی کتب اصول میں ہے نہیں حاجت

الاعتراض الاول
الجواب عنہ
الاعتراض الثانی

[۱] یہ سند بھی وہی ہے جو وضع الیدین تحت السرۃ کی ہے کما مر ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] اور حق یہ ہے کہ معترض کو اصل حدیث سے ذہول ہے کیونکہ ابن شاہین کی حدیث میں یہ لفظ ہے ثلاث من اخلاق النبوۃ الخ اور اوس میں اس سنت کو ذکر کیا ہے اب تو قطعا مرفوع ہوئی ۱۲ منہ عفی عنہ [۳] اور عبارت ابن حجر کی یہ ہے ومن الصیغ المحتملۃ قول الصحابی من السنۃ کذا فالاکثر علی انہ مرفوع ونقل ابن عبد البر فیہ الاتفاق قال واذا قال غیر الصحابی فکذلک ما لم یضفھا الی صاحبھا کسنۃ العمرین وفی نقل الاتفاق نظر فعن الشافعی فی اصل المسئلۃ قولان وذھب الی انہ غیر مرفوع ابو بکر الصیرفی من الشافعیۃ وابو بکر الرازی من الحنفیۃ وابن حزم من الظاھریۃ (باقی صفحہ ۱۵۹ پر دیکھو)

ذلك فان الامر مشهور عند اهل الحديث
ومنهم ابو هريرة رضي الله عنه فقد اخرج
ابوداود في سننه حدثنا مسدد ثنا عبد الواحد
بن زياد عن عبد الرحمن بن اسحاق عن
سيار ابي الحكم عن ابي وائل قال قال ابو هريرة
اخذ الكف على الكف في الصلوة تحت السرة
انتهى فهذا ابو هريرة رض قد حكم بوضع اليدين
تحت السرة مثل ما رواه وائل بن حجر ويرد
عليه اعتراضان الاول ان مداره على
عبد الرحمن بن اسحاق وفيه ما مر من
الكلام سواء بسواء والجواب عنه كالجواب
في حديث علي رضي الله عنه سواء بسواء الاعتراض
الثاني ان الحديث موقوف على ابي هريرة و
ليس بمرفوع الى رسول الله صلى الله عليه
وسلم والجواب عنه ان الحديث مرفوع حكما
وذلك لوجهين الوجه الاول ان الحديث
لا يخلو اما ان يكون بصيغة الماضي المعلوم
او على وزن المصدر اما على الاول فمرفوع حكما

اوسکی کیونکہ یہ امر مشہور ہے نزدیک اہل حدیث کو اور اون
میں ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ پس روایت کیا
ابوداود نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو مسدد نے
کہا حدیث کی ہمکو عبد الواحد بن زیاد نے عبد الرحمن بن
اسحاق سے اوس نے سیار ابی الحکم سے اوسنے ابی وائل سے
کہا ابو وائل نے کہ کہا ابو ہریرہ رض نے کہ پکڑنا ہتھیلی
کا اوپر ہتھیلی کے نماز میں نیچے ناف کے انتہی پس یہ ابو ہریرہ
حکم کیا اوسنے ساتھ رکھنے دونو ہاتھوں کے نیچے ناف کے
مثل اوس کی جو روایت کیا وائل بن حجر رض نے اور وارد ہوتے
ہیں اوسپر دو اعتراض اول یہ کہ مدار اوسکا عبد الرحمن بن
اسحاق پر اور اوس میں وہ کلام ہے جو گذر چکا ہے برابر برابر
اور جواب وسکا مثل اوس جواب کے ہی جو علی رض کی حدیث
میں ہے برابر برابر اعتراض دوسرا یہ کہ یہ حدیث موقوف
ہے ابو ہریرہ رض پر اور نہیں وہ مرفوع طرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جواب وسکا یہ ہو کہ حدیث
مرفوع ہے حکما اور وہ ساتھ دو وجہوں کے ہے وجہ اول
یہ کہ حدیث نہیں خالی یا تو ہوگی ساتھ صیغہ ماضی معلوم کے
اور یا کہ اوپر وزن مصدر کے ہے اگر بنا کرو اول پر پس حکما مرفوع ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۸ و احتجوا بان السنة تتردد بين النبي صلى الله عليه وسلم وبين غيره واجيبوا بان ارادة غير النبي صلى الله عليه وسلم بعيد وقد روى البخاري في صحيحه في حديث ابن شهاب عن سالم بن عبد الله بن عمر عن ابيه في قصته مع الحجاج حين قال له ان كنت تريد السنة فهجر بالصلوة قال ابن شهاب فقلت لسالم افعله رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال وهل يعنون بذلك الا سنته فقد نقل سالم وهو احد الفقهاء السبعة من اهل المدينة واحد الحفاظ من التابعين عن الصحابة انهم اذا اطلقوا السنة لا يريدون به سنة النبي صلى الله عليه وسلم واما قول بعضهم ان كان مرفوعا فلم لا يقولون فيه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فجوابه انهم تركوا الجزم بذلك تورعا واحتياطا ومن هذا قول ابي قلابة عن انس من السنة اذا تزوج البكر اقام عنده سبعا اخرجاه في الصحيحين قال ابو قلابة لو شئت لقلت ان انسا رفعه الى النبي صلعم اي لو قلت لم اكذب لان قوله من السنة هذا معناه لكن ايراده بالصيغة التي ذكر الصحابي اولى انتهى كلام الحافظ اور عبارت امام نووی کی مقدمہ شرح صحیح مسلم میں یہ ہے واما اذا قال الصحابي امرنا بكذا او نهينا عن كذا

لأنّ الصحابی اذا ذکر فعلا ولم یذکر فاعله فالمراد به هو رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم سواء کان الفعل معلوما او مجهولا قال صاحب عقود الجواهر المنیفة فی بحث حدیث ثمن الکلب فی جواب البیهقی حیث اعترض فقال قال عبد الواحد بن غیاث وسوید بن عمرو قالا حدّثنا حماد ثنا ابو الزبیر عن جابر نهی عن ثمن الکلب والسنّور الا کلب صید ولم یذکر حماد عن النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم انتهی کلام البیهقی قلت مثل هذا مرفوع عند اهل الحدیث وان لم یذکر النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم وهو قول اکثر اهل العلم ومنه قول انس امر بلال ان یشفع الاذان الحدیث ذکره ابن الصّلاح انتهی کلام صاحب عقود الجواهر المنیفة قلت ومثل ذلك ان یذکر الصحابی قولا ولم یذکر قائله کما حققه الحافظ ابن حجر فی شرح النخبة من شاء فلیرجع الیه واما علی الثانی فمرفوع ایضا وذلك لأنّ ابا هریرة لما روی مرفوعا عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم وضع الکف علی الکف من السنّة کما مرّ فمحال ان یکون ابو هریرة رضی اللّٰه عنه یروی

کیونکہ صحابی جسوقت ذکر کرے فعل کا اور نہ ذکر کرے فاعل اوسکا پس مراد ساتھ اوسکے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں برابر ہے کہ ہو وہ فعل صیغہ معلوم یا کہ مجہول کہا صاحب عقود الجواہر المنیفہ نے بیچ بحث حدیث ثمن کلب کے بیچ جواب بیہقی کے جس جگہ اعتراض کیا پھر کہا کہ کہا عبد الواحد بن غیاث اور سوید بن عمرو دونو نے کہا کہ حدیث کی ہمکو حماد نے کہا حدیث کی ہمکو ابو الزبیر نے جابر رض سے کہ منع کیا ہے ثمن کتے اور بلی سے مگر کہ کتا شکاری اور نہیں ذکر کیا حماد نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ختم ہوا کلام بیہقی کا میں کہتا ہوں کہ مثل اوسکی مرفوع ہے نزدیک اہل حدیث کی اگرچہ نہیں ذکر کیا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اور وہی قول ہے اکثر اہل علم کا اور اوسی قبیل سے قول انس رض کا کہ امر کیا گیا بلال رض یہ کہ شفع کریں اذان کو ذکر کیا اوسکو شیخ ابن صلاح نے ختم ہوا کلام صاحب عقود الجواہر المنیفہ کا میں کہتا ہوں او مثل اوسکی ہی یہ کہ ذکر کرے صحابی کسی قول کو اور نہ ذکر کرے قائل اوسکیکو جیسا کہ تحقیق کی اوسکی حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ میں جو چاہے پس رجوع کرے طرف اوسکی اور اوپر بنا کرکے دوسرے پر پس تو بھی مرفوع ہے اور وہ اسواسطے کہ ابوہریرہ رض نے جس گاہ مرفوع روایت کیا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے رکھنا ہاتھ کا ہاتھ پر سنت سے ہے جیسا کہ گذر چکا پس محال ہے کہ ہو ابوہریرہ رض روایت کرے

بحث حدیث انس رض

عن النبي صلى الله عليه الوضع على الصدر او فوق السرة
ثم حكم هو بخلافه ويعمل على ضده اعني الوضع تحت السرة
فثبت ان مراده من الحديث المرفوع المذكور الوضع تحت السرة
على حسب ما افتى به ابو هريرة وعمل به والا فكيف يحكم على
خلاف رسول الله صلى الله عليه وسلم فان ذلك بعيد عن الصحابة
بمراحل فثبت ان قوله هذا مرفوع حكما وهو المطلوب
ومنهم انس بن مالك خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقد قال الامام شيخ الاسلام العيني في عمدة القاري شرح
صحيح البخاري روى ابن حزم من حديث انس انه قال من اخلاق
النبوة وضع اليمين على الشمال تحت السرة ثم قال الامام العيني
وهذا يعضد رواية علي رضي الله عنه انتهى كلامه فهذه
الاحاديث يؤيد بعضها البعض بحيث يثبت منها سنية
الوضع تحت السرة وهو المطلوب **تنبيه** قد واظب عليه
عمل كثير من العلماء من التابعين واتباعهم وكذا من جاء
بعدهم من الفقهاء فقد اخرج امام الائمة الامام محمد في
كتاب الآثار اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وضع علی الصدر یا کہ وضع فوق
السرۃ اور خود حکم کری وہ اُس کے خلاف اور عمل کری اُسکی ضد پر
اعنی وضع تحت السرۃ پر پس ثابت ہوا کہ مراد ابوہریرۃ کی حدیث
مرفوع سے جو مذکور ہوئی وضع تحت السرۃ ہے اُسکو موافق فتوی دیا
ابوہریرۃ نے اور عمل کیا ساتھ اُسکو ورنہ پس کس طرح حکم کرتا مخالف رسول اللہ
سے کیونکہ وہ بعید ہے صحابہ سے چند منزلین پس ثابت ہوا کہ یہ قول اُن کا
مرفوع حکماً ہے اور وہی مطلوب ہے اور اُنہین سے ہین انس بن مالک خادم
رسول اللہ کے پس کہا امام شیخ الاسلام عینی نے بیچ کتاب عمدۃ القاری
شرح صحیح البخاری کی کہ روایت کیا ابن حزم نے حدیث انس رض سے کہ کہا
نبیون کی عادت سے ہے رکھنا داہنا ہاتھ بائین پر نیچے ناف کے پھر کہا
امام عینی نے اور یہ حدیث قوت دیتی ہے حدیث علی رض کو ختم ہوا کلام اُنکا
پس ان احادیث تائید کرتی ہے بعض اُنکی بعض کو بایں طور کہ ثابت ہوتا ہے
اُس سے سنت ہونا رکھنا ہاتھون کا نیچے ناف کے اور وہی مطلوب ہے تنبیہ ہے
تحقیق مواظب ہوا ہے اُس کو عمل اکثر علما کا تابعین اور تبع تابعین سے اور
اسی طرح اُن کا جو اُن کے بعد ہین فقہا سے پس روایت کیا امام الائمہ امام محمد
نے کتاب الآثار مین خبر دی ہم کو ابو حنیفہ نے حماد سے اُس نے ابراہیم سے

---

٥١ حاصل یہ کہ ابوہریرہ رض نے جبکہ نفس وضع الیدین مرفوع طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور خود ابوہریرہ رض نے تحت السرۃ کا فتوی دیا تو معلوم ہوا کہ ابوہریرہ رض نے جناب رسالت سے تحت السرۃ ہی دیکھا یا سنا ہوگا ورنہ خود مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس طرح کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اور کرتے دیکھے اور خود کچھ اور کرے اور حالانکہ اکثر عادت ابوہریرہ رض کی عدم القول بالرای ہے لہذا ہر طرح یہ قول اُن کا مرفوع ہے وہو المطلوب ۱۲ منہ عفی عنہ **٥٢** اور اصل عبارت امام عینی کی یہ ہے فان قلت سلمنا هذا ولكن الذي روي عن علي فيه مقال لان في سنده عبد الرحمن بن اسحق الكوفي قال احمد ليس بشيء قلت رواه ابوداؤد وسكت عليه ويعضده ما رواه ابن حزم من حديث انس من اخلاق النبوة الخ والله اعلم بالصواب ۱۲ منه عفي عنه **٥٣** قلت قال ابن حزم في المحلى عن عائشة انها قالت ثلاث من النبوة تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع اليمنى على اليسرى في الصلوة وعن انس رضي الله عنه مثل هذا الا انه قال من اخلاق النبوة وزاد تحت السرة انتهى ۱۲ منه عفي عنه

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعتمد
باحدى يديه على الاخرى في الصلوٰة قال محمد ويضع بطن
كفه الايمن على رسغه الايسر تحت السرة فيكون
الرسغ في وسط الكف اخبرنا ربيع بن صبيح عن ابي
معشر عن ابراهيم النخعي انه كان يضع يده اليمنى
على يده اليسرى تحت السرة انتهى ثم قال الامام محمد
وبهذا ناخذ وهو قول ابي حنيفة رضي الله عنه
انتهى كلامه واخرج ابن ابي شيبة حدثنا
وكيع عن ربيع عن ابي معشر عن ابراهيم قال
يضع يمينه على شماله في الصلوٰة تحت السرة
انتهى وقال الامام محمد في الموطا ينبغي
للمصلي اذا قام في صلوٰته ان يضع باطن كفه
اليمنى على رسغه اليسرى تحت السرة ويرمي
ببصره الى موضع سجوده وهو قول ابي حنيفة
انتهى والذي اقول بالانصاف خال عن
الاعتساف ان ابراهيم لما روى عن رسول
الله صلى الله عليه وسلم حديث الوضع ويضع هو
يديه تحت السرة فمحال عندنا ان يكون ابراهيم
يصنع ذلك الا وقد ثبت عنده سنية الوضع

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے رکھتے ایک دو ہاتھوں
کا دوسرے پر نماز مین کہا امام محمد نے اور رکھے نمازی باطن
ہتیلی دہنی کو بائین پر نیچے ناف کے پس ہو وسط کف
مین یعنے ابراہیم تھے رکھتے ہاتھ اپنا داہنا بائین ہاتھ پر
نیچے ناف کے پھر کہا امام محمد رہ نے اور ساتھ اسیکے عمل کرتے
ہین ہم اور وہی قول ابو حنیفہ رہ کا ہے ختم ہوا کلام اُنکا
یعنے کہا ابراہیم نے کہے دایان ہاتھ اپنا بائین پر نماز مین
نیچے ناف کے انتہےٰ اور کہا امام محمد رح نے مُوطا مین لائق ہے
واسطے نمازی کے جبکہ کھڑا ہوا اپنی نماز مین یہ کہ رکھے باطن
ہتیلی دائین کا بائین پر نیچے ناف کے اور ڈالے آنکھ اپنی
طرف جگہ سجدہ اپنے کی اور وہی ہے قول ابو حنیفہ
رضی اللہ عنہ کا انتہےٰ۔ اور وہ جو مین کہتا ہون انصاف سے جو خالی
ہے تعصب سے وہ یہ ہے کہ ابراہیم نے ہرگاہ روایت
کیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث وضع
اور وہ خود رکھتا ہے ہاتھ اپنے ناف کے نیچے پس
محال ہے ہمارے نزدیک یہ کہ ہو ابراہیم رحمۃ
اللہ علیہ کرتا اُس کو مگر ضرور ثابت ہوا ہے
نزدیک اُس کے سنت ہونا
رکھنا ہاتھون کا

[1] یہ حدیث ابراہیم نخعی رہ کی اگرچہ مرسل ہے مگر اہل حدیث نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ ابراہیم اور سعید بن مسیب
کی مراسیل متصل صحاح ہوتی ہین اور تفصیل اس کی میری رسالہ ترویح العینین بمسئلہ رفع الیدین مین ہے ۱۲ منہ

تحت السرة وهو المطلوب واخرج ابن ابی شیبة حدثنا وکیع عن ربیع عن ابی معشر عن ابراهیم قال یضع یمینه علی شماله فی الصلوٰة تحت السرة انتهٰی واخرج ابن ابی شیبة حدثنا یزید بن هارون ثنا حجاج بن حسان انه قال سالت ابا مجلز کیف یضع قال یضع باطن کف یمینه علی ظاهر کف شماله و یجعلهما تحت السرة واخرج ابوداؤد تعلیقا عن ابی مجلز تحت السرة وقال الامام النووی فی شرح صحیح مسلم وقال ابو حنیفة وسفیان الثوری واسحٰق بن راهویه وابواسحاق المروزی من اصحابنا یجعلهما تحت سرته انتهٰی کلام النووی مختصرًا فهؤلاء الائمة قد اتفقوا علی سنیة الوضع تحت السرة و مستندهم ما مر من الاحادیث التی ذکرناها وهو الصواب

الباب الثالث فی

ادلة القائلین بسنیة الوضع علی الصدر و اعلم ان القائلین به استدلوا علی ما ذهبوا الیه بالکتاب السنة واقوال الصحابة ومن بعدهم اما کتاب الله تعالٰی فاعلم ان الله تعالٰی قال فی سورة الکوثر فصل لربک وانحر وقد

نیچے ناف کے اور وہی مطلوب ہے یعنے کہا حجاج نے سوال کیا مین نے ابو مجلز کو کس طرح رکھے کہا کہ رکھے باطن داہنے اپنے کا ظاہر ہتھیلی بائین پر اور رکھے دونون کو ناف کے نیچے اور روایت کیا ابوداؤد نے معلق کر کے ابو مجلز رحمہ اللہ سے نیچے ناف کے اور کہا امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم مین اور کہا ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ اور ابو اسحاق مروزی نے جو ہمارے فقہا سے ہے کہ رکھے اُن کو نیچے ناف کے ختم ہوا کلام امام نووی کا مختصر کر کے پس یہ ائمہ سب متفق ہین اوپر سنیۃ رکھنے کے نیچے ناف کے اور سند اُن کی وہ ہے جو گذر چکا ہے احادیث سے جو کہ ہم نے ذکر کی اور وہی صواب ہے۔

باب تیسرا بیچ ادلہ اُن لوگون کے جو قائل ہین ساتھ سنیت وضع کے سینہ پر جان تو کہ جو اُسکے قائل ہین دلیل لاتے ہین اپنے مذہب کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت اور اقوال صحابہ کے اور جو اُن کے بعد ہین اسے پر کتاب اللہ تعالٰی سے پس جان کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے سورۂ کوثر مین پس نماز پڑھ اپنے رب کی اور نحر کر اور تحقیق

بحث ادلہ الوضع علی الصدر

عدم الاستدلال

بحث الآیۃ

الجواب عن حديث الحبر الاول

فسّره المفسرون بان المراد هو وضع اليدين
عند النحر فقد اخرج البيهقي في سننه الكبرى
اخبرنا ابو زكريا بن ابي اسحق اخبرنا الحسن بن يعقوب
الجادى التكوى اخبرنا يحيى بن ابي طالب اخبرنا
زيد بن الحباب حدثنا روح بن المسيب عن ابي الجوزاء
عن ابن عباس في قوله تعالى عز وجل فصل
لربك وانحر قال وضع اليمين على الشمال في
الصلوة عند النحر انتهى قلت وكذلك نقله
البغوي في معالم التنزيل وغيره في غيره من
اهل التفسير والجواب عنه بالوجهين الاول
ان هذا الاثر ضعيف بل فيه رائحة الوضع لان
في سنده يحيى بن ابي طالب قال في الجوهر النقي
يحيى بن ابي طالب تكلموا فيه وفي تاريخ بغداد
للخطيب عن موسى بن هارون قال اشهد
على ابن ابي طالب انه يكذب وعن ابي احمد محمد
ابن اسحاق الحافظ انه قال ليس بالمتين وعن
عبيد الآجري انه قال خط ابو داؤد على حديث
ابي طالب انتهى وكان في سنده روح بن المسيب
قال الذهبي قال ابن عدي احاديثه غير محفوظة
وقال ابن معين صويلح وقال ابن حبان يروي
الموضوعات عن الثقات لا يحل الرواية عنه

تفسیر کی اس کی مفسرون نے کہ مراد وہ رکھنا
دونون ہاتھون کا ہے نزدیک نحر کے پس روایت کیا
بیہقی نے سنن کبرٰے مین اپنے ابن عباسؓ سے ہے
بیچ قول اللہ عز وجل فصل لربک وانحر کے کہا کہ رکھنا داہنا
بائین پر نماز مین نزدیک نحر کے انتہی مین کہتا ہون
اور اسی طرح نقل کیا اس کو بغوی نے معالم التنزیل
مین اور غیر اس کے نے اس کے غیر مین اہل تفسیر
سے اور جواب اس کا ساتھ دو وجہ کے ہے اول یہ کہ یہ اثر
ضعیف ہے بلکہ اسمین بوئے موضوع کی ہے کیونکہ اس کی
سند مین یحیے بن ابی طالب ہے کہا جوہر نقی مین کہ یحیے
بن ابی طالب کلام کی انہون نے اس مین اور تاریخ بغداد خطیب
مین موسے بن ہارون سے کہا کہ گواہی دیتا ہون مین
یحیٰی بن ابی طالب پر کہ وہ جھوٹھ بولتا ہے اور ابو احمد
محمد بن اسحاق حافظ سے ہے کہ وہ نہین ہے مضبوط
اور عبید آجری سے ہے کہ وہ کہتے خفیف کیا ابو داود
نے حدیث ابو طالب کو انتہی اور نیز اس کی سند
مین روح بن المسیب ہے کہا ذہبی نے کہ کہا
ابن عدی نے کہ حدیثین اس کی محفوظ نہین اور کہا ابن معین
نے کہ تھوڑا صالح ہے اور کہا ابن حبان رح نے
روایت کرتا ہے موضوع حدیثین ثقون سے
نہین حلال روایت کرنا اس سے

انتهى كلام الذهبي فهذا الحديث ان لم يكن
موضوعا فهي ضعيفة لا محالة فان قيل
ان هذا التفسير نقل عن علي والشعبي قلنا فقد قال
الامام عماد بن كثير في تفسيره بعد نقل ذلك
وهذا لا يصح انتهى الوجه الثاني ان اصح
الاقوال المنقولة في تفسير الآية هو نحر البدن
في ايام النحر فقد قال البغوي في معالم التنزيل
قال محمد بن كعب ان اناسا كانوا يصلون لغير
الله وينحرون لغير الله فامر الله نبيه صلى الله
عليه وسلم ان يصلي وينحر لله عز وجل وقال عكرمة
وعطاء وقتادة فصل لربك صلوة العيد يوم
النحر وانحر نسكك وقال سعيد بن جبير و
مجاهد فصل الصلوات المفروضة بجمع وانحر
البدن بمنى انتهى كلام البغوي وبالجملة فهذه
المسئلة لا تعلق لها بكتاب الله على الوجه
الصحيح بل هو اجنبي منه واما السنة فاعلم
ان الوضع على الصدر قد وردت فيه احاديث
متعددة الاول اخرج ابوداود على ما حكاه بعض
ابناء زماننا عن نسخة ابن الاعرابي عن ابي داود
عن طاوس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

ختم ہوا کلام ذہبی کا پس یہ حدیث اگر نہین موضوع
پس وہ ضعیف ہے ضرور پھر اگر کہا جاوے کہ یہ تفسیر نقل
کی گئی ہے علیؓ اور شعبی سے تو ہم کہتے ہین پس کہا امام عماد
بن کثیر نے اپنی تفسیر مین بعد نقل کرنے اسکے کے اور یہ
نہین صحیح ہے انتہی وجہ دوسری یہ کہ اصح اقوال منقولہ
کا بیچ تفسیر اس آیت کے وہ قربانی کرنا اونٹون کا ہے
ایام نحر مین پس کہا بغوی نے معالم التنزیل مین کہا محمد
بن کعب نے کہ لوگ تھے نماز پڑھتے واسطے غیر اللہ کے اور قربانی کرتے واسطے غیر اللہ کے
پس امر کیا اللہ نے اپنے نبیؐ کو کہ نماز پڑھے اور قربانی
کرے واسطے اللہ عز وجل کے اور کہا عکرمہ اور عطاء
اور قتادہ نے نماز پڑھ واسطے رب کے نماز عید روز عید
نحر کے اور ذبح کر قربانی اپنی اور کہا سعید بن جبیر نے
اور مجاہد نے پس نماز مفروضہ پڑھ مزدلفہ مین اور
قربانی کر ختم ہوا کلام بغوی کا اور واسطے سنت
پس جان تو کہ وضع علی الصدر مین وارد ہوئی ہین
اُس مین چند احادیث حدیث اول روایت کیا
ابوداود نے بنا کر کے اُس پر جو حکایت کیا بعض ابنا
زمان نے نسخہ ابن الاعرابی سے اُس نے
ابوداود سے حدیث طاوس سے کہا کہ تھے رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

الاعتراض علیہ والجواب عنہ

الجواب الثانی

الحدیث الاول حدیث طاوس

۱ المراد بالمولوی محمد حسن حاجی پوری والسید صدیق حسن خان القنوجی کما فی کتاب القول المنصور ورسالہ المأثور فی وضع الیمنی علی الیسرے فی الصلوات علی الصدور ۱۲ منہ

جواب حدیث طاوس بحث حدیث هلب الطائی

يضع يده اليمنى على يده اليسرى ثم يشدهما
على صدره وهو في الصلوة والجواب عنه ان
الحديث مرسل فلا حجة فيه للمستدل لانه من
اقسام الضعيف عنده مع انه معلق بغير اسناد فح
فلا يعبأ به الحديث الثاني اخرج الامام احمد في
مسنده حدثنا يحيى بن سعيد عن سفيان قال
ثني سماك بن حرب عن قبيصة بن هلب عن ابيه
قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينصرف
عن يمينه وعن يساره ويضع يده على صدره
وصف يحيى اليمنى على اليسرى فوق المفصل انتهى
والجواب عنه ان الحديث مداره على سماك بن حرب
وقد جرحه كثير من الائمة فقد نقل الذهبي في
ميزانه عن سفيان انه ضعيف وقال جرير الضبي
اتيت سماكا فرايته يبول قائما فرجعت ولم اسأله
فقلت خرف وقال احمد بن ابي مريم عن ابن معين
كان شعبة يضعفه وقال الامام احمد سماك مضطرب
الحديث وقال صالح بن جزرة يضعف وقال
النسائي اذا انفرد باصل لم يكن حجة لانه كان
يلقن فيتلقن روى حجاج عن شعبة قال كانوا

رکھتے تھے ہاتھ اپنا دایاں اپنے ہاتھ بائیں پر پھر باندھتے
ان کو اپنے سینے پر اور وہ نماز میں ہوتے تھے اور جواب یہ ہے کہ
یہ حدیث مرسل ہے پس نہیں حجت اس میں واسطے مستدل کے
کیونکہ مرسل اقسام ضعیف سے ہے اس کے نزدیک باوجودیکہ وہ معلق
ہے بغیر اسناد کے پس اس وقت نہیں اعتبار ساتھ اس کے حدیث
دوسری روایت کیا امام احمد نے اپنی مسند میں یعنے کہا یحیی نے
دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھرتے داہنے
اپنے اور بائیں اپنے اور رکھتے ہاتھ اپنا اپنے سینہ پر بیان
کیا یحیی نے دہنے کو بائیں اوپر جوڑ کے انتہی اور جواب اس کا
یہ ہے کہ یہ حدیث مدار اس کا سماک بن حرب پر ہے اور مجروح
کیا اس کو بہت ائمہ نے پس نقل کیا ذہبی نے اپنی میزان میں
سفیان سے کہ وہ ضعیف ہے اور کہا جریر ضبی نے کہ آیا میں سماک کے
پاس پس دیکھا میں نے اس کو بول کرتا ہے کھڑا ہو کر پس واپس ہوا میں
اور نہ سوال کیا اس سے پس کہا میں نے کہ کم عقل ہو گیا ہے اور کہا
احمد بن ابی مریم نے ابن معین سے کہ تھا شعبہ ضعیف کہتا اس کو
اور کہا امام احمد نے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے اور کہا صالح بن
جزرہ نے کہ ضعیف کہا جاتا ہے اور کہا نسائی نے جب منفرد ہو وہ
ساتھ اصل کے تو نہیں حجت ہے کیونکہ تھا تلقین کیا جاتا پس تلقین لے
لیتا تھا روایت کیا حجاج نے شعبہ سے کہا کہ تھے لوگ کہا کرتے

جواب حدیث هلب

؎ قلت وقد نقل الزيلعي في تخريج احاديث الهداية عن ابن الجوزي وغيره تحت حديث شهادة الرجل برؤية هلال رمضان ان سماكا اذا انفرد بشيء لم يكن حجة لانه كان يلقن فيتلقن انتهى ١٢ منه عفي عنه

يقولون سماك وعكرمة عن ابن عباس فيقول
نعم فاما انا فلم اكن القنه وقد روى قتادة عن
ابي الاسود الدؤلي قال ان سرك ان يكذب
صاحبك فلقنه وقال عبد الله بن احمد بن حنبل
قرأت بخط ابي عن رجل لم يسمه قال كان سماك
ابن حرب فصيحا يزين الحديث بمنطقه وفصاحته
قال ابن عمار كان يغلط ويختلفون في حديثه
وقال العجلي جائز الحديث كان الثوري يضعفه
قليلا وقال يعقوب بن شيبة هو في غير عكرمة
صالح وليس من المثبتين انتهى كلام الذهبي
ملخصا مختصرا وقال علي القاري ضعفه ابن المبارك
وشعبة وغيرهما انتهى وقال النسائي في سننه في
باب ذكر الاخبار التي اعتل بها من اباح المسكر
وسماك ليس بالقوي وربما يقبل التلقين انتهى فاذا
كان حال سماك كذلك فكيف يكون حديثه صحيحا
كيف وقد روى عنه سفيان الثوري هذا الحديث
مع ان سفيان يضعفه فحديثه هذا غير مقبول عند
الثوري قطعاً فاحفظه لعلك لا تجده عند غيرنا
مع ان سفيان الثوري منفرد بزيادة لفظة على
صدره فقد روى الحديث ابو الاحوص عند الترمذي
وشريك القاضي عند احمد كلاهما عن سماك بن حرب

سماک روایت کرتا ہی اور عکرمہ ابن عباس سی پس کہدیتا کہ ہاں پسر
مین نہین تھا تلقین دیتا اس کو اور روایت کیا قتادہ نے ابو الاسود
دوئلی سی کہا اگر خوش لگی تجہ کو یہ کہ جہوٹہ بولے صاحب تیرا پس
تلقین کر اس کو اور کہا عبد اللہ بن احمد نے کہ پڑہا
مین خط اپنے باپ کا روایت کی ایک شخص سی جس کا نام نہین لیا
کہا کہ تھا سماک بن حرب فصیح زبان زینت دیتا حدیث کو ساتھ
گویائی اپنی کے اور فصاحت اپنی کی کہا ابن عمار نے تھا غلط کرتا
اور مختلف ہین لوگ اس کی حدیث مین اور کہا عجلی نے جائز حدیث
والا ہی تہے سفیان ثوری ضعیف کرتے اس کو تھوڑا سا اور کہا یعقوب بن
شیبہ نے کہ وہ عکرمہ کے غیر مین صالح الحدیث ہی اور نہین مثبتین مین سے
ختم ہوا کلام ذہبی کا خلاصہ کر کے مختصر کر کے اور کہا ملا علی قاری نے
ضعیف کیا اس کو ابن مبارک اور شعبہ وغیرہما نے انتہی اور کہا نسائی
نے اپنی سنن مین بیچ باب ذکر کرنے ان اخبار کے جن سے علت پکڑتا
ہی وہ شخص جو مباح کرتا ہی مسکر اور سماک نہین قوی اور ربما اوقات
تلقین کیا جاتا تہا انتہی پس جبکہ حال سماک کا یہ ہی پس کس طرح ہوگی
حدیث اس کی صحیح کس طرح صحیح ہو سکو اور حال یہ کہ روایت کی سفیان
ثوری نے اس سے یہ حدیث باوجود اس کے سفیان خود ضعیف کرتا ہے
اس کو پس یہ حدیث اس کی غیر مقبول ہے نزدیک ثوری کے قطعاً پس یاد رکھ
اس کو شاید تو اس کو ہمارے غیر کے پاس نہ پاویگا باوجودیکہ سفیان ثوری منفرد ہے
ساتھ زیادتی لفظ علی صدرہ کے پس روایت کیا اس حدیث کو ابو الاحوص نے
نزدیک ترمذی کے اور شریک قاضی نے نزدیک امام احمد کے ان دونوں نے سماک بن حرب سے

ولم يذكرا هذه الزيادة فان قيل ان سماك
قد وثقه كثير من الائمة كما نقله الذهبي وغيره
والقول الفيصل فيه ان حديثه عن عكرمة
خاصة مضطرب دون غيره كما قال الحافظ ابن
حجر في تقريبه انه صدوق وروايته عن عكرمة
خاصة مضطربة وقد تغير باخره فكان
ربما يلقن من الرابعة انتهى ملخصا وكما نقل الذهبي
قال ابن المديني روايته عن عكرمة مضطربة
فسفيان وشعبة يجعلونها عن عكرمة وابو الاحوص
واسرائيل يجعلونها عن عكرمة عن ابن عباس انتهى
فبذلك القدر لا يكون الرجل ضعيفا مطلقاً
قلنا نعم ولكن مدار الجرح هو اختلاط حفظه في
آخر عمره ومدار التعديل عدم اضطرابه في
غير عكرمة اهو عن ابن عباس او عن عكرمة نفسه
فافترقا فالذي نحن بصدده من الجرح هو من
القسم الاول دون الثاني فهذا الحديث ليس
باعلى من حديث عبد الرحمن بن اسحاق الذي مر
في الباب الثاني اعني حديث علي وابي هريرة
نعم تفرد سفيان[1] الثوري بزيادة المذكورة غير مضر

اور نہیں ذکر کیا اُن دونوں نے اس زیادتی کو پس اگر کہا جاوے کہ سماک کو
ثقہ کہا ہے بہت ائمہ نے جیسا نقل کیا اُس کو ذہبی وغیرہ نے
اور قول فیصل اُس میں یہ ہے کہ اُس کی حدیث جو عکرمہ کی ہے خاصکر
وہ مضطرب ہے نہ غیر اُس کی جیسا کہ کہا حافظ ابن حجر نے تقریب
اپنی میں کہ وہ صدوق ہے اور روایت اُس کی عکرمہ سے خاصکر
مضطرب ہے اور متغیر ہوا اپنی عمر اخیر میں پس تھا ملقین پایا جاتا
طبقہ رابعہ سے ہے انتہی ملخصا اور نیز جیسا کہ نقل کیا ذہبی نے
کہا ابن مدینی نے روایت اُس کی عکرمہ سے مضطرب ہے پس
سفیان اور شعبہ تو کرتے اس کو عکرمہ سے اور ابو الاحوص اور
اسرائیل کرتے ہیں اُس کو عکرمہ سے اُس نے ابن عباس سے انتہی
پس اس قدر کے ساتھ نہیں ہو جاتا شخص ضعیف مطلقا ہم کہتے
ہیں کہ ہاں مگر مدار جرح کا وہ اختلاط حفظ اُسکی کا ہے
اخیر عمر میں اور مدار تعدیل کا عدم ضبط ہے اُس کا عکرمہ کے غیر
میں کہ وہ حدیث ابن عباس سے ہے یا کہ خود عکرمہ سے پس دونو
جدا ہو گئیں پس وہ جو جس کی درپے ہم ہیں وہ جرح قسم اول
سے ہے نہ قسم دوسری سے پس یہ حدیث نہیں ہے اعلی
حدیث عبد الرحمن بن اسحاق کی سے جو گذر چکی ہے دوسرے
باب میں میری مراد ہے حدیث حضرت علی رض اور ابو ہریرہ رض
کی ہاں تفرد سفیان ثوری کا ساتھ زیادتی مذکور کی کچھ مضر نہیں ہے

الجواب عنہ

[1] قلت تفرد سفيان من اصحاب سماك بن حرب متعين فقد روى الحديث ابو الاحوص عن سماك وليس عنده هذه اللفظة وروى وكيع بن الجراح وعبد الرحمن بن مهدي عن سفيان وليس فيه هذه اللفظة فح فسفيان منفرد بها من اصحاب سماك ويحيى بن سعيد منفرد بها من اصحاب سفيان نعم تفرد هذين الامامين المذكورين لا يؤثر فيما دوياه لحفظهما واتقانهما نعم اختلاط حفظ سماك وتغيره قد افسد الحديث البتة والله اعلم بالصواب ١٢ منه

لانہ ثقۃ حافظ متقن فزیادتہ مقبولۃ کما
ذکرنا فی الباب الثانی تحت حدیث وائل بن حجر
بعینہ وبالجملۃ ھذا الحدیث بدرجۃ حدیث علی
وابی ھریرۃ سواء بسواء قوۃ وضعفا الا ان یقال
ان حدیث علی وابی ھریرۃ لھما مزیۃ علی ھذا الحدیث
من حیث عدم التفرد فیھما واما ما وقع الجرح
فی حدیث علی بجھالۃ زیاد بن زید السوائی وفی
حدیث ھلب بجھالۃ قبیصۃ بن ھلب کما نقل الذھبی
وغیرہ عن علی بن المدینی فکلاھما مدفوعان
بان یقال ان جھالۃ زیاد بن زید مرتفعۃ بمتابعۃ
حفص بن غیاث لہ بزیادۃ لفظۃ تحت السرۃ
وھو امام مجمع علی توثیقہ وھو من رجال الکتب
الستۃ وجھالۃ قبیصۃ بن ھلب مرتفعۃ بتعدیل
العجلی وابن حبان وغیرھما لہ فاحفظہ فانہ نافع
جدا الحدیث الثالث حدیث وائل بن حجر رضـ ولحدیثہ
طرق فی کتب الائمۃ الطریق الاول ما اخرجہ
البیھقی فی السنن الکبری اخبرنا ابو سعد احمد بن محمد
الصوفی قال اخبرنا ابو احمد بن عدی الحافظ انبانا
ابن صاعد حدثنا ابراھیم بن سعید ثنا محمد بن حجر
الحضرمی ثنی سعید بن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ

کیونکہ وہ ثقہ حافظ مضبوط ہے پس اُس کی زیادتی مقبول ہے
جیسا کہ ذکر کیا ہم نے باب ثانی مین بیچ حدیث وائل بن حجر کے بعینہ اور
مجمل یہ ہے کہ یہ حدیث بیچ درجہ حدیث علی اور ابو ہریرہ رضـ کی ہے
برابر برابر قوت اور ضعف مین مگر یہ کہ کہا جاوے حدیث حضرت علی
اور ابو ہریرہ رضـ کو فضیلت ہے اس حدیث پر عدم تفرد کی حیثیت سے
اُن دونون مین اور وہ واقع ہوئی جرح حدیث علی رضـ مین بسبب
جہالت زیاد بن زید سوائی کے اور بیچ حدیث ہلب کے بسبب جہالت
قبیصہ بن ہلب کے جیسا کہ نقل کیا ذہبی وغیرہ نے علی بن مدینی
اور نسائی سے پس دونون مدفوع ہین باین طور کہ کہا جاوے
جہالت زیاد بن زید کی مرتفع ہے ساتھ متابعت حفص بن غیاث
کے اُس کو ساتھ زیادتی لفظ تحت السرۃ کے اور وہ امام ہے
اجماع ہے اُس کی توثیق پر اور وہ سب صحاح ستہ کے رجال سے ہے
اور جہالت قبیصہ کی مرتفع ہے ساتھ عادل کہنے عجلی اور ابن حبان
وغیرہما کے اُس کو پس یاد کر اس کو کیونکہ نفع دینے والا ہے نہایت حدیث
تیسری حدیث وائل بن حجر رضـ کی اور واسطے حدیث اُنکی کے چند طریق
ائمہ حدیث کی کتب مین ہین طریق اول وہ جو روایت کیا اُس کو
بیہقی نے سنن کبری مین خبر دی ہمکو ابو سعد احمد بن محمد صوفی
نے کہا خبر دی ہمکو ابو احمد بن عدی حافظ نے کہا ہمکو خبر دی
ابن صاعد نے کہا ہم سے بیان کیا ابراہیم بن سعید نے کہا ہم سے
بیان کیا محمد بن حجر حضرمی نے کہا ہم سے بیان کیا سعید بن عبد الجبار بن وائل نے اپنے باپ سے

بحث حدیث وائل بن حجر رضـ الطریق الاول لحدیث وائل رضـ

ـــــــــ

لہ ای فی حدیث ابی ہریرۃ رضـ فی وضع الیدین تحت السرۃ کما مر ۱۲ منہ ٢ہ ای فی حدیث قبیصۃ بن ہلب عن ابیہ فی وضع الیدین
علی الصدر ۱۲ منہ

یعنے کہا وائل نے حاضر ہوا مین رسول اللہ کے پاس پس کھڑی ہوئے آپ طرف مسجد کے پس داخل ہوئے محراب مین تو مد ہین کیا ساتھ تکبیر کے پہر رکہا داہنا اپنا اوپر بائین کے سینے پر

عن امّه عن وائل بن حجر قال حضرت رسول الله صلی الله علیہ وسلم نهض الی المسجد فدخل المحراب ثم رفع یدیه بالتکبیر ثم وضع یمینه علی الیسری علی صدره انتهی والجواب عنه ان الحدیث ضعیف جدا لان فی اسناده سعید بن عبد الجبار ضعیف قال الحافظ ابن حجر فی تقریبه سعید بن عبد الجبار بن وائل الحضرمی الکوفی ضعیف من السابعة مات سنة ثمان وخمسین انتهی وقال شیخ الاسلام الذهبی فی میزان الاعتدال سعید ابن عبد الجبار بن وائل عن ابیه عن جده من اولاد وائل بن حجر له نحو خمسة احادیث قال النسائی لیس بالقوی قلت روی عنه ابن اخیه محمد بن حجر و عبد الله بن عمر بن ابان انتهی کلام الذهبی ولان فی سنده محمد بن حجر الحضرمی قال الذهبی له مناکیر قیل کنیته ابو الخنافس قال البخاری فیه بعض النظر انتهی مختصرا فالحدیث خارج عن حیز الاحتجاج

الطریق الثانی لحدیث وائل رض قال البیهقی فی السنن الکبری اخبرنا ابو بکر بن الحارث حدثنا ابو محمد بن حیان محمد بن العباس حدثنا محمد بن المثنی حدثنا مؤمل بن اسمٰعیل عن الثوری عن عاصم ابن کلیب عن وائل انه رای النبی صلی الله علیه وسلم وضع یمینه علی شماله ثم وضعهما علی صدره انتهی

انتہی اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہی نہایت کیونکہ اس کی اسناد مین سعید بن عبد الجبار ضعیف ہے کہا حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب مین کہ سعید بن عبد الجبار بن وائل حضرمی کوفی ضعیف ہے طبقہ ساتوین مین سے فوت ہوا سنہ اٹھاون مین انتہی اور کہا شیخ الاسلام ذہبی نے میزان الاعتدال مین سعید بن عبد الجبار بن وائل روایت کرتا ہے اپنے باپ سے وہ اس کی جد سے اولاد وائل بن حجر سے واسطے اسکے قریب پانچ حدیثوں کے ہین کہا نسائی نے نہین قوی ہے مین کہتا ہون روایت کی اس سے اس کے بہائی کے بیٹے محمد بن حجر اور عبد اللہ بن عمر بن ابان نے ختم ہوا کلام ذہبی کا اور نیز اس کی سند مین محمد بن حجر حضرمی ہے کہا ذہبی نے اس کی حدیثین منکر ہین بعض نے کہا کہ کنیت اس کی ابو الخنافس ہے اور بخاری نے کہا اس مین نظر ہے انتہی مختصرا پس یہ حدیث خارج ہے دائرہ احتجاج سے

طریق دوسرا حدیث وائل بن حجر کا کہا بیہقی نے سنن کبری مین اور روایت کیا اس کو مؤمل بن اسمٰعیل نے سفیان ثوری سے اس نے عاصم بن کلیب سے اس نے وائل سے کہ اس نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکہا آپنے دہنا اپنا بائین پر پہر رکہا ان کو بیچ سینہ پر انتہی

الطریق الثانی لحدیث وائل رض

اور کہا ابن قیم نے اعلام الموقعین میں روایت کیا جماعت نے سفیان ثوری سے عاصم بن کلیب سے انہوں نے وائل بن حجر سے کہا نماز پڑھی میں نے ساتھ

وقال الحافظ ابن القیم فی اعلام الموقعین عن رب العلمین روی الجماعة عن سفیان الثوری عن عاصم ابن کلیب عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فوضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره لم یقل علی صدره غیر مؤمل بن اسمٰعیل انتهی فالحاصل ان مؤمل بن اسمٰعیل مرة یقول عن عاصم عن ابیه عن وائل ومرة یقول عن عاصم عن وائل ولا یذکر کلیبا وهذا الحدیث بعینه قد رواه ابن خزیمة فی صحیحه کما یظهر من کلام المحدثین مع انهم حکموا بصحته ولنذکر کلام بعضهم ههنا علی سبیل الاستشهاد والتائید قال ابن القیم فی اعلام الموقعین عن رب العلمین المثال الرابع والستون ترك السنة الصحیحة الصریحة التی رواها[1] الجماعة عن سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر رض الخ کما نقلنا اولا وشید ارکانه الشوکانی فی شرح المنتقی وقال فی اثناء کلامه بعد ان صحح حدیث ابن خزیمة فی الوضع علی الصدر والحدیث مصرح بانه الوضع علی الصدر وکذلك حدیث طاوس المتقدم ولا شیء فی الباب اصح من حدیث وائل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پس رکھا ہاتھ اپنا دہنا اپنے بائین پر اپنے سینہ پر نہین کہا لفظ علی صدرہ کا بجز مؤمل بن اسمٰعیل کے انتہے پس حاصل یہ ہے کہ مؤمل بن اسمٰعیل کبھی تو کہتا ہے عن عاصم عن ابیہ عن وائل اور کبھی کہتا ہے عن عاصم عن وائل اور نہین ذکر کرتا کلیب کو اور یہی حدیث روایت کی ہے امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے کلام محدثین سے باوجودیکہ انہون نے حکم کیا ہے ساتھ صحت اُسکی کے اور ہم ذکر کرتے ہین کلام بعض کا اس جگہ ساتھ استشہاد کے اور تائید کے طور پر کہا ابن قیم نے کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین مین کہ مثال چونسٹھ ترک کردیا سنت صریح کو جو کہ روایت کیا اُس کو جماعت نے سفیان سے اُس نے عاصم سے اُس نے اپنے باپ سے اُس نے وائل بن حجر رض سے آخر حدیث تک جیسا کہ نقل کیا ہم نے اوّل اور مضبوط کیا ارکان اس کے کو شوکانی نے شرح منتقی مین اور کہا درمیان کلام اپنی کے بعد اس کے کہ صحیح کہا حدیث ابن خزیمہ کو درباب وضع علی الصدر کے اور حدیث تصریح کرنے والی ہے باین طور کہ وضع علی الصدر ہے اور اسی طرح حدیث طاؤس کی جو مقدم گذری اور کوئی شئے اس باب مین اصح نہین ہے حدیث وائل سے

[1] یہ صریح غلطی ہے شیخ ابن قیم کی کیونکہ بجز مؤمل بن اسمٰعیل کے کسی نے سفیان سے اس کو نہین روایت کیا ومن ادعی فعلیه البیان اور اُسکے معنی میں کچھ کلام ہے ۱۲ منہ

ابن حجر المذکور وهو المناسب لما اسلفنا عن تفسیر
علی و ابن عباس لقوله تعالیٰ فصل لربک وانحر
لان النحر وضع الیمین علی الیسار فی محل النحر وهو
الصدر انتهی وقال صاحب الفعل المنصور اخرج الحافظ
فی بلوغ المرام عن وائل بن حجر قال صلیت مع النبی
صلی الله علیه وسلم الحدیث رواه ابن خزیمة ای فی صحیحه
انتهی وقال الفاضل عبد الحق عظیم آبادی فی کتابه
غنیة الالمعی روی ابن خزیمة فی صحیحه عن وائل
ابن حجر الحدیث کذا فی بلوغ المرام وایضا اورده النووی
فی الخلاصة والشیخ تقی الدین ابن دقیق العید فی
الامام وقال الشوکانی وصححه ابن خزیمة وقال
الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وقد روی ابن خزیمة
من حدیث وائل انه وضعهما علی صدره والبزار
عند صدره وعند احمد فی حدیث هلب الطائی نحوه
انتهی کلام الفاضل قلت وقد حکم بصحته النووی فی
شرح صحیح مسلم وابن حجر فی تخریج احادیث الهدایة
وغیرهم فی غیرها فثبت من کلام هؤلاء الائمة ان
سند حدیث ابن خزیمة هو ما ذکره ابن القیم وغیره
وان المحدثین المذکورین حکموا بصحته وهو المطلوب ایضا
والجواب عنه ان ائمة الحدیث المذکورین او غیرهم
وان حکموا بصحة هذا الحدیث ورواه ابن خزیمة

جو مذکور ہوئی ہے اور وہی مناسب ہے اُس کو جو ہم نے
اول بیان کیا تفسیر علی اور ابن عباس سے واسطے
قول اللہ تعالیٰ کے فصل لربک وانحر کے کیونکہ نحر کے معنے رکھنا
دہنا ہاتھ بائین پر محل نحر مین اور صدر یہی ہے انتہیٰ
اور کہا صاحب فعل منصور نے کہ روایت کیا حافظ ابن حجر نے
بلوغ المرام مین وائل بن حجر سے کہا نماز پڑہی مین نے ساتھ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حدیث تک روایت کیا اسکو ابن
خزیمہ نے اپنی صحیح مین انتہیٰ اور کہا فاضل عبد الحق عظیم آبادی
نے اپنی کتاب غنیۃ الالمعی مین اور روایت کیا ابن خزیمہ
نے اپنی صحیح مین وائل بن حجر سے آخر حدیث تک
جیسا کہ بلوغ المرام مین ہے اور نیز لایا اُس کو امام نووی خلاصہ
مین اور شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے اپنی کتاب
امام مین اور کہا شوکانی نے اور صحیح کیا ابن خزیمہ نے اُس کو
اور کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین اور روایت کیا
ابن خزیمہ نے حدیث وائل کو کہ آپ نے رکھا اُن کو سینہ پر
اور روایت کیا بزار نے نزدیک سینہ کے اور نزدیک احمد کے ہی حدیث
ہلب طائی سے مثل اس کی ختم ہوا کلام فاضل کا مین کہتا ہون اور
حکم کیا ساتھ صحت اُسکی کے نووی نے شرح صحیح مسلم مین اور ابن حجر
نے تخریج احادیث ہدایہ مین اور غیر اُن کے نے اُن کے غیر مین پس ثابت
ہوا کلام اُن ائمہ سے کہ سند حدیث ابن خزیمہ کی وہ ہی جو ذکر کیا
اُس کو ابن قیم وغیرہ نے اور محدثین مذکورین نے حکم کیا ساتھ صحت
اُس کی کے اور وہی مطلوب ہے اور جواب اُس کا یہ ہے کہ ائمہ حدیث مذکورین

وغیرہ واللہ اعلم ولکن لیس بصحیح وذلک من وجوہ
الاول ان مدارہ علی مؤمل بن اسمٰعیل وھو متکلم فیہ
من قبل حفظہ وقد حکم بعض الائمۃ بکونہ منکر الحدیث
ونحو ذلک من الجرح نقل قال الحافظ ابن حجر فی
تقریبہ مؤمل بن اسمٰعیل البصری ابو عبد الرحمٰن
نزیل مکۃ صدوق سیئ الحفظ من صغار التاسعۃ
مات سنۃ ست ومائتین انتہی کلامہ وقال شیخ
الاسلام الذہبی فی میزانہ حافظ عالم وثقہ ابن معین و
قال ابو حاتم صدوق شدید فی السنۃ کثیر الخطأ
وقال البخاری منکر الحدیث وقال ابو زرعۃ فی حدیثہ
خطأ کثیر وذکرہ ابو داؤد فعظمہ ورفع شانہ مات
بمکۃ سنۃ ست ومائتین انتہی کلام الذہبی مختصرًا
ملخصًا الوجہ الثانی ان مؤمل بن اسمٰعیل مع کونہ
سیئ الحفظ کثیر الخطأ قد زاد لفظۃ علی صدرہ
فہی زیادۃ شاذۃ بل منکرۃ فقد اخرج ھذا الحدیث
الامام احمد فی مسندہ من طریق عبد اللہ بن الولید
من اصحاب سفیان ولم یذکر ہذہ اللفظۃ الشاذۃ
فہی منکرۃ او شاذۃ لا محالۃ فاحفظہ الوجہ الثالث
ان سفیان الثوری منفرد بزیادۃ ہذہ اللفظۃ من
اصحاب عاصم بن کلیب فقد اخرج النسائی من طریق
زائدۃ بن قدامۃ وابو داؤد من طریق بشر بن المفضل

وغیرہ نے واللہ اعلم مگر وہ حدیث صحیح نہیں ہے صحیح طور سے
اور وہ چند وجوہ سے ہے اول یہ کہ مدار اُس کا مؤمل بن اسمٰعیل پر ہے اور وہ
متکلم فیہ ہے حفظ کے سبب سے اور حکم کیا بعض محدثین نے کہ وہ منکر الحدیث
ہے اور مانند اُس کی جرح سے پس کہا حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب میں مؤمل
بن اسمٰعیل بصری ابو عبد الرحمٰن نزیل مکہ صدوق برے حفظ والا ہے صغار
تاسعہ سے فوت ہوا سنہ دو سو چھ میں ختم ہوا کلام اُس کا اور کہا شیخ الاسلام
ذہبی نے اپنی میزان میں ثقہ کہا اُس کو ابن معین نے اور کہا ابو حاتم نے صدوق
ہے سخت عمل بالسنۃ میں بہت خطا والا اور کہا بخاری نے منکر الحدیث ہے
اور کہا ابو زرعہ نے اُس کی حدیث میں بہت خطا ہے اور ذکر کیا ابو داؤد نے
پس بڑا جانا اُس کو اور بلند کیا شان اُس کا فوت ہوا سنہ دو سو چھ
میں ختم ہوا کلام ذہبی کا مختصر خلاصہ کر کے وجہ دوسری یہ ہے کہ مؤمل
بن اسمٰعیل باوجود ہونے اس کے کہ برے حفظ والا بہت خطا والا ہے
زیادہ کیا اُس نے لفظ علی صدرہ کا پس وہ زیادتی شاذ ہے بلکہ
منکر کیونکہ روایت کی اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں
طریق عبد اللہ بن ولید سے سفیان ثوری کے شاگردوں میں
سے اور نہیں ذکر کیا اس لفظ کو جو شاذ ہے پس وہ منکر ہے
یا کہ شاذ ضرور پس یاد رکھ اُس کو وجہ تیسری یہ ہے کہ سفیان
ثوری منفرد ہے ساتھ زیادہ کرنے اس لفظ کے عاصم بن کلیب
کے شاگردوں میں سے پس روایت کیا نسائی نے طریق زائدہ بن
قدامہ کے سے اور ابو داؤد نے بشر بن مفضل کے طریق سے

وابن ماجة من طريق عبد الله بن ادريس وبشر بن المفضل والامام احمد من طريق عبد الواحد و زهير بن معاوية و شعبة كلهم عن عاصم بن كليب لم يذكروا هذه اللفظة الشاذة فهذه اللفظة الشاذة لا يصح بوجه من الوجوه نعم انفراد سفيان الثوری غير مضر فانه ثقة حافظ كما قدمنا في حديث قبيصة بن هلب اما انفراد مؤمل بن اسمعيل فمخل في صحة هذه اللفظة فانه وان وثقه بعض الائمة ولكن لم يسلموا صحة حفظه وقد قال الامام ابن الهمام في فتح القدير قد ضعف مؤمل بانه دفن كتبه وكان يحدث من حفظه فكثر خطاؤه انتهى كلامه اذا ثبت هذا وقد قدمنا من كلام ابن حجر في شرح النخبة انما تقبل الزيادة من الحافظ انتهى فهذه اللفظة ليست بمحفوظة البتة فلا وجه لقول من قال ان حديث ابن خزيمة الذی مر ذكره بزيادة الوضع على الصدر انه صحيح وقد رايت ما فيه من القدح كيف وقد قال ابن القيم نفسه في اعلام الموقعين لم يقل على صدره غير مؤمل بن اسمعيل انتهى فلا ادری بای حجة يحكم المحدثون المذكورون بصحته كيف وقد رواه مؤمل ابن اسمعيل مرة يذكر كليب بن شهاب عن وائل

اور ابن ماجہ نے طریق عبد اللہ بن ادریس اور بشر بن مفضل کی کر اور امام احمد نے طریق عبد الواحد اور زہیر بن معاویہ اور شعبہ سبھی سب نے روایت کیا عاصم بن کلیب سے اور نہیں ذکر کیا ان سب نے یہ لفظ شاذ پس یہ لفظ شاذ نہیں صحیح ہے ساتھ کسی وجہ کے وجوہ سی ہان انفراد البتہ سفیان ثوری کا مضر نہین ہی کیونکہ وہ ثقہ ہے حافظ جیسا کہ اول بیان کیا ہم نے قبیصہ بن ہلب کی حدیث مین اور اے پر منفرد ہونا مؤمل بن اسمعیل کا پس وہ خلل انداز ہی اس لفظ کی صحت مین کیونکہ وہ اگر ثقہ کہا اس کو بعض ائمہ نے مگر نہین تسلیم کی انہون نے صحت حفظ اسکی اور کہا امام ابن الہمام نے فتح القدیر مین تحقیق ضعیف کیا گیا مؤمل باین طور کہ وہ دفن کی گئین کتابین اس کی اور تہا حدیث کرتا اپنی حفظ سے پس بہت ہوئی خطا اس کی ختم ہوا کلام اس کا جبکہ ثابت ہوا یہ امر اور اول بیان کر چکے ہین ہم کلام ابن حجر کا شرح نخبہ پر کہ قبول کی جاتی ہی زیادتی حافظ کی انتہی پس یہ لفظ نہین محفوظ ضرور پس نہین کوئی وجہ واسطے قول اس شخص کے جو کہتا ہی کہ حدیث ابن خزیمہ کی جو گذر چکی ہے ذکر اس کا ساتھ زیادتی وضع کے صدر پر کہ وہ صحیح ہے اور خود دیکھا تو نے جو اس مین ہی جرح سی کس طرح صحیح ہو سکے اور کہا ابن قیم نے خود کتاب اعلام الموقعین مین کہ نہین کہا لفظ علی صدرہ کا مؤمل بن اسمعیل کے غیر نے انتہی پس نہین جانتا مین کہ ساتھ کس وجہ کے حکم کیا محدثین مذکورین نے ساتھ صحت اسکی کس طرح صحیح ہو سکے اور

وهرة لایذکره بل یقول عن عاصم بن کلیب عن وائل ابن حجر ففی علة اخری قادحة بصحة الحدیث وحسنه والله اعلم بالصواب بالجملة فلا یثبت حدیث وضع الیدین علی الصدر بهذه الاسانید[1] لشاذة والمنکرة واما غیرها من الاحادیث التی ما دریناحالها فالله اعلم ما حالها فاذا[2] یرفع الستر عن راسه یعلم حالها فی تلک الحالة فعلی من یدعی سنیة الوضع علی الصدر ان یذکرها مفصلا لکی ینظر فیها مفتشا تنبیه وقد ذهب بعض الصحابة ومن بعدهم الی وضع الیمین علی الشمال فوق السرة فقد اخرج ابو داود فی سننه علی ما رواه عنه ابن الاعرابی فی نسخته حدثنا قدامة بن اعین عن ابی بدر عن ابی طالوت عبد السلام عن ابن جریر الضبی عن ابیه قال رایت علیا یمسك شماله بیمینه علی الرسغ فوق السرة انتهی والجواب عنه ان ابا بدر فی الاسناد وان کان من کبار الائمة الا ان له اوهاما کما نص علیه الحافظ ابن حجر فی تقریبه قلت وسماع

اور کبھی نہیں ذکر کرتا اُس کو بلکہ کہتا ہے عاصم بن کلیب سے اُس نے وائل بن حجر سے پس وہ علت دوسری ہے قدح کرنیوالی صحت حدیث اور حسن پر اسکے کو واللہ اعلم بالصواب درجمل ہے پس نہیں ثابت حدیث وضع علی الصدر کی ساتھ ان اسنادوں کے جو کہ شاذ اور منکر ہیں اسکے سوا غیر اُن کا باقی احادیث کا جن کا حال ہم نہیں جانتے پس اللہ زیادہ عالم ہے کہ کیا حال ہے اُن کا پس جب دور کیا جاویگا پردہ اُنکے سر سے تو معلوم ہوگا حال اُن کا اُس حالت میں پس اوپر اُس شخص کے جو مدعی ہے سنیۃ وضع علی الصدر کا لازم ہے یہ کہ ذکر کرے اُن کا مفصل تو کہ نظر کی جاوے اُن میں تفتیش کر کے یہ تنبیہ ہے اور گئے ہیں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور جو اُن کے بعد ہیں طرف وضع دہنی کی بائیں پر اوپر ناف کے پس روایت کیا ابو داود نے اپنی سنن میں بنا کر کے اُسپر جو روایت کیا اُس کو ابن الاعرابی نے اپنے نسخہ میں بیچ کہا جریر نے دیکھا میں نے علی کو رکھتے بند کرکے بایاں اپنا ساتھ دہنے کے بند دست پر ناف کے اوپر انتہی اور جواب [illegible] اُس کا یہ ہے کہ ابو بدر جو اسناد میں ہے اگرچہ ثقہ ہے کبار ائمہ سے مگر اُس کو وہم پڑا کرتے ہیں جیسا کہ نص کی اُسپر حافظ ابن حجر نے

[1] حاصل یہ کہ مستدل کا استدلال تین دلیل پر تھا اول اثر عکرمہ کا تفسیر آیت وانحر میں دوسرا حدیث قبیصہ بن ہلب پر اور تیسرا حدیث وائل بن حجر پر بس اور وہ تینوں غیر صحیح ہیں تفسیر عکرمہ درجہ متروک اور موضوع میں ہے اور حدیث قبیصہ کا مدار سماک بن حرب پر اور وہ صاحب تلقین اور فاسد الحفظ ہے اور حدیث وائل کی دو طریق پر ہے ایک میں سعید بن عبد الجبار ہے اور وہ اتفاقی ضعیف ہے کما مر اور دوسرے میں مؤمل بن اسمعیل ہے اور وہ بھی فاسد الحفظ ہے لہذا ان احادیث میں مستقل طور پر اور بر سبیل کوئی لائق حجت نہیں اور باقی کلام انشاء اللہ تم آگے آویگی وما علینا الا البلاغ ۱۲ منہ

[2] واضح ہو کہ بڑی قوی دلیل وضع علی الصدر کے واسطے اور عمدہ سے عمدہ حدیث وائل بن حجر کی ہے جس کو امام اللہ ابو بکر بن محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور چونکہ صحیح ابن خزیمہ ان ملکون میں نایاب ہے اور قرائن سے معلوم ہوا کہ وہ حدیث وہی ہے جس کو ابن قیم نے اعلام الموقعین میں نقل کیا ہے اور اکثر ائمہ اسناد زبان تازان تھے اسکا حال بھی واضح ہوگیا کہ وہ بھی قابل

مسلک مستدل کے نہیں البتہ اگر اسکے سوائے کوئی اور حدیث اور سند ہو تو اسکا حال دیکھنے سے معلوم ہو جاویگا جس کے پاس ان ادلہ سے زیادہ صحیح دلیل ہو وہ پیش کرے تب انشاء اللہ مفصل حال اسکا مذکور ہوگا واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ

جواب از آثار مبحث الآثار بحث اثر علیؓ

اثر سعید بن جبیر

عن ابی طالوت فی حیز الخفاء فان ابابکر من التاسعة و
ابا طالوت من الرابعة فاین هذا من ذاك واخرج البیهقی
اخبرنا ابو زکریا بن ابی اسحاق اخبرنا الحسن بن یعقوب
ثنا یحیی بن ابی طالب اخبرنا زید ثنا سفیان عن ابن جریج
عن ابی الزبیر قال امرنی عطاء ان اسال سعید بن جبیر این
تکون الیدان فی الصلوة فوق السرة او اسفل من السرة فسالته
فقال سعید فوق السرة انتهی وقال ابو داؤد فی بعض نسخه
وعن سعید بن جبیر فوق السرة انتهی کلام ابی داؤد

جواب اثر سعید بن جبیر

والجواب عنه ان هذا الاثر ضعیف جدا بل فیه رائحة الوضع
فان مداره علی یحیی بن ابی طالب هو متروك بل متهم بالکذب
وقد مر حاله فی تفسیر الآیة مفصلا قلت وفی اسناده
زید بن الحباب فهو وان کان اماما ثقة لایسال عن مثله
الا انه فی حدیث الثوری غیر مقبول فقد نقل شیخ الاسلام
الذهبی فی میزانه قال ابن معین احادیثه عن الثوری مقلوبة
وقال احمد صدوق کثیر الخطاء وطول ابن عدی ترجمته
ثم قال زید من اثبات الکوفیین لایشك فی صدقه وله
احادیث تستغرب عن الثوری من جهة اسنادها انتهی
ملخصا مختصرا فاذا ثبت هذا فنقول لاشك ان هذا
الاثر رواه زید عن الثوری فهو غیر صحیح قطعا وقال

اثر لاحق بن حمید

البیهقی وکذلك قال ابو مجلز لاحق بن حمید واصح اثر روی
فی هذا الباب اثر ابن جبیر وابی مجلز انتهی والجواب عنه

ابو طالوت

سے حیز خفا میں ہے کیونکہ ابو بکر طبقہ تاسعہ کا ہے اور طالوت
طبقہ رابعہ سے پس کہاں ہے وہ اُس سے کہنے کہا زبیر
نے امر کیا مجھ کو عطاء نے کہ سوال کیا کرون میں سعید بن
جبیر سے کہ کس جگہ ہوں دونوں ہاتھ نماز میں اوپر ناف
کے یا نیچے ناف کے پس سوال کیا میں نے اُس سے پس کہا سعید نے
اوپر ناف کے انتہی اور کہا ابو داؤد نے بعض نسخوں میں روایت
ہے سعید بن جبیر سے کہ ہوں اوپر ناف کے ختم ہوا کلام ابو داؤد
کا اور جواب اسکا یہ ہے کہ یہ اثر نہایت درجہ کا ضعیف ہے بلکہ
اُس میں موضوع ہونے کی بو ہے کیونکہ مدار اُس کا یحیی بن ابی طالب
پر ہے اور وہ متروک ہے بلکہ متہم بالکذب ہے اور گذر چکا حال اسکا
آیت کی تفسیر میں مفصل میں کہتا ہوں اور اس کی اسناد میں زید
بن حباب ہے اور وہ اگرچہ ہے امام ثقہ کہ اُس جیسے سے سوال نہیں
کیا جاتا مگر وہ سفیان ثوری کی حدیث میں مقبول نہیں ہے پس نقل
کیا ہے شیخ الاسلام ذہبی نے اپنی میزان میں کہا ابن معین نے حدیثیں
اُسکی سفیان ثوری سے مقلوب ہیں اور کہا امام احمد نے صدوق
کثیر الخطاء ہے اور طویل کیا ابن عدی نے ترجمہ اسکا پھر کہا کہ زید
اثبات اہل کوفہ سے ہے نہیں شک اُس کے صدق میں اور اسکو واسطے
حدیثیں ہیں غریب کرتا ہے ثوری سے اسکی اسناد کی جہت سے
انتہی جب ثابت ہوا یہ امر پس ہم کہتے ہیں نہیں شک کہ یہ اثر روایت
کیا اسکو زید نے ثوری سے پس وہ صحیح نہیں ہے قطعا اور کہا بیہقی نے

اور اسی طرح کہا ابو مجلز لاحق بن حمید نے اور اصح اثر جو مروی ہے اس باب میں وہ اثر سعید بن جبیر اور ابو مجلز کا ہے انتہی اور جواب اسکا

ما اجاب فی الجوهر النقی کیف یکون اثر ابن جبیر
اصح ما فی هذا الباب و فی سنده یحیی بن ابی طالب الخ
کما مر من کلامه فی تفسیر الآیة وقال فی الجوهر النقی قال
ابن عبد البر ومذهب ابی مجلز الوضع اسفل السرة
انتهی والله اعلم بالصواب. وقال الامام النووی فی
شرح صحیح مسلم وعن علی روایتان کالمذهبین وعن
احمد روایتان کالمذهبین وروایة ثالثة انه مخیر
بینهما ولا ترجیح وبهذا قال الاوزاعی وابن المنذر
انتهی وبالجملة فمذاهب الائمة مختلفة فقال بعض العلماء
العلماء فوقها وبعض الروایات عن بعضهم انه مخیر
تحت السرة وفوقها ولا ثالث له ولهذا قال الامام
ابو عیسی الترمذی بعد نقل حدیث قبیصة بن هلب و
العمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم
والتابعین ومن بعدهم یرون ان یضع الرجل یمینه علی
شماله فی الصلوة ورای بعضهم ان یضعهما فوق السرة
ورای بعضهم تحت السرة وکل ذلک واسع عندهم
انتهی کلامه والحاصل ان تحت السرة وفوق السرة
کلاهما مشهوران والکل واسع فای المذهبین اختار
فهو مختار والجواب عن هذه الاقوال سیجیء قریبا
فی الباب الرابع انشاء الله تعالی مفصلا فانتظره مفتشا

وہ ہے جو جواب دیا ہے جوہر نقی میں کہ کس طرح ہوگا اثر ابن
جبیر کا اصح اثر کا جو اس باب میں ہے اور اس کی سند میں یحیی
بن ابی طالب ہے آخر تک جیسا کہ گذر چکا اس کا کلام آیت
کی تفسیر میں اور کہا جوہر نقی میں کہا ابن عبد البر اور مذہب
ابو مجلز کا تو وضع تحت السرة کا ہے انتہی واللہ اعلم بالصواب
اور کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور علی سے دو روایتیں
ہیں مثل دونوں مذہبوں کی اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں
مثل دونوں مذہبوں کی اور ایک روایت تیسری ہے کہ وہ مخیر ہے دونوں
میں اور نہیں ترجیح ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہے اوزاعی اور ابن
المنذر انتہی اور مجمل یہ ہے کہ مذہب ائمہ کے مختلف ہیں پس کہا بعض
علماء نے ناف کے نیچے اور کہا بعض نے اوپر اس کے اور بعض روایات
ان کی بعض سے یہ ہے کہ وہ مخیر ہے تحت السرة اور فوق السرة میں
اور نہیں ہے سوا واسطے اس کی اسی واسطے کہا امام ابو عیسی ترمذی نے
بعد نقل کرنے حدیث قبیصہ بن ہلب کے اور عمل اسی پر ہے نزدیک
اہل علم کے اصحاب نبی صلعم اور تابعین اور ان کے جو بعد ہیں جانتے ہیں
کہ رکھے مرد دہنا اپنا بائیں پر نماز میں اور جانا بعض نے کہ رکھے
ان کو ناف پر اور جانا بعض نے کہ رکھے ناف کے نیچے اور سب وسیع ہے
ان کے نزدیک انتہی اور حاصل یہ کہ تحت السرة اور فوق السرة
دونوں مذہب مشہور ہیں اور کل وسیع ہے پس جو کوئی دونوں مذہبوں کا اختیار کرے پس وہ مختار ہے اور جواب ان اقوال کا عنقریب آوے گا
جو چوتھے باب میں ہے انشاء اللہ تعالی مفصل پس منتظر رہ تفتیش کرنے والا

جواب اثر ابن جبیر

مذاہب الائمہ مفصلہ

الجواب عن مذاہب الائمۃ

ترجیح المذہب الحنفی

الباب الرابع في ترجيح المذهب الحنفي

على سائر المذاهب واعلم ان المذهب الحنفي مرجح على
سائر المذاهب وذلك مبني على مقدمة وتمهيد اما المقدمة
فهي ان المذهب الحنفي هو ان يضع الرجل يديه تحت السرة
والمرأة تضع على الصدر كما هو مشهور في الفقه الحنفي
غير خفي على الموافق والمخالف واما سائر المذاهب فلا
تفصيل فيها بين الرجال والنساء على الصحيح و
لا حاجة الى ذكر هذه المسئلة فانها مشهورة و
اما التمهيد فاعلم ان الاحاديث المرفوعة عن
حضرة الرسالة لا تخلوا اما ان تدل على سنية الوضع
تحت السرة كما مرت في الباب الثاني واما ان تدل
على الوضع على الصدر كما مرت في الباب الثالث
واما الوضع فوق السرة فلا دليل عليها من كتاب
الله وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما علمنا
بحيث يكون صحيحا صريحا واما مذاهب العلماء
من الصحابة ومن بعدهم فلا تخلوا اما ان تدل على
الوضع تحت السرة واما ان تدل على الوضع فوق
السرة ولا ثالث لها كما مرت مفصلة ولا حاجة الى

باب چوتھا بیچ ترجیح

مذہب حنفی کے تمام مذاہب پر اور جان
تو کہ مذہب حنفی مرجح ہے تمام مذاہب پر اور وہ ترجیح مبنی ہے ایک مقدمہ
اور تمہید پر اور پر مقدمہ پس وہ یہ ہے کہ مذہب حنفی یون ہے کہ رکھے
مرد دونون ہاتھ اپنے نیچے ناف کے اور عورت رکھے اوپر سینہ کے جیسا کہ
مشہور ہے فقہ حنفی مین نہین مخفی ہے موافق اور مخالف پر اور
باقی مذاہب پس نہین تفصیل اُن مین درمیان مردون و عورتون کے
صحیح طور پر اور نہین حاجت طرف ذکر اس مسئلہ کی کیونکہ وہ مشہور ہے
اور اوپر تمہید پس جان کہ احادیث مرفوع رسول اللہ صلعم سے
نہین خالی یا تو دلالت کرتی ہین سنت ہونے وضع تحت السرۃ
پر جیسا کہ گذر چکا باب دوسرے مین اور یا کہ دلالت کرتی ہین وضع
علی الصدر پر جیسا کہ گذر چکا باب تیسرے مین اور اوپر وضع
فوق السرۃ پس کوئی دلیل نہین اُس پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم
سے بیچ اُس علم کے جو ہم جانتے ہین بایں حیثیت کہ ہووے صحیح اور
صریح اور اوپر مذہب علما کے صحابہ اور بعد اُن کے سے پس نہین خالی
یا کہ دلالت کرتے ہین وضع تحت السرۃ پر اور یا کہ دلالت کرتے
ہین وضع فوق السرۃ پر اور نہین تیسرا واسطے اُن کے جیسا کہ گذر
چکا ہے مفصل اور نہین حاجت طرف

ل اس مین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعض طرق حدیث قبیصہ بن ہلب مین لفظ عند صدرہ وارد ہے اور چونکہ وہ لفظ نہ صحیح
ہے سند کی رو سے اور نہ وہ صریح ہے فوق السرۃ کے باب مین بلکہ محتمل التاویل ہے کہ عند الصدر سے اور نحر جیسا کہ مخالف نے آیت فصل لربک
وانحر مین دعویٰ کیا ہے کہ وہ بھی عند الصدر ہو سکتا ہے اور یا کہ فوق السرۃ ہو کہ وہ بھی عند الصدر ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے قاعدہ پر وضع
فوق السرۃ صحیح صریح طور پر ثابت نہوا لہذا فوق السرۃ کا ثبوت سنت نبوی سے صحیح طور پر نہوا اور ہو المطلوب ۱۲ منہ

اعادتها الامام من مذهب الحنفية في حق
النساء من الوضع على الصدر واما مطلقا اي في
حق الرجال والنساء عموما فلم يذهب اليه احد
الا ما حكى بعض الفقهاء الحنفية او غيرهم ان ذلك
من مذهب الشافعي ولكنه غير صحيح على الصحيح
عندهم فقد نقل الامام النووي والترمذي
مذاهب العلماء ولم يذكرا ذلك في المذهب الشافعي
وهما اعلم بمذهب امامهما من بعض العلماء الحنفية
فان صاحب البيت ادرى بما فيه من غيره والله
اعلم بالصواب اذا تمهد هذا التمهيد والمقدمة
فنقول ترجيح مذهب الحنفية صحيح وذلك
لان مذهبهم وضع اليدين تحت السرة للرجال
وعلى الصدر للنساء وكلاهما مستندان على
السنة فان الحديث قد ورد في كلا الجانبين
وان كان حديث تحت السرة اقوى من حديث
الصدر وغير خفي على الماهر ان المطابقة اولى
من الغاء الحديث وهي ليست الا فيما قلنا و
اما من قال بوضع اليدين على الصدر للرجال
والنساء مطلقا فيلزم على مذهبه رد حديث
تحت السرة لا محالة فهذا المذهب مرجوح و
اما الوضع فوق السرة فهو وان كان مذهب

اعادہ اُن کے ہے مگر وہ جو گذرا مذہب
حنفیہ سے بیچ حق عورتوں کے وضع علی الصدر اور
اسی پر مطلق درحق مردوں اور عورتوں کے عام طور پر پس نہیں
گیا طرف اُس کی کوئی مگر وہ جو حکایت کیا بعض فقہا حنفیہ
یا غیرہم نے کہ وہ مذہب امام شافعی رح کا ہے مگر وہ صحیح نہیں
صحیح طور پر نزدیک اُن کے پس نقل کیا امام نووی اور ترمذی نے
مذاہب علماء کے اور نہیں ذکر کیا دونوں نے اُس کو مذہب شافعی رح
میں اور وہ دونوں زیادہ عالم ہیں ساتھ مذہب امام اپنے کو
بعض علماء حنفیہ سے کیونکہ صاحب گہر کا زیادہ خبردار ہے
اُس چیز کا جو اُس میں ہے غیر اُس کے سے واللہ اعلم بالصواب
جبکہ ممہد ہو چکا یہ تمہید اور مقدمہ پس ہم کہتے ہیں کہ ترجیح مذہب
حنفیہ کو صحیح ہے اور وہ اسواسطے کہ مذہب اُن کا وضع
الیدین تحت السرہ ہے واسطے مردوں کے اور وضع علی الصدر
واسطے عورتوں کے اور وہ دونوں مستند ہیں سنت پر کیونکہ
حدیث وارد ہو چکی ہے دونوں جانبوں میں اگرچہ ہے حدیث
تحت السرہ کی اقوی حدیث علی الصدر سے اور نہیں مخفی ماہر پر
کہ مطابقت اولی ہے لغو کردینے حدیث سے اور وہ مطابقت
نہیں ہے مگر اُس میں جو ہم نے کہا ہے اور اسی پر جو قائل ہے
ساتھ وضع الیدین علی الصدر کے واسطے مردوں اور عورتوں
کے سینہ پر مطلق طور پر پس لازم ہے اُن کے مذہب پر رد
روایت تحت السرہ کا ضرور پس یہ مذہب مرجوح ہے اور اب
وضع فوق السرہ پس وہ اگرچہ ہے مذہب

لعبض الائمة ولكن لاسند له من الحديث
المرفوع فهو ايضاً مرجوح ولانا يلزم من قبوله ردّ
احاديث الجانبين اى احاديث الوضع تحت
السّرة واحاديث الوضع على الصدر فهو كما ترى
ترجيح المرجوح وبالجملة[۱] فوضع اليدين على
الصدر وان كان مستندا الى دليل ولكنه متروك
العمل الا ان يحمل فى حق النساء كما هو مذهب
الحنفى والوضع فوق السّرة فهو وان كان مذهب
بعض الائمة ومعمولا به عندهم ولكنه غير
مستند الى كتاب الله وسنة رسول الله صلعم فهذا القول
بعينه مثل قول من قال بارسال اليدين من غير
دليل فمذهب الحنفية هو الاولى من كل وجه
على ان اطلاق السنة انما هو ورد على الوضع
تحت السرة دون الوضع على الصدر ولا فوق
السّرة فاذا لا مخالفة بين الوضع تحت
السرة والوضع على الصدر وفوق السرة فلان
معنى السنة هو المواظبة على الفعل مع تركه
مرة او مرتين فمذهب الحنفية هو الموافق
للسنة واما غيرها انما هو موافقة حال فلا عمل لها

مگر وہ نہین مسند اس کی حدیث مرفوع سے پس وہ بھی
مرجوح ہے اور نیز لازم آتا ہے قبول اُس کے سے
رد کرنا دونون طرف کی حدیثون کا یعنے احادیث وضع
تحت السرہ اور احادیث وضع علی الصدر کا
پس وہ تو ترجیح مرجوح کی ہے اور خلاصہ یہ کہ وضع
علی الصدر اگرچہ ہے مستند طرف دلیل کی مگر وہ متروک
العمل ہے مگر یہ کہ محمول ہو عورتون کے حق مین
چنانچہ مذہب حنفی ہے اور وضع فوق السرہ پس
وہ اگرچہ ہے مذہب بعض ائمہ کا اور معمول بہ ہے
نزدیک اُن کے مگر وہ نہین مستند طرف کتاب اللہ
اور سنت رسول اللہ صلعم کے پس یہ قول بعینہٖ مثل
قول اُس شخص کے ہے جو قائل ہے ساتھ ارسال
کے بغیر دلیل کے پس مذہب حنفی وہی اولی ہے
ہر وجہ سے علاوہ یہ کہ اطلاق لفظ سنت کا بیشک
وارد ہے وضع تحت السرہ پر نہ وضع علی الصدر پر
اور نہ فوق السرہ پر پس اس وقت کوئی مخالفت
نہین درمیان وضع تحت السرہ اور وضع علی الصدر
اور فوق السرہ کے کیونکہ معنے سنت کے وہ مواظبت
ہے ایک فعل پر باوجود ترک اُس کی کے ایک بار

[۱] حاصل یہ کہ وضع علی الصدر کی حدیث تو وارد ہے مگر متروک العمل ہے بالاجماع مگر موافق مذہب حنفی کے اور
وضع فوق السرہ پر بعض کا عمل تو ہے مگر کسی حدیث مرفوع صحیح السند سے ثابت نہین بلکہ سنت سے اجنبی ہے
محض سو کچھ تعلق نہین رکھتا اور وضع تحت السرہ دونون کا جامع ہے یعنے حدیث مرفوع مین بھی ثابت ہے اور معمول بہ بھی ۱۲ منہ

اعتراض علیہ

كما هو مقرر عند اهل الحديث فان قيل يمكن ان يحمل حديث الوضع تحت السرة وحديث الوضع على الصدر على اختلاف الاحوال عمره مرة كذا ومرة كذا قلنا هذا غاية ما قال الخصوم الملوم من الاعتذار ولكن يدفع ذلك الحمل بادنى تامل عند اولى الالباب والابصار وذلك لان المخالف ليس بقائل بالوضع تحت السرة فى حق النساء فكيف يدعى هذا الحمل على الاطلاق فكما انه غير قائل بالوضع تحت السرة للنساء فكذلك مخالفه غير قائل بالوضع على الصدر للرجال فما هو جوابه فهو جوابنا فلله الحمد اولا واخرا ظاهرا وباطنا وله الكبرياء والعظمة سرا وجهرا وهو على كل شئ قدير وبالاجابة دعائنا وسوالنا جدير اللهم انى اسئلك من الخير كله ما علمت منه وما لم اعلم واعوذ بك من الشر كله ما علمت منه وما لم اعلم اللهم اسئلك من خير ما سالك عبادك الصالحون واعوذ بك من شر ما استعاذك منه عبادك الصالحون ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الاخرة حسنة وقنا عذاب النار امين امين يا رب العلمين برحمتك يا ارحم الرحمين ط

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

جیسا کہ وہ مقرر ہے نزدیک اہل حدیث کے پھر اگر کہا جاوے ممکن ہے حمل کرنا حدیث وضع تحت السرۃ اور حدیث وضع علی الصدر پر اختلاف احوال پر یعنے کبھی ایسا اور کبھی ایسا تو ہم کہتے ہین کہ یہ نہایت اُس کا ہے جو کہا خصم ملوم نے عذر سے مگر مدفوع ہے وہ حمل کرنا ساتھ ادنے تامل کے نزدیک صاحب دانائی اور بینائی کے اور وہ اسواسطے کہ مخالف ہمارا نہین قائل ہے ساتھ وضع تحت السرہ کے عورتون کے حق مین پس کس طرح دعوے کرتا ہے اس حمل کا مطلق طور پس جس طرح کہ وہ قائل نہین ہے ساتھ وضع تحت السرہ کی عورتون کے واسطے پس اُسی طرح مخالف اُسکا نہین قائل ساتھ وضع علی الصدر کے واسطے مردون کے پس جو جواب اُسکا ہے پس وہی جواب ہمارا ہے

سلہ حاصل یہ کہ یون مطابقت کرنی کہ کبھی وضع علی الصدر کرے اور کبھی وضع تحت السرہ تو یہ قول ہی لچر ہے کیونکہ اس عموم کا تو خود مخالف ہمارا قائل نہین کیونکہ وہ ہمیشہ تو وضع علے الصدر پہ زور مارتا ہے اور وضع تحت السرۃ کی سمت کا ہرگز قائل نہیں اور اگر لاچار ہوکر قائل ہو بھی جاوے تو عورتون کے حق وضع علی الصدر کو ہی فقط معین رکھتا ہے نہ تحت السرہ کو لہذا وہ اس قاعدہ کا کب قائل ہے کہ مرۃ کذا و مرۃ کذا بہرحال مذہب حنفی صحیح ہے اور باقی مذاہب یا تو بلا دلیل ہین یا متروک بالاجماع اور حدیث متروک بالاجماع حکم منسوخ کا رکھتی ہے کما ہو مقرر عند اہل الاصول من الفقہاء والمحدثین وقد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ذی المجد والاحسان والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ نبی الانس والجان وعلی اٰلہ وصحابہ البررۃ الکرام وعلی الائمۃ الفقہاء والمحدثین العظام۔ **اما بعد** پس عرض کرتا ہے ذرہ بیمقدار محمد حسن عفی اللہ عنہ شرور الزمن کہ یہہ رسالہ ہے بیچ بیان نماز تراویح کے۔ اور اس کا نام **تحفۃ الاخوان فی صلوٰۃ رمضان** رکھا ہے۔

واضح ہو کہ قدیم سے اہل اسلام کا عمل درآمد ہر ملک میں بیس رکعت پر تھا کیا عرب۔ کیا عجم البتہ ایک شرذمہ قلیلہ کا علمار مالکیہ سے زیادہ کا قائل تھا۔ اکتالیس یا کہ اُنتالیس یا کہ چھتیس ونحو ذٰلک اور بیس سے کم قائل مصداق مثل مشہور النادر کالمعدوم تھا۔ اور وہ بھی اگر تھا تو من الذین اعتدا دبقولہم تھا پھر رفتہ رفتہ ہمارے زمانہ کے شروع میں گیارہ رکعت کا رواج ہوا۔ مگر تاہم اس نماز کو ایک مستقل امر سمجھکر ادا کرتے تھے۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہونچی کہ اس نماز کا مطلقاً انکار کرنے لگے اور یہ امر اختراع کیا کہ نماز تراویح اور تہجد اور وتر تینوں ایک ہیں صرف ایک اعتباری فرق ہے یعنے اس لحاظ سے کہ وہ نماز شب میں ادا کی جاتی ہے۔ تو اُس کو قیام اللیل اور تہجد کہتے ہیں اور بسبب اس کے کہ وہ رمضان میں بھی ادا کی جاتی ہے۔ اُس کو قیام رمضان اور تراویح سے تعبیر کرتے ہیں اور چونکہ وتر کے طور ادا کی جاتی ہے۔ اُس کو وتر بولتے ہیں ونحو ذٰلک من الوجوہات العدیدۃ بہرحال فی الواقع ایک نماز ہے اور نام تین۔ چنانچہ یہ امر مولوی محمد حنیف

سکنہ دھرم دون اور مولوی عبداللہ چکڑالوی اور محمد چٹو تاجر ریشم و مہتمم مسجد چینیاں لاہور اور مولوی رحیم بخش لاہوری امام مسجد چینیاں اور فقیر اللہ تاجر کتب لاہور بازار کشمیری وغیرہم کے رسائل اور اشتہار سے یہ مذہب انکا عمدہ طور ثابت ہے۔ مگر چونکہ یہ مذہب جمہور کے مقابلہ میں غلط تھا۔ اور سلف خلف کے اجماع سے خارج تھا۔ لہذا اس عاجز نے چاہا کہ اس مسئلہ کو عمدہ طور پر مفصل کر کے بیان کرے تاکہ حق اور باطل علیحدہ علیحدہ ہو جاویں اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً فاقول بحول اللہ وقوتہ کہ ثبوت نماز تراویح کا مستقل طور سے اور نیز رکعت اسکی بیس مسنون طور پر بھی صحیح اور ثابت ہے اور بنا اس کی ایک تمہید اور چار مقدمات پر ہے امّا التمہید پس واضح ہو کہ تینوں نمازیں غیر غیر ہیں چند وجوہ سے۔ وجہ اوّل یہ کہ نہیں مغایرت اسمی ہے یعنے شرع میں انکے نام غیر غیر ہیں۔ وتر اور تہجد اور تراویح یا کہ قیام رمضان اور معنے ان کے بھی مغایرہ ہیں وتر کا معنے جو چیز طاق ہو اور جفت نہو۔ اور تہجد کے معنے الانتباہ بعد النوم کے ہیں اور تراویح اور قیام رمضان کے معنی ظاہر ہیں۔ تراویح جمع ترویحہ کی ہے یعنے آرام پکڑنا اور چونکہ صحابہ رضہ بعد ہر چہار رگانہ کے اسیقدر آرام کر کے پھر چار رکعت ادا کرتے تھے۔ لہذا اس کل نام تراویح ہوا۔ قال الحافظ ابن حجر فے فتح الباری والتراویح جمع ترویحۃ وھی المرۃ الواحدۃ من الراحۃ کتسلیمۃ من السّلام سمّیت الصلوٰۃ فے الجماعۃ فی لیالی رمضان التراویح لانھم اوّل ما اجتمعوا علیھا کانوا یستریحون بین کلّ تسلیمتین وقد عقد محمد بن نصر المروزی فی قیام اللیل بابین لمن استحب التطوع لنفسہ بین کل ترویحتین ولمن کرہ ذلک وحکی فیہ عن یحیی بن بکیر عن اللیث انھم کانوا یستریحون قدر ما یصلی الرجل کذا کذا رکعۃ انتہیٰ کلام الحافظ اور اسی طرح بہت علماء نے لکھا ہے کالحلبی وغیرہ اور قیام رمضان اس کا نام بسبب اختصاص کے ہے کہ اور ماہ میں یہ نماز نہیں ہے اسی ماہ

مبارک میں ہے۔ وجہ دوسری یہہ کہ ان کی تاریخ علیحدہ علیحدہ ہے تفصیل اس کی
یہ ہے کہ نماز تہجد قبل از فرضیت نماز خمسہ کے ہے اور وتر او تراویح اس کے بعد وارد
ہوا ہے۔ قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری اخرج محمد بن نصر فی قیام اللیل
من طریق سماك الحنفی عن ابن عباس شاهدًا لحدیث عائشة فی ان بین
الایجاب والنسخ سنة وکذا اخرجه عن ابی عبد الرحمن السلمی والحسن و
عکرمة وقتادة باسانید صحیحة عنهم ومقتضی ذلك ان النسخ وقع بمکة لان
الایجاب متقدم علی فرض الخمس لیلة الاسراء وکانت قبل الهجرة باکثر من
سنة علی الصحیح وحکی الشافعی ان آخر السورة نسخ افتراض قیام اللیل
لقوله فاقرأوا ما تیسر منه ثم نسخ فرض ذلك بالصلوات الخمس الی آخر
ما نقله الحافظ ابن حجر بطوله اور بہیں بہت اقوال ہیں علم تفسیر دیکھو حاصل یہ کہ
مشروعیت تہجد قبل از فرضیت صلوات خمس کے ہے اور وتر اور تراویح دونو بعد وجوب ان
نمازوں کے مشروع ہوئیں ہیں اما الوتر فقد ورد فی کثیر من الاحادیث
فقد اخرج الدارقطنی فی سننه من طریق عبید الله العزرمی عن عمرو بن شعیب
عن ابیه عن جده قال مکثنا زمانا لا نزید علی الصلوات الخمس فامرنا رسول الله
صلی الله علیه وسلم فاجتمعنا فحمد الله واثنی علیه ثم قال ان الله قد زادکم صلوٰة
فامرنا بالوتر۔ واخرج الامام احمد من طریق حجاج بن ارطاة عن عمرو بن شعیب
عن ابیه عن جده مرفوعًا مثله کذا نقله المحدثون فی تصانیفهم۔ اس حدیث نص صریح ہے
کہ مشروعیت وتر بعد صلوات خمس کے ہے سند اول میں اگرچہ عبید اللہ عزرمی ضعیف ہے جیسا کہ خود
دارقطنی نے کہا ہے مگر حجاج بن ارطاۃ ثقہ اس کا متابع قوی ہے۔ ومنها ما اخرجه
ابو داؤد والترمذی عن خارجة بن حذافة قال خرج علینا رسول الله صلی الله
علیه وسلم فقال ان الله امدکم بصلوٰة هی خیر لکم من حمر النعم الوتر جعله

الله لكم فيما بين صلوٰة العشاء الى ان يطلع الفجر انتہٰی۔ قلت وقد ورد ان الله
زادكم صلوٰة هي خير لكم من حمر النعم وهي الوتر اخرجه الحاكم وقد حكم بصحته كثير
من الائمة وقد فصله الشيخ كمال الدين بن الهمام في فتح القدير وغيره فی غيره
علاوه ازاں وتر کے فرض اور واجب ہونے کے بعض ائمہ قائل ہیں اور تہجد جب سے
اُس کی فرضیت منسوخ ہوئی۔ بعد میں اُس کی فرضیت اور وجوب کا کوئی قائل نہیں
ہوا اگر اتحاد ہوتا تو اس کے وجوب کے کیا معنے واما التراويح وهو المسمى بقيام رمضان فقد
اخرج ابن ماجة في سننه من طريق النضر بن شيبان قال لقيت ابا سلمة بن
عبد الرحمن فقلت حدثني بحديث سمعته من ابيك يذكره في شهر رمضان
قال نعم حدثني ابي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ذكر شهر رمضان فقال
شهر كتب الله عليكم صيامه وسننت لكم قيامه فمن صامه وقامه ايمانا واحتسابا
خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه انتہٰی۔ واخرج البخاري ومسلم في صحيحيهما عن
ابي هريرة رض قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قام رمضان ايمانا واحتسابا
غفر له ما تقدم من ذنبه واخرج البيهقي في شعب الايمان عن سلمان الفارسي رض
قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في اخر يوم من شعبان فقال يا ايها
الناس قد اظلكم شهر عظيم شهر مبارك فيه ليلة خير من الف شهر جعل الله
صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا الحديث بطوله كذا في المشكوٰة قلت و
كذا اخرج هذا الحديث العقيلي وابن خزيمة والخطيب وابو نعيم الاصبهاني في
الترغيب كذا نقله الفاضل اللكهنوي في تحفة الاخيار في احياء سنة سيد الابرار
قال وروى ابن ابي شيبة والنسائي وابن ماجة والبيهقي عن عبد الرحمن
ابن عوف قال ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم رمضان فقال شهر فرض الله
صيامه وسننت انا قيامه فمن صامه وقامه ايمانا واحتسابا خرج من ذنوبه

کیوم ولابتہ امدان احادیث سے خوب طرح ثابت ہوتا ہے کہ یہ نماز علیحدہ ہے ورنہ
نسبت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی سنیت کو اپنی طرف اس کے کیا معنے کیونکہ تہجد کی نماز
توقبل از فرضیت رمضان قرآن شریف میں ثابت تھی۔ علاوہ ازیں جبکہ اس نماز کو ماہ رمضان
کے ساتھ ایک طرح سے علاقہ خصوصیت کا ہے اور خود فرضیت رمضان کی بعد صلوات خمسہ کے ہی
یعنے بعد ہجرت کے چند ماہ روزہ رمضان کا حکم ہوا ہے تو اب نماز تراویح جو کہ ماہ رمضان کا مظروف
ہے خواہ مخواہ بعد نماز خمسہ مسنون ہوگا۔ فقد اخرج ابن سعد عن ابی سعید الخدری قال
فرض صوم رمضان بعد ما حولت القبلۃ الی الکعبۃ بشہر فی شعبان علی راس ثمانیۃ
عشر شہرا من الہجرۃ انتہی مختصرًا فاحفظہ لعلک لا تجدہ عند غیرنا۔ اسی واسطے
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے رسالہ تراویح میں فرماتے ہیں پس وجہ تطبیق درمیان این
روایات کہ دلالت بر زیادت کمی و کیفی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در رمضان بر غیر آن
میکنند و دراں روایات کہ نفی زیادت میکنند ہنست کہ آں روایات محمول بر نماز تہجد ست
کہ در رمضان و غیر رمضان یکساں بود و غالبًا عدد شش بقدر یازدہ رکعت مع الوتر میرسید
و روایات زیادت محمول بر نماز تراویح ست کہ در عرف آن وقت بقیام رمضان مسمّٰی بود
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حق آں فرمودہ من قام رمضان الحدیث ولہذا در کتب
حدیث باب قیام رمضان را جداگانہ از باب قیام اللیل کہ عبارت از تہجد ست منعقد کردہ اند
بالجملہ از احادیث مذکورہ والفاظ مسطورہ یعنی مزید جد و اجتہاد و احیاء لیلۃ و شد میزر
و ترغیب قیام رمضان این قدر معلوم شد کہ عدد رکعات صلوٰۃ در لیل رمضان نسبت غیر
رمضان بسیار بود انتہی۔ اور حضرت غوث الثقلین رح نے بھی ان نمازوں کو علیحدہ علیحدہ قرار
دیا ہے اور کلام آپکی مختصر طور پر یہ ہے ویستحب للتراویح الجماعۃ والجہر بالقراءۃ لان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم صلاہا کذلک فی تلک اللیالی ویکون ابتداء ہا فی اللیلۃ التی یصبح
صاحبہا غرۃ لانہا لیلۃ من شہر رمضان ویکون فعلہا بعد صلوٰۃ الفرض وبعد

ركعتين بسنة وهي عشرون ركعة يجلس عقب كل ركعتين ويسلم وهي خمس ترويحات
كل اربعة منها ترويحة انتهى اور اس کے بعد یوں فرمایا ہے ويكره صلوٰة النوافل
في جماعة بعد التراويح في احدى الروايتين عند الامام احمد رح روي عن انس
ابن مالك انه كرهه بل ينام نومة خفيفة ثم يقوم ياتي بما شاء من النوافل
والتهجد ثم يرجع الى منامه وهي ناشئة الليل التي اثنى الله عليها وذكرها وقال
ان ناشئة الليل هي اشد وطأ واقوم قيلا والرواية الثانية ان ذلك جائز
غير مكروه لكنه يؤخره لما روي عن عمر رض انه قال تدعون فضل الليل آخره الساعة
التي تنامون احب الي من الساعة التي تقومون انتهى كلامه مختصرا غاية الاختصار
میں کہتا ہوں کہ استنباط غوث الثقلین رح کا اس اثر سے ہے جس کو روایت کیا ہے امام
مالک رح نے مؤطا میں اور بخاری رح نے اپنی صحیح میں اور غیر ان کے نے بھی عن عبد الرحمن
ابن عبد القاري انه قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة في رمضان الى المسجد
فاذا الناس اوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه ويصلي الرجل ويصلي بصلوته
الرهط فقال عمر لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان امثل ثم عزم فجمعهم
على ابي بن كعب ثم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلوٰة قاريهم قال
عمر نعمت البدعة هذه والتي تنامون عنها افضل من التي تقومون يريد آخر
الليل وكان الناس يقومون اوله انتهى کیونکہ مفضل اور مفضل منہ غیر غیر ہوتے ہیں
اور اگر یوں تقریر کیجاوے کہ یہی نماز اول شب میں مفضل منہ ہے اور اخیر شب میں
مفضل اور اسی حیثیت سے دونوں میں فرق ہوا اور فی الواقع ایک ہی نماز ہو۔ تو جواب
اس کا یہ ہے کہ یہ سیاق لفظ سے بعید ہے اور نیز حضرت عمر رض نے یہ تمام انتظام کس واسطے
کیا کہ افضل سے نکالکر انقص کی طرف اجماع کیا اور کیا فائدہ حاصل ہوا۔ اور اگر اعتراض
کیا جاوے کہ حضرت عمر رض خود جماعت میں شریک نہ تھے اور اخیر شب کو افضل جان کر اخیر ہی

میں ادا کیا۔ تو ظاہر ایک نماز ہے قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری تحت ھٰذا الحدیث وفیہ اشعار بان عمر کان لا یواظب علی الصلوٰۃ معہم وکانہ کان یری ان الصلوٰۃ فی بیتہ ولا سیما فی اٰخر اللیل افضل وقد روی محمد نصر فی قیام اللیل من طریق طاؤس عن ابن عباس رض قال کنت عند عمر فی المسجد فسمع ہیعۃ الناس فقال ما ھٰذا قیل خرجوا من المسجد وذٰلک فی رمضان فقال ما بقی من اللیل احب الی مما مضی ومن طریق عکرمۃ عن ابن عباس نحوہ من قولہ انتہٰی تو جواب اس کا دو وجہ پر ہے۔ اوّل یہ کہ اس اثر سے صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ قبل جمع کرنے حضرت عمر رض کے جماعت پر تھا اسی واسطے استفسار کیا کہ یہ کیا ہے اور اُس کے بعد جماعت کا انتظام خود فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ وہی افضل ہے۔ وجہ دوسری یہ کہ پھر کیا ضرور ہے کہ نماز بھی ایک ہو جاوے اور تنہا بھی افضل ہو بلکہ جائز ہے کہ نمازیں دو ہوں اور اُن کے واسطے اخیر شب کو اولیٰ جانا ہو جماعت کے ساتھ واللہ اعلم۔ قال الحافظ ابن حجر بعد نقل الکلام المذکور وھٰذا تصریح منہ بان الصلوٰۃ فی اٰخر اللیل افضل من اولہ ولکن لیس فیہ ان الصلوٰۃ فی قیام اللیل فرادیٰ افضل من التجمیع انتہٰی کلامہ میں کہتا ہوں کہ حضرت امام محمد غزالی رحمہ اللہ نے عمدہ طور پر اسکے مستقل ہونے پر نص فرمائی ہے کیونکہ اس نماز کو وظیفہ سالانہ میں جو بعد سال کے آتا ہے اُس میں داخل کیا ہے حیث قال ومن الوظائف التی تتکرر بتکرر السنین التراویح وھی عشرون رکعۃ وکیفیتہا مشہورۃ وھی سنۃ موکدۃ الخ والمختار ان الجماعۃ افضل کما راٰہ عمر رض فان بعض النوافل شرعت فیہا الجماعۃ وھٰذا جدیر بان یکون من الشعائر التی تظہر انتہٰی مختصراً غایۃ الاختصار۔ اور کہا شیخ الاسلام بن نور الحق بن عبد الحق محدث دہلوی نے

شرح بخاری میں کہ حدیث انس بن مالک کہ مسلم اورا روایت کردہ ظاہر دراں ست کہ قیام رمضان زائد بود بر نماز تہجد و حدیث ابی ذر رض دلالت دارد بر استہار امر قیام رمضان بجماعت و ثبوت عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بداں در اوّل شب بجماعت قصداً بخلاف تہجد کہ جزو

نصف آخر ثابت نہ شدہ وجماعت دران وگذاردن آن بدین وجہ سنت تقدیری بودنی

اگر خوف نمی بود مواظبت میکرد انتہی مختصرًا قلت امّا حدیث انس بن مالک فقد
اخرج مسلم فی صحیحہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان
فجئت فقمت الی جنبہ وجاء رجل آخر فقام حتی کنا رھطا فلما احس النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انا خلفہ جعل یتجوز فی الصلوٰۃ ثم دخل رحلہ فصلی صلوٰۃ
لا یصلیھا عندنا الحدیث بطولہ آب اس سے ثابت ہوا کہ ایک نماز ساتھ صحابہ رضہ کے
گذاری اور دوسری گھر میں واخرج النسائی والترمذی وغیرھما عن ابی ذر صمنا
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم بنا حتی بقی سبع من الشھر فقام بنا حتی
ذھب ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسۃ فقام بنا فی الخامسۃ حتی ذھب شطر
اللیل فقلت یا رسول اللہ لو نفلتنا بقیۃ لیلتنا ھذہ فقال من قام مع الامام حتی
ینصرف کتب اللہ لہ قیام لیلۃ ثم لم یصل بنا حتی بقی ثلاث من الشھر فقام
بنا فی الثالثۃ وجمع اھلہ ونسائہ حتی تخوفنا ان یفوتنا الفلاح انتہی
مختصرًا ملخصًا حاصل یہ کہ اس میں کچھ غبار نہیں کہ بہت احادیث اس قسم کی وارد ہیں چنانچہ
حدیث حضرت عائشہ رضہ کی جو کہ مؤطا وغیرہ میں مروی ہے اور حدیث نعمان بن بشیر
کی جو کہ نسائی وغیرہ میں مروی ہے واخرج الدارمی عن ثوبان قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا السھر جھد وثقل فاذا اوتر احدکم فلیرکع رکعتین
فان قام من اللیل والا کانتا لہ انتہی لہذا معلوم ہوا کہ وتر اور ہے اور تہجد اور ہے
فلیکن قیام رمضان کذلک۔ وجہ تیسری یہ کہ اگر اتحاد ہوتا تو کبھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ساتھ صحابہ رضہ کے اجتماع کرکے بعد نصف شب ادا کرتے وھو لیس بثابت۔ وجہ
چوتھی یہ کہ اگر اتحاد ہوتا۔ تو آنحضرت صلعم کبھی غیر رمضان میں جماعت کثیرہ سے علی سبیل التداعی
ادا فرماتے مگر بعد منسوخ ہونے فرضیت تہجد کے ثابت کرے۔ وجہ پانچویں یہ کہ اگر تھا

سه اس حدیث کی بحث کتاب کے خاتمہ کے قریب آویگی جس سے معلوم ہوگا کہ یہ کلام شیخ الاسلام کا درست نہیں ۱۲

ہوتا تو جسطرح غیر رمضان میں کم وبیش ہونا وتر کا خود مخالف مانتا ہے یعنے تیرہ رکعت اور گیارہ رکعت اور نو رکعت اور سات رکعت اور پانچ رکعت اور تین رکعت اور ایک رکعت تو چاہیے کہ اسی طرح رمضان میں بھی کم وبیش کا قائل ہو کیف وھو غیر قائل بہ لانہ یقول باحدی عشرۃ رکعۃ او ثلاث عشرۃ فقط لا غیر۔

وجہ چھٹی یہ کہ اگر اتحاد ہوتا تو جن ائمہ حدیث نے یوں دعوی کیا ہے کہ عدد تراویح کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں اس کے کیا معنے۔ اور خود مخالف حنفیہ کو یہی جواب الزامی دیتا ہے۔ قال السیوطی فی رسالتہ المسماۃ بالمصابیح فی صلوۃ التراویح الذی وردت بہ الاحادیث الصحیحۃ والحسان والضعیفۃ الامر بقیام رمضان والترغیب فیہ من غیر تخصیص بعدد ولم یثبت انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی عشرین رکعۃ وانما صلے لیالی صلوۃ لم یذکر عددھا ثم تاخر فی اللیلۃ الرابعۃ خشیۃ ان تفرض علیہم انتہی مختصرا۔ وقال الزرکشی فی الخادم دعوی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلے بھم فی تلک اللیلۃ عشرین رکعۃ لم یصح بل الثابت فی الصحیح الصلوۃ من غیر ذکر العدد انتہی کذا نقل السیوطی فی رسالتہ المذکورۃ وقال السبکی فی شرح المنہاج اعلم انہ لم ینقل کم صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلک اللیالی ھل ھو عشرون رکعۃ او اقل قال ومذھبنا ان التراویح عشرون رکعۃ انتہی مختصرا کذا نقلہ السیوطی ایضا۔

وجہ ساتویں یہ ہے کہ اگر اتحاد مان لیجاوے تو جب سے صحابہ کرام کا اجماع جماعت پر اول شب میں ثابت ہوا تو لازم آیا کہ انھوں نے تمام عمر میں ادا کرنا آخر شب میں تہجد کو ترک کیا باوجود فضلیت آخر شب کے اور حال یہ کہ تہجد کے باب میں اتفاق ہے کہ اخیر شب میں اپنے اپنے گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔ وھل ھذا الا افتراء علے الصحابۃ۔

وجہ آٹھویں یہ کہ اگر یہ تینوں نمازیں ایک ہیں تو فرض کرو کہ ایک شخص نے فقط ایک ہر

رکعت ادا کی اب بتلاؤ کہ اس کی تینوں نمازیں ادا ہوئیں یا کہ نہ۔ اگر ہوئیں تو وہ اجماعاً باطل ہے فانہ لا قائل بہٖ اور اگر نہوئیں تو اتحاد نرہا فثبت الغیریۃ۔

وجہ نویں یہ کہ اگر اتحاد ہوتا تو کبھی وتر اور تہجد کا تقدم اور تاخر زمانی نہوتا کیف وقد ثبت ثبوتا لا مرد لہ فقد اخرج ابوداود فی سننہ باسناد صحیح عن ابی قتادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر متٰی توتر قال اوتر من اول اللیل و قال لعمر متی توتر قال اخر اللیل فقال لابی بکر اخذ ھٰذا بالحذر وقال لعمر اخذ ھٰذا بالقوۃ واخرج ابن ماجۃ فی سننہ فی باب ما جاء فی الوتر اول اللیل عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر ای حین توتر قال اول اللیل بعد العتمۃ قال فانت یا عمر فقال اخر اللیل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما انت یا ابا بکر فاخذت بالوثقی واما انت یا عمر فاخذت بالقوۃ واخرج عن ابن عمر مثلہ واخرج ابن ابی شیبۃ عن جابر مثلہ ونحو ذلک من الاحادیث الکثیرۃ فی الصحاح وغیرھا لا حاجۃ الی استیعابھا۔

وجہ دسویں یہ کہ اگر اتحاد ہوتا تو عطف کرنا نماز وتر کا تہجد پر جو کہ مغایرت کو چاہتا ہے اس کے کیا معنے دیکھو حدیث حضرت عائشہ رضہ کی جس کو مخالف اپنا اعلےٰ تمسک قرار دیتا ہے اخرج البخاری ومسلم ومالک وغیرھم عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔

اب دیکھو فصل کرنا درمیان تہجد اور وتر کے ساتھ لفظ ثم کے صریح مغایرت کو چاہتا ہے، بلکہ جس کو مخالف عین مقصد اپنا قرار دیتا ہے یعنے حدیث جابر رضہ کی جس کو ابن حبان اور

ابن خزیمہ اور طبرانی روایت کرتے ہیں۔ عن جابرؓ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام بہم فی رمضان فصلے ثمان رکعات واوتر الحدیث وسیاتی مفصلاً فی ادلۃ الخصم صریح علیحدہ ہونا وتر کا بیان کرتی ہے بسبب عطف کے۔

وجہ گیارہویں۔ اگر اتحاد ہوتا تو تہجد اول شب میں اور وتر آخر شب میں جائز ہوتا جیسے کہ اس کا عکس جائز ہے وھو خلاف الاجماع۔

وجہ بارہویں۔ اخرج ابوداؤد فی سننہ فی باب نقض الوتر حدثنا مسدد ثنا ملازم بن عمرو ثنا عبداللہ بن بدر عن قیس بن طلق قال زارنا طلق بن علی فی یوم رمضان وامسی عندنا وافطر ثم قام بنا تلک اللیلۃ واوتربنا ثم انحدر الی مسجدہ فصلے باصحابہ حتی اذا بقے الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابک فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا وتران فی لیلۃ واخرج النسائی فی سننہ فقال باب نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الوترین فی لیلۃ اخبرنا ھناد بن السری عن ملازم بن عمرو قال حدثنی عبداللہ بن بدر عن قیس بن طلق قال زارنا ابی طلق بن علی فی یوم من رمضان و قام بنا تلک اللیلۃ واوتر ثم انحدر الی مسجد فصلی باصحابہ حتی بقے الوتر ثم قدم رجلا فقال اوتر بہم فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا وتران فی لیلۃ۔ اس سے دو امر ثابت ہوتے ہیں اول یہ کہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے تین جماعتیں کرائیں۔ ایک قبل وتر کے اور پھر وتر کی جماعت کی۔ اور ایک بعد وتر کے اور ظاہر ہے کہ وتر کے بعد متصور نہیں ہوسکتا بجز اس کے کہ وتر اول شب ادا کیا اور تہجد بھی جماعت سے آخر شب میں پڑھا اور پھر دوبارہ سے وتر نہ پڑھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ رہا یہ امر کہ قبل از وتر قیام رمضان تھا یا کہ اور کچھ پس واضح ہو کہ رمضان میں لفظ قیام تلک اللیلۃ کا فرض عشا پر تو بولا نہیں جاتا

اور نہ باقی سنن اور نوافل پر۔ پس معلوم ہوا کہ وہ نماز جس کی جماعت اول بار کی وہ تراویح ہے۔ جس کے بعد وتر پڑھا اور دوسری نماز تہجد ہے جو بعد وتر کے ادا کی پس ثابت ہوا کہ تینوں نمازیں ادا کی یعنی تراویح اور وتر اور تہجد وھو المطلوب

امر دوسرا یہ کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ جبکہ ان امور میں سے ایک امر کو مرفوع کیا تو ظاہر ہے کہ دوام دوسرے بھی مرفوع ہونگے۔ لانہ لا مدخل لرای الصحابی فی مقادیر الصلوات واختراعھا کما ھو مقرر فی الاصول فلا بد انہ اخذ عن الشارع علیہ السلام قولا او فعلا او تقریرا

وجہ تیرھویں یہ کہ جس طرح شارع نے صیام رمضان کو ماہ رمضان کے ساتھ معلق کیا ہے اسی طرح قیام رمضان کو اسی ماہ کے معلق کیا ہے فقد اخرج الدارقطنی فی سننہ حدثنا محمد بن یحیی بن مرداس ثنا ابو داؤد ثنا موسی بن اسمعیل ثنا حماد عن سماک عن عکرمۃ انھم شکوا فی ھلال رمضان مرۃ فارادوا ان لا یصوموا ولا یقوموا فجاء اعرابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الحرۃ فشھد انہ رای الھلال فاتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اتشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ قال نعم وشھد انہ رای الھلال فامر بلالا فنادی فی الناس ان یقوموا وان یصوموا۔ اگر اتحاد ہوتا تو صحابہ کس طرح عدم قیام کا ارادہ کرتے بہ سبب عدم رویت ہلال کے اور یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے مگر فضائل میں درجہ قبول کا رکھتی ہے۔ اما امر دوم یعنی ثبوت بیس رکعت تراویح کا پس بنا اس کی چند مقدمات پر ہے۔

مقدمہ اولیٰ

مقدمہ اولی یہ ہے کہ جس طرح سنت نبوی لازم الاتباع ہے اسی طرح سنت خلفاء راشدین کی لازم الاتباع ہے یعنی جو کچھ خلفاء راشدین نے عمل در آمد اور فتوی فیصل کیا اس کو بھی مثل حکم نبوی سمجھنا چاہیے اور یہ امر اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے

اور تفصیل اس کی عمدہ اور اعلیٰ طور پر ہمارے پیران پیر اور شیخ المشائخ اور استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح نے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں بابسط فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلافت راشدہ تیس برس تک تمتہ نبوت نبی علیہ السلام کا ہے گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس برس دنیا میں ابھی باقی رہنا تھا اور حکمت خداوندی نے یہ چاہا کہ تیس برس نبوت کے در انجام کلام اس کا ان بزرگواروں کے ہاتھ سے لیا جاوے انتہیٰ خلاصہ کتابہ اور یہ امر احادیث سے متواتر طور پر ثابت ہے۔ مگر واسطے اختصار کے چند احادیث پر اکتفا کیا۔ آخرج ابوداؤد والترمذی واحمد عن العرباض بن سارية قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم ثم اقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل يا رسول الله كان هٰذه موعظة مودع فاوصنا فقال اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان كان عبدا حبشيا فانه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة انتهى كذا فى المشكوٰة واخرج الترمذى عن حذيفة بن اليمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى لا ادرى ما بقائى فيكم فاقتدوا بالذين بعدى ابى بكر وعمر واخرج ابوداؤد والترمذى عن ابى بكرة ان رجلا قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم رايت كان ميزانا نزل من السماء فوزنت انت وابوبكر فرجحت انت ووزن ابوبكر وعمر فرجح ابوبكر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع الميزان فاستاء لها رسول الله صلى الله عليه وسلم يعنى فساءه ذلك فقال خلافة نبوة ثم يوتى الله الملك من يشاء واخرج ابو يعلى الموصلى وغيره عن معاذ بن جبل وغيره قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه بدأ هٰذا الامر نبوة ورحمة ثم كائن خلافة ورحمة ثم كائن ملكا عضوضا الحديث كذا فى ازالة الخفا واخرج احمد بن

ابن حنبل عن النعمان بن بشیر عن حذیفۃ بن الیمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تکون النبوۃ فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علی
منہاج النبوۃ ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکا عاضا الحدیث بطولہ
واخرج الترمذی فی جامعہ من حدیث سعید بن جمہان قال حدثنی سفینۃ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلافۃ فی امتی ثلاثون سنۃ ثم ملک بعد ذلک ثم
قال لی سفینۃ امسک خلافۃ ابی بکر ثم قال وخلافۃ عمر رض وخلافۃ عثمان رض ثم قال
امسک خلافۃ علی فوجدناہا ثلثین سنۃ الحدیث واخرج الحاکم عن سعید بن جمہان
عن سفینۃ مولی ام سلمۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الصبح اقبل علی
اصحابہ فذکر حدیث المیزان الی ان قال خلافۃ النبوۃ ثلاثون عاما ثم یکون ملک
قال سعید بن جمہان فقال لی سفینۃ امسک سنتی ابی بکر وعشر عمر وثنتی عشرۃ
عثمان وست علی انتہی مختصرا ملخصا کذا نقلہ شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی فی
ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء واخرج ابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابن جریر وابن
المنذر عن مجاہد فی قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی
الامر منکم قال اصحٰب محمد اہل العقل والفقہ والدین واخرج عبد بن حمید وابن جریر
وابن ابی حاتم وابن عساکر فی قولہ تعالیٰ واولی الامر منکم قال ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما
واخرج عبد بن حمید عن الکلبی فی قولہ تعالیٰ واولی الامر منکم قال ابوبکر وعمر وعثمان
وعلی وابن مسعود واخرج رزین فی کتابہ عن عبد اللہ بن مسعود انہ قال من کان
مستنا فلیستن بمن قد مات اولئک اصحٰب محمد کانوا افضل ہذہ الامۃ ابرہا قلوبا
واعمقہا علما واقلہا تکلفا اختارہم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لہم فضلہم
واتبعوہم علی اثرہم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقہم فانہم کانوا علی الہدی المستقیم
واخرج الترمذی وغیرہ عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فقال انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکر وعمر واھتدوا بھدی عمار وما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ قلت قال اللہ تبارک وتعالی فی کتابہ العزیز وربک یخلق ما یشاء ویختار وورد فی الحدیث الصحیح ان المراد بہ ھم الصحابۃ فقد اخرج البزار باسناد صحیح عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ اختار اصحابی علی العالمین سوی النبیین والمرسلین واختار من اصحابی اربعۃ یعنی ابا بکر وعمر وعثمان وعلیا فجعلھم اصحابی وفی اصحابی کلھم خیر الحدیث بطولہ، ونحو ذلک من الاحادیث والآثار۔ حاصل یہ کہ یہ امر درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم خصوصًا خلفاء راشدین واجب الاتباع ہیں جس طرح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع واجب ہے۔ البتہ وقت معارضہ نص صحیح صریح کی ترجیح دیکھی جاوے گی یا سطابقت کی جاویگی۔

مقدمہ ثانیہ یہ ہے کہ جو امر مجمع علیہ امت ہو خصوصًا صحابہ کرام کا جسپر اجماع ہو وہ واجب الاتباع ہے۔ اور مخالف اس کا خاطی ہے اور یہ بھی مقدمہ مبرہن ہے اور ادلہ اس کی بہت ہیں۔ قال اللہ تعالی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا۔ واخرج الترمذی فی جامعہ عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار واخرج عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار ورواہ ابن ماجۃ من حدیث انس واخرج احمد وابو داؤد عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ واخرج احمد عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم

مقدمہ دوم

بالجماعة العامة واخرج مسلم فی صحیحه عن عرفجة قال سمعت رسول الله صلی الله
علیه وسلم یقول انه سیکون هنات وهنات فمن اراد ان یفرق امر هذه الامة وهی
جمیع فاضربوه بالسیف کائنا من کان، وعنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه
وآله وسلم من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم
فاقتلوه رواه مسلم ایضاً وقد شید ارکانه شاه ولی الله المحدث الدهلوی فی ازالة
الخفاء عن خلافة الخلفاء فی اثناء کلامه الطویل بعد نقل الاحادیث الواردة فی الباب
واخرج البیهقی من طریق الشافعی عن ابن عیینة عن عبد الله بن ابی لبید عن ابن
سلیمان بن یسار عن ابیه ان عمر بن الخطاب قام بالجابیة للناس خطیباً فقال ان
رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قام فینا مقامی فیکم فقال اکرموا اصحابی ثم الذین یلونهم
ثم الذین یلونهم ثم یظهر الکذب حتی ان الرجل لیحلف ولا یستحلف ویشهد ولا یستشهد
فمن سره بحبحة الجنة فلیلزم الجماعة فان الشیطان مع الفذ وهو من الاثنین ابعد
ولا یخلون رجل بامرأة فان الشیطان ثالثهما ومن سرته حسنة وساءته سیئة فهو
مؤمن قال الشافعی فی اثناء کلامه فلم یکن للزوم جماعتهم معنی الا ما علیه جماعتهم
من التحلیل والتحریم والطاعة فیهما من قال بما تقول جماعة المسلمین فقد لزم جماعتهم
وانما تکون الغفلة فی الفرقة فاما الجماعة فلا تمکن فیها کافة غفلة عن معنی کتاب
الله ولا سنة ولا قیاس ان شاء الله انتهی۔ حاصل یہ کہ یہ مقدمہ بھی مثل مقدمات اور
کی مجمع علیہ امت کا ہے۔ اور کسی کا اس میں اختلاف نہیں۔ مگر بعض الناس غیر معتبرین کا جو کہتے
ہیں کہ اجماع صحابہ کا حجت ہے نہ اُن کے بعد کا۔ مگر یہ قول مردود ہے ورنہ جو امور بعد میں
مجمع علیہ قرار ہو کر مقبول ہوئے ہیں وہ سب کے سب غیر معتبر ہوں چنانچہ کتب صحاح ستہ وغیرہ
کا مقبول ہونا اور ائمۂ دین کا ثقہ غیر ثقہ ہونا اور علاوہ اِن کے سب علوم درہم برہم ہو جاویں
کیونکہ اِن امور پر مابعد صحابہؓ کے جو لوگ ہیں اُن کا اجماع ہے نہ صحابہؓ کا اور انکی تصدیق پر

مقدمہ سوم

کوئی آیت یا حدیث وارد نہیں وای مفسدۃ اعظم من ذٰلک واللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب۔ **مقدمہ سوم** یہ ہے کہ جو حدیث کہ بادی الرای میں سالم عن الجرح اور صحیح السند ہو مگر اجماع کے مخالف ہو وہ حدیث ضعیف یا کہ معلول یا کہ مؤول یا کہ منسوخ ہوگی اور صحیح اور معتبر نہ ہوگی۔ اور جو حدیث کہ بادی الرای میں ضعیف ہے نہ موضوع مگر اُس کو اہل علم نے اجماعًا مان لیا ہو اور اُس کو معمول بہ قرار دیا ہو وہ حدیث مقبول ہے اُس پر عمل کرنا ضروری ہے اور یہ مقدمہ بھی اہل حدیث اور فقہ میں مسلّم اور معتبر ہے اور مخالف اس کا خالی ہے مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اہل اجماع نے دیدہ و دانستہ یہ دونو کام کیے ہو نہ سہوًا و نسیانًا دلیل ثبوت امر اول کی یہ ہے کہ کہا قاضی ثناء اللہ محدث پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں تحت آیت قل یااھل الکتٰب تعالوا الخ کے وانما قلت فی العمل بالحدیث ان یکون ذٰلک الحدیث قد ذھب الیہ احد من الائمۃ الاربعۃ کیلا یلزم العمل علی خلاف الاجماع الخ الی ان قال وایضًا لا یحتمل ان یکون الحدیث مختفیا عن الائمۃ الاربعۃ وعن اکابر العلماء من تلامذتہم فترکہم العمل بحدیث دلیل علی کونہ منسوخًا او مأولا انتہٰی۔ غرض یہ کہ مذاہب اربعہ جو کہ مشرق مغرب تک مروّج ہیں اور لاکھوں محدث اور مجتہد اور فقہا اور اولیا صاحب مکاشفہ ان مذاہب کو مسلّم کر کے عمل درآمد کرتے رہے جب اُن سب کے نزدیک وہ حدیث معمول بہ نہ ہوئی تو ضرور اُسی حدیث میں کچھہ عیب ہوگا یا کچھہ اور معنی ہونگے اور کہا امام الائمۃ ابو جعفر طحاوی نے معانی الآثار میں باب جنائز میں بعد ذکر کرنے اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صحابہؓ سے دربارہ چہار تکبیر کے فھذا عمر رضی اللہ عنہ قد رد الامر فی ذٰلک الی اربع تکبیرات بمشورۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھم حضروا من فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما رواہ حذیفۃ و زید بن ارقم فکان ما فعلوا من ذٰلک عندھم اولی ممّا قد علموا فذٰلک نسخ لما قد کانوا علموا اذ ہم مامونون علی ما قد فعلوا کما کانوا مامونین علی ما قد رووا

وھذا کما اجمعوا علیہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التوقیت علی حد الخمر وترک بیع امہات الاولاد فکان اجماعہم علی ما قد اجمعوا علیہ من ذٰلک حجۃ وان کانوا قد فعلوا فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافہ وما اجمعوا علیہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھو ناسخ لما قد کان فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہیٰ ملخصاً۔ اور کہا امام طحاوی نے حد شرب کے باب میں بیچ جواب حدیث کے جس میں چالیس درہ وارد ہیں اور حضرت عمرؓ نے اس کا خلاف کیا یعنے اسی درہ مقرر کیے ساتھ مشورہ صحابہؓ کے فثبت بما ذکرنا ان التوقیف فی حد الخمر علی جلد معلوم انما کان فی زمن عمر رضی اللہ عنہ وان ما وقفوا علیہ من ذٰلک کان ثمانین ولم یخالفہم فی ذٰلک احد منہم فلا ینبغی لاحد ان یأخذ ذٰلک ویقول بخلافہ لان اجماع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ اذا کان برئیا عن الوھم والزلل وھو کنقلہم الحدیث البری من الوھم والزلل فکما کان نقلہم الذی نقلوہ جمیعا حجۃ لا یجوز لاحد خلافہ فکذٰلک رایہم الذی راوہ جمیعاً حجۃ لا یجوز لاحد خلافہ انتہیٰ ملخصاً اور کہا امام طحاوی نے بعد بیان کرنے اس حدیث کے جس میں اسّی درہ وارد ہیں مگر چونکہ وہ حدیث مجروح تھی تو اس کا تدارک یوں کیا فھٰذا الذی وجدنا فیہ التوقیف من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حد الخمر وھو ثمانون فان کان ذٰلک ثابتا فقد ثبت بہ الثمانون وان لم یکن ثابتا فقد ثبت عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قد تقدم ذکرنا لہ فی ھٰذا الباب من اجماعہم علی الثمانین ومن استنباطہم ایاھا من اخف الحدود فذٰلک من اجماعہم بعد ما کان خلافہ کاجماعہم علی المنع من بیع امہات الاولاد وتکبیرات الجنائز وقد کان خلافہ فکما لا ینبغی خلافہم فی ترک بیع امہات الاولاد فکذٰلک لا ینبغی خلافہم فی توقیفہم الثمانین فی حد الخمر وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد انتہیٰ اور کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں باب حد شرب میں اسی بحث میں جس حدیث میں وارد ہے کہ اگر شرابی چوتھی بار

ہیوے تو اُس کو قتل کرو رواہ الترمذی وغیرہ وہ حدیث منسوخ ہے حیث قال وھٰذا
الحدیث منسوخ دل الاجماع علےٰ نسخہ انتہٰی اور اسی طرح نواب سید صدیق حسن خان اپنے
رسالہ افادۃ الشیوخ فی بیان الناسخ والمنسوخ میں فرماتے ہیں۔ چہارم آنکہ باجماع صحابہ
دریافت شود کہ این ناسخ و آن منسوخ ست مانند نسخ صوم یوم عاشورا بصوم رمضان و
نسخ حقوق متعلقہ بمال بایجاب زکوٰۃ زرکشی گفتہ و مثل اوست حدیث غلول صدقہ کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم دران امر باخذ صدقہ وشطر مال او فرمودہ لیکن صحابہ اتفاق کردند بر ترک
استعمال این حدیث و این دال ست بر نسخ وے انتہٰی و مذہب جمہور نیز ہمین ست کہ اجماع
صحابہ از ادلہ بیان ناسخ ست انتہٰی کلامہ۔ رہا یہ امر کہ اجماع خود ناسخ حدیث کا ہے یا کہ دال
علی النسخ ہے تو واضح ہو کہ جب عمدًا اہل علم نے حدیث کا عمل ترک کیا تو اجماع دال علی النسخ
ہے یعنے اس کے یہ معنے ہوئے کہ اُن کو کوئی حدیث ملی ہوگی اسی واسطے اُنہوں نے اس کو
ترک کیا۔ کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں باب طلاق ثلاثہ میں فان قیل قد یجمع
الصحابۃ علے النسخ قلنا انما یقبل ذلک منہم لانہ یستدل باجماعہم علےٰ ناسخ واما
انہم ینسخون من تلقاء انفسہم نمعاذ اللہ لانہ اجماع علے الخطأ وھم معصومون من
ذلک انتہٰی۔ اور کہا امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں من اقسام النسخ ما یعرف
بالاجماع کقتل شارب الخمر فی المرۃ الرابعۃ فانہ منسوخ عرف نسخہ بالاجماع
والاجماع لا ینسخ لکن یدل علے وجود ناسخ واللہ اعلم انتہٰی کلام النووی اور کہا حافظ
ابن حجر نے شرح نخبۃ میں واما الاجماع فلیس بناسخ بل یدل علیٰ ذلک انتہٰی کلامہ
اور دلیل امر دوسری کی یہ ہے قال الشیخ جلال الدین السیوطی فی شرح نظم الدرر
المقبول ما تلقاہ العلماء بالقبول وان لم یکن لہ اسناد صحیح فیما ذکرہ طائفۃ منہم
ابن عبد البر ومثلوہ بحدیث جابر الدینار اربعۃ وعشرون قیراطا او اشتہر عند
ائمۃ الحدیث بغیر نکیر منہم فیما ذکرہ الاستاذ ابو اسحٰق الاسفرائنی وابن فورک

اووافق آیۃ من کتاب اللہ او بعض اصول الشریعۃ حیث لم یکن فی سندہ کذاب علی ماذکرہ الحصار انتہی ملخصاً۔ وقال السخاوی فی شرح الالفیۃ اذا تلقت الامۃ الضعیف بالقبول یعمل بہ علی الصحیح حتی انہ ینزل منزلۃ المتواتر فی انہ ینسخ المقطوع بہ ولہذا قال الشافعی رح حدیث لا وصیۃ لوارث لا یثبتہ اہل الحدیث ولکن العامۃ تلقتہ بالقبول وعملوا بہ حتی جعلوہ ناسخا لآیۃ الوصیۃ للوارث انتہی کلام السخاوی وقال العلامۃ ابن مرعی الشبرخیتی المالکی فی شرح الاربعین النوویۃ ومحل کونہ لا یعمل بالضعیف فی الاحکام ما لم یکن تلقتہ الناس بالقبول فان کان کذلک تعین وصار حجۃ یعمل بہ فی الاحکام وغیرہا کما قال الشافعی انتہی مختصراً وقال الحافظ ابن حجر فی الافصاح علی نکت ابن الصلاح ومن جملۃ صفات القبول التی لم یتعرض لہا شیخنا الحافظ یعنی زین العراقی ان یتفق العلماء علی العمل بمدلول حدیث فانہ یقبل حتی یجب العمل بہ وقد صرح بذلک جماعۃ من ائمۃ الاصول ومن امثلتہ قول الشافعی رح انتہی مختصراً قلت وقد نقل مثلہ غیرہم من المحدثین کالشوکانی وشیخ المسید العلامۃ عبد القادر بن احمد الکوکبانی وغیرہما وتفصیلہ فی التحفۃ المرضیۃ فی حل بعض المشکلات الحدیثیۃ للشیخ حسین بن محسن الانصاری

حاصل یہ کہ یہ قاعدہ بھی اہل علم کے نزدیک مسلم اور مقبول ہے

مقدمہ چہارم یہ ہے کہ اجماع مؤخر اختلاف متقدم کو رفع کرتا ہے یعنی فرض کرو کہ ایک مسئلہ میں زمانہ اوّل میں اختلاف تھا بعد میں ایک صورت پر اتفاق ہوا تو وہ مسئلہ اجماعی قرار دیا جاویگا اور وہ اختلاف جو سابق میں تھا معدوم سمجھا جاویگا۔ کہا صاحب نور الانوار نے الصحیح انہ ینعقد عند الامام ابی حنیفۃ اجماع متاخر ویرتفع الخلاف السابق من البین ونظیرہ مسئلۃ بیع امہات الاولاد فانہ عند عمر رض لا یجوز وعند علی رض یجوز ثم بعد ذلک اجمعوا علی عدم جواز بیعہا انتہی مختصراً ملخصاً ۱ور بحث اسکی

مقدمہ چہارم

سلہ یہ رسالہ معجم صغیر طبرانی کے ساتھ مطبوع ہوا ہے ۱۲ منہ

علم اصول میں ہے۔ قلت وقد اخرج البیہقی ان علیا رضی اللہ عنہ خطب علی منبر الکوفۃ وقال فی خطبتہ انہ اجتمع رائی ورای امیر المومنین رضی اللہ عنہ علی ان لا یباع امہات الاولاد واما الآن فاری بیعہن فقال ابو عبیدۃ رایک مع الجماعۃ احب الینا من رایک وحدک فاطرق علیؓ وقال اقضوا کما کنتم تقضون فانی اکرہ ان اخالف اصحابی انتہی کذا نقلہ صاحب قمر الاقمار حاشیۃ نور الانوار۔ اور نیز اس کے واسطے بہت نظائر ہیں ان میں سے ایک یہ کہ دیکھو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ کے نزدیک دونو سورتیں معوذتیں قرآن میں داخل نہیں مگر چونکہ بعد میں اجماع منعقد ہوا۔ اسپر کہ وہ دونو قرآن ہیں لہذا اب منکر انکا گمراہ ہوگا ونحو ذلک من النظائر فی الشرع بحیث لا یخفی علی احد جب یہ مقدمات اربعہ ممہد ہو چکے تو ہم کہتے ہیں کہ امر رکعات تراویح کا یعنے بیس رکعت کا ثبوت پس ثابت اور صحیح ہے دو دلیل سے دلیل اول یہ ہے کہ حدیث مرفوع نبوی میں وارد ہیں فقد اخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا یزید ابنا نا ابراھیم ابن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر۔ واخرج عبد بن حمید فی مسندہ حدثنا ابو نعیم حدثنا ابو شیبۃ ابراھیم بن عثمان بہ واخرج الطبرانی من البغوی فی معجمہ حدثنا منصور بن ابی مزاحم ثنا ابو شیبۃ بہ واخرجہ البیہقی من طریق ابی شیبۃ ایضا عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان فی غیر جماعۃ عشرین رکعۃ والوتر کذا نقلہ الفاضل لکنوی فی تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار وقال ابن حجر المکی الشافعی فی شرح المشکوۃ قول بعض ائمتنا انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی بالناس عشرین رکعۃ لعلہ اخذہ مما فی مصنف ابن ابی شیبۃ انہ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ ومما رواہ البیہقی انہ صلی بہم عشرین رکعۃ بعشر تسلیمات

بیس رکعت پر حدیث ابن عباس ہی مطابق مقدمات

ليلتين ولم يخرج في الثالثة لكن الروايتين ضعيفتان وفي صحيح ابن خزيمة وابن حبّان انه صلّى بهم ثمان ركعات والوتر لكن اجمع الصّحابة على ان التراويح عشرون ركعة انتهى كذا في تحفة الاخيار للفاضل اللكنوي۔ اب اس حديث سے بیس رکعت تراویح اور مستقل ہونا تین رکعت وتر کا صاف ثابت ہے وهو المطلوب اس حدیث پر مخالف لوگ چند اعتراضات وارد کرتے ہیں اوّل یہ کہ سند اس کی نہایت ضعیف ہے کیونکہ مدار اس کا ابو شیبہ پر ہے جس کا نام ابراہیم بن عثمان ہے اور وہ باتفاق اہل حدیث کے ضعیف ہے قال شیخ الاسلام الذهبي في ميزان الاعتدال ابراهيم بن عثمان ابوشيبة العبسي الكوفي قاضي واسط وجد ابي بكر بن ابي شيبة يروي عن زوج امه الحكم بن عتيبة وغيره كذبه شعبة لكونه يروي عن الحكم عن ابن ابي ليلى انه قال شهد صفين من اهل بدر سبعون فقال شعبة كذب والله لقد ذاكرت الحكم فما وجدنا شهد صفين احد من اهل بدر غير خزيمة قلت سبحان الله اما شهدها على اما شهدها عمّار روى عثمان الدارمي عن ابن معين ليس بثقة وقال احمد ضعيف وقال البخاري سكتوا عنه وقال النسائي متروك الحديث انتهى مختصرًا ملخصًا وقد نقل الحافظ المزي في تهذيب الكمال تضعيفه عن احمد ويحيى وابي داؤد والنسائي والدولابي وابي حاتم وصالح بن محمد جزرة وابي علي النيسابوري والاحوص ومعاذ بن معاذ العنبري ولكن نقل عن ابن عدي ان له احاديث صالحة انتهى خلاصة كلام المزي بعينه۔ اور اسی طرح کہا ابن حجر نے تہذیب میں اور شیخ جلال الدین سیوطی نے رسالہ تراویح میں اور باقی اہل علم نے چنانچہ اقرار کیا ہے اس کے ضعف کا حنفیہ میں سے شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور ملّا علی قاری اور شیخ عبد الحق وغیرہم نے اور تفصیل اس کی طویل ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ اہل حدیث نے اس کو

اعتراض اول حدیث ابن عباس

الجواب عنه

مجروح اور ضعیف کہا ہے۔ اور اس کے ضعف پر اصرار کیا ہے مگر اس عاجز ہیچمداں کے نزدیک یہ تمام جروحات خام اور غیر مؤثر ہیں۔

افسوس صد افسوس اُن اہل علم پر جن سے یہ حرکت سرزد ہوئی اور کسی نے مخالف او موافق سے غور اور تامل نہ کیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہر چند اسباب جرح کے متعدد اور متکثر ہیں مگر مآل اور انجام کار اُن سب کا دو امر پر ہے۔ اوّل جرح باعتبار عدالت اور تقویٰ کے اور دوسری جرح باعتبار حفظ اور ضبط کے اور میرے ناقص فہم میں اُن محدّثین کی جروحات سب راجع ہیں طرف عدالت کی نہ طرف حفظ اور ضبط کی کیونکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں پارہ ۱۰ کے صفحہ ۶۸ میں اس کو حافظ کے لفظ سے تعبیر کیا ہی اور عبارت اُس کی یہ ہے ابراہیم بن عثمان ابو شیبۃ الحافظ انتہٰی لہٰذا جب حفظ اُن کا تو مسلم ہوا اب باقی جروحات ان اہل حدیث کی ہیں وہ سب راجع طرف عدالت کی ہیں فقط جبکہ یہ امر ممہد ہو چکا تو میں کہتا ہوں کہ جرح باعتبار عدالت کے بھی اس کے حق خام اور غیر مؤثر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جن اہل علم نے عدالت کے روی سے اُس کو متروک اور ضعیف کہا ہے تو وہ سب جروحات مبہم اور غیر مفسر ہیں اور مدار اُن سب کا مفسر طور پر فقط ایک ہی جرح پر ہے۔ وہ یہ کہ اُن میں سے شعبہ بن حجاج نے سب سے مقدم عمدہ اور مبین السبب جرح فرمائی ہے یعنے جو کہ شیخ الاسلام ذہبی نے لکھی ہے وھو قولہ کذب بہ شعبۃ لکونہ روی عن الحکم عن ابن ابی لیلی انہ قال شہد صفین من اهل بدر سبعون فقال شعبۃ کذب واللہ لقد ذاکرت الحکم فما وجدنا شہد صفین من اهل بدر غیر خزیمۃ انتہٰی اور باقی محدثین شعبہ کے اتباع اور مقلد ہیں اور سب کے سب اس کے بعد ہیں کوئی جارح ابو شیبہ کا معاصر نہیں بجز شعبہ کے تو مدار جروحات عدالت کا شعبہ کی کلام پر رہا جب یہ امر ممہد ہو چکا تو میں کہتا ہوں کہ یہ جرح اگرچہ مفسر اور مبین السبب ہے مگر اس کو اس کی جرح سے متروک قرار دینا اور من کل الوجوہ ضعیف کہنا غلط اور بے انصافی ہے۔ کیونکہ اس قسم کی جرح قبیل سہو اور نسیان سے ہے اور وہ چنداں جارح نہیں ورنہ شعبہ بن حجّاج

بلکہ خود حکم کذاب اور متروک قرار دیا جاوے کیونکہ اُن سے بھی اس قسم کی غلطی سرزد
ہوئی ہے کیونکہ شعبہ اور حکم قائل ہیں اس بات کے کہ صفین میں بجز خزیمہ رضی اللہ عنہ کے
اہلِ بدر میں سے کوئی حاضر نہ تھا حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمّار رضی اللہ عنہ
یہ دونو صاحب بھی موجود تھے اسی واسطے کہا شیخ الاسلام ذہبی نے شعبہ کے جواب میں
سبحان اللہ اما شہدھا علی اما شہدھا عمّار انتہی اب اگر اس قدر سہو اور ذہول کے
سبب سے ابو شیبہ متروک قرار دیا جاوے تو چاہیے کہ شعبہ بن حجاج اور حکم بھی متروک قرار
دیئے جاویں للعلۃ الواحدۃ الجامعۃ فیہم وھی عدم حفظ اصحاب بلکہ آپ شعبہ بن حجاج کو
امیر المومنین قرار دینا اور حکم بن عتیبہ کو اجماعی امام ثقہ کہنا اور ابو شیبہ کو ضعیف قرار دینا مع
اتحاد سبب الجرح فیہم انصاف سے بعید ہے اور میں کہتا ہوں کہ ابو شیبہ کی بہ نسبت شعبہ
اور اُس کے شیخ حکم بن عتیبہ کی غلطی سخت ہے دو وجہ سے اوّل یہ کہ اُن ایام میں
بدری صحابہ بہت زندہ تھے منہم رفاعۃ بن رافع مات فی اوّل خلافۃ معاویۃ ابو لبابۃ
الانصاری عاش الی خلافۃ علی ابو طلحۃ الانصاری مات سنۃ اربع وثلاثین وقال ابو زرعۃ
عاش بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین سنۃ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل مات سنۃ خمسین
او بعدھا سہل بن حنیف مات فی خلافۃ علی عبد اللہ بن مسعود مات سنۃ اثنتین وثلاثین
ابو مسعود البدری مات قبل الاربعین عبادۃ بن الصامت مات سنۃ ثلاثین عتبان
ابن مالک مات فی خلافۃ معاویۃ مالک بن ربیعۃ ابو السید مات سنۃ ثلاثین
او بعدھا۔ آپ یہ تمام صحابہ اور ان کے سوا بدری زندہ تھے کل ذلک من التقریب
وجہ دوسری یہ کہ نسبت اور بدریوں کی حضرت علی رض اور حضرت عمار رض کا صفین میں
ہونا اظہر من الشمس تھا اور ہر فرد بشر ادنےٰ اور اعلیٰ ذی علم میں سے اس بات کا خوب
واقف ہے اور شعبہ اور حکم کو ان سے بھی غفلت ہے اب باوجود ایسی سخت غلطی کے جب
حکم اور شعبہ مجروح نہیں تو ابو شیبہ بھی مجروح نہوا وھو المطلوب اسی واسطے کہا ہے

خاتم المحدثین ہمارے پیران پیر اوشیخ شیخ الشیخ نے اعنی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
نے رسالہ تراویح میں حال آنکہ ابوشیبہ آن قدر ضعف ندارد کہ روایت او مطروح ساختہ
شود انتہی۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ بات خاتم المحدثین کی راست اور درست ہے۔
دو وجہ سے وجہ اول وہ جو ہم نے تفصیل بیان کی ہے اور وجہ دوسری یہ کہ کہا ابن عدی نے
ابوشیبۃ لہ احادیث صالحۃ انتہی کذا نقل الحافظ المزی فی تھذیب الکمال
وقد مرتمامہ میں کہتا ہوں کہ اس کی جرح عدالت کی بھی مدفوع ہے فقد قال یزید بن
ھارون ان ابراھیم بن عثمان کان عادلا فی القضاء انتہی کذا نقل فی حاشیۃ
الخلاصۃ لہٰذا دونوں طور پر ثقہ ہوا یعنے حفظ ضبط اس کا مسلم اور عدالت اسکی بھی
مسلم ہوئی اور جروحات مذکورہ ...... ذہول اور سہو مرۃ او مرتین کے قسم سے ہیں۔

اعتراض دوسرا یہ کہ اہل حدیث کے نزدیک حکم بن عتیبہ نے مقسم سے بجز پانچ
حدیثوں کے نہیں سُنا اور یہ حدیث اُن پانچ میں سے نہیں کہا شیخ الاسلام ذہبی
نے میزان الاعتدال میں بعد نقل کرنے حدیث کے الحکم عن مقسم عن ابن عباس رض
ان المشرکین ارادوا ان یشتروا جسد رجل اصیب یوم الخندق الحدیث حسنہ
الترمذی وقال عبدالحق فی احکامہ وابن القطان ضعیف ومنقطع لا سماع
للحکم من مقسم الا خمسۃ احادیث ما ھٰذا منھا انتہی وکذا نقل السیوطی
فی رسالۃ التراویح وغیرھما فی غیرھما۔ جواب اُس کا یہ ہے کہ جب ترمذی نے
علاوہ اُن حدیثوں کے حکم بن عتیبہ کی حدیث کو جو کہ مقسم سے روایت کی ہے حسن کہا
ہے۔ تو پھر حصر کرنا عبدالحق وغیرہ کا تمام مسموعات کو پانچ میں صحیح نہیں اسی واسطے امام
ذہبی نے عبدالحق کی کلام کو ذکر کر کے ترمذی کی تحسین کو تقویت دی حیث قال
وقول الترمذی اولیٰ انتہی لہٰذا یہ اعتراض بھی میرے ناقص فہم میں لچر اور لغو ہے

اعتراض تیسرا یہ کہ یہ حدیث معارض ہے حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو کہ

اعتراض دوسرا

جواب اعتراض

اعتراض تیسرا

بخاری مسلم مؤطا وغیرہم نے روایت کی ہے یعنے ما کان یزید فی رمضان الخ
اور وہ نہایت درجہ کی صحیح ہے **جواب** اُس کا یہ ہے کہ یہ حدیث محمول ہے نماز تہجد پر
کیونکہ رمضان اور غیر رمضان میں وہی ہے اور تراویح مختص رمضان میں ہے۔ اور
مغایرہ ہونا اُن دونوں کا ہم اوّل کتاب میں ثابت کر چکے ہیں فلا حاجۃ الی اعادتہ

اعتراض چوتھا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط تین رات میں نماز
تراویح کو جماعت سے ادا کیا ہے چنانچہ بخاری مسلم مؤطا وغیرہا کتب میں حدیث حضرت
عائشہ رضہ وغیرہا سے صراحۃ ثابت ہے اور اُنہیں راتوں میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ
عنہ کی حدیث سے جس کو ابن حبان اور ابن خزیمہ اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔
آٹھ رکعت ثابت کیا ہے اور بیس رکعت کا ثبوت اُن راتوں میں ہرگز وارد نہیں ہوا
لہٰذا یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی باوجود متکلم فیہ ہونے کے مخدوش ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ضعیف ہے چنانچہ عنقریب اسکا
ذکر ہوگا اور نیز دونوں میں کچھ معارضہ نہیں کیونکہ جابر رضہ کی حدیث اس بات پر دال
ہے کہ وہ نماز مسجد میں تھی اور حدیث ابن عباس رضہ کی اسپر دال ہے کہ وہ نماز گھر
میں تھی فلا معارضۃ علاوہ ازین ابن حجر مکی رحمہ نے شرح مشکوۃ میں اُن تین راتوں
میں بیس نقل کی ہیں۔ پس وہ اس کا معارضہ کر سکتی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما
کی جو بلا جماعت ہے وہ سالم عن المعارضہ ہے مگر یہ جو مولوی عبدالحی رحمہ نے ابن حجر
کی کلام سے بیہقی کی روایت نقل کی ہے واللہ اعلم یہ بات راست ہے یا کہ غلطی ہے
کیونکہ اصل کتاب بیہقی کی نہیں دیکھی البتہ کرمانی شارح۔۔۔۔ بخاری اور امام رافعی نے
بھی یہی دعویٰ کیا ہے جس سے وہم جاتا ہے کہ اس کا کچھ اصل ہے واللہ اعلم بالصواب

اعتراض پانچواں یہ ہے کہ ائمہ حدیث نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے کسی نے
منکر کہا اور کسی نے متروک اور ضعف کی وجہ بھی بیان ہو چکی والاعتماد فی ھذا الفن علیہم

الجواب عنہ

الاعتراض الرابع

الجواب عنہ

الاعتراض الخامس

السابع

ثبوت الاجماع على سنية عشرين ركعة

اور جواب اس کلام دو وجہ پر ہے اول یہ کہ ہم تفصیل کر چکے کہ یہ جروحات بے وجہ ہیں اور کنہ اس کی بیان کر دی۔ اب جارحین کی جرح مسموع نہیں ہو سکتی فاحفظہ۔

وجہ دوسری یہ کہ ہم مقدمۂ ثالثہ میں اس امر کو خوب منکشف کر چکے ہیں کہ جو حدیث ضعیف معلوم ہوا اور اجماع مجتہدین کا اسپر ثابت ہو وہ مقبول ہے وقد مر تحقیقہ لہذا یہ حدیث خواہ مخواہ مقبول ہوئی کیونکہ اجماع اس کے موافق ہے کما سیجئی قریباً ان شاء اللہ

دلیل دوسری ثبوت بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہ کرام کا ہے جس کو کابر عن کابر نقل کرتے چلے آتے ہیں یعنے خلفاء ثلاثہ سے لے کر تا زمان ائمہ اربعہ ومن بعدہم اس نماز کو جماعت کے ساتھ بیس رکعت سے ادا کرتے رہے حتی قال الامام الشافعی هكذا ادركت ببلدنا مكة يصلون عشرين ركعة كذا نقله الترمذي في جامعه جب یہ امر اس طرح پر مجمع علیہ امت کا قرار پا چکا تو اب خارق اس کا ضرور خاطی ہے اور اس کی بحث ہم مقدمۂ ثانیہ میں مفصل لکھ چکے ہیں فلا حاجة الى اعادته ايضاً فقد اخرج البيهقي في كتاب المعرفة اخبرنا ابو الطاهر الفقيه حدثنا ابو عثمان البصري ثنا ابو احمد محمد بن عبد الوهاب ثنا خالد بن مخلد ثنا محمد بن جعفر حدثني يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر كذا نقله الامام الحافظ الزيلعي في تخريج احاديث الهداية وقال البيهقي في سننه الكبرى اخبرنا ابو عبد الله الحسين بن فنجويه الدينوري بالدامغان ثنا احمد بن محمد بن اسحق السني انبا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز البغوي ثنا علي بن الجعد انبا ابن ابي ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة قال وكانوا يقرؤن بالمئين وكانوا يتوكؤن على عصيهم في عهد عثمان بن عفان رضي الله عنه انتہی اور یہ اثر حضرت عمر وغیرہ کا صحیح ہے صحیح کہا اس کو بہت علماء نے اہل حدیث میں سے

قال الامام النووی فی الخلاصة اسنادہ صحیح کذا نقله الامام ابن الهمام وکذا الزیلعی فی تخریجه
وقال الامام تاج الدین السبکی فی شرح المنهاج ومذهبنا ان التراویح عشرون رکعة لما روی
البیهقی وغیرہ بالاسناد الصحیح عن السائب بن یزید الصحابی رض انتهی مختصراً ملخصاً کذا
نقله السیوطی فی رسالة التراویح قلت وقد حکم بصحته ابن عبد البر والبیهقی وغیرهما
وقد اخرج محمد بن نصر المروزی من طریق مالک عن یزید بن خصیفة فهو متابع
قوی کذا نقله الحافظ ابن حجر فی فتح الباری واخرج ابن ابی شیبة والبیهقی عن عمر انه
جمع الناس علی ابی بن کعب وکان یصلی بهم عشرین رکعة کذا نقله الشیخ جلال الدین
السیوطی فی رسالة التراویح نقلاً عن الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الرافعی و
اخرج مالک فی الموطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر
بثلاث وعشرین رکعة واخرج ابن ابی شیبة حدثنا وکیع عن مالک بن انس عن
یحیی[1] بن سعید عن عمر بن الخطاب انه امر رجلاً ان یصلی بهم عشرین رکعة واخرج
ابن ابی شیبة حدثنا حمید بن عبد الرحمن عن الحسن البصری عن عبد العزیز بن رفیع
قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس بالمدینة عشرین رکعة واخرج البیهقی فی
سننه اخبرنا ابو زکریا ابن ابی اسحق ثنا ابو عبد الله محمد بن یعقوب ثنا محمد بن عبد الوهاب
ثنا جعفر بن عون ثنا ابو الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی
خمس ترویحات عشرین رکعة انتهی وقال ابن عبد البر وروی الحارث بن ابی ذباب
عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عهد عمر بثلاث وعشرین رکعة قال
ابن عبد البر هذا محمول علی ان الثلاث الوتر انتهی کذا نقله شیخ الاسلام العینی فی
شرح البخاری وقال الامام العینی فان قلت روی عبد الرزاق فی المصنف عن

---

[1] یہ یحییٰ بن سعید بن العاص الاموی ہے جو کہ طبقۂ ثالثہ میں سے ہے اور اجماعی امام ہے اور نیز
سند متصل ہوئی اور وکیع اور امام مالک بھی اجماعی ثقہ ہیں کذا ذکرہ بعض اعیان الدهلی فی ملا. دالحق ۱۲ منہ

داؤد بن قیس وغیرہ عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید ان عمر بن الخطاب جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدی وعشرین یقومون بالمئین وینصرفون فی بزوغ الفجر قلت قال ابن عبد البر هو محمول علی ان الواحدۃ الوتر انتہی کلام العینی اور یہ کلام علی سبیل التسلیم ہے ورنہ متعدد اصحاب سائب رضی اللہ عنہ کے وتر کو تین رکعت روایت کرتے ہیں فلا اعتماد علیہ۔

اب یہ تمام سندیں اسپر صریح دال ہیں کہ خلیفہ ثانی کے وقت بیس رکعت تراویح کو ساتھ جماعت کے ادا کرتے تھے۔ اور اس کی صحت دو وجہ سے ثابت ہے اوّل یہ کہ سند یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید جس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ وہ بلا شک صحیح ہے۔ اور کوئی راوی اُس کا اس قسم کا مجروح نہیں کہ لائق قبول نہو اور حارث بن عبد الرحمن ابن ابی ذیاب ثقہ اُس کا متابع عمدہ قوی ہے جس کو ابن عبد البر نے لکھا ہے کما نقلہ العینی اور ابن ابی شیبہ کی حدیث جس کو حسن بصری رحمہ نے روایت کیا وہ سند از حد صحیح ہے کوئی راوی اُس کا متکلم فیہ نہیں بلکہ سب صحاح ستہ والوں کے اجماعی اشیاخ ہیں کما فی التقریب وغیرہ اور اثر ابن ابی شیبہ کا جو کہ روایت کیا اُس نے وکیع سے اُس نے مالک سے اُس نے یحییٰ بن سعید سے اُس نے حضرت عمر رضہ سے وہ بھی اعلیٰ درجہ کی سند ہے، اور سب کے سب اجماعی صحاح ستہ والوں کی اشیاخ ہیں اور یہ تینوں سندیں متصل ہی ہیں کما لا یخفی اور ابو داؤد کی سند مرسل جو کہ حسن بصری سے روایت کی ہے وہ بھی صحیح ہے دو وجہ سے۔ اول یہ کہ مراسیل حسن بصری کی حکم متصل کا رکھتی ہیں قال علی القاری فی موضوعاتہ قال ابن المدینی مرسلات الحسن اذا رواها الثقات صحاح انتہی قلت هذا الحکم صحیح کہ فقد اخرج الترمذی فی کتاب العلل من جامعہ حدثنا سوار بن عبد اللہ العنبری قال سمعت یحییٰ بن سعید القطان یقول ما قال الحسن فی حدیثہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا وجدنا لہ اصلا الا حدیثا او حدیثین انتہی کلام الترمذی۔

اب دیکھو علی بن مدینی اور یحییٰ بن سعید القطان جو کہ اجماعی امام جرح اور تعدیل کے اور سب صحاح ستہ والے انکے ثناخوان ہیں خاصکر یحییٰ بن سعید جو کہ سب صحاح ستہ والوں کا شیخ ہے اور امام احمد اور بخاری کا اعلےٰ درجہ کا امام ہے۔ بلکہ اہل حدیث کا مذہب ہے کہ جس کو یحییٰ صحیح کہے اُس کو ہم بھی صحیح کہیں گے اور جس کو وہ ضعیف کہے اُس کو ہم بھی ضعیف کہیں گے جبکہ یہ دونوں حسن بصری کی مرسل کو حجت مانیں تو اَور کا کیا درجہ ہے کہ اُس کو ضعیف کہے۔ وجہ دوسری یہ ہے کہ ہم اُس کو متصل بھی بیان کر چکے ہیں۔ دہا اثر یزید بن رومان کا جس کو امام الائمہ امام مالک رح نے موطا میں روایت کیا ہے پس وہ بھی اگرچہ مرسل ہے مگر اہل حدیث کا اتفاق ہے کہ موطا کی مرسلات اور امام محمد رح کی بلاغات حکم مسند کا رکھتی ہیں۔ فقد قال عین اعیان الدهلی فی کتابه حجۃ الله البالغۃ قال الامام الشافعی اصح الکتب بعد کتاب الله مؤطا مالک واتفق اهل الحدیث علی ان جمیع ما فیه صحیح علی رأی مالک ومن وافقه واما علی رای غیره فلیس فیه مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند من طرق اخری فلاجرم انها صحیحۃ من هذا الوجه وقد صنف فی زمان مالک مؤطات کثیرۃ فی تخریج احادیثه ووصل منقطعه مثل کتاب ابن ابی ذئب وابن عیینۃ والثوری ومعمر وغیرهم ممن شارک مالکا فی الشیوخ الی آخره اور جس وقت ان تمام سندوں کو جمع کریں تو تمام ملکر نور علیٰ نور ہو جاویگا خاصکر کے جبکہ اہل حدیث اکابر نے ان کو صحیح مانا اور اس سند کو صحیح قرار دیا۔ تو پھر کیا وجہ انکار کی ہے وقد صححه النووی والبیهقی وابن عبد البر والزیلعی والسبکی وابن الهمام والعلامۃ الحلبی والسیوطی والزرکشی وغیرهم اور یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مرفوع حکمی ہے دو وجہ سے اول یہ کہ قول خلیفہ کا اور فعل اُس کا حجت ہے کما مر۔ دوسری یہ وجہ ہے کہ جب حضرت عمر رض نے اسپر صحابہ رض کا اجماع کیا اور کسی نے انکار نہ کیا تو اس اجماع سے ثابت ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس ہی مروی ہونگی اور حال یہ کہ جب رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شب میں اس نماز کی جماعت فرمائی تو یہ تمام حضرات صحابہؓ
اُن راتوں میں آپکے ساتھ تھے اگر کم وبیش ہوتی تو دیدہ دانستہ اطاعت نبی سے کب
روگردانی کرتے ومن ظنّ خلاف ذلك فی حق الصّحابۃ فهو مبتدع ضال البتہ اگر
کوئی یہ ثابت کرے کہ یہ خلفا اُن ایام میں کہیں سفر وغیرہ میں تھے اور اس جماعت
میں شریک نہ تھے تب اس کی وجہ ہے ولا یقول بہ عاقل قلت فقد ذکر فی الاختیار
ان ابا یوسف سأل ابا حنیفۃ عنها وما فعله عمرؓ فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ
ولم یخرجه عمرؓ من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعا ولم یأمر به الا عن اصل
لدیه وعهد من عند رسول الله صلی الله علیه وسلم انتهی۔ کذا نقله العلامۃ الشامی
فی شرح الدّر المختار وغیره وفی غیره قلت ما قال امام الائمۃ سراج الامۃ الامام
الهمام الاعظم صحیح قطعًا وخلافه باطل جزما وذلك لوجهین الاول ان معنی
اثر عمر رضی الله عنه ومفاده لیس الا ان الناس اجمعوا وصلّوا بامره خلف ابی بن
کعب عشرین رکعۃ وقد کان ابی بن کعب صلّی بالناس فی زمان النبیّ صلی الله علیه وسلم
ایضًا فلولم تکن صلوۃ التراویح عشرین رکعۃ فی زمان النبی صلعم حین صلی بهم ابی
ابن کعب والمتحسنه رسول الله صلی الله علیه وسلم لما جاز له ان یزید علی الفعل النبوی
امّا امامۃ ابی بن کعب للناس فی زمان الخلیفۃ الثانی بعشرین رکعۃ فقد مرّ واما
امامته فی الزمان النبوی فقد اخرج ابوداؤد فی سننه حدثنا احمد بن سعید الهمدانی
ثنا عبدالله بن وهب اخبرنی مسلم بن خالد عن العلاء بن عبدالرحمن عن ابیه عن
ابی هریرۃ قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذا ناس فی رمضان یصلّون فی
ناحیۃ المسجد فقال ما هؤلاء فقیل هؤلاء ناس لیس معهم قرآن وابی بن کعب
یصلی وهم یصلون بصلوته فقال النبی صلی الله علیه وسلم اصابوا ونعم ما صنعوا انتهی
واخرج البیهقی فی کتاب المعرفۃ اخبرنا ابوعبدالله الحافظ قال ثنا ابوالعباس قال

اخبرا الربیع قال ثنا ابن وھب قال اخبرنی بکر بن مضر و عبد الرحمن بن سلمان عن ابن الھاد ان ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی حدثہ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ فی رمضان فرای ناسا فی ناحیۃ المسجد فقال ما یصنع ھولاء قال قائل یا رسول اللہ ھولاء ناس لیس معھم القران وابی بن کعب یقرأ وھم معہ یصلون بصلوتہ قال قد احسنوا وقد اصابوا ولم یکرہ ذلک لھم انتھی ثم قال البیہقی وثعلبۃ ابن مالک قد رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتھی۔

اب دیکھو کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو تراویح کی جماعت کی اگر اس وقت بیس رکعت نہ تھی تو خلافت خلیفہ ثانی میں کس طرح بیس رکعت کی جماعت کرتے اور حال یہ کہ صحابہ محدثات امور سے بڑی نفرت کرتے تھے فثبت انہ لابد ان تکون صلوٰۃ ابی فی زمن النبوۃ صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ نثبت ما قال الامام الھمام ابو حنیفۃ النعمان وللہ الحمد والاحسان۔ اگر کوئی کہے کہ مدار اس حدیث کا مسلم بن خالد زنجی پر ہے اور وہ ضعیف ہے قال ابو داؤد بعد اخراج ھذا الحدیث مسلم بن خالد لیس بالقوی انتھی وقد نقل الذہبی فی میزانہ عن یحیی بن معین روایۃ انہ قال ضعیف وقال الساجی کثیر الغلط کان یری القدر وقال البخاری منکر الحدیث وقال ابو حاتم لا یحتج بہ وضعفہ ابو داؤد وقال ابن المدینی لیس بشیٔ انتھی وقال الذہبی فی التذکرۃ وقال ابو داؤد ضعیف الحدیث وقال البخاری منکر الحدیث وقال ابو حاتم لا یحتج بہ انتھی مختصراً۔

پس حق وہی ہے کہ یہ اجتماع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا ہے نہ زمانہ نبوی میں تو جواب اس کا دو وجہ پر ہے اول یہ کہ مسلم بن خالد اس قدر ضعیف نہیں کہ اس کی حدیث متروک ہو جاوے بلکہ حسن الحدیث اور صدوق کا درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ بہت لوگ اس کی روایت لیتے ہیں اور نیز بہت لوگوں نے اس کو اچھا کہا ہے اور شمار فرمایا ہے۔ کما ابن حجر نے

تقریب التہذیب میں مسلم بن خالد المخزومی مولاہم المکی المعروف بالزنجی فقیہ
صدوق کثیر الاوہام من الثامنۃ مات سنۃ تسع وسبعین اوبعدہا انتہیٰ
وحسن ابن حجر فی فتح الباری حدیثہ اعنی اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ
من شاء فلیرجع الیہ وقال الحافظ عبد العظیم المنذری فی اٰخر الترغیب و
الترہیب مسلم بن خالد الزنجی ضعفہ ابن معین فی روایۃ وابوداؤد وقال
ابوحاتم لا یحتج بہ ووثقہ ابن معین فی روایۃ عنہ وابن حبان واخرج لہ غیرہ
فی صحیحہ انتہیٰ وقد نقل الذہبی فی میزانہ مسلم بن خالد الزنجی المکی الفقیہ
ابوخالد مولیٰ بنی مخزوم عن ابن ابی ملیکۃ والزہری وعمرو وابن کثیر وعنہ
الشافعی والحمیدی ومسدد وخلق قال ابن معین لیس بہ باس وقال مرۃ
ثقۃ وقال ابن عدی ارجو انہ لا باس بہ وہو حسن الحدیث وقال الازرقی
کان فقیہا عابدا یصوم الدہر وقال ابراہیم الحربی فقیہ اہل مکۃ وروی
عثمان الدارمی عن یحیی ثقۃ انتہیٰ ملخصاً۔ اور کہا شیخ ابن القیم نے اغاثۃ اللہفان
میں مسلم بن خالد الزنجی ثقۃ فقیہ روی عنہ الشافعی واحتج بہ انتہیٰ وقال
الذہبی فی التذکرۃ قال الازرقی کان فقیہا عابدا یصوم الدہر وقال یحیی بن معین
لیس بہ باس وقال ابن عدی ہو حسن الحدیث ارجو انہ لا باس بہ وقال ابراہیم
الحربی کان فقیہ مکۃ انتہیٰ ملخصاً۔ جواب دوسرا یہ کہ حدیث ثعلبہ کی اس کا شاہد قوی
ہے۔ اور وہ فی نفسہ حسن ہے۔ حاصل یہ کہ یہ حدیث درجہ حسن سے کم نہیں البتہ اگر علاء بن عبد الرحمٰن
کے کسی شاگرد ثقہ کی مخالفت کرتا تو یہ حدیث منکر ہوتی واذ لیس فلیس واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

الوجہ الثانی ان عمر بن الخطابؓ کان حاضرا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فی اللیالی الثلاثۃ التی صلی فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجماعۃ فقد اخرج
البخاری وغیرہ من حدیث عائشۃ نفسہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يصلّی من الليل فی حجرته وجدار الحجرة قصيرة فرای الناس شخص النبی صلعم فقام اناس يصلّون بصلوته فاصبحوا فتحدثوا بذلك فقام الليلة فقام معه اناس يصلون بصلوته صنعوا ذلك ليلتين اوثلاثا حتی کان بعد ذلك جلس رسول الله صلی الله عليه وسلم فلم يخرج فلما اصبح ذکر ذلك الناس فقال انی خشيت ان تكتب عليكم صلوة الليل تم الحديث الذی فی البخاری فقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری تحت هذا الحديث وافاد عبد الرزاق ان الذی خاطبه بذلك عمر بن الخطاب رض اخرجه عن معمرؒ عن الزهری عن عروة عن عائشة رض انتهی کلامه فثبت مما ذکرنا ان الآمر والمامور بعشرين رکعة اعنی عمر بن الخطاب وابی بن کعب کانا عاملين بصلوة رسول الله صلی الله عليه وسلم فالاقتداء بهما بعشرين رکعة عين الاقتداء بالنبی صلعم فصح ما قال امام الائمة سراج الامة ان هذه الصلوة لم يخرجها عمر بن الخطاب من عند نفسه بل من عهد عن النبی صلعم - اب رہا یہ امر کہ یہ سنت خلیفہ راشد کی مسلم رہی یا کہ کسی خلیفہ نے اس کو تغیر کیا تو واضح ہو کہ یہ سنت مستمر رہی ہے اور کسی خلیفہ راشد نے اس کو بدلا نہیں خلیفہ ثالث کا حال بھی بیہقی کے اثر سے گذر چکا بلکہ خلیفہ چہارم کا بھی اُس میں ذکر ہے - وقد اخرج البيهقی عن شبرمة بن شكل وکان من اصحاب علی انه کان يؤمهم فی رمضان خمس ترويحات واخرج البيهقی عن ابی عبد الرحمن السلمی ان عليًّا دعی القراء فامر رجلا ان يصلی بالناس عشرين رکعة وکان علی يوتر بهم واخرج ابن ابی شيبة عن ابی البختری انه کان يصلی خمس ترويحات فی رمضان بعشرين رکعة ويوتر بثلاث ويقنت قبل الرکوع واخرج ابن ابی شيبة عن الحارث انه کان يؤم الناس فی رمضان بالليل بعشرين رکعة واخرج وکيع فی مسنده عن الحسن بن صالح عن عمر بن قيس عن ابی الحسناء عن علی انه امر رجلا ان يصلی عشرين رکعة كذا نقله الامام العينی فی شرح البخاری واخرج محمد بن

نصر المروزی اخبرنا یحیی بن یحیی اخبرنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن زید بن
وھب قال کان عبد اللہ بن مسعود رض یصلی لنا فی شھر رمضان فینصرف وعلیہ لیل
قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث وقال الامام العینی فی شرح البخاری
واما القائلون بہ من التابعین فشتیر بن شکل و ابن ابی ملیکۃ والحارث الھمدانی
وعطاء بن ابی رباح وابو البختری وسعید بن ابی الحسن البصری اخو الحسن البصری و
عبد الرحمن بن ابی بکر وعمران العبدی وقال بن عبد البر وھو قول جمھور العلماء وبہ
قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقہاء وھو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من
الصحابۃ انتھی کلام العینی ملخصا ملتقطا مختصرا قلت وقد اخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن
نمیر عن عطاء قال ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثا وعشرین رکعۃ انتھی وقال الامام
الشافعی ھکذا ادرکت ببلدنا مکۃ یصلون عشرین رکعۃ انتھی کذا نقلہ الامام الترمذی
فی جامعہ اب دیکھو کہ یہ اکابر ائمہ دین سلفا عن خلف صحابہ رض سے لیکر تابعین تبع تابعین حتی
ائمہ اربعہ تک بیس رکعت پر متفق تھے پس یہ امر مجمع علیہ امت کا قرار پایا پس خارق اس کا منکر و
مخطی ہے واللہ اعلم اور اکثر اہل علم نے اس اجماع کا دعوی کیا ہے قال القسطلانی وقد
عد واما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاجماع انتھی مختصرا - اور میزان شعرانی میں ہے -
امر عمر رض بفعلھا ثلثا وعشرین رکعۃ ثلث منھا وتر واستقر الامر علی ذلک فی الامصار انتھی

ابحاث متعددہ

واضح ہو کہ اس مقام پر چند قسم کی بحث ہی جس کا لکھنا ضروریات اس باب سے ہے مگر سب سے
اول ایک مقدمہ کا دریافت کرنا نیز ضروری ہے - وہ یہ ہو کہ قیام رمضان اور تراویح یہ دونوں
نام اوسی خاص نماز کے ہیں جو کہ مختص بماہ رمضان ہی جس کا بحث مباحثہ بین الفریقین ہی اور
تہجد بالخصوص نماز کا نام ہے کہ جو قبل فرضیت صلوت خمسہ کے سورہ مزمل وغیرہ میں نازل ہوئی
اور واجب تھی پھر وجوب رفع ہوا اور قیام اللیل اور صلوۃ اللیل یہ دونوں نام مشترک الورود ہیں یعنے
تہجد اور تراویح دونو پر بولے جاتے ہیں لان کلاھما قیام اللیل وصلوۃ اللیل بل علی الوتر

بحث اوّل

ایضاً فی بعض الاحیان جبکہ یہ مقدمہ ممہد ہوچکا تو اب چند ابحاث کا بیان سنو کہ جو لوگ ان
نمازوں کے اتحاد کے قائل ہیں اور آٹھ رکعت سے زیادہ نہیں مانتے وہ چند طرح اس کی بحث کرتے ہیں
بحث اوّل ان کی یہ ہے کہ تینوں نمازیں ایک ہیں فقد اخرج الترمذی والنسائی
وغیرہما عن ابی ذرؓ وغیرہ قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم بنا حتی بقی
سبع من الشہر فقام بنا حتی ذہب ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسۃ فقام بنا فی
الخامسۃ حتی ذہب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ لو نفلتنا بقیۃ لیلتنا ہذہ فقال
من قام مع الامام حتی ینصرف کتب لہ قیام تلک اللیلۃ ثم لم یصل بنا حتی بقی ثلاث
من الشہر فقام فی الثالثۃ وجمع اہلہ ونسائہ حتی تخوفنا الفلاح - اور اسی طرح حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہا سے مروی ہے اور مآل سب کا ایک ہے - اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ
نے یہی ایک نماز ان راتوں میں ادا کی ہے اور اس کے سوائے کچھ نہیں پڑھا اگر اس کو تراویح کہو تو
تہجد ترک ہے اور اگر تہجد کہو تو تراویح ترک ہے - پس ثابت ہوا کہ یہ نماز ایک ہی ہے نہ علیحدہ علیحدہ
کہا مولوی محمد حنیف ساکنہ دہرہ دون نے اپنے رسالہ تراویح میں کہ حنفیوں کا قول نسبت تباین
تراویح اور تہجد بھی ایک ایسا خیال ہے کہ جس پر کوئی دلیل عمدہ قائم نہیں اصل میں شارع علیہ
الصلوٰۃ والسلام کا مقصد قیام اللیل کا مشروع فرمانا ہے مگر اس میں کئی امور کا لحاظ رکھا گیا ہے
اوّل یہ کہ وہ وصف تہجد کے ساتھ ہو یعنے بعد خواب کے ادا کی جاوے - دوم یہ کہ وتر ہو یعنی
طاق پڑھی جاوے - سوم یہ کہ بہ نسبت اور مہینوں کے اس کا اہتمام زیادہ کیا جاوے اس لحاظ
سے کہ اس صلوٰۃ اللیل میں ان صفات مذکورہ کا اہتمام ترک نکیا جاوے محدثین ان کو علیحدہ
علیحدہ بابوں میں روایت کرتے ہیں کبھی قیام اللیل نام رکھتے ہیں اور کبھی تہجد اور کبھی وتر اور
کبھی قیام رمضان اور ہر ایک باب میں وہی احادیث ذکر کرتے ہیں جو صلوٰۃ اللیل میں آنحضرتؐ
سے مروی ہیں نہ یہ کہ الگ الگ احادیث لادیں اور نمازیں علیحدہ علیحدہ ان کے واسطے تجویز
فرماویں اگر کسی شخص کو یہ دعویٰ ہو کہ تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں تو لازم ہے کہ

کسی حدیث صحیح یا کہ اثر صحابہؓ سے اس امر کو ثابت کرے ورنہ دعوی بے دلیل ہے انتہی
کلامہٗ اور اسی طرح مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم امام مسجد چینیاں والا ہور اپنی کتاب اسلام کی میں
اور مولوی چکڑالوی اور محمد چٹو اور وغیرھم ہم مشرب اُنکے اُن کو ایک نماز قرار دیتے ہیں
جس کو شک ہو اُن کی کتاب کو دیکھو اور نیز کہا مولوی محمد حنیف صاحب نے بعد بیان کرنے حدیث
ابو ذر غفاری رضہ کے اب خیال کرو کہ جب تراویح صبح تک پڑہی تو تہجد کیا دن نکلے پڑہا ہو گا
تہجد کا کون سا وقت رہا انتہی۔ حاصل یہ کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ بجز وتر اور تہجد کے تراویح
نماز کا مطلقاً شرع میں وجود نہیں نماز ایک ہے اور نام بہت ہیں واللہ اعلم بالصواب۔
جواب اس کا یہ ہے کہ ہم مفصل طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ یہ تینوں نمازیں غیر غیر ہیں فلا
حاجۃ الی الاعادۃ اور ابو ذرؓ وغیرہ کی حدیث کا یہ جواب ہے کہ اُن تین راتوں میں سے اول
کی شب میں تو بہت وقت باقی رہا تھا اور دوسری شب میں لوگوں نے استدعا کی اور آپ نے
فرمایا کہ جو امام کے ساتھ نماز ادا کرے اس کو تمام شب کے قیام کا درجہ ملیگا اور تیسری شب میں
مبالغہ سے راوی کہتا ہے کہ اس قدر طول کیا کہ خوف تھا کہ سحری فوت ہو جاوے یہ خلاصہ
ہے اُس نماز کا جو اُن ایام میں ادا کی۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ ایک نماز کے ذکر سے دوسری کی نفی
ضرور نہیں کیونکہ وہ نماز قدیم سے قبل رمضان سے مشروع تھی ہرگز اس کی نفی وارد نہیں[1]
ہوئی فقط تراویح کا ذکر ہے جو کہ خاصکر کے بعد فرضیت رمضان کے مشروع ہوئی ہے
واللہ اعلم بالصواب۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ حدیث میں صراحۃً لفظ صلوٰۃ اللیل وارد ہے
فقد اخرج مسلم وغیرہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فصلی بصلوٰتہ ناس الحدیث وفی اخرہ فلما کانت اللیلۃ الرابعۃ عجز المسجد عن اھلہ

[1] اور وہ جو قاعدہ ہے کہ عدم ذکر الشیئ لیستلزم عدمہ انتہی تو وہ اس جگہ پر ہے کہ جہاں
اُس کا وجود اصلی نہ ہو اور جبکہ وجود اصل میں مسلم ہے تو وہاں پر عدم ذکر مستلزم عدم کو نہیں الا اگر دلیل
مستقل وارد ہو جو کہ اس کی نفی کرے تو بجا ہے اور یہاں پر جبکہ اصل نماز تہجد کا وجود ہے تو اُن تین
راتوں میں نہ ذکر کرنا اس کی نفی نہیں کرتا واللہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ

فلم یخرج علیہم فطفق رجال یقولون الصّلوٰۃ فلم یخرج الیہم حتی خرج لصلوٰۃ الفجر فلمّا قضی الفجر اقبل علی الناس ثم تشہد فقال اما بعد فانہ لم یخف علیّ مکانکم اللیلۃ لکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوٰۃ اللیل فتعجزوا عنہا انتہٰی۔ آب اس میں صراحۃً لفظ صلوٰۃ اللیل کا وارد ہے پس معلوم ہوا کہ وہ نماز تہجد تھی کیونکہ قیام اللیل اور صلوٰۃ اللیل اُسی کو بولتے ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ہم مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ صلوٰۃ اللیل اور قیام اللیل لفظ مشترک ہے درمیان تہجد اور تراویح کے کما ہو فلا اشکال فیہ اصلاً۔ بحث دوسری یہ کہ احادیث مرفوعہ سے ثابت ہو کہ دونو نمازیں ایک ہیں اور رکعت بھی گیارہ سے زیادہ نہیں فقد اخرج البخاری ومسلم ومالک فی الموطا عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرہ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا الحدیث جواب اس کا دو وجہ پر ہے وجہ اوّل یہ ہے کہ یہ حدیث محمول ہے تہجد پر کیونکہ رمضان اور غیر رمضان میں وہی ہے نہ تراویح اور مغایر ہونا ان کا ہم اول بیان کر چکے ہیں پس یہ حدیث بحث ہماری سے خارج ہے۔ وجہ دوسری یہ کہ اگر اس نماز کو تراویح پر محمول کریں تو منقوض ہے کیونکہ خارج رمضان میں آپکی نماز منضبط نہیں ایک سے لیکر انیس رکعت تک ثابت ہو اور رمضان میں مخالف ہمارا اس نماز کو منضبط گیارہ میں کرتا ہے نہ زیادہ نہ کم لہٰذا یہ حدیث اس کو مضر ہے۔ بحث تیسری یہ کہ بعض ابنا زمان نے یہ اختراع کیا ہے کہ نماز تراویح کا جماعت سے پڑھنا منع اور گناہ ہے اور دلیل اسپر یہ گذاری ہے اخرج البخاری عن زید بن ثابت وعائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ حجرۃ قال حسبت انہ قال من حصیر فی رمضان فصلی فیہا لیالی فصلی بصلوتہ ناس من اصحابہ فلما علم بہم جعل یقعد فخرج الیہم فقال قد

بحث دوم

بحث سوم

عرفت الذی رأیت من صنیعکم فصلوا ایّھا الناس فی بیوتکم فان افضل الصلوٰۃ صلوٰۃ المرأ فی بیتہ الا المکتوبۃ قلت اخرج ھٰذا الحدیث غیر البخاری فی غیرہ۔ پس امر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ یہ نماز گھروں میں ادا کرو اگر وجوب کو نہیں چاہتا تو لا اقل استحباب کو ضرور چاہتا ہے جبکہ یہ امر ثابت ہوا تو اگر بالفرض گاہ گاہ ہو تو جائز ہے ورنہ مداومت اس کی علی سبیل التداعی کراہت سے خالی نہیں اور اسی پر دلالت کرتی ہے حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اخرج البخاری ومسلم ومالک فی المؤطا وغیرھم عن عمرۃ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل فی حجرتہ وجدار الحجرۃ قصیر فرای الناس شخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام اناس یصلون بصلوتہ فاصبحوا فتحدثوا بذٰلک فقام اللیلۃ الثانیۃ فقام معہ اناس یصلون بصلوتہ صنعوا ذٰلک لیلتین او ثلاثا حتی اذا کان بعد ذٰلک جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یخرج فلما اصبح ذکر ذٰلک الناس فقال انی خشیت ان تکتب علیکم صلوۃ اللیل انتہی قال ابن حجر فی فتح الباری تحت ھٰذا الحدیث وافاد عبد الرزاق ان الذی خاطبہ بذٰلک عمر رض اخرجہ عن معمر عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ انتہی۔ بلکہ بہت سے لوگوں نے سلف صالح سے اس کو بغیر جماعت کے ادا کیا ہے اور امام طحاوی نے معانی الآثار میں اسی کو ترجیح دی ہے اور عبد اللہ بن عمر رض اور عبد اللہ بن الزبیر رض اور سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی اور قاسم بن محمد اور عروۃ بن الزبیر اور سالم بن عبد اللہ اور نافع مولی ابن عمر رض سے تنہا پڑھنا نقل کیا ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ وتفصیلہ فی موضعہ واللہ اعلم۔ بلکہ حضرت عمر رض نے جب لوگوں کو جمع کیا ابی بن کعب پر تو خود جماعت سے نہیں پڑھی بلکہ اس جماعت کو بدعت قرار دیا فقد اخرج مالک فی المؤطا والبخاری فی صحیحہ عن عبد الرحمن القاری انہ قال خرجت مع عمر بن الخطاب الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوتہ

رهط فقال عمر واللہ لا رانی لو جمعت هولاء علی قاری واحد لکان امثل فجمعهم علی ابی بن کعب ثم خرجت معه لیلة اخری والناس یصلون بصلوٰة قارئهم فقال عمر نعمت البدعة هذه والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون وکان الناس یقومون اوله انتهی۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم علی الاطلاق صحیح نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ جماعت تراویح کی سنت علی الکفایہ ہے اگر چند اشخاص ترک اور چند نہ کریں تو وہ مواخذہ دار نہیں اور اگر سب کے سب ترک کریں تو ترک سنت کفایہ پر ان کو مواخذہ ہوگا بہر حال جماعت کو علی الاطلاق فضیلت ہے اور وہ جو مخالف نے وجوہات اپنے مدعا کے واسطے بیان کیے ہیں اس کی لاعلمی .... پر دلالت کرتی ہیں اور سلف خلف کی کلام کے مخالف ہے کیونکہ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شروع فرمانا جماعت کا تھا۔ مگر بسبب خوف فرضیت کو آپ نے تین رات جماعت کرکے یہی عذر پیش کیا چنانچہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات واضح ہے ورنہ اگر یہ عذر نہ ہوتا تو آپ مداومت فرماتے تو مداومت حقیقی اگرچہ نہ فرمائی مگر مداومت حکمی ضرور ثابت ہے اور چونکہ بعد وفات آپکی وہ خوف موقوف ہوا لہذا جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت قرار پایا وهو الصواب قال صاحب الهدایة السنة فیها الجماعة لکن علی وجه الکفایة حتی لو امتنع اهل المسجد عن اقامتها کانوا مسیئین ولو اقامها البعض فالمتخلف عن الجماعة تارك للفضیلة لان افراد الصحابة یروی عنهم التخلف انتهی وقال الامام العینی فی شرح الهدایة قال ابوبکر الرازی المشهور عن اصحابنا ان اقامتها فی المساجد افضل منها فی البیت وعلیه الاعتماد لان عمر رض جمع الناس علی اقامتها فی جماعة وذکر الطحاوی فی کتاب اختلاف العلماء عن المعلی عن ابی یوسف ان امکن ان یصلیها فی بیته مع مراعاة سنة القراءة واشباهها فلیصلها وهکذا حکاه فی المبسوط وقال وهو قول

مالک والشافعی وغیرہما فی جوامع الفقہ عن ابی یوسف وقال عیسٰی بن ابان والقاضی بکار بن
قتیبۃ قاضی مصر والمزنی وابن عبد الحکم واحمد بن حنبل واحمد بن ابی عمران شیخ الطحاوی
ان الجماعۃ احب افضل وہو المشہور عند عامۃ العلماء وقال صاحب المبسوط ہو الاصح
والاوفق انتہی کلام العینی ملخصًا وقال الامام ابن الہمام فی فتح القدیر ذکر الطحاوی
عن ابن عمر وعروۃ والقاسم وابراہیم ونافع وسالم التخلف عن الجماعۃ وعن ابی یوسف
ان امکنہ اداءہا فی بیتہ مع مراعات السنۃ فلیصلہا فی بیتہ الا ان یکون فقیہا
یقتدی بہ لقولہ علیہ السلام علیکم بالصلوٰۃ فی بیوتکم فان خیر صلوٰۃ المرء فی بیتہ
الا المکتوبۃ وجوابہ ان قیام رمضان مستثنی من ذلک لما تقدم من فعلہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام وبیان العذر فی ترکہ وفعل الخلفاء الراشدین انتہی کلام الامام ابن الہمام
وقال صاحب المنیۃ اقامۃ التراویح بالجماعۃ ایضًا سنۃ علی الکفایۃ حتی لو ترک اہل
المحلۃ کلہم وصلوا فی بیوتہم فقد ترکوا السنۃ وقد اساءوا فی ذلک ولو تخلف رجل
من افراد الناس وصلی فی بیتہ فقد ترک الفضیلۃ لا السنۃ انتہی وقال الامام النووی
فی شرح صحیح مسلم قال الامام الشافعی وجمہور اصحابہ وابو حنیفۃ وبعض المالکیۃ وغیرہم
الافضل صلوتہا جماعۃ کما فعل عمر بن الخطاب والصحابۃ واستمر علیہ عمل المسلمین لانہ
من الشعائر الظاہرۃ فاشبہ صلوٰۃ العید انتہی مختصرًا اور کہا شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے
منہاج السنۃ میں قد ثبت ان الناس کانوا یصلون باللیل جماعۃ فی رمضان علی العہد
النبوی وثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی لیلتین او ثلاثا کما فی الصحیحین وغیرہما انتہی
مختصرًا وقال بعید ہذا وروی عن علی انہ قال نور اللہ قبر عمر کما نور علینا مساجدنا
وعن عبد الرحمن السلمی ان علیا دعی القراء فی رمضان فامر رجلا ان یصلی بالناس عشرین
رکعۃ وعن عرفجۃ کان علی یامر الناس بقیام رمضان ویجعل للناس امامًا وللنساء امامًا
قال عرفجۃ فکنت انا امام النساء انتہی کلامہ اور اسی طرح علامہ حلبی اور بہت سے علماء نے

اس مسئلہ کو لکھا ہے اور تفصیل اس کی مولوی عبدالحیؒ لکھنوی نے اپنی کتاب تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار میں فرمائی ہے من شاء فلیرجع الیہ آور میں کہتا ہوں کہ یہی حق اور صواب ہے سنت ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے ادا کی اور بہ سبب خوف فرضیت کے مواظبت حقیقی ترک کی اور حکمی روا رکھی اور حدیث قولی سے رغبت فرمائی حتی کہ تمام رات کے قیام کا اجر فرمایا کما مر حدیثہ۔ اور خلفاء کے وقت بھی اجماعًا اور علی سبیل التداعی یہ امر جاری رہا اور کفایہ اس واسطے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا جماعت بیس رکعت ادا فرمائی کما مر من حدیث ابن عباس آور نیز ابی بن کعب نے جب جماعت کی آپ نے اس کی صفت فرمائی اور خود شامل نہ ہوئے کما مر من حدیث ابی ھریرۃ عند ابی داؤد اور خود حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب پر لوگوں کو جمع کیا اور تعریف فرمائی اور خود شامل نہ تھے و نحو ذٰلک من الوجوھات۔ واللہ اعلم بالصواب۔ **بحث چوتھی** یہ کہ جو لوگ آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہیں وہ دو مسلک رکھتے ہیں مسلک اوّل اُن کا دو حدیثیں ہیں آول حدیث حضرت عائشہؓ کی جو کہ گذر چکی اعنی قولھا ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعًا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعًا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا الحدیث بطولہ جواب اس کا گذر چکا کہ یہ حدیث نماز تہجد پر محمول ہے اور کہا شمس الہند اعنی شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنے رسالہ تراویح میں کہ حدیث حضرت عائشہؓ محمول بر نماز تہجد ست کہ در ماہ رمضان وغیر رمضان یکسان بود وغالبًا عددش بقدر یازدہ رکعت مع الوتر میرسید دلیل برین حمل آن ست کہ راوی این حدیث ابو سلمہ در تتمہ این روایت میگوید قالت عائشۃ رضؓ فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی وظاہر کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد متصور میشود نہ در غیر آن و روایات زیادت محمول بر نماز تراویح ست کہ در عرف آن وقت بقیام رمضان مسمی بود کہ انحضرتؐ در حق آن فرمودہ است من قام رمضان

ایماناً واحتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ولہذا در کتب حدیث باب قیام رمضان جدا گانہ

ارباب قیام اللیل کہ عبارت از تہجد ست منعقد کردہ الی اخر ما قال شاہ عبد العزیز فی رسالتہ

میں کہتا ہوں کہ استنباط شاہ صاحب موصوف کا یہ خلاصہ ہے کہ یارسول اللہ اتنام قبل ان توتر

کے معنے یہ ہیں کہ آپ قبل وتر کے خواب فرماتے ہیں تب آپنے یہ جواب فرمایا تو اس صورت میں

معنے حدیث کے یہ ہوئے جو کہ ابن عبد البر نے لکھا ہے قال ابن عبد البر فی الحدیث تقدیم وتاخیر

ومعناہ انہ کان ینام قبل صلوتہ وھٰذا یدل علیٰ انہ کان یقوم ثم ینام ثم یقوم ثم ینام

ثم یقوم فیوتر انتہیٰ کذا نقلہ الفاضل اللکنوی فی حاشیۃ الموطا اور اس قسم کی حادیث

بہت ہیں کتب حدیث میں جو چاہے دیکھے۔ اور وہ نماز بجز تہجد کے ہرگز متصور نہیں کیونکہ تراویح

کی نماز آپنے تین رات فقط ادا کی ہے اور بالاجماع قبل از نوم تھی۔ پس استنباط شاہ صاحب کا خوب

عمدہ ہے اور یہ معنے شاہ صاحب کی کلام کے اس عاجز کی طرف سے ہیں ورنہ واللہ اعلم بکلام اولیائہ

حاصل یہ کہ اس حدیث سے مستدل کا استدلال درست نہیں واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث دوسری حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رض کی ہے جس سے وہ لوگ آٹھ رکعت کا

ثبوت نص کے طور پر بیان کرتے ہیں اخرج الطبرانی فی معجمہ الصغیر حدثنا عثمان بن عبد اللہ

الطلحی الکوفی ثنا جعفر بن حمید ثنا یعقوب بن عبد اللہ القمی عن عیسیٰ بن جاریۃ عن

جابر بن عبد اللہ قال صلیٰ بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات

والوتر فلما کانت القابلۃ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج فلم یخرج فلم نزل حتی اصبحنا

ثم دخلنا فقلنا یارسول اللہ اجتمعنا البارحۃ ورجونا ان تصلے بنا فقال انی خشیت

ان یکتب الوتر انتہیٰ واخرج ابن حبان وابن خزیمۃ نحوہ۔ اب یہ حدیث مبین ان

احادیث کی ہے جو کہ بخاری اور موطا وغیرہما میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہا سے مروی ہے

کہ تین رات آپنے جماعت کے ساتھ ادا کی اور ان میں عدد تراویح کا مذکور نہیں پس یہ ان کے

بیان کر لیے کافی ہے۔ واخرج ابو یعلی الموصلی علی ما نقلہ الہیثمی فی مجمع الزوائد عن

ف۱ یہ استعمال اس وقت ہے کہ جب تراویح اور تہجد کا مقابلہ پڑے ورنہ یہ لفظ مشترک ہیں جیسا کہ مامر حالہ ۱۲ منہ عفی عنہ

عن جابر قال جاء ابی بن کعب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انہ کان منی اللیلۃ شئی یعنی فی رمضان قال وما ذاک یا ابی قال نسوۃ فی داری قلن انا لا نقرأ القرآن فنصلی بصلوتک قال فصلیت بھن ثمان رکعات واوترت فکانت سنۃ الرضا ولم یقل شیئا انتہی ثم قال الھیثمی اسنادہ حسن انتہی - جواب اس کا چند وجہ پر ہے - وجہ اول یہ کہ یہ حدیث مجروح اور ضعیف ہے سند کی رو سے اول اسناد اس کی میں جعفر بن حمید انصاری ہے اور وہ مجہول ہے کیونکہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کی تعدیل اور جرح کچھ بیان نہیں کی اور عبارت اس کی یہ ہے جعفر بن حمید الانصاری عن جدہ لامہ عمر بن ابان المزنی انہ رای انسا انفرد عنہ الطبرانی بما اخبرناہ ابن سلامۃ اجازۃ عن الرازانی اخبرنا ابو علی اخبرنا ابو نعیم اخبرنا الطبرانی اخبرنا جعفر ابن حمید بن عبد الکریم بن فروخ بن دیزج بن بلال بن سعد الانصاری الدمشقی حدثنی جدی لامی عمر بن ابان بن معقل المدنی قال ارانی انس بن مالک الوضوء فمسح صماخیہ وقال یا غلام النھض من الراس ھکذا رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ، قلت وعمر بن ابان لا یدری من ھو والحدیث ثمانی لنا علی ضعفہ انتہی کلام الذہبی بعینہ وقال صلاح الدین العلائی فی عشاریاتہ ھو وشیخہ لم یذکرھما احد بتوثیق ولا تضعیف انتہی اور یعقوب بن عبد اللہ القمی مختلف فیہ ہے - کہا حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں صدوق یہم انتہی - اور کہا امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں قال الدارقطنی لیس بالقوی وقال النسائی وغیرہ لیس بہ باس انتہی اور عیسے بن جاریہ بہت متکلم فیہ ہے کہا ذہبی نے میزان الاعتدال میں عیسی بن جاریۃ الانصاری عن جابر مدنی وعنہ یعقوب القمی عندہ مناکیر انتہی مختصرا - لہذا یہ حدیث صحیح بلکہ حسن بھی نہوئی کیونکہ مجہول کی روایت اہل تحقیق کے نزدیک مقبول نہیں دیکھو شیخ الاسلام ذہبی میزان میں فرماتے ہیں سمرۃ بن

حدیث جابر کا جواب

روی جماعۃ قال ابن معین عندہ مناکیر قال النسائی منکر الحدیث وجاء

سہم لا یعرف فلا حجۃ فیمن لیس بمعروف العدالۃ ولا انتفت عنہ الجہالۃ انتہی وقال الامام الذہبی فی ترجمۃ ابی سہل قال ابو الحسن بن القطان کلّ مجہول ضعیف لا بالعکس انتہی غرض کہ یہ حدیث کسی طرح مقبول نہیں پس حجت نہوئی واللہ اعلم۔ وجہ دوسری یہ کہ باوجود متکلم فیہ ہونے کے متفق علیہ حدیث پر زیادتی رکھتی ہے جس کو بخاری مسلم وغیرہما حضرت عائشہ رض اور حضرت عمر رض وغیرہما سے روایت کرتے ہیں کیونکہ اُن میں تین رات جماعت کے ساتھ ادا کرنا ثابت ہے اور عدد رکعات کا ان میں ذکر نہیں پس شاذ ہوئی بلکہ منکر۔ علاوہ ازاں ابن حجر مکی نے بیہقی کی سند سے ثابت کیا ہے کہ ان تین رات کی نماز بیس رکعت تہی اور سند اس حدیث کی جابر کی حدیث سے کم نہیں کما مر عالہ فلا تعارضا تساقطا پہر بہی مدعا ہمارا ثابت ہے وجہ تیسری یہ کہ خود مخالف ہمارا اس امر کا قائل ہے کہ عدد کا بیان صحیح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی اور سبکی وغیرہما سے اس کی وجہ گذر چکی لہذا یہ حدیث بہی اُس کے نزدیک ضعیف ہونی ضرور ہے اور وہ جو دوسرے طریق سے مروی ہے وہ ایک واقع عین ہے وقد تقرر فی موضعہ ان الوقائع لا عموم لہا علاوہ ازاں اس حدیث تقریری سے ظاہر ہے کہ آٹھ رکعت کی عادت نہ تہی ورنہ ابی بن کعب رض تعجب کے ساتھ سوال اور کلام نہ کرتے لہذا فالمقصود غیرہ۔ وجہ چوتھی یہ یہ حدیث اجماع کے خلاف ہے اب اگر بالفرض صحیح السند ہو تب بھی معلول یا کہ منسوخ ہونی چاہیے چنانچہ مقدمہ ثالثہ میں ہم اس کی تفصیل کر چکے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ حضرت عمر رض سے آٹھ رکعت مروی ہیں چنانچہ مؤطا میں یہ اثر موجود ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جواب اُس کا آگے آتا ہے مسلک دوسرا ان لوگوں کا جو آٹھ رکعت کے قائل ہیں اثر خلیفہ ثانی کا ہے جس کو امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے مالک عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما

للناس باحدی عشرۃ رکعۃ قال وکان القاری یقرأ بالمئین حتی کنا نعتمد
علی العصی من طول القیام وما کنا ننصرف الا فی فروع الفجر انتہی واخرج الامام
الطحاوی فی معانی الآثار نحوہ واخرج سعید بن منصور فی سننہ من طریق الدراوردی
......عن محمد بن یوسف نحو ذلک کذا نقلہ السیوطی فی رسالتہ جواب اسکا دو
وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ محمد بن یوسف اگرچہ فی نفسہ ثقہ ہے مگر اُس نے یزید بن خصیفہ کی
مخالفت کی ہے اور وہ اُس سے زیادہ حافظ اور اجماعی سب صحاح والوں کا شیخ ہے بلکہ
جسقدر اس اثر کی سندیں اول گذر چکی ہیں محمد بن یوسف سب کا مخالف ہوا ہے۔ وجہ
دوسری یہ کہ محمد بن یوسف کی روایت مضطرب ہے کیونکہ اس روایت میں امام مالک رحمہ
اُس سے آٹھ روایت کی ہیں اور عبدالرزاق بن ہمام نے اُس سے اکیس روایت کی ہیں
چنانچہ محمد بن نصر مروزی سے ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے اور محمد بن اسحاق نے
اُس سے تیرہ رکعت روایت کی ہیں کما فی فتح الباری اور امام مالک رحمہ نے خود یزید بن خصیفہ
سے اسی سند کے ساتھ بیس رکعت روایت کیں کما مر لہذا محمد بن یوسف کی سند مضطرب
ہوئی اور وہ قسم ضعیف کا ہے واللہ اعلم۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ شاید اول زمانہ میں آٹھ
رکعت ہوں اور بعد میں بیس چنانچہ اس امر کو بہت لوگوں نے تسلیم کیا ہے قال ابن عبد البر
بعد نقل اثر عمر صلی احدی عشرۃ رکعۃ الخ روی غیر مالک فی ھذا الحدیث
ثلاثا وعشرین وھو الصحیح ولا اعلم احدا قال فیہ احدی عشرۃ الا مالکا ویحتمل
ان یکون ذلک اولا ثم خفف عنہم طول القیام ونقلہم الی ثلاث وعشرین
رکعۃ الا ان الاغلب ان قولہ احدی عشرۃ وہم انتہی وقال الزرقانی لا وہم
مع ان الجمع بالاحتمال الذی ذکرہ قریب وبہ جمع البیہقی ایضا انتہی وقال علی
القاری فی شرح المشکوٰۃ قال البیہقی روایۃ احدی عشرۃ موافقۃ لروایۃ
عائشۃ فی عدد قیامہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ وکان عمر امر بہذا العدد

اعتراض علیہ

زمانا ثم کانوا یقومون علی عهده بعشرین رکعة وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکاون علی العصی انتہیٰ۔ اسی طرح اور بہت سے علمانے تطبیق دی ہے زیادہ لکھنے کی کچھ حاجت نہیں واللہ اعلم بالصواب۔ **جواب** اس کا دو وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ ہم بیان کرچکے کہ آٹھ رکعت کی روایت مضطرب ہے اور وہ قسم ضعیف کا ہے بلکہ ایک طور سے اُس میں بھی بیس ہی ثابت ہیں چنانچہ عبدالرزاق بن ہمام کی روایت میں۔ پس ترجیح اسی کو ہوگی کیونکہ اور دو سندوں میں بیس ہی صحیح ہیں اور نیز اس کے شواہد ہیں اور آٹھ رکعت کا کوئی شاہد نہیں۔ وجہ دوسری یہ ہے کہ اگر بالفرض اسی طرح ہو جس طرح معترض نے کہا ہے تب بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیونکہ اجماع مؤخر اختلاف متقدم کا رافع ہے جیسا کہ ہم مقدمہ رابع میں اس کو ثابت کرچکے ہیں۔ حاصل یہ کہ بیس رکعت ہی عمدہ طور مشروع ہیں اور نیز اسی میں احتیاط ہے۔

بحث پانچویں یہ ہے کہ اگرچہ روایات اور عمل درآمد علماء نامدار کا مختلف رہا ہے مگر اتباع سنت وہی آٹھ رکعت ہیں پس جو شخص آٹھ سے زیادہ بڑھکر پڑھے اس کو ثواب کم ملیگا گو کہ آٹھ سے زیادہ میں گناہ نہ ہو۔ جواز اور بات ہے اور مسنون ہونا اور بات ہے۔ کہا مولوی محمد حنیف صاحب نے اپنے اشتہار میں واضح ہو کہ سلف صالحین کا گیارہ سے زیادہ رکعات پڑھنا صرف اس خیال سے تھا کہ انہوں نے کثرت نوافل سمجھکر گیارہ سے زیادہ تعداد بڑھا دی نہ یہ کہ اس کو نماز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا ہو اور گیارہ پڑھنے والوں کو طعن تشنیع سے پیش آتے ہوں جیسا کہ آجکل حنفیوں نے وتیرہ کر رکھا ہے۔ مگر اتباع نبوی میں جو ثواب ہے وہ اپنی مجوزہ رکعت میں نہیں ہو سکتا جواز اور بات ہے اور اتباع سنت اور بات ہے انتہیٰ۔ اور نیز اگر آٹھ رکعت مسنون ہے زیادہ کرنا اس وجہ سے ہے کہ احتیاط اس میں ہے یعنے اختلاف سے بچنا اور یہ وجہ گذاری جاوے کہ بیس میں آٹھ بھی داخل ہیں تو یہ بات بھی کچھ نہیں کیونکہ شارع علیہ السلام کی وضع اور تعداد کو پورا دخل ہے اور بجز اس کے کوئی عمل مقبول نہیں مثلاً اگر کوئی فرض ظہر کو چار رکعت سے زیادہ ادا کرے وہ

سعود عنہم

کب مقبول ہوگی اور اگر اس کو احتیاط قرار دیا جاوے تو پھر جن کا مذہب بیس سے زیادہ
کا ہے اس کو معمول بہ قرار دینا چاہیے۔ مثلاً چھتیس رکعت یا کہ اکتالیس وغیرہما اور حال یہ
کہ ان کے آثار بھی وارد ہیں قال القسطلانی فی ارشاد السّاری شرح صحیح البخاری
روی البیھقی فی سننہ باسناد صحیح کما قال ابن العراقی فی شرح التقریب عن
السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمر فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ
وقال الحلیمی السر فی کونھا عشرین ان الرواتب فی غیر رمضان عشر رکعات
فضوعفت لانہ وقت جد وتشمیر واختار مالک ان تصلی ستّ وثلاثون رکعۃ
غیر الوتر وقال ان علیہ العمل بالمدینۃ وقد قال المالکیۃ کانت ثلاثا وعشرین
ثم جعلت تسعا وثلاثین وذکر فی النوادر عن ابن حبیب انھا کانت اولا احدی
عشرۃ رکعۃ الا انھم کانوا یطیلون القراءۃ فیہ فثقل علیھم فزادوا فی عدد
الرکعات وخففوا القراءۃ وکانوا یصلون عشرین غیر الوتر ثم خففوا القراءۃ
وجعلوا عدد رکعاتھا ستّا وثلثین ومضی الامر علی ذلک وفی مصنف ابن
ابی شیبۃ عن داؤد بن قیس قال ادرکت الناس بالمدینۃ فی زمن عمر بن
عبدالعزیز وابان بن عثمان یصلون ستّا وثلاثین رکعۃ ویوترون بثلث
وانما فعل اھل المدینۃ ھذا لانھم ارادوا مساواۃ اھل مکۃ فانھم کانوا
یطوفون سبعا بین کل ترویحتین فجعل اھل المدینۃ مکان کل سبع اربع رکعات
وقد حکی الولی بن العراقی ان والدہ الحافظ لما ولی امامۃ مسجد المدینۃ احیی فی
ذلک سنتھم القدیمۃ مع مراعات ما علیہ الاکثر فکان یصلی التراویح اوّل
اللیل بعشرین رکعۃ علی المعتاد ثم یقوم اٰخر اللیل فی المسجد بست عشرۃ
رکعۃ فیختم فی شھر رمضان بالجماعۃ ختمتین واستمر علیہ عمل اھل المدینۃ
فھم علیہ الی الاٰن وقال النووی قال الشافعی والاصحاب لا یجوز ذلک

اى صلاتها ستا وثلاثين ركعة لغير اهل المدينة لان لاهلها شرفا وهذا
يخالف قول الشافعى المروى عنه فى كتاب المعرفة للبيهقى وليس فى شئ من هذا
ضيق ولا حد ينتهى اليه لانه نافلة فان اطالوا القيام واقلوا السجود فحسن و
هذا احب الى وان اكثروا الركوع والسجود فحسن وقال الحنابلة التراويح عشرون
ولا باس بالزيادة نصا اى عن الامام احمد انتهى ملخصا وقال الباجى كان الامر
على عشرين ركعة الى يوم الحرة فثقل عليهم القيام فنقصوا من القراءة وزادوا
الركعات فجعلت ستا وثلثين ركعة غير الشفع والوتر وروى محمد بن نصر عن
داؤد بن قيس انه قال ادركت الناس فى امارة ابان بن عثمان وعمر بن عبد العزيز
يعنى بالمدينة يقومون بست وثلاثين ركعة ويوترون بثلاث قال مالك وهو
الامر القديم عندنا انتهى وقال الترمذى فى جامعه واختلف اهل العلم فى
قيام رمضان فراى بعضهم ان يصلى احدى واربعين ركعة مع الوتر وهو قول
اهل المدينة والعمل على هذا عندهم بالمدينة واكثر اهل العلم على ما روى
عن على وعمر وغيرهما من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وهو قول سفيان الثورى
وابن المبارك والشافعى وقال الشافعى هكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين
ركعة وقال احمد روى فى هذا الوان لم يقض فيه بشئ وقال اسحق بن مختار
احدى واربعين ركعة على ما روى عن ابى بن كعب انتهى ۔ اور اگر کسی کو اس سے
زیادہ تفصیل منظور ہو وہ فتح الباری کو مطالعہ فرماوے اس میں آثار ائمہ تابعین اور تبع
تابعین کے بہت نقل فرمائے ہیں مثل اسود بن یزید اور زرارۃ بن ابی اوفی اور نافع مدنی
اور سعید بن جبیر وغیرہم وتفصیلہ فیہ اور امام عینی نے شرح صحیح بخاری میں اس سے
زیادہ بحث کی ہے اور بہت اختلاف نقل کیا ہے واللہ اعلم حاصل اس بحث کا یہ ہے کہ
اگر مسنون طور پر ہو تو آٹھ ہیں اور اگر سنت نبوی منظور نہیں تو حنفی بیس سے زیادہ

کیوں نہیں ادا کرتے واللہ اعلم - جواب اسکا یہ ہر کہ آٹھ کا مسنون ہونا ہم کو مسلّم نہیں
بلکہ مسنون وہی بیس رکعت ہیں کیونکہ ثبوت اُن کا سنّت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو چکا
اور سنت خلفاء راشدین اور مجمع علیہ صحابہ کا بھی وہی مقرر ہو چکا - رہا یہ امر کہ بیس سے
زیادہ کا عمل پس وہ سنت نبوی اور خلفاء راشدین کے بعد واقع ہے پس مسنون ہونا اُس کا
بایں طور کہ اس کو صلوٰۃ تراویح جو کہ وظیفہ مختصہ ماہ رمضان کا ہے قرار دیا جاوے ہرگز نہیں
ہو سکتا اور مقصود ہمارا وہی تھا اور ائمہ حدیث کی کلام سے جو کہ قسطلانی وغیرہ نے بیان
کیا ہے اُس سے صاف ثابت ہر کہ اہل مدینہ نے وہ رکعات جو کہ بیس پر زائد ہیں وہ بمقابلہ
طواف کعبہ کے جو کہ اہل مکّہ ہر ترویحہ کے بعد ادا کرتے تھے اختیار کی ہے نہ یہ کہ وہ رکعات اصل سنت
نبوی یا کہ سنت خلفا تھی یا کہ وہ مجمع علیہ صحابہؓ کا تھا اور نیز وہ لوگ ہر ترویحہ کو باجماعت ادا
کرکے چار رکعت فرادی فرادی ادا کرتے تھے تا کہ وہ بمقابلہ طواف اہل مکہ کے جو کہ وہ بھی فرادی
فرادی عمل تھا مساوی ہو جاوے اور اس بات کو ہم کب منع کرتے ہیں اگر بعد ہر ترویحہ کے چار رکعت
فرادی فرادی ادا کی جاوے اور اس حیثیت سے اگر بیس پر زائد ہو جاویں تو ہم کو کب مضر ہے
بلکہ جس قدر عبادت کریں اُسی قدر اجر زیادہ پاویں گے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ
بیس رکعت سُنّت نہوں اور یا کہ رکعات زائد صلوٰۃ تراویح قرار دی جاویں جو کہ ایک
وظیفہ مختصہ اس ماہ کا ہے بلکہ اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل صلوٰۃ تراویح جو کہ
خاص ماہِ رمضان کا وظیفہ ہے اہل مدینہ میں بھی وہی تھا لہذا اس وجہ سے اہل حرمین
کا اجماع بیس ہی پر مقرر رہا فاحفظہ لعلک لا تجدہ عند غیرنا - اگر کوئی اعتراض
کرے کہ پھر اس کے کیا معنے کہ اوّل آٹھ تھی اور پھر اُس پر زیادتی کرکے بیس مقرر ہوئی -
کہا علامہ قسطلانی نے وذکر فی النوادر عن ابن حبیب انھا کانت اولا احدی
عشرۃ رکعۃ الا انہم کانوا یطیلون القراءۃ فیہ فثقل علیہم فزادوا فی عدد
الرکعات الخ انتہیٰ امام شافعی کی کلام سے خود ثابت ہر کہ وہ فرماتے ہیں دلیس فی

الاعتراض علیہ

شیئی من ھذا ضیق انتہیٰ مختصراً۔ اور خود امام مالک رح سے مروی ہے کہ آٹھ سے زیادہ
خدا جانے لوگوں نے کہاں سے اخذ کیا ہے چنانچہ ابن جوزی فرماتے ہیں قال السیوطی
فی رسالتہ قال ابن الجوزی من اصحابنا عن مالک انہ قال الذی جمع علیہ الناس
عمر احب الی وھو احدی عشرۃ رکعۃ وھی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قیل لہ احدی عشرۃ بالوتر قال نعم وثلاث عشرۃ قریب قال ولا ادری من
این احدث ھذا الرکوع الکثیر وقال ابن الجوزی ان عدد الرکعات فی شہر رمضان
لا حد لہ عند الشافعی لانہ نافلۃ انتہیٰ جواب اس کا یہ ہے کہ ہم کو اس میں بحث ہے وہ
یہ کہ ابن حبیب مالکی کا یہ قول صحیح نہیں کیونکہ اہل مدینہ کا عمل قدیم سے امام مالک نے زائد
علی العشرین روایت فرمایا ہے بلکہ یہ عمل ان کا درجہ تواتر کو پہونچ چکا ہے لہذا یہ قول قابل
قبول نہیں اور ابن جوزی جو امام مالک سے نقل کرتا ہے وہ نہایت ضعیف ہے کیونکہ قائل
اس کا مجہول ہے اور قول صریح امام مالک کے مخالف ہے اور یہ امر عند الموافق والمخالف
اشہر اور اظہر من الشمس ہے کہ اہل مدینہ کا عمل درآمد امام مالک کے نزدیک قوی حجت ہے اور
ان کا خلاف امام مالک کے نزدیک خلاف صواب ہے الا ما شاء اللہ اور امام شافعی رح سے
جو نقل کیا ہے یعنے قولہ ان عدد الرکعات فی شہر رمضان لا حد لہ عند الشافعی لانہ
نافلۃ انتہیٰ تو یہ بات زائد علے العشرین پر صحیح ہو سکتی ہے نہیں پر کیونکہ امام شافعی
کے نزدیک اہل مکہ اور اہل مدینہ میں فرق ہے اہل مکہ کے واسطے امام شافعی تیئیس رکعت
مقرر کرتے ہیں اور اہل مدینہ کے واسطے زائد علی العشرین مقرر فرمایا ہے جیسا کہ امام نووی
وغیرہ کی کلام سے یہ امر بخوبی واضح ہے کیونکہ ترمذی نے قول امام شافعی کا بیس رکعت نقل
کر کے فرمایا قال الشافعی ھکذا ادرکت ببلدنا مکۃ یصلون عشرین رکعۃ انتہیٰ
اور اہل مدینہ کے واسطے فرمایا لا یجوز ست وثلاثون لغیر اھل المدینۃ لان لاھلھا
شرفا انتہیٰ۔ وعن الزعفرانی عن الشافعی رایت الناس یقومون بالمدینۃ

ابن حبیب

بتسع وثلاثين وبمكة بثلاث وعشرين وليس فی بشئ من ذلك ضيق انتهیٰ
كذا نقله الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وغیرہ فی غیرہ الحاصل یہ کہنا کہ لا حد له
زائد علی العشرین پر صحیح ہو سکتا ہے نہ غیر یہ واللہ اعلم بالصواب خلاصہ مطلب اس
رسالہ کا یہ ہے کہ ہم نے اوّل میں بیس رکعت کے ثبوت کے واسطے ایک تمہید اور چار مقدمات
مرتب کیے ہیں تمہید کا خلاصہ یہ کہ وتر اور تہجد اور تراویح تینوں غیر غیر ہیں جس سے ثابت
ہوا کہ حدیث حضرت عائشہ رض کی اعنی ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید
فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ الخ بحث ما نحن فیہ سے خارج ہے
اور اس سے مستدل کا مطلوب ثابت نہیں ہوتا کما مر تقریرہ علاوہ ازاں منقوض ہے اور اپنی
حصر پر باقی نہیں نقلاً خرج الامام عبداللہ بن احمد فی مسندہ حدثنا عبداللہ
حدثنی العباس بن الولید النرسی ثنا ابو عوانۃ عن ابی اسحٰق عن عاصم بن ضمرۃ
قال سئل علی عن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان یصلی من اللیل
ست عشر رکعۃ حدثنا عبداللہ ثنا ابو عبدالرحمن بن عمر ثنا عبدالرحیم یعنی
الرازی عن العلاء بن المسیب عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرۃ عن علی
نحوہ اس حدیث سے سولہ رکعت بغیر وتر کے ثابت صحیح ہے پس حصر باطل ہوا۔ اب دیدہ ودانستہ
اس حصر کا دم مارنا محض تعصب یا جہالت ہے بلکہ گمراہی اور مقدمہ اولی کا یہ مطلب ہے کہ جس
طرح سنت نبوی واجب الاتباع ہے اسی طرح سنت خلفاء الراشدین کی واجب الاتباع ہے
جس کا ثمرہ یہ نکلا کہ بیس رکعت خلفاء الراشدین کی سنت ہوا اور وہ واجب الاتباع ہے کما مر۔
اور مقدمہ دوسرے کا یہ مطلب ہے کہ جو امر مجمع علیہ امت کا ہو خصوصاً صحابہ کرام کا وہ امر واجب
الاتباع ہے اور خارق اس کا مخطی ہے جس کا ثمرہ یہ نکلا کہ تراویح بیس رکعت مجمع علیہ صحابہ کا ہے
پس خارق اس کا ضرور غلطی پر ہے اور مقدمہ تیسرے کا یہ مطلب ہوا کہ جو حدیث بادی
الرای میں سالم عن الجرح ہو اور وہ اجماع کے مخالف ہو وہ ضعیف یا کہ مئوّل یا کہ معلول

ہو کر متروک ہوگی اور جو حدیث بادی الرای میں ضعیف معلوم ہو مگر وہ معمول بہ اجماعاً ہو وہ مقبول ہوگی جس کا ثمرہ یہ مقرر ہوا کہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جس میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے چونکہ وہ اجماع صحابہؓ کے خلاف ہے گو اسکو کسی محدّث نے اپنے زعم میں صحیح یا حسن مانا ہے ضعیف ہے اور حال یہ کہ ہم اس کا ضعف بھی بیان کر چکے کما مرحالہ آور حدیث ابن عباسؓ کی جس میں بیس کا ثبوت ہے اگرچہ بادی الرای میں وہ ضعیف معلوم ہوتی ہے اور چند اہل حدیث نے اُس کو اپنے زعم میں ضعیف قرار دیا ہے مگر جبکہ وہ معمول بہ صحابہ و من بعدہم کا ہے وہ مقبول ہے کما مر تحقیقہ آور مقدمہ چوتھا کا یہ خلاصہ ہے کہ اجماع مؤخر اختلاف مقدم کا رافع ہے جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ اگر مرجوح طور پر حضرت عمرؓ سے آٹھ کا ثبوت مان ہی لیں اور تطبیق یوں دی جاوے کہ آٹھ تھی اور بعد میں بیس پر اجماع ہوا تو وہ اختلاف جو کہ اول میں تھا وہ مدفوع ہو کر مسئلہ بیس رکعت کا اجماعی مقرر ہوا اور باایں ہمہ وہ صحابہ جنہوں نے بیس پر اتفاق کیا وہ اُن تین راتوں میں آں جناب سرور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ جماعت میں شریک تھے پھر اگر آٹھ تھی تو انہوں نے کیوں سنت نبوی کو ترک کیا فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ اور وہ جو مولوی محمد حنیف صاحب نے ایک لغو سی بات اختراع کی ہے کہ جو سنت نبوی میں ثواب ہے وہ اپنی مجوزہ رکعت میں نہیں ہوسکتا جواز اَور بات ہے اور اتباع سنت اَور بات ہے الی آخر ما نقولہ پس وہ نہایت اُس کی بے خبری ہے .... پس پوچھتا ہوں کہ چند امور اس طرح پہ ہیں کہ مولوی محمد حنیف اور ہم مشرب اُن کے عمل میں لاتے ہیں کہ جن کا وجود زمانہ نبوت سے مدت مدید تک دور ہے جیسا کہ اذان تیسری جمعہ کے روز جس کا شروع حضرت عثمان کے زمانہ میں ہوا نہ اوّل اُس سے جیسا کہ بخاری اور مؤطا میں مروی ہے عن السّائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعۃ اوّلہ اذا جلس الامام علی المنبر علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر فلمّا کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء وفی البخاری بسند اٰخر عن السائب بن یزید

ان الذی زاد التاذین الثالث یوم الجمعۃ عثمان بن عفان حین کثر اہل المدینۃ
ولم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم موذن غیر واحد وکان التاذین یوم الجمعۃ حین
یجلس الامام علی المنبر انتہی کلام البخاری اور علاوہ ازاں اس اذان کو جو کہ اول سب سے
کہی جاتی ہے بعض صحابہؓ نے بدعت بھی کہا ہے فقد اخرج ابن ابی شیبۃ من طریق ابن
عمر قال الاذان الاول یوم الجمعۃ بدعۃ انتہی کذا نقلہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری۔
اب نیل مخترع اوسی حضرت عثمانؓ کا ہے جس نے بیس رکعت تراویح ادا کی باوجودیکہ صحابی کا
اس پر انکار بھی ہے اور مولوی محمد حنیف اور مولوی رحیم بخش صاحبان اور ہم مشرب ان کے
سنت مستمرہ نبویہ کے طور پر ادا کر رہے ہیں فما ہو جوابہم فہو جوابنا۔ اور جیسا کہ ایک
شہر میں مواضع متعددہ میں تعدد نماز جمعہ کا ہے کہ اس کا وجود زمانہ نبوت میں کیا بلکہ قرون
ثلاثہ میں بھی نہ تھا جس کے بدعت ہونے میں کچھ شک نہیں۔ اور اسی طرح تعدد نماز عید کا زمانہ
نبوت سے لے کر اخیر زمانہ خلفائے ثلاثہ تک معدوم تھا مثل عنقا کی بلکہ عنقا کا نام لوگوں میں فرضی
تو ہے نہ واقعی اور اس تعدد کا وجود فرضی بھی نہ تھا البتہ عید کا تعدد حضرت علیؓ کی خلافت
میں جاری ہوا ہے نہ قبل اس کے قال شیخ الاسلام ابن تیمیۃ فی منہاج السنۃ احدث
علی بن ابی طالب فی خلافتہ العید الثانی بالجامع فان السنۃ المعروفۃ علی عہد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان ان لا یصلی فی الحضر الا جمعۃ واحدۃ
ولا یصلی یوم النحر والفطر الا عید واحد فلما کان عہدہ قیل لہ بالبلد ضعفاء لا
یستطیعون الخروج الی المصلی فاستخلف علیہم رجلا صلی بالناس فی المسجد انتہی کلام
ابن تیمیۃ کذا نقل الفاضل اللکنوی فی اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ
قلت قال الحافظ ابن حجر فی رسالۃ تعدد الجمعۃ ذکر الاثرم عن احمد انہ قال لا اعلم
بلدا من بلاد المسلمین اقیمت فیہ الجمعتان انا تقرر ہذا واحمد من القرن الثالث
ظہر ان خیر القرون لم یقع فی زمانہم التعدد انتہی کلام الحافظ کذا نقلہ الفاضل

الکھنوی فی مجموعۃ الفتاوی۔ بلکہ بہت ائمہ کا قول ہے کہ متعدد مواضع میں ادا کرنے سے
کسی کا جمعہ نہ ہوگا۔ یا کہ بعض مواضع کا ہوگا اور بعض کا فاسد ہوگا اور تفصیل اس کی علم فروع میں
ہے واللہ اعلم بالصواب اور اسی طرح زوجہ مفقود الخبر کا نکاح دوسرے خاوند سے بلاسبب
شرعی کے یعنے موت اور طلاق اور ارتداد کے بعد گذرنے چار برس کے کسی آیت اور حدیث اور
اجماع سے ثابت نہیں اور انبلہ زمان ہمارے اس کو بجز ادلہ ثلاثہ کے روا بتارہے ہیں اور
دلیل اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتوی اور امام مالک کا قول قائم کرتے ہیں اور حال یہ کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوی سے بالکل جاہل اور ناواقف ہیں کیونکہ اس میں چند شرائط
ہیں وہ یہ کہ عورت قضا قاضی میں نالش کرے اور پھر قاضی اس خاوند کے ولی سے بعد گذرنے
چار برس کے طلاق دلاوے اور اس کے بعد چار ماہ دس روز وہ عورت عدت گذارے اور نیز
چار برس اس کو اس تاریخ سے مہلت ملے گی جہاں سے اس عورت نے مرافعہ کیا ہے نہ اس سے
قبل گو کہ بیس برس یوں ہی گذرے ہوں وہ لاحاصل ہیں جس قدر حضرت عمر رض کے اثر
کی سندیں ہیں ان کے مجموعہ کو ملا کر دیکھو سب شرائط ان میں موجود ہیں۔ اب خیال کرو کہ
اس ہمارے ملک میں آجکل کس کو قضا کا اختیار ہے اور باقی شرائط کب موجود ہوتی ہیں تعجب
تو یہ ہے کہ مخالف ہمارا حضرت عمر رض کا رجوع کرنا اس فتوی سے بھی نہیں جانتا اور مطلب کے
واسطے مجنون ہو رہا ہے کیونکہ ان کا رجوع صحیح ہے کما نقلہ الامام ابن الہمام فی فتح القدیر
وصاحب الہدایۃ فی الہدایۃ وقد نقل الشیخ سلام اللہ فی حاشیۃ الموطا تخریج
ہذا الاثر عن عبد الرزاق بن ہمام اور امام مالک کے قول سے بھی غافل ہے کیونکہ امام
مالک نے چار برس کا فتوی اس مفقود الخبر کے حق میں فرمایا ہے جو کہ صف قتال میں
گم ہوا جس میں مظنہ موت کا ہو نہ تقسیم کے مفقود میں جس کو شک ہو وہ فتح الباری شرح صحیح بخاری
کو مطالعہ کرے واللہ اعلم اس مسئلہ کی تفصیل میں نے ایک رسالہ مستقل میں بیان کی ہے جو
چاہے اس میں دیکھے۔ علاوہ ان مسائل کے بہت سی صورتیں ہیں جن میں آیت اور

اور حدیث مرفوع اور اجماع کا وجود نہیں اور مدعی آٹھ رکعت کا اُن کو سنت مستمرہ کے طور
پر عمل میں لا رہا ہے۔ اسی قسم کے لوگوں پر صادق ہے آیت لم تقولون ما لا تفعلون
اور نیز ہم پوچھتے ہیں کہ اگر فقط آٹھ رکعت میں اجر زیادہ ہے اور اس سے زیادہ
عبادت کرنے میں اجر کم ہے بہ سبب اس کے کہ حصر کرنا آٹھ میں فعل نبوی ہے اور اسپر
زائد فعل نبوی نہیں تو اب تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور اولیا کاملین جنہوں نے
تمام شب قیام کیا اور سو سو رکعت ادا کی بلکہ اس سے زیادہ اور نہایت عبادت شاقہ اختیار
کی وہ لوگ سب کے سب خلاف سنت اور محض بے فائدہ اوقات ضائع کرنے والے ہوئے
اس واسطے کہ اگر ہم لوگوں کی طرح عشا کی نماز ادا کر کے عمدہ طور پر خواب نوشیں فرماتے
اور فقط اخیر شب میں جاگ کر آٹھ رکعت ادا کر کے سو جاتے اور وقت فجر کے جاگ کر
نماز فجر ادا کرتے تب موافق سنت نبوی کے ہوتے اور اجر زیادہ حاصل کرتے مثل مشہور
ہے مرغی کی جان بھی گئی اور کھانے والے کو بھی مزا نہ آیا۔ تمام شب محنت کر کے گیارہ
رکعت ادا کرنے والے کی برابر نہ ہوئے کہ جس نے نیند کا مزا بھی اڑایا اور اجر زیادہ پایا
اب اے لوگو میں عرض پرداز ہوں کہ میرے اس سخن کی تم داد دو کہ یہ عقیدہ شیطانی
ہے یا کہ نور نبوت ہے۔ کیونکہ ہزارہا کتب احادیث اور اسماء الرجال کی اس مسئلہ سے پر
ہیں کہ ہزارہا ائمہ دین اور اولیاء صالحین نے اس قدر عبادت شب کو ادا کیا ہے اور اہل حدیث
... لوگ اُن کے ثنا خوان ہیں اور معرض مدح میں اُن کی یہ عبادات وارد کرتے ہیں
اُن میں سے مشتے نمونہ از خروار برادران دین کی خدمت میں بطور تحفہ کے ہدیۃً گذرانتا
ہوں مگر بحث جدید کی حاجت نہیں بلکہ کتاب اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد
لیس ببدعۃ میں سے چند اشخاص کا ذکر اختصار کے طور پر بیان کرتا ہوں اور وہ کتاب
نہایت عمدہ اور معتبر تصنیف مولوی عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو کہ ایک
اجل فاضل ہوا ہے ذکر المجاهدين من الصحابة منهم صاحب الحياء والعرفان

سیّدنا عثمان بن عفان اخرج ابونعیم فی الحلیۃ من طریق الزبیر بن عبداللہ عن جدۃ
لہ یقال لہا رهیمۃ قالت کان عثمان یصوم الدهر ویقوم اللیل الا ہجعۃ من اوّلہ
انتہی واخرج عن عثمان بن عبدالرحمٰن التیمی قال لی ابی لاغلبن اللیلۃ علی
المقام فلما صلّیت العتمۃ تخلصت الی المقام حتی قمت فیہ فبینا انا قائم اذا
رجل وضع یدہ بین کتفی فاذا ہو عثمان بن عفان فبدأ بام القرآن فقرأ حتی
ختم القرآن فرکع وسجد ثم اخذ نعلیہ فلا ادری اصلی قبل ذلک شیئا ام لا و
اخرج عن ابن سیرین قال قالت امرأۃ عثمان حین اطافوا بہ یریدون قتلہ
ان تقتلوہ او تترکوہ فانہ کان یحیی اللیل کلہ فی لیلۃ یجمع فیہا القرآن
ومنہم الناطق بالحق والصّواب سیّدنا عمر بن الخطاب قال ابن کثیر فی تاریخہ
کان عمر بن الخطاب رض یصلی بالناس العشاء ثم یدخل بیتہ فلا یزال یصلّی الی
الفجر وما مات حتی سرد الصّوم انتہی۔ ومنہم عبداللہ بن عمر بن الخطاب اخرج
ابونعیم فی الحلیۃ عن نافع ان ابن عمر کان یحیی اللیل صلوٰۃ ثم یقول یا
نافع اسحرنا فیقول لا فیعاود الصّلوٰۃ فیقول یا نافع اسحرنا فاقول نعم فیقعد
ویستغفر اللہ ویدعو الی الصبح واخرج عنہ ان ابن عمر کان اذا فاتتہ صلوٰۃ
العشاء فی جماعۃ احیی بقیۃ لیلۃ ومنہم تمیم الدّاری قال ابوسعد السمعانی
فی کتاب الانساب کان تمیم الداری یختم القرآن فی رکعۃ وربما ردد الآیۃ
الواحدۃ اللیل کلہ حتی الصّباح انتہی مختصرا وقال ابن حجر المکی فی فتح المبین
نحو ذلک ومنہم شداد بن اوس فاخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن اسد بن وداعۃ
عن شداد الانصاری انہ کان اذا دخل الفراش ینقلب علی الفراش لا یاخذہ
النوم فیقول اللہم انّ النار اذہب عنی النوم فیقوم فیصلی حتی یصبح ذکر
المحب هذا ومن التابعین واتباعہم وغیرہم منہم عمیر بن ہانی فاخرج الترمذی

فی ابواب الدّعا عن مسلمۃ بن عمر قال کان عمیر یصلی کلّ یوم الف رکعۃ و
یسبّح مائۃ الف تسبیحۃ انتہیٰ ومنہم اویس القرنی الذی امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اصحابہ بالاستغفار منہ آخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن اصبغ بن زید قال کان
اویس القرنی اذا امسی یقول ھٰذہ لیلۃ الرکوع فیرکع حتی یصبح وکان
اذا امسی یقول ھٰذہ لیلۃ السجود فیسجد حتی یصبح ومنہم عامر بن قیس آخرج
ابونعیم عن ابن وھب ان عامر بن قیس کان من العابدین وفرض علی نفسہ
فی کلّ یوم الف رکعۃ ومنہم مسروق بن عبدالرحمٰن فقد نقل شیخ الاسلام
الذھبی فی العبر باخبار من عبر کان مسروق یصلی حتی تورم قدماہ وقال
ابن کثیر فی تاریخہ قالت امرأۃ مسروق ماکان یوجد الا وساقاہ قد
انتفخا من طول الصّلوٰۃ انتہیٰ ومنہم الاسود بن یزید النخعی الکوفی قال
شیخ الاسلام الذھبی والامام الیافعی وردانہ کان یصلی فی الیوم واللیلۃ
سبع مائۃ رکعۃ وآخرج ابونعیم فی حلیۃ الاولیاء عن ابراھیم النخعی قال
کان الاسود یختم القرآن فی رمضان فی کلّ لیلتین وکان ینام بین المغرب
والعشاء وکان یختم فی غیر رمضان فی کل ست لیال انتہی ومنہم سعید بن
المسیّب احد الفقہاء السبعۃ من اھل المدینۃ واحد الحفاظ من التابعین
اخرج ابونعیم عن عبدالمنعم بن ادریس عن ابیہ قال صلی سعید بن المسیب
الغداۃ بوضوء العشاء خمسین سنۃ ومنہم عروۃ بن الزبیر بن العوام احد
الفقہاء السبعۃ المذکورۃ قال شیخ الاسلام الذھبی کان یقرأ کل یوم ربع
الختم فی المصحف ویقوم اللیل فما ترک الا لیلۃ قطعت رجلہ انتہیٰ ومنہم
صلۃ بن اشیم فآخرج الحافظ ابونعیم فی الحلیۃ عن مالک بن مغول قال
کان بالبصرۃ ثلاثۃ متعبدون صلۃ بن اشیم وکلثوم بن الاسود ورجل آخر

وکان صلة اذا جاء اللیل خرج الی اجمة متعبدا لله ففطن رجل فقام فی
الاجمة فنظر الی عبادته فاتی سبع فاتاه صلة وقال قم فابتغ الرزق فذهب
ثم قام لعبادته فلما کان وقت السحر قال اللهم ان صلة لیس باهل ان یسئلک
الجنة ویکون سترا من النار انتہی - ومنہم ثابت بن اسلم البنانی صاحب انس
ابن مالک رضی الله عنه قال ابوسعد السمعانی کان من اعبد اهل البصرة انتہی
واخرج ابونعیم فی الحلیة من طریق محمد بن سنان عن ابیه قال انا والله
ادخلت ثابتا فی لحده ومعی حمید الطویل او رجل غیره شک محمد فلما سوینا
علیه التراب سقطت لبنة فاذا هو قائم یصلی فی قبره فقلت للذی معی
الا تری فقال اسکت فلما سوینا علیه التراب اتینا ابنته فقلنا ماکان
عمل ابیک فقالت مارایتم فاخبرناها فقالت کان یقوم اللیل خمسین
سنة فاذا کان السحر قال اللهم ان کنت اعطیت احدا من خلقک الصلوٰة
فی قبره فاعطنیها فما کان الله لیرد ذلک الدعاء انتہی واخرج عن شعبة
بن الحجاج قال کان ثابت یقرأ القران فی یوم ولیلة ویصوم الدهر ومنهم
الامام زین العابدین من سادات اهل البیت قال شیخ الاسلام الذهبی
نقلا عن مالک کان یصلی فی الیوم واللیلة الف رکعة الی ان مات قال
وکان یسمی زین العابدین لعبادته انتہی - ومنہم امام المحدثین والمفسرین
قتادة بن دعامة البصری اخرج ابونعیم فی الحلیة عن سلام بن ابی مطیع
ان قتادة کان یختم القران فی کل سبع لیال مرة فاذا جاء رمضان ختم
فی کل ثلث لیال مرة فاذا جاء العشر ختم فی کل لیلة مرة انتہی ومنہم سعید
ابن جبیر احد ائمة المحدثین والمفسرین نقل الامام الیافعی انه قرأ القران
فی رکعة فی البیت الحرام وقال وفاء بن ایاس قال لی سعید بن جبیر فی

رمضان امسک علی المصحف فما قام من مجلسہ حتی ختم القرآن انتہی۔
وقال محمود بن سلیمان الکفوی فی اعلام الاخیار فی طبقات الفقہاء المذہب
النعمان المختار قال اسمعیل بن عبد الملک کان سعید بن جبیر یومنا فی رمضان
فیقرأ لیلۃ بقراءۃ ابن مسعود ولیلۃ بقراءۃ زید بن ثابت وعن ہلال بن
یساف قال دخل سعید بن جبیر الکعبۃ فقرأ القرآن فی رکعۃ انتہی ومنہم
سلیمان بن طرخان ابو المعتمر اخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن عبد اللہ بن المبارک
قال اقام سلیمان التیمی اربعین سنۃ امام الجامع بالبصرۃ یصلی العشاء و
الصبح بوضوء واحد انتہی ومنہم منصور بن زاذان فاخرج ابونعیم فی الحلیۃ
عن ہشام بن حسان قال کنت اصلی انا ومنصور جمیعا وکان اذا جاء رمضان ختم القرآن
فی ما بین المغرب والعشاء ختمتین ثم یقرأ الی الطواسین قبل ان تقام الصلوۃ و
کانوا یؤخرون العشاء فی رمضان الی ان یذہب ربع اللیل ومنہم علی بن عبد اللہ
ابن عباس بن عبد المطلب المدنی قال الحافظ ابن حجر فی تہذیب التہذیب کان یدعی
السجاد لکثرۃ صلوتہ وقال ضمرۃ حدثنی علی قال کان علی بن عبد اللہ یسجد کل یوم
الف سجدۃ وقال میمون بن زیاد العدوی کان یصلی فی کل یوم الف رکعۃ انتہی وقال
شیخ الاسلام الذہبی فی العبر باخبار من غبر قال الاوزاعی وغیرہ کان یسجد کل یوم
الف سجدۃ انتہی واخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن علی بن ابی جبلۃ والاوزاعی قال کان
علی بن عبد اللہ یسجد کل یوم الف سجدۃ واخرج عن الحسن بن محمد بن کویب قال کان
علی یصلی فی یوم الف سجدۃ یزید خمسمائۃ رکعۃ انتہی۔ ومنہم الامام الہمام سید الفقہا
من التابعین وغیرہم ابوحنیفۃ الامام الاعظم وہذا الامام لاحاجۃ الی ذکر عبادتہ و
ریاضتہ فانہ مشہور عند المخالف والموافق بل لم یحسد علیہ اعدائہ فلم یطعنوا علیہ الا
بکثرۃ العبادۃ حیث تتبعوا عیوبہ ولکنہم بحمد اللہ لم یصلوا الی مرامہم بل خابوا وخسروا

وانی جمعت بحمد اللہ مناقب ھٰذا الامام ومناقب صاحبیہ ابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ
علیہم وعلی اشیاخہم واتباعہم فی رسالتی المسمّی بتنویر الحلک بمناقب الائمۃ الثلاثۃ
وقد طبع بحمد اللہ واحسانہ ومنہم سعد بن ابراھیم الزھری قال الذھبی والیافعی
قال شعبۃ کان سعد یصوم الدھر ویختم کل یوم انتہی۔ ومنہم ابراھیم بن ادھم اخرج
ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی اسحٰق الفزاری کان ابراھیم فی شھر رمضان یحصد الزرع
بالنہار ویصلی باللیل فمکث ثلثین یوما لا ینام باللیل ولا بالنہار۔ ومنہم امیر المؤمنین
فی الحدیث شعبۃ بن الحجاج اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن عمر بن ھارون کان شعبۃ یصوم
الدھر وقال الذھبی فی العبر کان شعبۃ یصلی حتی تورم قدماہ انتہی۔ ومنہم فتح بن سعید
الموصلی اخرج ابو نعیم عن ابراھیم بن عبد اللہ قال صرع فتح الموصلی فرح فقال
ابتلیتنی ببلاء الانبیاء علی بشکر ھٰذا ان اصلی اللیلۃ اربعمائۃ رکعۃ انتہی۔ ومنہم امام
الائمۃ امام المذھب الامام الشافعی اخرج ابو نعیم عن الربیع بن سلیمان صاحب الشافعی
یقول کان الشافعی یختم فی کل شھر رمضان ستین ختمۃ ما منہا شئ الا فی صلوٰۃ
واخرج بسند اٰخر عنہ نحوہ وقال الامام النووی فی تہذیب الاسماء قال الربیع نمت
فی منزل الشافعی فلم یکن ینام الا یسیرا وقال الامام الحمیدی شیخ البخاری کان الشافعی
یختم القرآن کل یوم ختمۃ انتہی کلام النووی بعینہ ومنہم امام المذھب سید الفقہاء
والمحدثین امام الجرح والتعدیل احمد بن حنبل اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن عبد اللہ
ابن احمد قال کان لابی فی کل یوم ولیلۃ ثلاث مائۃ رکعۃ فلما مرض من الاسواط ضعفتہ
فکان یصلی کل یوم ولیلۃ مائۃ وخمسین رکعۃ وکان قرب من الثمانین انتہی ومنہم احمد
ابن محمد بن سہل بن عطاء ابو العباس قال ابو نعیم سمعت ابا الحسن محمد بن علی صاحب
الجنید بن محمد یقول صحبت ابا العباس بن عطاء عدۃ سنین متادبا بادابہ وکان لہ
فی کل یوم ختمۃ وفی کل شھر فی کل یوم ولیلۃ ثلاث ختمات انتہی۔ ومنہم ابو عثمان

السلمی الکوفی الحافظ قال الذہبی فی العبر باخبار من غبر قال زائدۃ صام اربعین
سنۃ وکان یحیی اللیل کلہ انتہی ومنہم واصل بن عبد الرحمن البصری قال شیخ الاسلام
الذہبی فی العبر باخبار من غبر قال ابو داؤد الطیالسی کان یختم القرآن فی کل لیلۃ
ومنہم محمد بن عبد الرحمن المدنی قال الذہبی والیافعی کان یصلی اللیل اجمع ویجتہد فی
العبادۃ انتہی ومنہم وکیع بن الجراح امام الائمۃ فی الفقہ والحدیث من تلامذۃ الامام
الاعظم واشیاخ احمد بن حنبل قد نقل محمود بن سلیمان الکفوی فی اعلام الاخیار
قال یحیی بن اکثم صحبتہ فی الحضر والسفر وکان یصوم الدہر ویختم القرآن کل لیلۃ وعن
محمد بن جریر قال مکث وکیع بعبادان اربعین لیلۃ وختم اربعین مرۃ وتصدق
باربعین درہم انتہی۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ یہ اولیاء اللہ صحابہ اور تابعین وغیرہم اس قدر
عبادت کرتے تھے اور اگر سب کا شمار ہو تو طاقت بشری سے باہر ہے اگر زیادہ رکعت
اور قیام میں اجر کم تھا بہ نسبت اس شخص کے جس نے اخیر شب میں یا کہ اول شب میں گیارہ
رکعت ادا کر کے خواب نوشیں کا مزا اڑایا تو اب اولیاء اللہ نے کیا نفع پایا۔ اگر کوئی کہے کہ
ان صاحبوں کے واسطے کوئی دلیل آیت یا حدیث موجود ہے کہ جائے تمسک اور عروہ وثقی
ان کے واسطے ہو یا کہ نہ تو جواب اس کا یہ ہے کہ تمام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اس میں
وارد ہے قال اللہ تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون وقال اللہ فی وصف
عبادہ والذین یبیتون لربہم سجدا وقیاما وقال اللہ تعالیٰ کانوا قلیلا من اللیل ما یہجعون
نحو ذلک من الآیات العامۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افلا اکون عبدا شکورا
فی جواب عائشۃ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر کما ہو مصرح فی بخاری
وغیرہ عن جماعۃ من الصحابۃ حین کان یقوم تمام اللیل وتورم قدماہ .... البتہ
وہ عبادت جس کا ثبوت قرون ثلثہ میں نہیں اور عمومات کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے اور اجماع سے اس کو کسی مجتہد نے استنباط نہیں فرمایا اور یا کہ کسی نے محض اپنے

تحسین سے اختراع کیا اور دوسرے نے اُس کو رد کر کے اُس پر انکار کیا وہ بدعت ہی اُس سے
اجتناب ضروری ہے اور اس کے نظائر اور مثالیں علم حدیث اور فقہ میں بہت وارد ہیں
منہا رفع الیدین فی خطبۃ الجمعۃ فقد اخرج مسلم وابوداؤد عن حصین بن عبد الرحمن
قال رای عمارۃ بن رویبۃ بشر بن مروان وھو یدعو فی یوم الجمعۃ فقال قبح اللہ
ھاتین الیدین لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی المنبر ما یزید علی ھذا
یعنی السبابۃ التی تلی الابھام ومنہا ما اخرج الترمذی عن مجاھد قال کنت مع ابن
عمر فثوب رجل فی الظھر او العصر فقال اخرج بنا فان ھذہ بدعۃ واخرج ابن ابی شیبۃ
عن مجاھد ان ابا محذورۃ قال الصلوۃ الصلوۃ فقال عمر ویحک امجنون انت اما
کان فی دعائک الذی دعوتنا ما تاتینک ومنہا ما اخرج الامام احمد فی مسندہ عن
غضیف بن الحارث قال بعث عبد الملک بن مروان فقال انا قد جمعنا الناس علی
رفع الایدی علی المنبر یوم الجمعۃ وعلی القصص بعد الصبح والعصر فقال اما انہما امثل
بدعکم ولست بمجیبکم الی شئ منہما لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما احدث قوم
بدعۃ الا رفع من السنۃ مثلہا فتمسک بسنۃ خیر من احداث بدعۃ اور اگر تتبع
کیا جاوے تو بہت سے افعال اور اقوال لوگوں میں مروج ہیں کہ انہوں نے اُن کو محض حسبۃ للہ
اختراع کیا ہے اور صحابہ و تابعین و مجتہدین نے اُن کو بُرا جانا ہے پس وہ بدعت سیئہ ہیں
اُن سے اجتناب ضرور ہے گو کہ صورت اور شکل اُن کی بادی الرای میں لوگوں کی نظر میں نیک
معلوم ہو اور یہ امر جس میں ہم بحث کر رہے ہیں کہ اللہ تعالی کی عبادت شب کو نفل اور قیام
اللیل تمام رات بھر تک یا کہ ختم قرآن مجید مع شرائط خشوع و خضوع و آداب کے اور مع نشاط
اور لذت کے اگر کوئی کرے تو یہ عین مراد خدا و رسول کی ہے اور اولیاء اللہ کو تو اس میں عین
زندگی اور حیات القلوب ہے دیکھو اُن کی کلام کو فقد قال غوث الثقلین فی الغنیۃ و
اما قیام جمیع اللیل فھو فعل الاقویاء الذین سبقت لھم منہ العنایۃ واحاط علی

قلوبهم التوفيق ونور الجلال ثم الجمال فجعل القيام بالليل موهبة لهم وخلعة لم يسلبه منهم مولاهم عز وجل حتى اللقاء، وقد روى عن عثمان رضی الله تعالیٰ عنه انه كان يحيى الليل بركعة واحدة يختم فيها القرآن وذكر من اربعين رجلا من التابعين انهم كانوا يحيون الليل كله ويصلون صلوٰة الغداة بوضوء العشاء اربعين سنة صح النقل عنهم واشتهر انتهی وقال حجة الاسلام الامام محمد الغزالی فی احياء العلوم اعلم ان احياء الليل كان شان الاقوياء الذين تجردوا للعبادة الله تعالیٰ وتلذذوا بمناجاته وصار غذاء هم وحياة لقلوبهم فلم يتعبوا بطول القيام ورد المنام الى النهار فی وقت اشتغال الناس وحكى ذلك على سبيل التواتر عن اربعين رجلا من التابعين وكان فيهم من واظب عليه اربعين سنة منهم كهمس بن المنهال وكان يختم فی الشهر تسعين ختمة وما لم يفهم رجع وقرأ مرة اخرى انتهی كلام الغزالی بعينه قلت ومنهم الامام الهمام ابو حنيفة النعمان كما ذكرت مناقبه وفضائله فی رسالتی تنوير الحاسة فی مناقب الائمة الثلاثة بما لا مزيد عليه وقد طبع بحمد الله تعالیٰ وللفاضل اللكهنوی رسالة انيقة سماها اقامة الحجة على ان الاكثار فی التعبد ليس ببدعة وحقق فيها تحقيقا فی اكثار التعبد بحسب الطاقة ورد على من انكره...... انكارا شديدا وحقق فيها امر التراويح وايضا رسالة حسنة فی اثبات التراويح عشرين ركعة بما لا مزيد عليه جزاه الله تعالیٰ فی الدارين خيرا عنی وعن جميع المسلمين آمين۔ بہر خاص وعام کو اشتہار دیا جاتا ہے اور تنبیہ کے طور کہا جاتا ہے۔

ہر چند میں نے اس رسالہ میں فرق مخالف کی خیانت داری اور دابہ فریبی ظاہر کر دکھائی ہے مگر نہایت عمدہ سے عمدہ تقریر دلپذیر ایک اور تم کو سناتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے ایک رسالہ بچشم خود دیکھا اور مطالعہ کیا جسکا مصنف مولوی عبداللہ...... چکڑالوی ہیں اور مہتمم اس کے طبع کرانے کا محمد چٹو تاجر ریشم لاہور مسجد چینیاں ہیں ان دونوں صاحبوں کی تقریر

کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ تراویح کی نماز کو جماعت سے ادا کریں وہ نہایت درجہ کے بُرے اور مجرمان خدا و رسول ہیں اور مصداق مغضوب علیہم کے ہیں چنانچہ اوّل اُن کی کچھ عبارتیں بندہ آپ لوگوں کے روبرو پیش کرتا ہے اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز اُن کا رد عمدہ طور کرے گا۔ مگر منصف لوگ انصاف فرما کر داد حق رسی انعام فرماویں وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

مولوی عبداللہ چکڑالوی کی عبارت صفحہ دس ۱۰ میں یہ ہے۔ سوال جبکہ متبدعین کا یہ حال ہے تو عمرؓ نے مسجد میں بوقت اوّل شب ایک امام پر لوگوں کو کیوں جمع کیا انتہی مختصراً۔ جواب اس کی دو وجہیں ہیں اوّل آپ پر زید بن ثابت اور ام المومنین عائشہؓ کی حدیثیں مخفی تھیں جن میں ممانعت کا بیان ہے ورنہ مخالفت اُن کی کیونکر ہو سکتی انتہی مختصراً۔ اور صفحہ ۵۸ میں آپ یوں دُرّ افشانی کرتے ہیں:۔ سوال پنجم پھر حدیث شریف کے اس حصّہ کے کیا معنے ہوں گے کہ میں فرضیّت سے ڈرا تھا انتہی۔ جواب کوئی عبادت ہو عموماً و خصوصاً ہرگز ثابت نہ ہو سکیگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے خوف فرضیّت کے ترک کی ہو اور ثواب حاصل کرنے سے روک دیا ہو الخ الی ان قال اصل مراد حدیث مذکور کی یہ ہے کہ وہ لوگ بلا اجازت خدا و رسول خود بخود مسجد میں یہ عبادت کرنی چاہتے تھے۔ اور اس قسم کا امر بدعت ہوتا ہے اور کلُ بدعت مغضوب عند اللہ اور بباعث شدّت غضب و مقت کے وہ قہار اُن پر فرض کر دیتا ہے انتہی کلامہ مختصراً ملخصاً غایۃ الاختصار۔ اور صفحہ ۶۲ میں فرماتے ہیں کہ مراد اس حدیث سے یعنے مسجد میں باجماعت شب خیزی کو خدا اور رسول نے متروک اور معاف فرمایا تھا اور کہا کہ تم لوگ اپنے گھروں میں جا کر نماز پڑھو کیونکہ یہ امر موجب فرضیّت و مقت و غضب الٰہی کا ہے انتہی مختصراً ملخصاً۔ اور صفحہ ۶۳ میں اِرقام فرماتے ہیں سوال جامع ترمذی وغیرہ میں ابوذر غفاریؓ کی حدیث میں ہے فلما کانت الخامسۃ قام بنا حتی ذھب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ لو نفلتنا قیام ھٰذہ اللیلۃ فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب لہ

قیام لیلۃ فلمّا کانت الثالثۃ جمع اہلہ ونساءہ والناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیۃ الشہر انتہی بقدر الحاجۃ جواب ان سب حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اوّل زمانہ میں تین روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جماعت قیام رمضان ثابت ہے بعدہ وہ فعل منسوخ ہوکر متروک ہوگیا اور اسی پر وفات ہوئی اور فعل مؤخر ناسخ مقدم کا ہوتا ہے اور علیکم بالصّلوٰۃ فی بیوتکم ناسخ ہے پس بلا ریب اظہر طور پر صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی رات قیام گھروں میں فرادی فرادی سوائے جماعت کے گیارہ رکعت حسن طور پر کی جاویں کیونکہ با جماعت پڑھنے سے تو غضب رسول کا بیان ہوچکا حدیث زید بن ثابت والی میں اور اسی حدیث میں بھی یہ حکم صاف ہوچکا ہے فعلیکم بالصّلوٰۃ فی بیوتکم انتہی مختصراً ملخصاً غایۃ الاختصار اور صفحہ ۶۷ میں رقم فرماتے ہیں سوال جس نماز کا گھروں میں حکم دیا وہ تہجد نماز ہے قیام رمضان اور چیز ہے اس کی ممانعت مسجد میں کس طرح ہوسکتی ہے انتہی جواب جملہ احادیث سے اظہر طور پر پایا جاتا ہے کہ نماز تہجد ہی مراد ہے اور ماہ مبارک رمضان میں بھی وہی شب خیزی مراد ہے فقط الخ مختصراً ملخصاً غایۃ الاختصار اور حضرت عمرؓ کے جماعت فرمانے سے یوں جواب دیا کہ اُن پر احادیث منع کی مخفی رہی ورنہ انتظام جماعت کا جو بدعت ہے نہ کرتے اور سیاست کے طور پر تھا انتہی مختصراً اور میاں محمد چھٹو صاحب اپنی رسالہ کے اخیر میں مولوی محمد صاحب بکھنوی کے خط کے جواب میں یہ ارشاد بطور ہدایت نامہ کے فرماتے ہیں کہ ہم نماز تراویح اول شب میں مسجد میں باجماعت پڑھنی عمدًا ان ہی میں جانتے ہیں خواہ گیارہ رکعت ہوں خواہ بیس رکعت کیونکہ ہم لوگ اُن کے ہاتھوں کو پکڑتے ہیں جو لوگ حکم علیکم بالصّلوٰۃ فی بیوتکم کا تخالف کرتے ہیں الخ انتہی مختصراً ملخصاً غایۃ الاختصار۔ اب اس سے زیادہ عبارات لکھنی اُن دونو صاحبوں کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ لب لباب اور مغز اُن کی تحریرات کا مع اُن کے ہمشربوں کے اور خلاصہ اصلی اُن کا یہی ہے جو مرقوم ہوا ہے۔

اب میں اہل علم بالانصاف سے سائل ہوں کہ یہ عقائد اُن کے سراسر ضلالت اور خیانت فی دین اللہ

اور ظلمات بعضہا فوق بعض ہیں یا کہ منور بنور نبوت ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مقصود اصلی اور ماحصل اُن کی ان تقریرات کا چند امور ہیں اول تراویح نماز بجز تہجد کے کوئی شرع میں وجود نہیں رکھتی پس اس کی بحث بوجہ اتم میں خود اول کر چکا ہوں مفصل طور پر قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری تحت حدیث زید بن ثابت حتی خشیت علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم به فصلوا ایها الناس فی بیوتکم انتہی یحتمل ان یکون المخوف افتراض قیام رمضان خاصة فقد وقع فی حدیث الباب ان ذلك كان فی رمضان وفی روایة سفیان بن حسین خشیت ان یفرض علیکم قیام هذا الشهر فعلی هذا یرتفع الاشکال لان قیام رمضان لا یتکرر کل یوم فی السنة فلا یکون قدرا زائدا علی الخمس انتہی کلام ابن حجر مختصراً لہذا حدیث سفیان بن حسین کی جو زہری سے راوی ہے اُس سے صاف ثابت ہو کہ یہ نماز علاوہ تہجد کی ہے جس کو ماہ رمضان سے علاقہ خصوصیت کا ہے اسی واسطے آپ نے اضافت کے ساتھ فرمایا یعنی قیام هذا الشهر فرمایا اور قیام فی هذا الشهر نہ فرمایا اور تفصیل باقی اُس کی اول گذر چکی امر دوسرا یہ کہ حضرت عمر رضہ کو احادیث منع کی یعنے حدیث زید بن ثابت اور ام المومنین عائشہ رضہ کی مخفی تھی تو جواب اس کا چند وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ ہم اول ثابت بسند صحیح کر چکے ہیں کہ حضرت عمر رضہ اُن شبوں میں آپ کے ساتھ جماعت میں شریک ہیں بلکہ حضرت عمر رضہ ہی تھے جنہوں نے آں جناب کو گھر سے آواز دیکر بلایا وقد مر مفصلاً۔ وجہ دوسری یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اگر اور سب صحابہ پر مخفی تھی تو خود ام المومنین پر تو ظاہر تھی اور حال یہ کہ وہ خود بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جماعت کے ساتھ ادا کرتی تھیں۔ فقد قال الامام البخاری فی صحیحہ تعلیقاً وكانت عائشة رضہ یؤمها عبدها ذکوان من المصحف انتہی وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وصله ابن ابی شیبة قال حدثنا وکیع عن هشام بن عروة عن ابن ابی ملیکة عن عائشة رضہ انها اعتقت غلاما عن دبر فكان یؤمها فی رمضان فی المصحف انتہی واخرج امام الائمة الامام محمد فی کتاب الآثار عن ابراهیم النخعی ان عائشة كانت تؤم النساء فی شهر رمضان[۱]

[۱] انتہی عن الزہری عند احمد انتہی ۱۲ فتح الباری

فتقوم وسطا انتہی امر تیسرا یہ کہ تراویح مسجد میں با جماعت بدعت اور راشد منع موجب غضب و قہر الٰہی ہے پس جواب اس کا چند وجہ پر ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ خود ابو ہریرہ رضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مرفوع روایت فرماتے ہیں یعنی من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه قال ابن شهاب فتوفی رسول الله صلی الله علیه وسلم والامر علی ذلك ثم کان الامر فی خلافة ابی بکر و صدرا من خلافة عمر علی ذلك انتہی اخرجه مسلم فی صحیحه و غیره فی غیره۔ اور وہی ابو ہریرہ رضہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو جماعت قیام رمضان کراتے دیکھا اور فرمایا اصابوا ونعم ما صنعوا اخرجه ابوداؤد وقد وصله مفصلا واسناده حسن اگر جماعت تراویح زنا آپکا واسطے منسوخ کرنے کے تھا تو ابی بن کعب کی جماعت کو اصابت رای کا حکم دینا اور فعل مدح کے ساتھ اس کی مدح کرنی اس کے کیا معنے وجہ دوسری یہ کہ تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان کے تابعین اور تبع تابعین ومن بعدہم جنہوں نے انتظام کرکے مسجد وں میں بندوبست کرکے امام مقرر کیے اور اس امر کی مدح اور ثنا خوانی فرمائی وہ کون ہوئے۔ اب ان کے آثار سعادت جو اہل حدیث نے لکھے ہیں کسی قدر بیان کرتا ہوں فقد اخرج البیهقی من طریق عروة ان عمر اول من جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بالرجال وکان تمیم الداری یصلی بالنساء وفی روایة محمد بن نصر فی ذکر امام النساء سلیمان بن ابی حثمة قال ابن حجر لعل ذلك کان فی وقتین انتہی کذا نقله الفاضل الکنوی فی حاشیة الموطا وقال امام الائمة الامام محمد لا باس بالصلوٰة فی شهر رمضان ان یصلی الناس تطوعا بامام لان المسلمین قد اجمعوا علی ذلك وراوه حسنا وقد روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال ما راه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن انتہی قلت کلام الامام محمد رح صحیح لا شبهة فیه۔ وخلافه باطل لا ریب فیه اما قوله ما راه المومنون الخ فصحیح کما بسطناه فی المقدمة الاولی و الثانیة فان الخلفاء الراشدین والائمة المجتهدین قد حکموا بتحسینه واهتموا به ذلك

الفاضل الکنوی فی حاشیۃ المؤطا لم یرو عن الصحابۃ فی زمان الخلفاء فمن بعدھم الانکار علی ذلک بل قدروا فقوا عمر رضہ فی کونہ حسنا و باشروا بہ وامروا واھتموا بہ فاخرج البیہقی عن السائب کانوا یقومون علی عہد عمر فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ و اخرج عن عروۃ ان عمر اول من جمع الناس علی قیام رمضان الرجال علی ابی بن کعب و النساء علی سلیمان بن ابی حثمۃ زاد ابن سعد فلما کان عثمان جمع الرجال والنساء علی امام واحد سلیمان بن ابی حثمۃ واخرج البیہقی عن شبرۃ وکان من اصحاب علی انہ کان یؤمہم فی رمضان فیصلی خمس ترویحات واخرج ایضا انہم کانوا یقومون علی عہد عمر بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان وعلی مثلہ واخرج عن عرفجۃ کان علی یامر الناس بقیام رمضان ویجعل للرجال اماما وللنساء اماما قال عرفجۃ فکنت انا امام النساء وعن ابی عبدالرحمن السلمی ان علیا دعی القراء فی رمضان رجلا ان یصلی بالناس عشرین رکعۃ وروی عن علی انہ قال نور اللہ قبر عمر رضہ کما نور مساجدنا انتھی کلام الفاضل وقال بعید ھذا وبالجملۃ المواظبۃ التشریعیۃ ثابتۃ من الصحابۃ فمن بعدھم علی حسن اداء التراویح عشرین رکعۃ بالجماعۃ وان لم یثبت الاجماع الفعلی عن جمیعہم انتھی کلام الفاضل اب دیکھو کہ جن صحابہ نے امر کیا جماعت کا مثل حضرت عمرؓ اور حضرت علی رضہ کی اور جو صحابہ امام مقرر ہوئے مثل تمیم داری اور عرفجہ اور سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہم کی جبکہ یہ حضرات سب صحابہ ہیں اور قصداً جماعت پر زور لگایا اور وہ بھی بیس رکعت پر اگر یہ دونو امر بدعت تھی تو یہ سب صاحب بلکہ جمیع اصحاب بدعتی ہوئے ولا یقول بہ الا اھل البدعۃ اما رافضی وخارجی وغیرھما۔ اور اہل مکہ کا اجماع خود امام شافعی فرماتے کما مر عن الترمذی اور عطا وغیرہ کا قول کہ اسپر اجماع ہوا وہ بھی گذر چکا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آجتک حرمین شریفین زادھما اللہ تشریفا میں اور باقی بلاد مشہو وبالخیر مثل شام وغیرہ کی اجتماع کرکے مسجدوں میں جماعت سے یہ صلوۃ بابرکات ادا ہوتی چلی آئی ہے اور

اول کتاب میں مقدمہ گذر چکا کہ جو بات خلاف اجماع ہو وہ سراسر گمراہی اور ضلالت ہے لہذا جو شخص جماعت تراویح کو یا کہ بیس رکعت کو گمراہی کا حکم لگاوے وہ شخص نہایت بذوات کمینہ اور گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے بلکہ اُسپر وہ احادیث جو کہ خارق اجماع پرواز دیں بعینہٖ صادق آتی ہیں اُس کے نزدیک سب صحابہ اور قرون مشہود لہم بالخیر گمراہ ہوئے اب یہ شخص خارجی اور رافضی ہونے سے ہرگز خالی نہیں ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم رہا یہ امر کہ پھر اُن احادیث کے کیا معنے کہ جن میں وہ لوگ غلط فہمی سے مغالطہ کرکے جماعت کو مسجد میں منع اور منسوخ سمجھ رہے ہیں۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ انکی دلیل عمدہ سے عمدہ چند امور ہیں اول یہ کہ لفظ فصلّوا ایھا الناس فی بیوتکم الخ ہے دوسری تین رات جماعۃً کرکے پھر ترک کرنا گویا منسوخ کردیا تیسری یہ کہ صحابہ رض خود بخود یہ امر اختراع کرکے بے حکم شارع کے آپ کے پیچھے نماز کرنے لگے اور یہ وضع جدید تھی اور وہ بدعت ہوتی ہے کما لا یخفی اب یہ امور دیکھ کر مخالف کو مغالطہ ہوا ہے کہ جماعت منع ہے مگر اہل علم نے ان سب امور کا جواب دیکر سنیت جماعت کا مسجد میں ثبوت عمدہ طور پر کرکے سب احادیث کو مطابق کردیا ہے قال الامام الطیبی فی شرح المشکوٰۃ قول عمر بن الخطاب نعمت البدعۃ ھٰذہ الخ یرید صلوۃ التراویح فانہ فی حیز المدح وفیہ تحریض علی الجماعۃ المندوب الیھا وان کانت لم تکن فی عھد ابی بکر فقد صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما قطعھا اشفاقا من ان تفرض علی امتہ وکان عمر ممن نبہ علیھا وسنھا علی الدوام فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیمۃ انتہی کلام الطیبی وقال الفاضل اللکنوی فی حاشیۃ الموطا فی شرح حدیث عائشۃ تحت قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یمنعنی ان اخرج الیکم الخ ظاھرہ انہ صلعم کان یحب ان یصلی بالناس فی لیالی رمضان علی الدوام ولم یمنعہ الا خشیۃ ان یفرض علیھم فاستفیدت منہ المواظبۃ الحکمیۃ وان لم توجد المواظبۃ الحقیقیۃ و

لہ اور قول حضرت عمرؓ کا لو جمعت ہولاء علیٰ قاری واحد کان امثل انھیں بھی اسکا موید ہے ۱۲ منہ

مدار السنیۃ المواظبۃ مطلقًا فیکون قیام رمضان سنۃ مؤکدۃ وبھذا بعینہ یثبت استنان التراویح فی جمیع اللیالی انتہی ملخصًا مختصرًا وقال الامام الباجی فی شرح قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انی خشیت ان یفرض علیکم الخ قال القاضی ابو یحتمل ان یکون قد اوحی الیہ انہ ان واصل ھٰذہ الصلوٰۃ معہم فرضھا علیہم ویحتمل انہ ظن ان ذٰلک سیفرض علیہم لما جرت عادتہ بان ما داوم علیہ علی وجہ الاجتماع من القرب فرض علی امتہ ویحتمل ان یرید بذٰلک انہ خاف ان یظن احد من امتہ بعدہ اذا داوم علیہ وجوبہا انتہی کلام الباجی حاصل کلام کا یہ ہے کہ خوف فرضیت جماعت سے آپ نے جماعت ترک فرمائی مگر غرض آپ کی سنیت اداء بالجماعت تھی اسی واسطے ترغیب فرمائی کہ جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے تمام شب کے قیام کا درجہ ہے اور جب آپکی وفات شریفہ ہو چکی اور فرضیت کا خوف نہ رہا لہذا اصلی غرض آپکی جو سنیت جماعت کی تھی وہ اپنے موقع پر بجائے خود باقی رہے اور یہ جواب سب محدثین اور فقہا نے دیگر احادیث کو مطابق کر دیا ہے کما فی کتب[1] القوم اور وہ جو مکرڈالوی نے فرضیت کے خوف کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ لوگ خود بخود بلا اجازت خدا و رسول یہ عبادت مسجد میں کرنی چاہتے تھے الخ پس یہ جواب اُس کا کیسا لغو اور سرقہ بازی ہے اور بطلان اسکا دو وجہ سے ہے وجہ اول یہ کہ خود حدیث میں اس کو قیام تمام شب کا اجر فرمایا اگر یہ اُن کا اجتماع رہبانیت کے طور پر بدعت تھا تو اس قدر اجر عظیم کا وعدہ فرمانے کے کیا معنے یعنے جبکہ صحابہؓ نے درخواست کی لو نفلتنا قیام ھٰذہ اللیلۃ تو آپ نے جواب فرمایا ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب لہ قیام لیلۃ انتہی کذا اخرجہ الترمذی عن ابی ذر وجہ دوسری یہ کہ اُن لوگوں کو جماعت کے واسطے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصدًا و ارادۃً جمع کرکے سحور تک قیام فرمایا چنانچہ اُسی حدیث ابو ذر غفاری رضہ میں ترمذی کی روایت میں یہ لفظ وارد ہے فلما کانت الرابعۃ لم یقم بنا حتی بقی ثلث اللیل فلما کانت الثالثۃ

[1] چنانچہ امام نووی وغیرہ کی عبارتیں گذر چکی ۱۲ منہ عفی عنہ

جمع اھلہ ونساءہ والناس حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور انتہی بقدر الحاجۃ اور خود چکڑالوی نے اس حدیث کو صفحہ ۶۶ میں نقل کرکے یہ تقریر فرمائی ہے کہ اول زمانہ میں یعنی بروز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جماعت بنام رمضان ثابت ہے انتہی۔ اب اس جگہ پر صحابہ کا اختراعی فعل بتا رہے ہیں فنسی ھذا ما قدمت یداہ ثم اور وہ جو چکڑالوی صاحب نے مفہوم کیا ہے کہ فعل مؤخر فعل مقدم کا ناسخ ہوتا ہے انتہی تو یہ کلیہ اس کا غلط ہے کیونکہ بہت سے افعال مسنون ہیں اور ان کو گاہے گاہے واسطے رفع حرج کے ترک فرمایا ہے اس باب میں بھی یہی بات ہے کہ جو جماعت سے ادا کرے اس کو ترغیب فرمائی کہ تمام شب کے قیام کا اجر ہے اور واسطے رفع حرج کے کہ مبادا فرض نہو جاوے ترک فرمائی فجاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا سبحان اللہ جب مولوی چکڑالوی صاحب اور مولوی ثبوتہ جیسے خام اور بے علم لوگ محدث قرار دیئے گئے اور ائمہ اربعہ اور متبعین ان کے بلکہ صحابہ و تابعین ناواقف علم حدیث کے مسلم ہونے تب ہی یہ ظلم اور اندھیر پڑ گیا کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ بھائیو اسی قسم کے خام خیال خودرائے لوگوں نے تمام دنیا کا دین برباد کر دیا ہے تم لوگوں کی بے بودی اوسی تقلید مذہب معین میں ہے ورنہ مدعی تمسک بآیت و حدیث تو تہتر فرقہ ہے اور حال یہ کہ جنتی ان میں سے ایک ہی ہے باقی سب ناری ہیں اور وہ جنتی فرقہ[1] بھی چار مذاہب معینہ ہے نہ غیر ان کا کہا قاضی ثناء اللہ محدث پانی پتی نے تفسیر مظہری میں بیچ تفسیر قول باری تعالیٰ کے قل یا اھل الکتب تعالوا الی کلمۃ الآیۃ وانما قدت فی العمل بالحدیث ان یکون ذلک الحدیث قد

[1] حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ بہت تہتر فرقہ ہوں گے سب فرقہ دوزخی ایک جنتی ان کی علامت فرمائی ایک حدیث میں ما انا علیہ واصحابی اور دوسری میں فرمایا کہ وھی الجماعۃ اب مجموعہ ان امور کا مقلدین میں ہے نہ غیر مقلدین میں کیونکہ غیر مقلد اجماع سے خارج ہیں۔ اور مذہب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منکر ۱۲ منہ عفی عنہ

ذھب الیہ احد من الائمۃ الاربعۃ کیلا یلزم العمل علی خلاف الاجماع فان
اھل السنۃ قد افترق بعد القرون الثلاثۃ اوالاربعۃ علی اربعۃ مذاھب ولم
یبق فی فروع المسائل سوی ھذہ الاربعۃ فقد انعقد الاجماع المرکب علی بطلان
قول یخالف کلھم وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ
وایضا لا یحتمل ان یکون مختفیا عن الاربعۃ وعن اکابر العلماء من تلامذتھم
فترکھم العمل بحدیث دلیل علی کونہ منسوخا اوماولا انتہی اس کے علاوہ بہت
کتب میں یہ مسئلہ مرقوم ہے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس مقام پر بندہ سب کو ایک فائدہ
جلیلہ بیان کرتا ہے جس سے چند مطالب حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم سابق حدیث
صحیح مسلم کی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کر چکے جس کا تتمہ یہ تھا فصلی صلوٰۃ لا
یصلیہا عندنا الحدیث یعنی کچھ نماز آپ نے صحابہ کے ساتھ ادا کی اور کچھ گھر میں اور نیز روایت
کیا اُس کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور اس کے آخر میں یوں لفظ وارد ہے فدخل منزلہ
فصلی صلوٰۃ لم یصلھا عندنا قال فلما اصبحنا قال قلنا افطنت بنا اللیلۃ قال نعم
فذاک الذی حملنی علی الذی صنعت الحدیث یہ الفاظ ثابت بن اسلم نے انس رض سے روایت
کیے ہیں اور دوسری جگہ یہ ثمامہ بن عبداللہ بن انس بن مالک کی روایت میں انس رض سے یوں وارد
ہے عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج الیھم فی رمضان فخفف بھم ثم دخل فاطال ثم
خرج فخفف بھم ثم دخل فاطال فلما اصبحنا قلنا یا نبی اللہ جلسنا اللیلۃ فخرجت الینا
فخففت ثم دخلت فاطلت قال من اجلکم انتہی اور دوسری جگہ اسی ثمامہ بن عبداللہ کی سند
سے روایت کیا ہے اس میں لفظ یہ ہے قالوا یا رسول اللہ صلیت فجعلت تطیل اذا دخلت
وتخفف اذا خرجت قال من اجلکم ما فعلت انتہی اور دوسری جگہ یوں وارد ہے حمید
کی روایت میں انس رض سے ففعل ذلک مرارا کل ذلک یصلی وینصرف قالوا یا رسول
اللہ صلینا معک البارحۃ ونحن نحب ان تمد فی صلاتک فقال قد علمت بمکانکم وعمدا

عجیب مسئلہ اور فائدہ جلیلہ

فعلت ذٰلك انتہیٰ یعنے آپ نے چند بار یوں کیا کبھی اُن کے ساتھ جماعت کرتے اور کبھی خود اکیلے گھر میں جا کر ادا فرماتے اور دوسری جگہ پر اُسی ثمامہ بن عبداللہ کی سند سے یوں روایت کیا ہے عن انس بن مالك ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتوہ لیلۃ فی رمضان فصلی لہم فخفف ثم دخل فاطال الصلٰوۃ ثم خرج .... فصلی بہم ثم دخل فاطال الصلاۃ ففعل ذٰلك مرارًا الحدیث انتہیٰ ان مواضع کے علاوہ بھی یہ حدیث امام احمد رح نے روایت فرمائی ہے جس سے چند فوائد حاصل ہوئے **فائدہ** اول یہ کہ جماعت سے گذارنا اس نماز کا ثابت ہوا اگر جماعت منع ہوتی تو آپ کیوں کرتے البتہ تخفیف امت کے لیے جماعت کو موکد طور پر تاکید نہ فرمائی تو کہ جماعت سے ادا کرنا فرض نہ ہو جاوے جیسا کہ سابق میں ہم مفصل بیان کر چکے۔ فائدہ دوسرا یہ کہ جبکہ آپ نے چند بار اس طرح کیا کہ کبھی آپ جماعت کرتے اور کبھی گھر میں جا کر ادا کرتے چنانچہ لفظ مرارًا کا راوی نے ذکر کیا ہے اور کچھ اس کی تعیین نہ کی تو اب حصر کرنا آٹھ رکعت میں اس کی کوئی وجہ معقول نہیں بن سکتی۔ فائدہ تیسرا کہ حدیث جابر رضہ کی سے جو آٹھ رکعت جماعت سے ثابت ہیں اور حدیث ابن عباس سے بیس رکعت بلا جماعت ثابت ہیں تو دونوں میں تطبیق ہو گئی کہ کچھ جماعت سے ادا کی جو کہ جابر رضہ نے ذکر کیا اور باقی بلا جماعت جو کہ ابن عباس رضہ نے ذکر کیا تو مجموعہ ملکر بیس ہو جاویں تو ممکن ہے گو کہ دونوں کی حدیث میں بحث اور کلام ہے جو گذر چکا بلکہ اجماع صحابہ رضہ کا بیس پر اس کا عمدہ طور پر موید ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ جابر رضہ کی حدیث میں آٹھ رکعت جو وارد ہیں وہ دعی طور پر جو جماعت سے گذاری وہی بیان کیا اور ابن عباس کی حدیث میں بیس رکعت بلا جماعت مذکور ہے تو اگر دونوں میں مطابقت کیجاوے تو ابن عباس کی حدیث میں بیس بلا جماعت کے کیا معنے تو جواب اس کا یہ ہے کہ ابن عباس رضہ کی حدیث بقاعدہ للاکثر حکم الکل کی بابت سے ہو۔ یعنے جبکہ اکثر رکعات بلا جماعت گذاری اور کم رکعات جماعت کے ساتھ تو اس واسطے ابن عباس رضہ نے للاکثر حکم الکل کے قاعدہ پر سب کو بلا جماعت ذکر فرمایا تو اب سب دونو حدیثوں کی

مطابقت ہوگئی اور اگر ابن حجر مکی اور کرمانی اور رافعی کا دعوی راست ہو جائے وہ تین شب جو حضرتؐ نے جماعت سے گذاری نہیں تھی تو سب بلکہ عمدہ طور پر سنت جماعت کا مذہب ثابت ہو جاویگا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واہل بیتہ وازواجہ امہات المومنین اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ٭

احسن الکلام فی مسئلۃ الوتر

سوال اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حنفی مذہب میں جو وتر نماز کو تین رکعت پڑھتے ہیں اس کی کیا دلیل ہے۔

جواب

صحیح بخاری وصحیح مسلم اور موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہم اہل حدیث .... نے سند صحیح سے روایت کیا ہے عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان قالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا قالت فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی انتہی[1] اس حدیث صحیح سے جو اعلی درجہ صحت کا رکھتی ہے صراحۃ تین رکعت وتر نماز ثابت ہوئی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

سوال دوم

حنفی مذہب میں جو دو رکعت وتر کے بعد قعدہ کرتے ہیں اور بغیر سلام کے کھڑے ہو کر تیسری رکعت شفعہ اول کے ساتھ منضم کرتے ہیں تو اس سلام دینے کی ان کی کیا دلیل ہے۔

---

[1] آج کل نادان لوگوں نے اس حدیث کو تراویح پر محمول کر کے گیارہ رکعت تراویح شروع کی ہے اور یہ ان کا جہل ہے بلکہ یہ حدیث تہجد پر محمول ہے جو تراویح کا غیر ہے جو کہ بیس رکعت ہے اور تفصیل اس کی میرے رسالہ میں ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

جواب

وہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو کہ اعلیٰ درجہ صحت سند کا رکھتی ہے فقد اخرج امام الائمۃ الامام محمد فی الموطا اخبرنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن زرارۃ بن اوفی عن سعد بن ہشام عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر واخرج الحاکم وصححہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرہن وفی روایۃ لا یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر انتہی کذا نقلہ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ وکذا الحافظ ابن حجر فی تخریجہ المذکور اب واضح ہو گیا کہ حدیث اول میں جو کہ بخاری مسلم وغیرہما کی ہے لفظ ثم یصلی ثلاثا کے معنے یہ ہیں کہ وتر کے بیچ کے تشہد میں سلام نہ فرماتے لہذا تینوں امور ثابت ہو چکے یعنے رکعت تین اور ایک سلام اور دو تشہد ورنہ اگر قعدہ اول نہ تھا تو سلام بدرجہ اولیٰ نہ تھا پھر سلام کی نفی سے کیا فائدہ اور نیز صحیح بخاری وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوٰۃ اللیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی الحدیث اور مسلم کی روایت میں ہے قال عقبۃ بن حریث قلت لابن عمر ما معنے قولہ مثنی مثنی قال تسلم من کل رکعتین انتہی کذا نقلہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری اور ظاہر ہے کہ لفظ مثنی مثنی اور لفظ تسلم من کل رکعتین کو قعدہ لازم ہے البتہ اس کا عکس جائز ہے کہ قعدہ ہو اور سلام نہ ہو جیسا کہ بیچ کے قعدہ کا حکم ہے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ حدیث حضرت عائشہ رضہ سے عدم سلام تو ثابت ہے، اور حدیث عبداللہ بن عمر رضہ سے بعد دو رکعت کے قعدہ بھی ثابت ہے مگر لفظ تسلم من کل رکعتین کا

---

[1] اس حدیث کو نسائی نے بہت سندوں سے روایت کیا ہے اور نیز باقی ائمہ نے اور اعلیٰ درجہ صحت کا رکھتی ہے کذا فی کتب القوم ۱۲ منہ [2] اور پوری حدیث یوں ہے فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ توتر لہما قد صلے انتہی اور کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فی روایۃ الشافعی وعبداللہ بن وہب ومکی بن ابراہیم ثلاثتہم عن مالک فلیصل رکعۃ ہکذا اخرجہ الدارقطنی بصیغۃ الامر انتہی قلت واخرج مالک فی الموطا بصیغۃ الامر ایضا ۱۲ منہ عفی عنہ

حدیث حضرت عائشہ رض کو مخالف اور مستدل کو مفید ہے. تو جواب اس کا یہ ہے کہ لفظ تسلم
من کل رکعتین کا راجع طرف ہر شفعہ کی نہیں بلکہ فقط شفعات اوائل کی طرف راجع ہے
یعنی ہر شفعہ کے بعد قعدہ اور سلام چاہیے. اب رہا شفعہ اخیرہ تو ہم کہتے ہیں کہ اس شفعہ میں
سلام نہ دینا چاہیے دلیل اس کی حدیث اوسی عبداللہ بن عمر رض کی ہے جس کو امام بخاری نے
صحیح بخاری میں روایت کیا ہے باب ما جاء فی الوتر میں اور وہ حدیث یہ ہے عن
عبدالرحمٰن بن القاسم عن ابیہ عن عبداللہ بن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی فاذا اردت ان تنصرف فارکع رکعۃ توتر لک ما صلّیت
انتھی اب اس حدیث صحیح میں لفظ فاذا اردت ان تنصرف صریح دال ہے اس بات پر کہ
اس شفعہ اخیر کا حکم شفعات متقدمہ کا سا نہیں کیونکہ اس میں تسلم من کل رکعتین نص ہے
کہ ہر شفعہ کے بعد سلام ہے اور اس شفعہ کے وقت شارع علیہ السلام نے لفظ اردت کا فرمایا ہے
یعنے ابھی تک انصراف نہیں ہوا بلکہ ارادہ کیا مصلّی نے کہ انصراف کرے تو ایک رکعت اس
شفعہ کے ساتھ منضم کرے تو ارادہ انصراف کو نفس انصراف مخالف ہے لہذا لفظ تسلم من
کل رکعتین اور لفظ مثنی مثنی دونو کو تشہد لازم ہے اور شفعہ اول کو بسبب لفظ فاذا
اردت ان تنصرف کے تشہد لازم اور سلام مخالف ہے بناء علیہ وتر نماز کے واسطے تینوں
امور ثابت ہو چکے یعنی رکعات اس کی تین از روے حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رض کے اور
عدم سلام قعدہ اوّل میں اسی حدیث کے رو سے اور قعدہ اولی بموجب حدیث عبداللہ بن
عمر رض کے اور عدم سلام تشہد اوّل میں اور رکعت تین اسی حدیث کے رو سے اور اس تقریر
پر تمام طرق حدیث اور الفاظ اور اسانید سب کے سب منطبق اور موافق ہوئے اور کچھ تخالف
نہ رہا اور یہی مذہب حنفی ہے اور یہی صحیح ہے وھو المطلوب وللہ الحمد اولاً واخراً
وظاہراً وباطناً اور نسائی رح نے اس حدیث کی شرح کے واسطے مستقل باب منعقد
کیا ہے جس سے یہ امر واضح ہوتا ہے اور وہ یہ ہے باب کیف الوتر بواحدۃ اور اس میں

یہی حدیث روایت فرمائی ہے صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی فاذا اردت ان تنصرف فارکع
بواحدۃ توتر بذلک ما قد صلیت انتہی غرض نسائی کی یہ ہے کہ وتر برکعت واحد
کے یہ معنے ہیں کہ رکعت اخیرہ شفعہ اخیرہ کے متصل ہو نہ جدا اُس سے واللہ اعلم بالصواب
حدیث دوسری الحمی حضرت عائشہ رض کی ہے اخرج اصحاب السنن الاربعۃ وابن
حبان والحاکم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الرکعۃ
الاولی من الوتر بفاتحۃ الکتاب وبسبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیۃ بقل یا ایھا
الکفرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد والمعوذتین وقال الحاکم صحیح علی شرط
البخاری ومسلم انتہی قلت وقد اخرجہ الطحاوی عن ابن عباس وعلی وعمران
ابن حصین وکذا اخرج الترمذی والنسائی وابن ماجۃ کذا نقلہ الزیلعی وابن حجر فی
تخریجھما لاحادیث الھدایۃ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صراحۃً تین
رکعات وتر کا جدا جدا بیان فرمایا ہے مع قرأۃ اور عدد اور ترتیب کے۔ اگر کوئی اعتراض
کرے کہ دارقطنی کی روایت میں اُسی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں وارد ہے
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الرکعتین یوتر بعدھما بسبح اسم ربک الاعلی
وقل یا ایھا الکفرون ویقرأ فی الوتر بقل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق و
قل اعوذ برب الناس انتہی اب اس حدیث میں صریح ہے کہ تیسری رکعت کو وتر قرار
دیا ہے لہذا یہ حدیث مذہب حنفی کو مفید نہوئی بلکہ مضر ہوئی کیونکہ دو رکعت ذکر کرکے بعد
میں تیسری رکعت کو شفعہ اول سے جدا ذکر کیا تو اُس کو شفعہ اول سے کچھ علاقہ نہ رہا۔
توجواب اُس کا یہ ہے کہ مخالف نے تین رکعت اور بیچ کا قعدہ تو مسلم رکھا اور فی الواقع یہ دو
امر اس صورت کو لازم ہیں مگر اتصال رکعت تیسری کا اور انفصال اُس کا شفعہ اول سے
تو واضح ہو کہ دارقطنی کی حدیث جو مخالف نے نقل کی ہے وہ انفصال میں نص نہیں محتمل
التاویل ہے اور حال یہ کہ دوسری سند صحیح سے اسی حدیث میں نص کے طور وارد ہے کہ

وہ رکعت تیسری متصل تھی فقد اخرج النسائی من حدیث ابی بن کعب نحو حدیث عائشۃ وابن عباس وفی اخرہ ولا یسلم الا فی اٰخرھن ویقول بعد التسلیم سبحان الملک القدوس ثلاثا انتہی اب اس حدیث کے اس طریق میں عدم سلام ثابت ہوا اور حضرت عائشہ رض کے طریق سے تین رکعت اور بیچ کا قعدہ دونوں امر ثابت ہوئے لہذا مجموعہ تینوں امروں کا یعنے تین رکعت اور بیچ کا قعدہ اور ایک سلام ان سب کا ثبوت خود مخالف مان چکا وھو المطلوب واللہ اعلم بالصواب تیسری حدیث اوہی حضرت عائشہ رض کی ہے اخرج الدارقطنی من طریق سعد بن ہشام عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر اللیل ثلاث کوتر النہار صلوٰۃ المغرب انتہی اور اس کا ایک شاہد ہے حدیث عبداللہ ابن مسعود رض کی فاخرج الدارقطنی من طریق الاعمش عن مالک بن الحارث عن عبدالرحمن ابن یزید النخعی عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر اللیل ثلاث کوتر النہار صلوٰۃ المغرب انتہی واخرج ابن ابی شیبۃ من حدیث عبداللہ بن عمر مرفوعا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ المغرب وتر النہار فاوتروا صلوٰۃ اللیل قال العراقی سندہ صحیح کذا نقلہ الفاضل اللکنوی فی حاشیۃ المؤطا. اب اس سے زیادہ تصریح کیا درکار ہے کیونکہ وتر نماز کو مغرب کے ساتھ تین ہونے کے باب میں تشبیہ تام فرمائی اور وہ تب درست ہو جبکہ تینوں ہو کو شامل ہو۔ لہذا اب جو شخص تین رکعت وتر بے اصل جانے اس کا قول سراسر باطل اور دعوی اس کا محض کذب ہے اور جو شخص یوں کہتا ہے کہ رکعت تین مسلم ہیں مگر بیچ کا قعدہ ثابت نہیں اس کی بات بھی خام ہے کیونکہ اول تو کون سی نماز ہے جس کے واسطے بیچ کا قعدہ ثابت نہیں بایں طور کہ شارع نے دو رکعت کے بعد قعدہ مقرر نہیں کیا بجز وتر کے کوئی نظیر اس کی ضرور بیان کرنی چاہیے دوسری وجہ یہ کہ صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ کے کیا معنے اور جو شخص یوں کہتا ہے کہ وتر نماز کی تینوں رکعت مسلم اور دو کا قعدہ بھی مسلم مگر قعدہ اولی میں سلام دیکر تیسری رکعت ادا کرنی چاہیے تو یہ قول بدرجہ اولیٰ نہایت

خام ہے دو وجہ سے وجہ اول یہ کہ شارع نے وہ کون سی نماز مقرر فرمائی ہے کہ جس کے واسطے
دو سلام ادا کرکے نماز ایک ہی قرار دی ہو مخالف کو لازم ہے کہ اس کی کوئی نظیر وتر کے علاوہ
بیان کرے۔ وجہ دوسری یہ کہ لفظ لایسلم الا فی آخرھن اس کے کیا معنے۔ وجہ تیسری یہ کہ
شارع نے سلام کو خارج کنندہ نماز سے مقرر کیا ہے جس کے مقابلہ میں تکبیر کو داخل کنندہ نماز
میں مقرر رکھا ہے لہذا جبکہ دو رکعت ادا کرکے سلام دیا تو نماز سے خارج ہو چکا تو اب تیسری
رکعت کو شفعہ اول سے کچھ علاقہ نہ رہا اب اس کی بنا شفعہ اول پر کب جائز ہے فقد
اخرج الترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ والطحاوی وغیرھم عن علی بن ابی طالب
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوۃ الطہور وتحریمھا التکبیر و
تحلیلھا التسلیم قال الترمذی ھذا الحدیث اصح شیئ فی ھذا الباب انتہی واخرج
الترمذی وابن ماجۃ عن ابی سعید الخدری مثلہ واخرج الدارقطنی والطبرانی عن
عبداللہ بن زید مثلہ واخرج الطبرانی فی معجمہ الکبیر عن ابن عباس مثلہ کذا نقلہ الزیلعی
وابن حجر فی تخریجھما لاحادیث الہدایۃ واللہ اعلم اور اگر مخالف شخص سلام کو خارج
قرار دے تو اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں اول یہ کہ باقی اور نمازوں میں بھی اس کو
خارج کنندہ مانے اور اگر مانے تو فرق کی وجہ کسی حدیث سے بیان کرے کہ وتر نماز میں سلام
خارج کنندہ از نماز نہیں اور دوسری نمازوں میں ہے وجہ دوسری یہ کہ اس کی تقریر پر
بنا کرکے تکبیر کو تحریم نہ ماننا چاہیے کیونکہ جب دونوں میں مقابلہ ہے یعنی تکبیر کو تحریم فرمایا اور
سلام کو تحلیل قرار دیا تو اب ایک کو مسلم رکھنا اور دوسری کو ضائع کرنا بلا ورود حدیث محض
کے تحکم اور دعوی بلا دلیل ہے پس صحیح اور معمول بہ یہی مذہب حنفی ہے اور یہی قوی ہے اور
وہی مذہب فقہا سبعہ مدینہ اور جمہور صحابہ و تابعین کا ہے فقد اخرج الامام ابو جعفر الطحاوی
فی شرح معانی الآثار عن عبدالرحمن بن ابی الزناد عن ابیہ قال اثبت عمر بن عبد العزیز
الوتر بالمدینۃ بقول الفقہاء ثلاثا لایسلم الا فی آخرھن انتہی واخرج عنہ عن سعید بن

المسیب وعروۃ بن الزبیر والقاسم بن محمد وابی بکر بن عبدالرحمن وخارجۃ بن
زید وعبید اللہ بن عبداللہ وسلیمان بن یسار فی مشیخۃ سواہم اہل فقہ وصلاح
وربما اختلفوا فی الشیٔ فاخذوا بقول اکثرھم وافضلہم رایا فکان مما وعیت عنہم
علی ھذہ الصفۃ ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرھن انتہی وآخرج ابن ابی شیبۃ
عن الامام الحسن البصری قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرھن
انتہی وآخرج الطحاوی عن ثابت البنانی قال صلی بی انس بن مالک الوتر انا عن یمینہ
وام ولدہ خلفنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرھن انتہی وآخرج عن انس ایضا انہ
قال الوتر ثلاث رکعات انتہی وآخرج عن المسور بن مخرمۃ قال دفنا ابا بکر فقال
عمر انی لم اوتر فقام فصففنا وراءہ فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرھن انتہی
کلامہ آور قیاس کے موافق بھی یہی مذہب حنفی ہے قال الامام الطحاوی فی شرح معانی
الآثار ثم اردنا ان نلتمس ذلک من طریق النظر فوجدنا الوتر لا یخلوا اما ان یکون فرضا
اوسنۃ فان کان فرضا فانا لم نر شیئا من الفرائض الا علی ثلاثۃ اوجہ فمنہ ما ھو
رکعتان ومنہ ما ھو اربع رکعات ومنہ ما ھو ثلاث وکل قد اجمع ان الوتر لا تکون
اثنتین ولا اربعا فثبت بذلک انہ ثلاث وآما اذا کان سنۃ فانا لم نجد شیئا من
السنن الا ولہ مثل فی الفرض من ذلک الصلوۃ منہا تطوع ومنہا فرض ومن
ذلک الصدقات لہا اصل فی الفرض وھو الزکوۃ ومن ذلک الصیام ولہ اصل فی
الفرض وھو صیام شہر رمضان وما اوجب اللہ عزوجل من الکفارات ومن ذلک
الحج یتطوع بہ ولہ اصل فی الفرض وھو حجۃ الاسلام ومن ذلک العمرۃ یتطوع بہا
ووجوبہا فیہ اختلاف سنبینہ فی موضعہ ان شاء اللہ ومن ذلک العتاق فلہ اصل
فی الفرض وھو ما فرض اللہ عزوجل فی الکتب من الکفارات والظہار فکانت ھذہ
الاشیاء کلہا یتطوع بہا ولہا اصول فی الفرض فلم نر شیئا یتطوع بہ الا ولہ

اصل فی الفرض وقد راینا اشیاء هی فرض ولا یجوز ان یتطوع بها منها الصلوٰۃ علی الجنازۃ
وهی فرض ولا یجوز ان یتطوع بها ولا یجوز لاحد ان یصلی علی المیت مرتین یتطوع
بالاٰخر منهما فکان الفرض قد یکون فی شیئ ولا یجوز ان یتطوع بمثله ولم نر شیئا ان
یتطوع به الا وله مثل فی الفرض منه اخذ، وکان الوتر یتطوع به فلم یجز ان یکون
کذلک الا وله مثل فی الفرض والفرض لم نجد وترا الا ثلاثا فثبت بذلک ان الوتر
ثلاث هذا هو النظر وهو قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد انتهی کلام الطحاوی
اور اہل حدیث کا قاعدہ ہے کہ وقت تعارض احادیث کے اس کو ترجیح ہوتی ہے جو حدیث کہ
موافق قیاس کے ہو قال الحافظ ابوبکر الحازمی فی کتاب الناسخ والمنسوخ من جملة الترجیحات
ان یکون احد الحدیثین موافقا للقیاس دون الاٰخر فیکون العدول عن الثانی الی
الاول متعینا انتهی مختصرا کذا نقله الامام الزیلعی فی تخریجه لاحادیث الهدایة
اور یہ قاعدہ بہت سے ائمہ دین نے پسند کیا ہے چنانچہ امام زیلعی اور امام شمنی وغیرہما نے اب قاعدہ
ہی مذہب حنفی کو ترجیح دیتا ہے بلکہ بعض ائمہ دین نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ وتر نماز
تین رکعت ایک سلام سے ہونی چاہیے جیسا کہ نص کی ہے بعض تابعین نے ان میں سے ہیں
امام حسن بصری اور ابو الزناد جیسا کہ ان کے آثار گذر چکے اور قاسم بن محمد نے بھی یہی دعویٰ کیا
ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ان کا اثر موجود ہے اور صدیق اکبر کے دفن کے وقت تمام صحابہ
اور تابعین جو موجود تھے اور حضرت عمر رض نے جماعت وتر کی فرمائی اور تین رکعت بیک سلام
ادا کیے اور کسی نے خلیفہ راشد عمر رض پر انکار نہ کیا اور راوی اس اثر کا جو کہ مسور بن مخرمہ
ہے وہ خود صحابی ہے اگر تین وتر بیک سلام مسنون نہ تھے تو یہ لوگ سب کیوں سکوت
کرتے پس ثابت ہوا کہ یہی سنت نبوی ہے اور وہی مجمع علیہ ہے فان السکوت فی معرض
البیان بیان لهذا اجماع اور سنت دونوں متفق ہو گئے اس بات پر کہ وتر اسی طرح ہے جس طرح
کہ مذہب حنفی ہے اور کہا شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں وهو قول عمر وعلی وابن

بیان لفظ
لوکعت سے
دعوی سنے مراد ہیں
یعنی زائد
الخمس

مسعود وابی بن کعب وانس بن مالک وابن عباس وابی امامۃ وحذیفۃ وعمر بن عبدالعزیز والفقہاء السبعۃ وسعید بن المسیب انتہی آب اس قسم کے مدلل اور صحیح مسئلہ کو جو شخص بے اصل قرار دیکر اسکو ترک کرے اور خواہ مخواہ اُس کی ترک پر سعی اور کوشش کرے پس وہ شخص نہایت درجہ کا متعصب اور بے دین ہے واللہ اعلم بالصواب ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ واہل بیتہ اجمعین اما بعد پس یہ رسالہ ہے مسمی بہ تنبیہ اہل العصر فی اداء رکعتی الفجر اور اس میں دو فصل ہیں۔ فصل اول بیچ بیان ادائی سنت فجر کے بعد اقامت فرض کے واضح ہو کہ ادا کرنا سنت فجر کا بعد تکبیر اور اقامت فرض کے اس میں علما کا اختلاف ہے۔ مگر مذہب حنفی میں اسکی تفصیل یون ہے۔ کہ اگر مصلی کو اعتماد ہے۔ کہ سنت ادا کر کے ایک رکعت امام کے ساتھہ پا سکے گا تو سنت ادا کر کے جماعت میں شامل ہو جاوے۔ مگر بشرطیکہ روبرو جماعت کے ادا نہ کرے کہ مکروہ اور منع ہے۔ ورنہ جماعت میں شامل ہو جاوے۔ قال فی الھدایۃ ومن انتہی الی الامام فی صلوۃ الفجر وھو لم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان تفوتہ رکعۃ ویدرک الاخری یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل لانہ امکنہ الجمع بین الفضیلتین وان خاف فوتھا دخل مع الامام لان ثواب الجماعۃ اعظم والوعید بالترک الزم بخلاف سنۃ الظہر حیث یترکھا فی الحالین لانہ یمکنہ اداؤھا فی الوقت بعد الفرض ھو الصحیح انتہی۔ یعنی کہا صاحب ہدایہ نے کہ جو شخص پونچا طرف امام کے نماز فجر میں اور اُس نے نہیں پڑہی دو رکعت فجر کی اگر خوف کرتا ہے۔ کہ فوت ہوگی ایک رکعت اور پالیگا رکعت دوسری تو وہ پڑہ لے دو رکعت فجر کی نزدیک دروازہ مسجد کے پہر داخل ہو نماز مین کیونکہ ممکن ہے۔ اوسکو جمع کرنا دونو فضیلتو نمین اور اگر

خوف کرتا ہے فوت ہونیکا تو داخل ہو جاوے ساتھہ امام کے کیونکہ ثواب جماعت کا بڑا ہے
اور عذاب اُسکے ترک کا زیادہ لازم ہے - بخلاف سنت ظہر کے کیونکہ اونکو دونو حالتون
مین ترک کرے کیونکہ ممکن ہے اوسکو ادا کرنا اونکا وقت مین بعد فرض کے اور وہی صحیح ہے
انتہی قال الامام ابن الہمام فی فتح القدیر قولہ وان خشی فوتہما الخ الحاصل انہ اذا امکنہ الجمع بین
فضیلتین ارتکب والا رجح وفضیلۃ الفرض بجماعۃ اعظم من فضیلۃ رکعتی الفجر والوعید علی ترک الجماعۃ
الزم منہ علی اداء رکعتی الفجر انتہی مختصرا ملخصا - اور کہا امام ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ قول صاحب
ہدایہ کا کہ اگر خوف ہو فوت ہونے دونو رکعتونکا الخ حاصل یہ ہے کہ جب ممکن ہو جمع کرنا
درمیان دونو فضیلتون کے تو مرتکب اُسکا ہو جاوے ورنہ ترجیح دے اور فضیلت فرض
کی ساتھہ جماعت کے بڑی ہے فضیلت دو رکعتون فجر پر اور وہ عذاب کہ وارد ہے -
ترک جماعت پر زیادہ لازم ہے - اوسپر جو ادائے - دو رکعتونپر ہے ختم ہوا کلام اوسکا
مختصر خلاصہ کرکے اور کہا امام الائمہ امام محمد رح نے موطا مین یکرہ اذا اقیمت الصلوۃ
ان یصلی الرجل تطوعا غیر رکعتی الفجر خاصۃ فانہ لاباس بان یصلی الرجل وان اخذ المؤذن فی الاقامۃ
وکذلک ینبغی وہو قول ابی حنیفۃ رح انتہی یعنی مکروہ ہے جب اقامت کی جاوے یہ کہ
پڑھے آدمی نفل بجز دو رکعت فجر کے خاص کرکے کیونکہ نہین کوئی خوف ساتھہ اس بات کے
کہ پڑھے آدمی اگرچہ شروع کیا موذن نے اقامت مین اور اسیطرح لائق ہے اور
وہی ہے قول امام ابو حنیفہ رح کا - ختم ہوا کلام اوسکا غرض کہ مذہب حنفی مین ادا کرنا
سنت مذکورہ کا ساتھہ شرائط مذکورہ کے بعد اقامت فرض کے جائز ہے - اور مین
کہتا ہون کہ تائید مذہب حنفی کی اولہ صحیحہ سے ہو سکتی ہے اور وہ چند قسم کی ہین اول حدیث
مرفوع نبی صلعم سے فقد اخرج الامام احمد فی مسندہ حدثنا عبد اللہ حدثنی ابو سعد وحسین
بن محمد قالا ثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی رض قال کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یصلی رکعتی الفجر عند الاقامۃ یعنی کہا حضرت علی رض نے کہ تھے رسول اللہ صلعم

پڑھتے دو رکعت فجر کی وقت اقامت کے واخرج ابن ماجۃ فی سننہ حدثنا الخلیل
ابن عمرو والو عمرو ثنا شریک عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی الرکعتین عند الاقامۃ انتہی یعنی کہا حضرت علی رضہ نے کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے
دو رکعت وقت اقامت کے انتہی۔ اب یہ حدیث دلالت کرتی ہے اداے سنت
فجر پر وقت اقامت کے۔ اور کہا شیخ العلامہ برھان الدین محمود بن تاج الدین احمد
بن صدر الشہید رح نے محیط برھانی میں قد صح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی
حی من احیاء العرب لیصلح بینہم لشیٔ بلغہ منہم واستخلف عبد الرحمن بن عوف فلما رجع وجدہ
فی الصلوۃ فدخل منزلہ وصلی رکعتی الفجر ثم خرج فصلی معہ انتہی یعنی تحقیق صحیح ہوا ہے۔ کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے طرف ایک قبیلہ کے قبیلون عرب سے تاکہ صلح کرادین
اون میں بسبب کسی چیز کے کہ پہنچا آپکو اُن سے اور خلیفہ کیا عبد الرحمن بن عوف رضہ کو پس
جبکہ رجوع کیا آپنے پایا اوسکو نماز میں پس داخل ہوئے آپ گھر میں اور پڑھی دو رکعتین
پھر نکلے آپ پس نماز پڑھی آپنے ساتھہ اُسکے انتہی۔ اور کہا امیر کاتب اتقانی نے غایۃ البیان
میں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم شروع الامام فی صلوۃ الفجر وہو فی بیتہ یصلی
سنۃ الفجر انتہی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا شروع ہونا امام کا نماز
فجر میں اور آپ اپنے گھر میں پڑہتے تھے۔ سنت فجر کی انتہی وقال الامام العینی فی شرح البخاری
وقد روی ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی عند الاقامۃ فی بیت میمونۃ انتہی
اور کہا امام عینی نے شرح بخاری میں اور تحقیق روایت کیا ابن عباس رضہ نے کہ نبی صلعم
تھے پڑہتے وقت اقامت کے بیچ گھر میمونہ رضہ کے انتہی اس مقام پر مخالف لوگ چند
اعتراض کرتے ہیں اول یہ حدیث حضرت علی رضہ کی ضعیف ہے۔ کیونکہ اسناد میں اوسکی
حارث اعور ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔ بلکہ بعض نے اُسکو کاذب کہا ہے۔ کہا شعبی نے
حدیث کی مجھکو حارث نے اور تھا جھوٹ بولتا اور ابراہیم سے ہے کہ وہ متہم ہے اور مغیرہ سے

ہے۔ کہ نہ تہا حارث سچ بولتا حدیث حضرت علی میں اور کہا ابن المدینی نے کہ تہا کاذب اور کہا
جریر بن عبد الحمید نے کہ تہا وہ روی اور کہا ابن معین نے ضعیف ہے اور کہا ابن عدی نے
کہ اکثر جو روایت کرتا ہے غیر محفوظ ہیں اور کہا دارقطنی نے ضعیف ہے۔ اور کہا شعبی نے
کہ نہین جہوٹھہ بولا کسی نے اس امت میں جسقدر جہوٹ بولا ہے وہ حضرت علی پرا اور تہے امام
ابن سیرین دیکہتے کہ اکثر وہ جو روایت کرتا ہے حضرت علی سے باطل ہیں اور کہا ابن حبان
نے کہ تہا حارث غالی تشیع میں انتہی مختصرًا ملخصا۔ اور اسیطرح بہت کتب رجال میں
ہے۔ اسکا حال شرق سے غرب تک مشہور ہے۔ اسواسطے کہا مولوی شمس الحق عظیم آبادی
نے کتاب اعلام اہل العصر میں فیہ الحارث الاعور وہو ضعیف بل قد رمی بالکذب انتہی یعنی
اس میں حارث اعور ہے اور وہ ضعیف ہے۔ بلکہ تحقیق وہ تہمت لگایا گیا ہے ساتہہ
جہوٹ بولنے کے انتہی۔ اور جواب اوسکا یہ ہے کہ قول فیصل حارث اعور میں یہ نہین ہے
جو کہ مخالف نے بیان کیا ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ مسائل اعتقادیہ میں وہ مقبول
نہین۔ کیونکہ وہ شیعہ ہے ماسکے علاوہ مقبول ہے۔ دیکہو اہل حدیث کے قول فیصل کو قال شیخ الاسلام
الذہبی فی میزانہ قال عباس عن ابن معین لیس بہ باس وکذا قال النسائی وقال عثمان الدارمی
سألت یحیی ابن معین عن الحارث الاعور فقال ثقۃ وقال ابوبکر بن ابی داؤد کان الحارث
الاعور افقہ الناس وافرض الناس واحسب الناس لعلم الفرائض من علی وحدیث الحارث فی السنن
الاربعۃ والنسائی مع تعنتہ فی الرجال فقد احتج بہ وقوی امرہ والجمہور علی توہین امرہ مع روایتہم
لحدیثہ فی الابواب ہذا الشعبی یکذبہ ثم یروی عنہ والظاہر انہ کان یکذب فی لہجتہ وحکایاتہ واما
فی الحدیث فلا قال مرۃ بن خالد حدثنا محمد بن سیرین قال کان من اصحاب ابن مسعود خمستہ یوخذ
عنہم ادرکت منہم اربعۃ وفاتنی الحارث فلم ارہ وکان یفضل علیہم وکان احسنہم ویختلف
فی ہولاء الثلاثۃ ایہم افضل علقمۃ ومسروق وعبیدۃ انتہی کلام الذہبی یعنی کہا شیخ الاسلام
ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہ کہا عباس نے روایت ہے ابن معین سے کہ کچھہ حرج

نہیں ساتھ اُسکے اور اسیطرح کہا نسائی نے اور کہا عثمان دارمی نے پوچھا مین نے ابن
معین کو حال حارث کا پس کہا ثقہ ہے۔ اور کہا ابوبکر بن ابی داؤد نے کہ تہا حارث
اعور افقہ لوگوں کا علم فرائض مین حضرت علی سے اور حدیث حارث کی سنن اربعہ مین ہے
اور نسائی نے باوجود تشدد اپنے کے رجال کے باب مین پس حجت پکڑی ہے ساتھ اوسکے
اور قوی کیا امر اوسکا اور جمہور محدثین اوپر اہانت امر اوسکے کے ہین باوجود روایت کرنے
اونکے حدیث اوسکی کو تمام ابواب میں یہی امام شعبی اوسکو کاذب کہتے ہیں۔ اور پہر
روایت کرتے ہیں اوس سے اور ظاہر ہے کہ وہ جہوٹہ بولتا تہا اپنے لہجہ اور اپنی
حکایتوں میں اور اسے پر حدیث میں پس نہ کہا مرہ بن خالد نے حدیث کی ہمکو محمد بن
سیرین نے کہا تہے شاگرد عبداللہ بن مسعود کے پانچ شخص جن سے علم لیا جاتا تہا پایا میں نے
اُن میں سے چار کو اور فوت ہوا مجہہ سے حارث پس نہ دیکہا میں نے اوسکو اور تہا فضیلت
رکہتا اونپر اور تہا نیک اور انکا بڑا اور اختلاف ہے ان تین مین کہ کون اُن تینوں کا افضل ہے
علقمہ اور مسروق اور عبیدہ بن عمرو سلمانی انتہی کلام الذہبی اور خود ترمذی نے زکوۃ
الخیل کے باب میں امام بخاری رح سے حارث کی حدیث کی تصحیح نقل کی ہے اور عبارت اوسکی
یہ ہے قال ابوعیسی روی ہذا الحدیث الاعمش وابو عوانۃ وغیرہما عن ابی اسحاق عن عاصم بن
ضمرۃ عن علی وروی سفیان الثوری وابن عیینۃ وغیر واحد عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی
وسالت محمد بن اسماعیل عن ہذا الحدیث فقال کلاہما عندی صحیح عن ابی اسحاق یحتمل ان یکون
عنہما جمیعا انتہی کلام الترمذی بعینہ۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ یہ تمام اشخاص اعلم الناس
اور اصدق الناس اور افقہ الناس اور اوثق الناس ان سب کی اہل حدیث نے وصف
فرمائی ہے باوجودیکہ صحاح ستہ والونکے اجماعی اشیاخ ہیں پہر جبکہ امام محمد بن سیرین نے حارث
اعور کو ان سب پر فضیلت فرمائی اب مخالف شخص دیدہ و دانستہ اسپر جرح تسلیم کرتا ہے
اور تعدیل کو نسیا منسیا مانتا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ حارث اعور کا درجہ محمد بن اسحاق صاحب

۹ اعور ۱۲ و فرائض لوگوں کا اور بڑا حساب دان لوگوں کا

سلہ جو کہ فاتحہ خلف امام کی حدیث جو کہ ابو داود وغیرہ نے عبادہ رض سے روایت کی ہے۔ ۱۲ منہ
انکا دا بی سے

مغازی سے اعلیٰ ہے کیونکہ محمد بن اسحاق بھی اکثر کے نزدیک مجروح اور ضعیف اور کذاب اور
متہم بالتشیع والقدر اور موصوف بوصف تدلیس ہے چنانچہ اسکی بحث مین نے اپنے رسالہ الدلیل
المبین علی ترک القراۃ للمقتدین مین بالبسط کی ہے اور مخالف کی دلیل یعنی حدیث عبادۃ
بن صامت رضی کی جس سے مخالف نے وجوب فاتحہ خلف امام پر استدلال کیا ہے اسکا ضعف
عمدہ طور پر ثابت کر دکھایا ہے۔ اب محمد بن اسحاق کی حدیث کو صحیح ماننا اور حارث کی حدیث
کو ضعیف بلکہ وضعی قرار دینا بعید از انصاف ہے بلکہ حق یہ ہے کہ محمد بن اسحاق کی
حدیث خوہ مخواہ ضعیف ہے۔ کیونکہ اُس نے حدیث کی سند یون بیان کی ہے محمد بن
اسحاق عن مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ انتہی جیسا کہ ترمذی اور ابوداؤد اور دارقطنی اور
جزء القراۃ وغیرہا میں موجود ہے اور حال یہ کہ سند اس حدیث کی صحیح طور پر اسطرح نہیں ہے
بلکہ یا تو یون ہے۔ مکحول عن عبادۃ ارسال کے طور پر چنانچہ چار شاگرد مکحول کے اسیطور
روایت کرتے ہیں اُن مین سے ہیں سعید بن عبد العزیز اور عبد الرحمن بن یزید بن جابر اور
عبد اللہ بن العلاء یہ تینوں عن مکحول عن عبادۃ کہتے ہیں جیسا کہ ابوداؤد میں ہے اور چوتھا
محمد بن ولید زبیدی جیسا کہ دارقطنی میں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مکحول کو عبادہ سے روایت
نہیں بلکہ اتفاقاً منقطع ہے اور زید بن واقد رح جو کہ امام ملک شام کا ہے اوس نے یوں
روایت کی ہے زید بن واقد عن مکحول عن نافع بن محمود عن عبادۃ جیسا کہ نسائی اور ابوداؤد اور
جزء القراۃ اور دارقطنی میں ہے اور خود محمد بن اسحاق نے بھی اسیطور پر روایت کی چنانچہ
دارقطنی اور بیہقی میں ہے اور ظاہر ہے۔ کہ نافع بن محمود مستور الحال ہے جیسا کہ نص کی ہے
اسپر حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں اور کہا ذہبی نے میزان الاعتدال میں قال ابن حبان حدیثہ
ہذا معلل انتہی لہذا ثابت ہوا کہ حدیث عبادہ کی سند یا منقطع ہے یا مدار اسکا نافع بن
محمود مستور الحال پر ہے اور جس طور پر ترمذی وغیرہ نے محمود بن ربیع کے واسطے سے نوس نے
عبادہ سے روایت کی ہے وہ غلط ہے اور شاذ یا کہ منکر ہے۔ اور باوجود ضعیف ابن غیوب کے مولوی

شمس الحق صاحب عظیم آبادی مع اپنے اشیاخ اور اقران اور اتباع کے عبادہ بن صامت رضہ
کی حدیث کو صحیح مانکر فاتحہ خلف امام کو واجب جانتے ہیں اور اس حدیث کو بسبب حارث
اعور کے مجروح کیا ہے باوجودیکہ حارث نے کسی شاگرد حضرت علی رضہ کی مخالفت
نہین کی اور نہ کسی پر زیادتی کی ہے اور درجہ میں حارث اعور محمد بن اسحاق سے اول تو
زیادہ معتبر ہے ورنہ اُسکا مساوی توضرور ہے لہذا حدیث حارث کی جس مین ہم ہیں حدیث
محمد بن اسحاق سے اعلی ہے واللہ اعلم اور جسکو شوق ہو مسئلہ فاتحہ خلف الامام کا عمدہ طور
تفصیل سے دیکھے وہ شخص ہمارے رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین کو دیکھے
تاکہ اوسکی تسلی ہوجاوے اگر وہ انصاف پسند ہے ورنہ خیر اعتراض دوسرا یہ ہے
کہ وہ جو صاحب محیط اور امیر کاتب اتقانی نے غایۃ البیان میں حدیث...... نقل کی ہے
کہ آپ دیدہ و دانستہ سنت فجر ادا کر کے جماعت میں شامل ہوئے اور اسیطرح وہ جو
علامہ عینی نے ابن عباس رضہ کی حدیث نقل کی کہ آپ دیدہ و دانستہ میمونہ رضی اللہ
عنہا کے گھر سنت فجر ادا کر کے جماعت میں ملے یہ دونو باتیں بے اصل ہیں کیونکہ ان دونون
نے ان حدیثون کی تخریج بیان نہین کی کہ کس کتاب کی ہیں اور یہ سب صاحب خود
محدث ہی نہیں جن کی نقل بلا سند مانی جاوے کہا مولوی شمس الحق عظیم آبادی نے اپنے
رسالہ اعلام اہل العصر میں قلت ما قال فی المحیط لم یوجد فی کتب الحدیث بہذا اللفظ الخ الی
ان قلل وکذا ما قال الاتقانی فی غایۃ البیان لم یوجد فی کتب الحدیث ولا عبرۃ بذکر امثالہا
من الفقہاء فان صاحب المحیط وصاحب الغایۃ وامثالہما لیسوا من المحدثین ولا اسند الحدیث
الی احد من المخرجین انتہی یعنی میں کہتا ہون کہ وہ جو کہا ہے محیط میں نہین پایا گیا کتب
حدیث میں ساتھہ اس لفظ کے آخر تک یہانتک کہ کہا اور اسیطرح وہ جو کہا ہے
امیر کاتب اتقانی نے غایۃ البیان مین نہیں پایا گیا کتب حدیث میں اور نہین اعتبار ہے ساتھ

سلہ ۵ اسمین اشارہ ہے کہ اسکے معنی صحیح ہیں چنانچہ مسلم کی حدیث جسکو خود مولوی شمس الحق صاحب نے نقل کیا ہے
اوس سے قیاسا مستنبط ہو سکتا ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

ذکر کرنے مثل انکیکو فقہاء میں سے کیونکہ صلعب محیط اور صاحب غایۃ اور انکے مانند نہیں ہیں
محدث اور نہیں نسبت کیا حدیث کو طرف کسی کی تخریج والون میں سے ختم ہوا کلام مولوی
شمس الحق کا مختصر کر کے جواب اوسکا یہ ہے کہ اگرچہ حدیث قصہ عبد الرحمٰن بن عوف کی ادن الفاظ
کے ساتھہ نہیں جسطرح کہ صاحب محیط اور صاحب غایۃ البیان اور علامہ عینی نے نقل کی
ہے مگر معنی اوسکے صحیح ہیں اور مطلب درست ہے۔ اور تقریر اس کی مبنی ہے ایک مقدمہ
اور تمہید پر مقدمۃ اوسکا یہ ہے۔ کہ ہم نے ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے دیدہ و دانستہ وقت اقامت کے دو رکعت سنت فجر کی ادا کی ہے۔
چنانچہ حضرت علی رضا کی حدیث میں صراحۃً مذکور ہے اور وہ جو مولوی شمس الحق صاحب
اور ہم مشرب اونکے نے اوسکو ضعیف قرار دیکر ساقط عن الاعتبار کیا تہا وہ غلط نکلا بلکہ
حدیث مقبول مقرر ہوئی اور تمہید اوسکی یہ ہے کہ حدیث صحیح مرتبہ اول سے ثابت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی پیچھے
گذاری ہے اور ایک رکعت اوسکے ساتھہ آپنے ادا کی ہے اور ایک بعد سلام کہڑے ہوکر
مسبوقانہ طور اکیلے ادا فرمائی ہے فقد اخرج البخاری ومسلم فی صحیحیہما واللفظ لمسلم من طریق
عباد بن زیاد ان عروۃ بن المغیرۃ بن شعبۃ اخبرہ ان المغیرۃ بن شعبۃ اخبرہ انہ غزا مع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک قال المغیرۃ فتبرز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل
الغائط فحملت معہ اداوۃ قبل صلوۃ الفجر فلما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی اخذت
اہریق علی یدیہ من الاداوۃ الحدیث بطولہ وفیہ ثم اقبل قال المغیرۃ فاقبلت معہ حتی یجد الناس
قد قدموا عبد الرحمٰن بن عوف فصلی لہم فادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدی الرکعتین
فصلی مع الناس الرکعۃ الآخرۃ[1] فلما سلم عبد الرحمٰن بن عوف قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] اس حدیث میں ایک لطیفہ ہے وہ یہ ہے کہ مسبوق کی جو نماز باقی رہتی ہے وہ اوسکی اول نماز ہے لہذا اوسمین سورہ ضم کرے کیونکہ بلفظ صلی مع الناس الرکعۃ الآخرۃ حدیث اول میں اور لفظ فصلی الرکعۃ التی سبق بہا دوسری میں صریح اسپر دال ہیں اور کہا ابن عبد البر نے وبہ قال الثوری والحسن بن حیی و مالک علی روایۃ وہو المروی عن عمر وعلی وابی الدرداء وابن عمر ومجاہد وابن سیرین انتہی اور تفصیل اسکی ہمارے رسالہ الدلیل المبین علی ترک قراۃ المقتدین میں ہے

یتم صلوته انتہی مختصر الخصا واخرج ابو داؤد وقال فیہ فلما سلم قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی الرکعۃ التی سبق بہا لم یزد علیہا شیئا انتہی وفی اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ للعلامۃ الجزری باسنادہ الی ابراہیم بن سعد عن ابیہ عن جدہ عن عبد الرحمن بن عوف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما انتہی الی عبد الرحمن بن عوف وہو یصلی بالناس اراد عبد الرحمن ان یتاخر فاوما الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مکانک فصلی وصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصلوۃ عبد الرحمن بن عوف انتہی اور خود مولوی شمس الحق صاحب نے ان احادیث کو اپنے رسالہ اعلام اہل العصر میں نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک موقع ایسا ہی گذرا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز عبد الرحمن بن عوف کے پیچھے ایک رکعت ادا کی اور ایک رکعت مسبوق کے طور اکیلے ادا فرمائی۔......لہذا جبکہ یہ مقدمہ اور تمہید دونو بخوبی ثابت اور صحیح دلیل معتبر سے ہو چکے تو اب ہم کہتے ہیں کہ ادا کرنا سنت فجر کا بعد اقامت کے جو حدیث حضرت علی رضہ سے ثابت ہے دو حال سے خالی نہیں یا تو وہی موقع ہے جو کہ آپ نے عبد الرحمن بن عوف رضہ کے پیچھے ادا کی ہے یا اُسکا غیر ہے اگر اوسکا غیر ہے تو مولوی شمس الحق صاحب اور اونکے اعوان و انصار اوسکا نشان اور پتہ فرما دیں کہ کس روز ہوا ہے مگر صحیح حدیث سے ثابت کریں ضعیف نہو اور نیز ہمکو تو مطلب برای سے کلام ہے اگر کوئی اور موقع ہو تب بھی ہمارا مطلب ثابت ہوا اور اگر وہی ہے جو کہ عبد الرحمن رضہ کے پیچھے آپ نے ایک رکعت ادا کی اور دوسری بعد سلام امام کے مسبوقانہ طور ادا کی ہے تو ہمارا مدعی یہ بھی ثابت ہوا اور صاحب محیط اور امیر کاتب اتقانی اور امام عینی مولوی شمس الحق کے مواخذہ سے ناجی ہوئے اور انکو اللہ تعالی نے مولوی صاحب موصوف کے طعن اور تشنیع اور بدظنی سے خلاص کیا ....اور نیز مولوی شمس الحق صاحب کا یہ کہنا کہ یہ فقہاء فقط فقہ ہی رکھتے تھے اور وہ لوگ محدث نہیں ہیں سبحانک ہذا بہتان عظیم علم اسماء رجال میں دیکھو کہ یہ سب فقہاء اہل ترجیح اور درجہ اجتہاد کا رکھتے ہیں اور معتبر بیان

میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مولوی شمس الحق اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی وغیرہ ہمامن غیر المقلدین آجکل کے لوگ جو کہ بہ نسبت امام عینی وغیرہ کی محض نادان اور غبی اردو خوان ہیں وہ تو محدث اصحاب الحدیث نام رکہاویں اور فقہا سلف خلف ناواقف قرار دیے جاویں این کار از تو آید مردان چنین کنند خدا تعالی اس قسم کے تعصب سے بچاوے آین قسم دوسرا اصحیح آثار صحابہ اور تابعین اور اتباع التابعین کے ہیں اور وہ بکثرت ہیں جس سے عمدہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ امر علی الاعلان مشہور تہا کہ بغیر الط مذکورہ بعد اقامت کے سنت فجر ادا کر لیا کرتے تہے ان میں سے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود فقد شیدار کانہ امام الائمہ الامام ابو جعفر الطحاوی فی شرح معانی الآثار حدثنا سلیمان بن شعیب قال ثنا عبد الرحمن بن زیاد قال ثنا زہیر بن معاویۃ عن ابی اسحاق قال ثنی عبد اللہ بن ابی موسی عن ابیہ حین دعاہم سعید بن العاص دعا ابا موسی و حذیفۃ وعبد اللہ بن مسعود قبل ان یصلی الغداۃ ثم خرجوا من عندہ وقد اقیمت الصلوۃ فجلس عبد اللہ الی اسطوانۃ من المسجد فصلی الرکعتین ثم دخل فی الصلوۃ یعنی بلایا سعید بن العاص نے حضرت ابو موسی اشعری اور حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو قبل اسکے کہ پڑہے نماز فجر کی پہر نکلے وہ سب اوسکے پاس سے اور اقامت کی گئی نماز پس بیٹھے عبد اللہ بن مسعود طرف ستون کی مسجد میں سے پس پڑہیں دو رکعتیں پہر داخل ہوئے نماز میں حدثنا سلیمان حدثنا خالد ابن عبد الرحمن قال ثنا سفیان عن ابی اسحاق عن عبد اللہ بن ابی موسی عن عبد اللہ انہ دخل المسجد و الامام فی الصلوۃ فصلی رکعتی الفجر یعنی روایت ہے عبد اللہ سے کہ وہ داخل ہوئے مسجد میں اور امام اوسوقت نماز میں تہا پس ادا کی دو رکعت فجر کی حدثنا ابو بشر الرقی قال ثنا ابو معاویہ عن ابی المالک الاشجعی عن ابی عبیدۃ عن عبد اللہ یعنی ابن مسعود انہ کان یفعل ذلک انتہی یعنی تہے عبد اللہ بن مسعود کرتے اسیطرح واخرج ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا ابن ادریس عن مطرف عن ابی اسحاق عن حارثۃ بن مضرب ان ابن مسعود وابا موسی خرجا من عند سعید بن العاص فاقیمت الصلوۃ فرکع ابن مسعود رکعتین ثم دخل مع القوم فی الصلوۃ واما ابو موسی فدخل فی الصف انتہی یعنی

ابن مسعود اور ابوموسی نکلے وہ دونو سعید بن العاص کے پاس سے پس اقامت کی گئی نماز پس پڑہی ابن مسعود رضہ نے دو رکعت پہر داخل ہوئے ساتہہ لوگو نکی نماز مین اور اسے پر ابوموسی پس داخل ہوئے صف میں ۔ ومنہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فقد اخرج الطحاوی حدثنا محمد بن خزیمۃ وفہد قالا حدثنا عبداللہ بن صالح قال حدثنی اللیث قال ثنی ابن الہاد عن محمد بن کعب قال خرج عبداللہ بن عمر من بیتہ فاقیمت صلوۃ الصبح فرکع رکعتین قبل ان یدخل المسجد وہو فی الطریق ثم دخل المسجد فصلی الصبح مع الناس انتہی یعنی نکلے عبداللہ بن عمر رضہ اپنے گہر سے پس اقامت کی گئی نماز صبح کی پس پڑہی دو رکعتین پہلے اس سے کہ داخل ہو مسجد میں اور وہ راستہ میں تہے پہر داخل ہوئے مسجد میں پس پڑہی صبح ساتہہ آدمیونکے حدثنا فہد قال ثنا ابونعیم قال حدثنا مالک بن مغول قال سمعت نافعا یقول ایقظت ابن عمر لصلوۃ الفجر وقد اقیمت فقام فصلی الرکعتین انتہی یعنی کہتا ہے نافع مدنی کہ جگایا میں نے عبداللہ بن عمر رضہ کو واسطے نماز فجر کے اور حال یہ کہ قائم کی گئی نماز فجر کی پس کہڑے ہوئے پس پڑہی دو رکعتین حدثنا علی بن شیبۃ قال حدثنا الحسن بن موسی قال حدثنا شیبان بن عبدالرحمن عن یحیی بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر انہ جاء والامام یصلی الصبح ولم یکن یصلی الرکعتین قبل صلوۃ الفجر فصلاہما فی حجرۃ حفصۃ ثم انہ صلی مع الامام یعنی عبداللہ بن عمر رضہ آئے اور امام اوسوقت پڑہتا تہا صبح اور انہون نے نہ پڑہی تہی دو رکعت قبل فجر کے پس پڑہا ان دونونکو بیچ حجرہ حضرت حفصہ رضہ کے پہر انہون نے نماز پڑہی ساتہہ امام کے ومنہم ابن عباس رضہ فقد اخرج الامام ابوجعفر الطحاوی فی معانی الآثار حدثنا احمد بن عبدالمومن الخراسانی قال حدثنا علی بن الحسن بن شقیق قال اخبرنا الحسین بن واقد قال ثنا یزید النحوی عن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوۃ الغداۃ مع ابن عمر وابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر رضہ مکانہ حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین انتہی یعنی کہا ابومجلز نے داخل ہوئے مسجد میں بیچ نماز فجر کے ساتہہ ابن عمر اور ابن عباس کے اور امام نماز پڑہاتا تہا پس سے پر ابن عمر پس داخل ہوا صف میں اور ایسے پر ابن عباس

پس پڑہی اوس نے دو رکعتین پہر داخل ہوا ساتہہ امام کے پس جب سلام دیا امام نے تو بیٹھ
گئے عبد اللہ بن عمر رضا اپنی جگہ پر یہانتک کہ آفتاب چڑہ پڑا پس کہڑے ہوئے پس پڑہی دو رکعتیں
انتہی حدثنا ابو بکرۃ قال ثنا ابو عمر والضریر قال حدثنا عبد العزیز بن مسلم قال اخبرنا مطرف بن طریف
عن ابی عثمان الانصاری قال جاء عبد اللہ بن عباس والامام فی صلوۃ الغداۃ ولم یکن صلی الرکعتین
فصلی ابن عباس الرکعتین خلف الامام ثم دخل معھم انتہی یعنی کہا ابو عثمان انصاری نے کہ آیا ابن
عباس اور امام نماز فجر میں تہا اور نہ تہی پڑہی اونہوں نے دو رکعتین پس پڑہی ابن عباس نے دو رکعتین
پیچھے امام کے پہر داخل ہوا ساتہہ اونکے ومنھم ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فقد اخرج الامام ابو جعفر
الطحاوی حدثنا ابو بشر الرقی قال ثنا ابو معاویۃ عن مسعر عن ابی عبید اللہ عن ابی الدرداء انہ کان یدخل
المسجد والناس صفوف فی صلوۃ الفجر فیصلی الرکعتین فی ناحیۃ المسجد انتہی یعنی ابو درداء رض تہے داخل
ہوتے مسجد میں اور لوگ صفین ہوتے نماز فجر میں پس پڑہتا دو رکعت بیچ گوشہ مسجد کے انتہی
ومنھم ابو عثمان النھدی وھو مخضرم من کبار التابعین فقد اخرج الامام الطحاوی فی شرح معانی
الآثار حدثنا ابو بکرۃ قال حدثنا ابو داؤد قال حدثنا ہشام بن عبد اللہ عن جعفر عن ابی عثمان النھدی
قال کنا ناتی عمر بن الخطاب قبل ان نصلی الرکعتین قبل الصبح وھو فی الصلوۃ فنصلی الرکعتین فی آخر المسجد
ثم ندخل مع القوم فی صلوتھم انتہی یعنی کہا ابو عثمان نہدی نے تہے ہم آتے حضرت عمر بن
الخطاب رض کے پاس پہلے اس سے کہ پڑہین ہم دو رکعتین قبل صبح کے اور وہ نماز میں ہوتے تہے
پس پڑہتے ہم دو رکعتین آخر مسجد میں پہر داخل ہوتے ہم ساتہہ قوم کے اونکی نماز میں انتہی لطیفہ
اس اثر سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر حضرت عمر رض کے زمانہ مبارک میں علی الاعلان مشہور تہا۔
کہ سنت فجر بعد اقامت کے ادا کر لیا کرتے تہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ شاید حضرت عمر رض
کو اونکا یہ فعل نہ معلوم ہوگا ورنہ منع کرتے اور آیندہ آویگا کہ حضرت عمر رض اس سے منع کرتے
تہے اور تنبیہ کرتے تہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ ابن بطال رح نے شرح صحیح بخاری میں اور اور
علما نے حضرت عمر رض کو اون میں شمار کیا ہے جو کہ سنتین ادا کر کے جماعت میں شریک ہوا کرتے

تھے علاوہ یہ کہ اس قسم کا مشہور امر خلیفہ راشد پر مخفی رہنا صاحب عقل سلیم کب گوارا کر سکتا ہے

فالصواب عنه جوازه مع شرائطه وعدمه مع عدمها واخرج الطحاوی حدثنا روح بن الفرج
قال حدثنا يحيى بن عبد الله بن بكير قال ثنا حماد بن زيد قال ثنا عاصم عن ابی عثمان النهدی قال
كنا نجئ وعمر بن الخطاب فی صلوة الصبح فنركع ركعتين ثم ندخل معه فی الصلوة انتهى یعنی کہا
ابو عثمان نہدی نے تھے ہم آتے اور حضرت عمر بن الخطاب نماز صبح میں ہوتے پس پڑھتے ہم
دو رکعتین پھر داخل ہوتے ساتھ اونکے نماز میں اس سے بھی بخوبی اس امر کا اشتہار ثابت ہے

ومنهم مسروق بن الاجدع وهو ايضا من كبار التابعين من المخضرمين فقد اخرج الطحاوی حدثنا
ابو بكرة قال ثنا ابو داود قال حدثنا سعيد عن حصين قال سمعت الشعبی يقول كان مسروق يجئ الى
القوم وهم فی الصلوة ولم يكن ركع ركعتی الفجر فيصلی الركعتين فی المسجد ثم يدخل مع القوم فی صلوتهم
... انتهى یعنی کہا شعبی نے تھے مسروق آتے طرف لوگونکی اور وہ لوگ نماز میں ہوتے تھے
اور نہیں پڑھا ہوتا اونہوں نے دو رکعتین فجر کی پس پڑھتے دو رکعت مسجد میں پھر داخل ہوتے ساتھ
قوم کے اونکی نماز میں ..... حدثنا ابو بشر الرقی قال ثنا ابو معوية عن عاصم الاحول عن الشعبی عن مسروق
انه فعل ذلك غير انه قال فی ناحية المسجد انتهى یعنی مسروق تھے اوسکو کرتے مگر یون کہا کہ گوشہ
مسجد میں ..... حدثنا صالح قال حدثنا سعيد قال ثنا هشيم قال حدثنا حصين وابن عون عن
الشعبی عن مسروق انه فعل ذلك انتهى یعنی کہا شعبی نے کہ مسروق نے کیا ہے اوسکو [1] و
منهم الامام الحسن البصری سيد التابعين فقد اخرج الامام ابو جعفر الطحاوی فی معانی الآثار حدثنا ابو
بكرة قال ثنا حجاج بن المنهال قال ثنا يزيد بن ابراهيم عن الحسن انه كان يقول اذا دخلت المسجد ولم
تصل ركعتی الفجر فصلهما وان كان الامام يصلی ثم ادخل مع الامام انتهى یعنی کہتے تھے حسن بصری کہ جب داخل
ہووے تو مسجد میں اور نہ پڑھی ہو تو نے دو رکعت فجر کی پس پڑھ تو اونکو اگرچہ ہو امام نماز پڑھتا پھر
داخل ہو تو ساتھ امام کے حدثنا صالح بن عبد الرحمن قال ثنا سعيد بن منصور قال ثنا هشيم
قال اخبرنا يونس قال كان الحسن يقول يصليهما فی ناحية المسجد ثم يدخل مع القوم فی صلوتهم انتهى

[1] شاید امام شعبی کا بھی یہی مذہب ہوگا ورنہ وہ اسپر انکار کرتے ۱۲ منہ عفی عنہ

یعنی کہا یونس نے کہ تھے حسن بصری رح فرماتے تھے کہ پڑہے نمازی اونکو گوشہ مسجد مین پہر
داخل ہو جاوے ساتھہ قوم کے اونکی نمازمین انتہی ومنہم امام المفسرین مجاہد ومکحول وکذا
حماد بن ابی سلیمان والامام الاعظم واصحابہ واتباعہ کذا نقل ذلک المولوی شمس الحق عظیم آبادی
فی اعلام اہل العصر انتہی اب یہ تمام صحابہ اور تابعین اور ائمہ سب کے سب سنت فجر کا
اداکرنا وقت اقامت کے بشرط مذکورہ جائز جانتے تھے اور دلیل اونکی حدیث علی رض
کی مرفوع ہے جو کہ گذر چکی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب اس مقام پر
مخالف لوگ چند احادیث وارد کرتے ہیں اور بعد اقامت کے اداکرنا سنت فجر کا منع جانتے ہیں
اول حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے فاخرج مسلم فی صحیحہ من طریق ورقاء عن عمرو بن
دینار عن عطاء عن ابی ہریرۃ وکذا من طریق زکریا بن اسحاق عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابی ہریرۃ
ومن طریق حماد بن زید عن ایوب عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابی ہریرۃ مرفوعا اذا اقیمت الصلوۃ
فلا صلوۃ الا المکتوبۃ وفی حدیث حماد بن زید قال حماد ثم لقیت عمرو بن دینار فحدثنی بہ ولم یرفعہ
انتہی ما فی مسلم ملخصا مختصر العینی روایت ہے ابو ہریرہ رض سے مرفوعا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے جبکہ اقامت کی جاوے نماز پس کوئی نماز نہین بجز نماز فرض کے اور حماد بن زید کی حدیث میں ہے
کہ کہا حماد نے کہ ملاقات کی میں نے عمرو بن دینار سے پس حدیث کی مجھکو اور نہ مرفوع کیا مسلم کی
عبارت ختم ہوئی واخرج الدارمی عن زکریا وابو داؤد عن حماد بن سلمۃ وعن ورقاء وعن ابن جریج وایوب
کلہم عن عمرو واخرج الترمذی والنسائی عن زکریا والنسائی عن ورقاء وابن ماجہ عن زکریا وایوب
والطحاوی عن زکریا واسماعیل بن مجمع الانصاری واحمد بن حنبل من طریق محمد بن جحادۃ والبیہقی
عن حماد بن سلمۃ وورقاء واحمد من طریق شعبۃ عن ورقاء کلہم عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابی ہریرۃ
واخرج الدارمی عن زکریا عن عمرو بن دینار عن سلیمان بن یسار عن ابی ہریرۃ نحو ما رواہ مسلم غرض کہ
ان طرق سے یہ حدیث مروی ہے اور لفظ حدیث کا وہی ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے اور اسکے
علاوہ بھی اس حدیث کے الفاظ وارد ہین فقد اخرج احمد بن حنبل فی مسندہ من طریق ابی تمیم الزہری

عن ابی ہریرہ والطحاوی من طریق ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلاۃ الا التی اقیمت ولفظ الطحاوی اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا التی اقیمت
لہا انتہی غرضکہ الفاظ کا فرق ہے اور معنی سب کے ایک ہیں جواب اس حدیث کا چند طور پر ہے
اول یہ کہ اسکے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے فقد قال الامام ابو جعفر الطحاوی فی شرح
معانی الآثار ہذا الحدیث اصلہ عن ابی ہریرۃ لا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہکذا رواہ الحفاظ عن عمرو بن
دینار حدثنا ابو عمرو الضریر قال اخبرنا حماد بن سلمۃ وحماد بن زید عن عمرو بن دینار عن عطاء بن یسار
عن ابی ہریرۃ بذلک ولم یرفعہ فصار اصل ہذا الحدیث عن ابی ہریرۃ لا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی
وقال الترمذی فی جامعہ وروی حماد بن زید وسفیان بن عیینۃ عن عمرو بن دینار ولم یرفعاہ انتہی مختصرا
اور کہا ترمذی نے اپنی جامع میں اور روایت کیا حماد بن زید اور سفیان بن عیینۃ دونوں نے عمرو بن دینار
سے اور نہ مرفوع کیا اوسکو انتہی مختصراً اگر کوئی اعتراض کرے کہ خود ترمذی وغیرہ نے اوسکے رفع کو
صحیح کیا ہے حیث قال والحدیث المرفوع اصح انتہی یعنی کہا ترمذی نے اور مرفوع کرنا حدیث کا اصح
ہے انتہی اور خود سفیان بن عیینۃ نے اول اسکو موقوف کیا اور بعد میں رفع کا اقرار کیا قال البیہقی
فی کتاب المعرفۃ حدثنا ابو عبد الرحمن السلمی قال اخبرنا ابو الحسن محمد بن الکلاذی قال حدثنا محمد بن علی
الصائغ قال ثنا سعید بن منصور قال حدثنا سفیان فذکرہ موقوفا الا انہ قال فی آخرہ قلت لسفیان
مرفوع قال نعم انتہی یعنی سفیان نے ذکر کیا اوسکو موقوف مگر اوس نے یوں کہا ہے اوسکے اخیر میں
ہے کہ کہا میں نے سفیان کو کہ یہ حدیث مرفوع ہے کہا سفیان نے کہ ہاں انتہی جواب اسکا دو وجہ
پر ہے اول یہ کہ عمرو بن دینار جو کہ حدیث میں سب کا شیخ ہے اور اسی پر مدار حدیث کا ہے - وہ خود
مرفوع کرنے سے انکاری ہے فقد اخرج مسلم فی صحیحہ ہذا الحدیث کما مر فی آخرہ قال حماد بن زید ثم
لقیت عمروا فحدثنی بہ ولم یرفعہ انتہی یعنی مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جیسا کہ گذر چکا
ہے اور اوسکے آخر میں ہے کہ کہا حماد بن زید نے پھر خود ملاقات کی میں نے عمرو بن دینار کی
پس حدیث کی اوس نے مجھکو وہی حدیث اور نہ مرفوع کیا اوسکو انتہی لہذا یہ حدیث چنداں مقبول

نہین وجہ دوسری یہ کہ حدیث مذکور ممکن ہے کہ مشروط البشر الطہو تا کہ حضرت علی سفر کی حدیث
اور یہ دونو مطابق ہوجاوین اور یا کہ سنت فجر کی اس نہی سے مستثنی ہون پہر اگر کوئی اعتراض کرے
کہ اس حدیث مین تتمہ وارد ہے جس سے صراحۃً سنت فجر کی مناہی ثابت ہے فقد اخرج
ابن عدی والبیہقی من طریق یحیی بن نصر بن الحاجب عن مسلم بن خالد الزنجی عن عمرو بن دینار فی ہذا
الحدیث قیل یا رسول اللہ ولا رکعتی الفجر قال ولا رکعتی الفجر قال ابن حجر واسنادہ حسن انتہی یعنی کہا گیا
یا رسول اللہ کیا رکعت فجر کی بہی نہین ہوتی بعد اقامت کے فرمایا کہ رکعت فجر بہی نہیں ہوتی کہا ابن
حجر نے اور اسناد اسکی حسن ہے انتہی تو جواب اسکا یہ ہے کہ اس تتمہ کے معارض ہے وہ لفظ حدیث
کا جو کہ اسی حدیث کے دوسری طریق میں ہے۔ فقد اخرج البیہقی من طریق حجاج بن نصیر عن
عباد بن کثیر عن لیث عن عطاء عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوۃ
فلا صلوۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الفجر انتہی یعنی جبکہ اقامت ہو جاوے پس نہین نماز بجز نماز فرض کے
مگر دو رکعت فجر کی انتہی لہذا دونو باہم برابر ہوئین اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس طریق مین حجاج بن نصیر
اور عباد بن کثیر دونو ضعیف ہیں چنانچہ یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں ہے اور اونکی جرح کا ذکر کرنا چندان
ضروری نہیں ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ یحیی بن نصر بن حاجب اور مسلم بن خالد زنجی یہ دونو
بہی ضعیف ہین جیسا کہ اہل حدیث پر مخفی نہین ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ مسلم بن زنجی اور یحیی
بن نصر بن حاجب دونو نکو بعض اہل حدیث نے معتبر کہا ہے۔ اما مسلم بن خالد فقد قال ابن معین
لیس بہ باس وقال مرۃ ثقۃ وقال مرۃ ضعیف وروی عثمان الدارمی عن یحیی ثقۃ وقال ابن عدی
ارجو انہ لا باس بہ وہو حسن الحدیث وقال الازرقی کان فقیہا عابدا یصوم الدہر وقال ابراہیم الحربی
کان فقیہ اہل مکۃ وقال الساجی کثیر الغلط وقال البخاری منکر الحدیث وقال ابو حاتم لا یحتج بہ و
ضعفہ ابو داؤد وقال ابن المدینی لیس بشیئ انتہی کذا فی میزان الاعتدال للذہبی مختصرا وقال ابن
حجر فی التقریب فقیہ صدوق لہ اوہام انتہی واما یحیی بن نصر بن حاجب القرشی فقال ابو زرعۃ لیس
بشیئ ولما ابن عدی فروی لہ احادیث حسنۃ وقال ارجو انہ لا باس بہ وقال احمد بن حنبل کان

ـــہ فتح الباری میں ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

جیسا کذا نقلہ الذہبی ایضاً حاصل یہ کہ اگرچہ دونوں اکثر ونکے نزدیک مجروح ہیں مگر بعض نے اونکو اچھا
بھی کہا ہے اور نیز حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر نے اپنے شیخ کے باقی شاگردوں پر جملہ استثنائیہ
... زیادہ کیا ہے لہذا شاذ یا کہ منکر ضرور ہی جواب اسکا یہ ہے کہ اسیطرح حجاج بن نصیر اور
عباد بن کثیر کو بعض نے اچھا کہا ہے۔ فقد قال الذہبی فی میزانہ حجاج بن نصیر قال یعقوب بن شیبۃ
سالت ابن معین عنہ فقال صدوق لکن اخذوا علیہ اشیاء فی حدیث شعبۃ وقال ابن المدینی
ذہب حدیثہ وقال ابو حاتم ضعیف ترک حدیثہ وقال البخاری سکتوا عنہ وقال النسائی ضعیف
وقال مرۃ لیس بشیئ وقال ابوداؤد ترکوا حدیثہ وقال الدارقطنی وغیرہ ضعیف واما ابن حبان فذکرہ
فی الثقات فقال یخطی ویہم مات سنۃ اربع عشرۃ ومائتین قلت لم یات بمتن منکر انتہی کلام الذہبی
واما عباد بن کثیر فہو الثقفی روی عن ثابت البنانی وابی عمران الجونی وعبد اللہ بن دینار وابن
واسع ویحیی بن ابی کثیر وابن الزبیر وخلق وعنہ ابراہیم بن ادہم وابو نعیم والفریابی وابو ضمرۃ وبدل
ابن المحبر والمحاربی وابو عاصم والدراوردی وعبد اللہ بن واقد الہروی وآخرون وکان یحدث عنہ جریر
ابن عبد الحمید فیقولون اغضا منہ فیقول ویحکم کان شیخا صالحا انتہی کذا نقلہ الذہبی فی میزانہ اب جسطرح
مسلم بن خالد کو چند اہل علم نے اچھا کہا اور چند نے جرح کی اور یحیی بن نضر بن حاجب کو فقط ایک
ابن عدی نے اچھا کہا باقی سب نے مجروح کیا اسیطرح حجاج بن نصیر کو چند نے اچھا کہا اور چند
نے جرح کی اور عباد بن کثیر کو بھی فقط ایک جریر بن عبد الحمید نے اچھا کہا اور باقی سب نے مجروح
کیا لہذا اس لحاظ سے دونوں زیادتی ایک درجہ کی ہوئیں اور جسطرح جملہ الارکعتی الفجر اکثر ونکی روایت
پر زیادتی ہے اوسیطرح جملہ ولارکعتی الفجر کا بھی اکثر اصحاب عمرو بن دینار پر زیادتی ہے پس وہ
بھی شاذ یا کہ منکر ہوئی بہر حال دونوں باہم متعارض ہیں اور دونوں کا درجہ صحت ضعف میں برابر ہے
لہذا یا تو دونوں اذا تعارضا تساقطا کے طور پر غیر مقبول ہوئیں اور جسطرح حدیث میں لعل ہم بحث
کر چکے ہیں وہ بحث اوسیطرح باقی بحالہ رہی اور یا کہ دونوں میں مطابقت کی جاوے اور
رفع تعارض ہو جاوے وہو المراد والا ایک کو صحیح ماننا اور دوسرے کو ضعیف قرار دینا باوجود

مساوی الثبوت وعدمہ یہ محض تعصب ہے واللہ اعلم بالصواب یہ تمام بحث جو مذکور ہوئی ہے۔
سب درست ہے۔ مگراس عاجز کو ایک نکتہ یاد آیا ہے وہ یہ کہ وہ جو مسلم بن خالد زنجی نے عمرو بن
دینار سے زیادتی ولا رکعتی الفجر روایت کی ہے اوسکے شذوذ اور نکارت میں تو کچھ شک نہیں اور وہ
جو عباد بن کثیر نے جملہ استثنائیہ الا رکعتی الفجر کہ زیادہ کیا وہ شاذ یا کہ منکر نہیں کیونکہ اوس نے اوسکو
لیث بن سعد سے روایت کیا ہے اور حال یہ کہ لیث کے شاگردوںمین سے کسی پر یہ زیادتی نہین
کی ہے تا کہ شذوذ یا کہ نکارت کہا جاوے البتہ اگر اسکو یون کہا جاوے کہ لیث بن سعد۔۔۔
منفرد ہے ساتھہ اس جملہ کے عطا کے شاگردون مین سے کہ وہ عمرو بن دینار ہے یا کہ عطاء
بن یسار منفرد ہے ابوہریرہ کے شاگردونمین کہ وہ سلیمان بن یسار ہے تو یہ انفراد اونکا مسلم
ہے۔ مگر وہ چندان مضر نہیں کیونکہ لیث بن سعد اور اوسکا شیخ عطا ابن یسار دو ثقہ حافظ ہین
تو زیادت اونکی مقبول ہونی چاہیے اور وہ جو مولوی شمس الحق صاحب عظیم آبادی نے اپنے رسالہ
اعلام اہل العصر میں جناب مولانا وبالفضل اولانا خاتم المحدثین شیخنا واستاذنا حضرت احمد علی نیموی بہار
رہ پر اعتراض کیا ہے۔ اور پھر اسپر اپنے شیخ مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کی کلام
نقل کرکے ہمارے شیخ کا تعاقب کیا ہے۔ کہ جب مولوی نذیر حسین صاحب کا خط آیا تو مولانا
مولوی احمد علی رہ خود تو جواب نہ دے سکے اور شہر مرادآباد مین مولوی عالم علی صاحب مرادآبادی کے پاس
روانہ کیا اور مولوی عالم علی صاحب بھی جواب نہ دے سکے لہذا جملہ الا رکعتی الفجر کا ضعف۔۔۔ باقی رہا
اور صحت ثابت نہوئی تو جواب اوسکا یہ ہے کہ ہم نے بھی جملہ ولا رکعتی الفجر کو ضعیف ثابت کیا ہے۔
اب مولوی شمس الحق صاحب اور اونکے شیخ مولوی نذیر حسین صاحب کو لازم ہے کہ اسکی نکارت
اور شذوذ کو رفع کرکے اپنا مدعی ثابت کرین ورنہ لم تقولون ما لا تفعلون میں داخل ہیں واللہ اعلم
بالصواب وہو الملہم للصدق والمعطی للثواب۔ تنبیہ واضح ہو کہ حدیث ابوہریرہ رض کی بجمیع طرق اسپر دال ہے
کہ بعد اقامت وہی نماز روا ہوتی ہے جو کہ فرض ہے اور خاصکر کے بعض طرق میں یون وارد ہے
کہ اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا التی اقیمت لہا اب مخالف نے اس حدیث کو اپنے مدعی کی دلیل گردانا

ہے اور اسمین صراحتہً یہ بھی مذکور ہے کہ جب بعد اقامت وہی نماز ہوتی ہے کہ جسکے واسطے اقامت
ہوئی نہ اور تو اب نماز مفترض کی متنفل کے پیچھے درست نہین کیونکہ نفل کیواسطے اقامت نہین ہوئی
لہذا امام جو نفل پڑہتا ہے اوسکی نماز نہ ہوئی تو جو لوگ اوسکے پیچھے فرض پڑہتے ہیں اور امام
کی نماز پر اونکی نماز کی بنیاد ہے وہ بھی فاسد ہوئی کیونکہ اوسکی بنا فاسد نماز پر ہے لہذا اس مسئلہ
میں یہ حدیث مذہب حنفی کی دلیل قوی ہے اگر مخالف شخص اس حدیث کی تاویل کرتا ہے کہ
حدیث قصہ معاذ بن جبل[1] کی حدیث کو مطابق ہو جاوے تو ہم بھی اُن احادیث کی تاویل کرتے
ہیں تاکہ حضرت علی رضہ کی حدیث کو مطابق ہو جاوین فماہو جوابہم فہو جوابنا والله الحمد اولا واخرا وظاہرا
وباطنا واخرج الدارقطنی من حدیث ابن عباس وابن عدی من حدیث جابر وابوداؤد والطیالسی
من حدیث ابن عباس وکذا الحاکم عنہ والبزار من حدیث انس بن مالک ومالک فی الموطا،
من حدیث ابی سلمۃ مرسلا والطبرانی من حدیث زید بن ثابت والطبرانی فی الکبیر من حدیث ابی
موسی وابن عبد البر من حدیث عائشۃ ومسلم من حدیث مالک ابن بحینۃ وکذا البخاری والدارمی
ومسلم من حدیث عبد اللہ بن سرجس وغیرہم عن غیرہم ثم الدارقطنی من حدیث ابن عمر بلفظ ابی ہریرۃ و
قال العراقی اسنادہ حسن کذا فی نیل الاوطار واسانید بعضہا صحیحۃ وبعضہا متکلم فیہا ضعفا وارسالا و
نحوہما والقدر المشترک منہا صحیح لاشک فیہ وقد استوعب طرقہا الفاضل شمس الحق عظیم آبادی فی کتابہ
اعلام اہل العصر وحققہ تحقیقا بلیغا بحیث لامزید علیہ فہی شاہدۃ لحدیث اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ
الا المکتوبۃ الذی مر ذکرہ سابقا الا ان بعضہا ورد صراحۃ ما یدل علی بطلان تاویل الحنفیۃ کما فی حدیث
عبد اللہ بن سرجس عند مسلم وابی داؤد والنسائی وابن ماجۃ واللفظ لمسلم قال عبد اللہ بن سرجس
دخل رجل المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ الغداۃ فصلی رکعتین فی جانب المسجد ثم دخل

[1] حدیث معاذ بن جبل رضہ کی یون ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کے پیچھے عشا کی نماز جماعت میں ادا کر کے بعد میں اپنی قوم میں جا کر اون لوگونکو نماز پڑہاتے اور اُس حدیث کے اخیر کا جملہ یہ ہے ہی لہ تطوع ولہم فریضۃ انتہی یعنی وہ نماز دوسری حضرت معاذ کی نفل ہوتے تہے اور اون لوگونکے جو مقتدی تہے فرض ہوتے تہے ونحو ذلک اور حال یہ کہ اوسکو امام بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے جابر بن عبد اللہ رضہ سے مگر اوس میں بہت سی ابحاث ہیں جانبین سے اب معلوم ہوا کہ اس حدیث یعنی اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ والا التی اقیمت لہا سے نماز مفترض کی متنفل کے پیچھے درست نہیں کیونکہ اقامت فرض نماز کے واسطے ہوئی ہے نہ واسطے نفل کے اور یہی مذہب حنفی ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ

مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما سلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا فلان بای الصلوتین

اعتددت الصلوتک وحدک ام بصلوتک معنا انتہی یعنی کہا عبد اللہ بن سرجس رض نے کہ داخل ہوا ایک شخص
مسجد مین اور رسول اللہ صلعم نماز فجر میں تہے پس پڑہی اس نے دو رکعت کو نے مسجد میں پہر داخل ہوا
ساتہہ رسول اللہ صلعم کے پس جبکہ سلام پہیرا آپ نے فرمایا اے فلانے ساتہہ کون سی نماز کے اعتبار کیا تو نے
آیا ساتہہ اُس نماز تیری کے جو تو نے اکیلے نے ادا کی یا کہ ساتہہ اوس نماز کے جو کہ تو نے ہمارے ساتہہ
ادا کی ہے انتہی اس مین صریح مذکور ہے کہ اوس شخص نے سنت ادا کر کے جماعت بہی حاصل کی اد
سنت کو ایک طرف ہو کر ادا کیا لہذا مذہب حنفی کی تاویل صحیح نہوئی بلکہ صریح حدیث کو معارض رہی
واللہ اعلم بالصواب وہو الغفور التواب جواب ان احادیث کا دو وجہ پر ہے اول یہ کہ ان احادیث
میں یہ کہان وارد ہے کہ اوس نے بعد ادائے سنت کے رکعت تامہ امام کے ساتہہ ادا کی ممکن
ہے کہ تشہد مین شامل جماعت ہوا ہو لہذا اوسکی نماز کو یون نہین کہا جاتا کہ اوس نے امام کے ساتہہ
پائی بلکہ اوس سے جماعت فوت ہوئی اب اوسکو اس وجہ سے تو خواہ مخواہ زجر فرماتا تہا۔ اور اس سے تو
ہم بہی منع کرتے ہیں اور ایمۂ فقہا ہمارے اوسکو بہت سا مکروہ جانتے ہیں لہذا ممکن ہے مطابقت
ان احادیث کی حضرت علی رض کی حدیث سے کہ بشرائط مذکورہ سنت ادا کرے ورنہ جماعت مین
شریک ہو جاوے کما مر مذاکرہ مفصلا وجہ دوسری یہ کہ جن صحابہ رض نے وقت اقامت یا کہ
بعد اقامت دیدہ ودانستہ سنت ادا کر کے جماعت میں شریک ہونا روا رکہا ہے اور خود ہی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے منع کی حدیث نقل کی چنانچہ اونمین سے ہیں عبد اللہ بن عمر رض اور عبد اللہ بن
عباس اب ظاہر ہے کہ اونہون نے احادیث میں مطابقت کرنا مقدم رکہا مطلق مناہی پر کیونکہ
اوسمین اہمال اور بیکار کرنا بعض احادیث کا ہے وہو الصواب دیکہو خود مولوی شمس الحق صاحب اس
قاعدہ کو بیہقی سے نقل کر کے امام طحاوی پر اعتراض کرتے ہیں اور اوقات مکروہ میں سنن رواتب کو جائز
کہتے ہیں اور عبارت اونکی یہ ہے قال الشیخ احمد ودعوی من ادعی النسخ فی ہذہ الاخبار باخبار النہی عن
صلوۃ التنفل بعد الصبح والعصر باطلۃ لا یشہد لہ تاریخ ولا سبب یدل علی الناسخ منہما والجمع بین

الاخبار اذا امکن الجمع اولی من الطال مالا یوافق مذہبہ انتہی وجہ تیسری یہ کہ اون صحابہ کو آپ کیا فرماتے ہیں جنکو احادیث منع معلوم تہی اور بعض وقت سنت فجر ادا کر کے جماعت میں شامل ہوئے اور بعض وقت سنت کو ترک کیا اور جماعت میں شریک ہوئے چنانچہ وہی عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ ہیں اب اگر مطلقاً سنت کا ادا کرنا من کل الوجوہ منع ہے تو جو صحابہ کہ خود راوی حدیث منع کے ہیں اونکو آپ کیا حکم لگاتے ہیں..... آپکی نزدیک وہ لوگ اس آیت کے مصداق ہوئے یعنی قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ط الآیۃ اور اگر اونکو آپ کسی وجہ سے اس حکم سے بری کرتے ہیں اور اونکے واسطے تاویل کر کے بری کرنے کا حکم لگاتے ہیں تو وہی جواب ہماری طرف سے یاد فرماوین اور برائی خدا فقہا رحمہم اللہ کو بہی برا نہ جانین تاکہ آپ اوس حدیث کے مصداق نہ ہو جاوین یعنی قولہ صلعم لعن آخر الامۃ اولہا الحدیث ورنہ عجب ہے کہ جس صحابی کو قطعاً معلوم ہو کہ فلان فلان وقت فلانے فعل سے شارع نے منع کیا ہے اور وہ خود اوس فعل ممنوع کا مرتکب ہو بلکہ اوسکے جواز کا فتوی شائع کرے تو اب وہ خود مجرم ہوا اور عاصی اور خاطی ہوا تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا الا انہ لم یختر بصحبۃ نبیہ من کان ہذا الفعل القبیح لہ دینا مبینا واللہ اعلم وجہ تیسری یہ کہ مخالف ہمارا خود ان احادیث کے عموم کو مسلم نہیں رکہتا کیونکہ وہ خود اس عموم سے نماز وتر کو مستثنی جانتا ہے اور حال یہ کہ وتر نماز کو مسنون مانتا ہے نہ فرض نہ واجب اور خود مولوی شمس الحق صاحب اس مذہب کے اقراری ہیں چنانچہ احادیث مرویہ اس باب میں نقل فرما کر اوسکی بعد اپنے رائے ظاہر کرتے ہین اور یہی امر واضح ہے کہ اونکی رائے کے موافق جسطرح وتر نماز موکد بدرجہ اتم ہے اوسی طرح فجر کی سنت بدرجہ غایت موکد ہے غرض کہ اونکی رائے کے موافق مساوی الثبوت والتاکید دونو برابر ہیں فقد اخرج الحاکم والبیہقی عن ابی الدرداء انہ قال ربما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر وقد قام الناس لصلوۃ الصبح وصححہ الحاکم اخرج مالک فی الموطا مالک عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ ان عبد اللہ ابن مسعود قال ما ابالی لو اقیمت صلوۃ الصبح وانا اوتر انتہی واخرج عن یحیی بن سعید انہ قال کان عبادۃ بن الصامتؓ یؤم قوما فخرج یوما الی الصبح فاقام المؤذن صلوۃ الصبح فاسکتہ عبادۃ حتی

او ترثم صلى بهم الصبح انتهى واخرج عن عبد الرحمن بن القاسم انه قال سمعت عبد الله بن عامر بن ربيعة
يقول انى لاوتر وانا اسمع الاقامة انتهى واخرج الطحاوى فى شرح معانى الآثار حدثنا فهد قال ثنا
محمد بن كثير عن الاوزاعى عن زيد بن ابى مريم عن ابى عبيد الله قال رايت ابا الدرداء وفضالة بن عبيد و
معاذ بن جبل يدخلون المسجد والناس فى الصلوة الغداة فيتنحون الى بعض السوارى فيوتر كل واحد منهم بركعة ثم
يدخلون مع الناس فى الصلوة انتهى اب دیکھو کہ نماز وتر جو کہ ہمارے مخالف کے نزدیک سنت
ہے نہ فرض نہ واجب بعد اقامت فجر کے وقت جماعت کے جائز جانتا ہے اور اس قاعدہ
کو کلیہ کے طور نہیں تسلیم کرتا لہذا اُس نے وتر کو مستثنیٰ کیا ہے اگر کوئی شبہ کرے کہ اگرچہ اہل
حدیث اور جمہور فقہا نماز وتر کو سنت جانتے ہیں نہ واجب مگر مذہب امام اعظم ابو حنیفہ رح کا
تو وجوب وتر کا ہے لہذا وتر مستثنیٰ ہے اور سنت فجر سنت ہے وہ عموم منع میں داخل
رہی تو جواب اس کا دو وجہ ہے اول یہ کہ ہم نے بھی مخالف کے مذہب پر اوسکو الزام دیا ہے
کیونکہ وہ تو وتر کو سنت مانتا ہے نہ واجب اور خود مولوی شمس الحق صاحب نے اسکی تفصیل کی
ہے اور اسیکو صحیح مانا ہے وجہ دوسری یہ کہ امام اعظم ابو حنیفہ رح کے مذہب میں تو یہ بھی روایت
کہ سنت فجر بھی واجب ہے اور اونکی دلیل بھی حدیث سے ثابت ہے اور اُنکے واسطے اس باب
میں سلف صالح بھی ہے اور بعض اہل حدیث کا اس طرف میلان بھی ہے چنانچہ چند عبارات
فقہا اور محدثین کی نقل کی جاتی ہیں قال الحافظ ابن حجر فى فتح البارى شرح صحيح البخارى تحت
حديث عائشة لم يكن يدعهما استدل به لمن قال بالوجوب وهو المنقول عن الحسن البصرى اخرجه
ابن ابى شيبة عنه بلفظ كان الحسن يرى الركعتين قبل الفجر واجبتين والمراد بالفجر هنا صلوة الصبح و
نقل ابو غسان مثله عن ابى حنيفة وفى جامع المحبوبى عن الحسن بن زياد لو صلاهما قاعدا من غير عذر
لم يجزه انتهى وشيد اركانه الشيخ العلامة الشوكانى فى نيل الاوطار تحت حديث ابى هريرة رض والحديث
يقتضى وجوب ركعتى الفجر لان النهى عن تركهما حقيقة فى التحريم وما كان تركه حراما كان فعله واجبا ولا
سيما مع تعقيب ذلك بقوله ولو طردتكم الخيل فان النهى عن الترك فى مثل هذه الحالة الشديدة

التی یباح لاجلها کثیر من الواجبات من الادلۃ الدالۃ علی ما ذہب الیہ الحسن من الوجوب فلا بد للجمہور من قرینۃ صارفۃ عن المعنی الحقیقی للنہی بعد تسلیم صلاحیۃ الحدیث للاحتجاج انتہی وقال فی موضع آخر ووقع الاختلاف ایضا فی وجوب رکعتی الفجر فذہب الی الوجوب الحسن البصری حکی عنہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف وحکی صاحب البیان والرافعی وجہا لبعض الشافعیۃ ان الوتر ورکعتی الفجر سواء فی الفضیلۃ انتہی وقال ابن القیم فی زاد المعاد فی ہدی خیر العباد وقد اختلف الفقہاء ای الصلوتین آکد سنۃ الفجر او الوتر علی قولین ولا یمکن الترجیح باختلاف الفقہاء فی وجوب الوتر فقد اختلفوا ایضا فی وجوب سنۃ الفجر انتہی وقال النووی فی شرح صحیح مسلم وحکی القاضی عیاض عن الحسن البصری وجوبہا انتہی وقال القسطلانی فی شرح البخاری واستدل بہ القائل بالوجوب وہو مروی عن الحسن البصری کما اخرجہ ابن ابی شیبۃ انتہی اور کہا مجد الدین فیروزآبادی نے سفر سعادت میں وعلماء را دو قول ست در افضلیت سنت فجر و نماز وتر بعض میگویند سنت فجر آکد ست واعمل وچنانکہ وتر نزد بعضے واجب ست سنت فجر نیز نزد بعض واجب ست انتہی اب یہ تمام عبارات محدثین کی ہیں اور فقہاء حنفیہ کی عبارات کا لکھنا چنداں ضرور نہیں بلکہ مجمل یہ ہے کہ فتاوی ظہیریہ اور عینی شرح ہدایہ اور فتح القدیر اور در مختار اور شامی وغیرہا کتب میں روایت وجوب سنت فجر کی مشہور ہے اور خود مولوی شمس الحق نے بہت سی عبارات انکے علاوہ نقل کی ہیں اب اگر وتر کی نماز بعد اقامت صحیح ہے تو سنت فجر بھی بعد اقامت صحیح ہے للمساواۃ بینہما ثبوتاً ورتبۃ واداءً وفضلاً ووجوباً وسنیۃ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

فصل دوسری

بیچ بیان اس بات کے کہ اگر کوئی نمازی سنت فجر کو ترک کرکے جماعت میں شامل ہوا تو وہ شخص سنت فجر کو کب ادا کرے قبل طلوع شمس یا کہ بعد طلوع شمس کے تو واضح ہو کہ اوقات مکروہہ میں یعنی بعد فجر قبل طلوع اور بعد عصر قبل غروب اور وقت عین طلوع اور عین غروب اور عین برابر ہونے سورج کے سر پر قبل زوال کے نوافل کا ادا کرنا بہت احادیث و آثار میں منع وارد ہوا ہے یہاں تک کہ یہ امر متواتر طور پر خلفا عن سلف متوارث چلا آتا ہے ۔

لہذا احادیث کا لکھنا چنداں ضروری نہیں مگر چونکہ بحث اسمین ہے کہ سنت فجر بعد فرض قبل طلوع
ادا کرنا از روی احادیث و آثار کے روا ہے یا کہ نہ تو اس مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ منع ہے بلکہ
بعد طلوع قضا کرے اور تقریر اسکی دو طور پر ہے ایک بطور اجمال کے اور دوسری بطور
تفصیل کے جواب اجمالی تو یہ ہے کہ حدیث صحیح جو کہ اعلی مرتبہ صحت کا رکھتی ہے بلکہ درجہ شہرت
کو پہنچ چکی ہے اوسمین یوں وارد ہے لاصلوۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس ولا بعد العصر حتی
تغرب الشمس انتہی اخرجہ البخاری ومسلم فی صحیحہما وغیرہما عن جماعۃ من الصحابۃ اور اسکے طرق اور
اسانید کے استیعاب کی کچھ ضرورت نہیں مخالف خود جانتا ہے اور انکی صحت کا قائل ہے اب
یہ قاعدہ مسلمہ اجماعیہ فریقین جو کہ حدیث متفق علیہ مرتبہ اول سے ثابت ہے عموما صلوۃ بعد العصر
اور بعد صلوۃ فجر کے نوافل سے منع کرتا ہے لہذا منع کو قوت ہوگی غایۃ ما فی الباب مخالف
شخص اس عموم سے خاص کر سنت فجر کا استثنا کریگا تو اوسکے دو جواب ہیں اول یہ کہ اصول کا
قاعدہ ہے کہ خاص اور عام جب دونو[5] متعارض ہوں تو اگر تاریخ معلوم ہو کہ خاص کا ورود بعد
عام کے ہے تو اس صورت میں وہی فرد خاص مستثنی ہوگا اور اگر تاریخ مجہول ہو اور یا کہ معلوم ہو کہ عام
بعد خاص کے وارد ہوا ہے تو ان دونو صورتوں میں عام ناسخ ہوگا اور وہ خاص منسوخ ہوگا۔

قال الحافظ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ ذکر السغناقی نقلا عن الفوائد الظہیریۃ قال اذا ورد
حدیثان احدہما عام والآخر خاص فان علم تقدیم العام علی الخاص خص العام بالخاص کمن یقول لعبدہ لا تعط
احدا شیئا ثم قال له اعط زیدا درہما فان ہذا تخصیص لزید وان علم تاخر العام کان العام ناسخا للخاص کمن
قال لعبدہ اعط زیدا درہما ثم قال لا تعط احدا شیئا فان ہذا ناسخ للاول ہذا مذہب عیسی بن ابان
وہو المأخوذ بہ قال محمد بن شجاع البلخی ہذا اذا علم التاریخ اما اذا لم یعلم فان العام یجعل آخرا لما فیہ
من الاحتیاط انتہی لہذا چونکہ اس جگہ پر تاریخ مجہول ہے کہ حدیث ادائے سنت بعد از فرض
قبل طلوع آفتاب کے جسمیں وارد ہے وہ حدیث بعد اس حدیث کے ہے یعنی لاصلوۃ
بعد الفجر الخ کے یا کہ مقدم ہے لہذا یہ حدیث متفق علیہ حدیث قیس بن عمرو پر مرجح ہوگی اور

[5] یعنی اسطور پر کہ عام مانع ہو اور خاص مجوز ہو ۱۲ منہ عفی عنہ

اوسکی ناسخ بہی ہوگی اور حدیث قیس وغیرہ کی منسوخ قرار دی جاویگی واللہ اعلم وجہ دوسری یہ ہے
کہ خاصکر اس باب میں بہی حدیث قولی اور فعلی دونو وارد ہیں جس سے عمدہ طور پر معلوم ہوتا ہے
کہ سنت کو بعد طلوع آفتاب کے ادا کرے نہ قبل اوسکے اما الحدیث القولی فقد اخرج الترمذی
فی جامعہ حدثنا عقبۃ بن مکرم العمی البصری ثنا.......... عمرو بن عاصم ثنا ہمام عن قتادۃ عن النضر بن
انس عن بشیر بن نہیک عن ابی ہریرۃ رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر
فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس انتہی یعنی جس شخص نے نہ پڑہی ہوں دو رکعت فجر کی پس چاہیے کہ پڑہے
انکو بعد طلوع آفتاب کے انتہی اب اس حدیث میں تو خاصکر کے سنت فجر کی مناہی بہی ثابت
ہو چکی اب احادیث مجوزہ کا معارضہ بخوبی کر سکتی ہے اور اوس قاعدہ مقررہ یعنی لاصلوۃ
بعد الفجر حتی تطلع الشمس الخ جو کہ متفق علیہ مرتبہ اول کی حدیث سے ثابت ہے ملکر سنت فجر
کو خاصکر کے منع کر دیا ہے فخذ ما صفا ودع ما کدر اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ حدیث عام نہیں
بلکہ مقید بقیود ہے وہ یہ کہ حدیث اوسکے حق میں ہے جو کہ نماز فجر ادا کر چکا اور سنت فجر اوسکے
قبل بہول گیا نہ کہ عام ہے اور نیز اوسکے حق میں ہے جو کہ ایسے وقت ادا کرے کہ وقت صبح
قریب طلوع آفتاب کے ہو جاوے نہ وقت فراخ میں فقد اخرج الدارقطنی من طریق عمرو بن
عاصم ثنا ہمام ثنا قتادۃ عن النضر بن انس عن بشیر بن نہیک عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر حتی تطلع الشمس فلیصلہما واخرج الحاکم فی المستدرک اخبرنا ابو زکریا یحیی
ابن محمد العنبری ثنا ابراہیم بن ابی طالب ثنا ابو بدر عباد بن الولید العنبری ثنا عمرو بن عاصم ثنا ہمام
عن قتادۃ عن النضر بن انس عن بشیر بن نہیک عن ابی ہریرۃ مرفوعا مثلہ اخبرنا ابو بکر احمد بن کامل القاضی
حدثنا ابو قلابۃ ثنا عمرو بن عاصم بہذا الاسناد مرفوعا من نسی رکعتی الفجر الحدیث وقال الحاکم صحیح
علی شرطہما ولم یخرجاہ انتہی لہذا اجبکہ بعد ادا کرنے فرض کے وقت ہی باقی نہ رہا یا کہ انسان
بہول گیا اور بعد طلوع یاد کیا تو وہ خواہ مخواہ بعد ہی ادا کریگا اور حدیث سے یہ منع کہاں
سے ثابت ہوا کہ عمداً باوجود فراخی وقت کے خواہ مخواہ بعد ہی ادا کرے جواب اوسکا یہ ہے

کہ دونو طریق مین کچھ معارضہ نہین بلکہ حکم عام ہے وقت وسیع ہو یا کہ تنگ خارج ہوا ہو یا کہ باقی
تو اب یہ دونو قیدین کچھ احترازی نہیں ہیں ہر حال ہیں بعد طلوع ادا کرنی چاہیے نہ قبل اوسکے حالت
نسیان اور حالت عدم موجودگی وقت کے تو خواہ مخواہ بعد طلوع ادا کرے از روے حدیث حاکم
اور دار قطنی کے اور حالت وسعت وقت میں بھی بعد طلوع آفتاب ادا کرے از روی حدیث
ترمذی کے باعتبار عموم لفظ من لم یصل کے جو کہ شامل ہے اوس حالت کو کہ بسبب حصول ثواب
جماعت کے امام کے ساتھ شامل ہو الان توافق الاحادیث اولی من تعارضہا اما الحدیث الفعلی مرفوعا
فقد اخرج ابن ماجۃ فی سننہ فی باب ماجاء فیمن فاتتہ الرکعتان قبل صلوۃ الفجر متی یقضیہما حدثنا عبد الرحمن
ابن ابراہیم ویعقوب بن حمید بن کاسب قالا حدثنا مروان بن معاویۃ عن یزید بن کیسان عن ابی
حازم عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نام عن رکعتی الفجر فقضاہما بعد ما طلعت الشمس انتہی کہا ابو ہریرہ
نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے دو رکعت فجر سے پس ادا کیا اونکو بعد اوسکے کہ طلوع ہوا آفتاب انتہی
لہذا ابن ماجہ کی غرض اس ترجمہ الباب سے اور وارد کرنے حدیث ابو ہریرہ رض کی سے صاف ثابت
ہے کہ اگر قبل صلوۃ فجر کے ادا نہون تو بعد طلوع کے ادا کرے اور آثار بھی اوسپر دال ہیں فقد اخرج مالک
الامام فی الموطا انہ بلغہ ان عبد اللہ بن عمر رض فاتتہ رکعتا الفجر فقضاہما بعد ان طلعت الشمس پونہچا ہے امام مالک
کو کہ عبد اللہ بن عمر رض سے فوت ہوئی دو رکعت فجر کی پس ادا کیا اونکو بعد اسکے کہ طلوع ہوا آفتاب واخرج
الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار عن ابی مجلز قال دخلت المسجد مع ابن عمر وابن عباس والامام یصلی
فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانہ
حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین انتہی کہا ابو مجلز نے داخل ہوا میں مسجد مین ساتھ عبد اللہ بن عمر اور
عبد اللہ بن عباس رض کے اور امام اوس وقت نماز پڑہتا تہا پس لیے پر ابن عمر پس داخل ہوا صف مین
اور لیکن ابن عباس پس پڑہی اوس نے دو رکعت پہر داخل ہوا ساتھ امام کے پس جبکہ سلام دیا امام
نے بیٹھ گئے ابن عمر اپنی جگہ پر یہان تک کہ طلوع ہوا آفتاب پس کہڑے ہوئے پس پڑہی دو رکعت
انتہی واخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا شریک عن فضیل عن نافع عن ابن عمر انہ صلی رکعتی الفجر بعد ما اضحی انتہی

عبداللہ بن عمر رض نے پڑہی دو رکعت بعد ضحی کے انتہی واخرج الامام مالک فی الموطا مالک عن عبد الرحمن
ابن القاسم عن القاسم بن محمد مثل الذی صنع ابن عمر قال الزرقانی قال ابن عبد البر فیہ دلیل علی انہما من
موکدات السنن انتہی یعنی قاسم بن محمد رح نے بہی اوسیطرح کیا جسطرح عبداللہ بن عمر رض نے کیا تہا انتہی
واخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا غندر عن یحیی بن ابی کثیر و یحیی بن سعید علی ما حققہ صاحب اعلام
اہل العصر فی کتابہ قال سمعت القاسم یقول اذا لم اصلہما حتی اصلی الفجر صلیتہما بعد طلوع الشمس یعنی کہا قاسم
بن محمد رح نے جبکہ نہ پڑہون مین اون دونون رکعتون کو یہانتک کہ مین صبح کی نماز ادا کرون تو پڑہونگا
اونکو بعد طلوع شمس کے اور کہا حافظ شوکانی نے نیل الاوطار مین بعد نقل کرنے حدیث ترمذی
کے جو ذکر ہو چکی ہے والحدیث استدل بہ علی ان من لم یرکع رکعتی الفجر قبل الفریضۃ فلا یفعل بعد الصلوۃ
حتی تطلع الشمس ویخرج الوقت المنہی عن الصلوۃ فیہ والی ذالک ذہب الثوری وابن المبارک والشافعی
واحمد واسحاق حکی ذلک الترمذی عنہم وحکاہ الخطابی عن الاوزاعی انتہی مختصرا اور خود مولوی شمس الحق
صاحب نے خطابی سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم رح سے بہی روایت ہے کہ بعد طلوع پڑہی اور
امام محمد رح کا مذہب تو ایمین مشہور ہے کہ بعد طلوع پڑہے واللہ اعلم بالصواب اور وہ جو مولوی
شمس الحق صاحب اور اونکے سلف شوکانی وغیرہما نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث مین
اتنا ثابت ہے کہ بعد طلوع ادا کرے نہ یہ کہ قبل طلوع منع ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر
منع نہو تو اس امر سے کیا حاصل ہوا یعنی فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس ونحوہ غرض کہ یہ امر آپکا رائیگان اور
بیکار جاتا ہے اس جگہ پر بہی مخالف لوگ چند احادیث متکلم فیہ وارد کرتے ہین اور اپنا دعوی
اون سے ثابت کرتے ہین کہ بعد فرض قبل طلوع آفتاب سنت فجر ادا کرے مگر یہ بحث تب سر انجام کو پہونچتی ہے جبکہ
اونکے دلائل کو عمدہ طور پر مفصل ذکر کیا جاوے اور ہر حدیث کو جدا جدا لکہا جاوے تو واضح ہو کہ وہ لوگ اس
مقام پر چند حدیثین بیان کرتے ہین اونکو منع جرح وتعدیل کے غور سے سنو حدیث اول قیس بن عمرو رض
کی ہے فقد اخرج الترمذی فی جامعہ حدثنا محمد بن عمرو السواق حدثنا عبد العزیز بن محمد عن سعد بن سعید
عن محمد بن ابراہیم عن جدہ قیس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقیمت الصلوۃ فصلیت معہ

حدیث اول قیس بن عمرو

الصبح ثم انصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجدنی اصلی فقال مہلا یا قیس اصلوتان معا قلت یا رسول اللہ

.... انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذن انتہی یعنی کہا قیس بن عمرو نے کہ نکلے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پس اقامہ کی گئی نماز پس پڑھی میں نے ساتھ آپکے صبح کی پھر پھری آپ پس پایا مجھکو

نماز پڑھتے ص فرمایا نہیں حرج اسوقت انتہی واخرج الدارقطنی حدثنا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ ثنا عبد اللہ بن نمیر ثنا سعد بن سعید حدثنی محمد بن ابراہیم عن قیس قال رای

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا یصلی بعد صلوۃ الصبح رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصلوۃ

الصبح مرتین فقال الرجل انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلہا فصلیتہما الآن قال فسکت عنہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قال البیہقی قیس ہذا ابو جد یحیی بن سعید انتہی یعنی دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک شخص کو کہ پڑھتا تھا بعد صبح کے دو رکعت پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نماز صبح

کی دوبار ہے پس عرض کی اوس شخص نے کہ نہیں پڑھی تھیں وہ دو رکعت جو اسکے اول تھی پس پڑھا میں نے اونکو

اب کہا راوی نے پس چپ رہے رسول اللہ صلعم کہا بیہقی نے کہ یہ قیس وہ جد ہے یحیی بن سعید کا انتہی

واخرج ابو داود فی سننہ فقال باب من فاتتہ متی یقضیہا حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ ثنا ابن نمیر عن سعد

بن سعید حدثنی محمد بن ابراہیم عن قیس بن عمرو الحدیث نحوہ حدثنا حامد بن یحیی قال قال سفیان کان

عطاء بن ابی رباح یحدث بہذا الحدیث عن سعد بن سعید .... انتہی یعنی

کہا سفیان نے کہ تھے عطاء بن ابی رباح حدیث کرتے ساتھ اس حدیث کے سعد بن سعید سے ختم ہوا کلام ابو داؤد

کا واخرج ابن ماجۃ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ ثنا عبد اللہ بن نمیر ثنا سعد بن سعید حدثنی محمد بن ابراہیم عن

قیس بن عمرو نحوہ واخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا ابن نمیر عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراہیم التیمی عن قیس

بن عمرو الحدیث واخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا ابن نمیر عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراہیم التیمی عن قیس

بن عمرو نحوہ واخرج الحاکم اخبرنا عبد اللہ بن محمد الصیدلانی حدثنا اسمعیل بن قتیبۃ السلمی ثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ

حدثنا عبد اللہ بن نمیر ثنا سعد بن سعید حدثنی محمد بن ابراہیم التیمی عن قیس بن قہد مرفوعا مثلہ واخرج البیہقی

فی کتاب المعرفۃ اخبرنا ابو عبد اللہ وابو بکر وابو زکریا قالوا حدثنا ابو العباس قال اخبرنا ربیع بن سلیمان قال

اخبرنا الشافعی اخبرنا سفیان عن ابن قیس عن محمد بن ابراہیم التیمی عن جدہ قیس نحوہ وقال البیہقی بعد
اخراج الحدیث المذکور آنفا ورواہ الحمیدی وغیرہ عن سفیان عن سعد بن سعید بن قیس الانصاری عن محمد بن
ابراہیم التیمی عن قیس جد سعد قال سفیان وکان عطاء بن ابی رباح یروی ہذا الحدیث عن سعد قال الشیخ
احمد ورواہ عبد اللہ بن نمیر عن سعد بن سعید واخرج ابو داؤد فی کتاب السنن ثم قال بعض الرواۃ فیہ
قیس بن عمرو وقال بعضہم قیس بن قہد وقیس بن عمرو اصح قال یحیی بن سعید ہو قیس بن عمرو بن سہل
جد یحیی بن سعید قال احمد یحیی وسعید اخوان انتہی کلامہ کذا نقلہ الفاضل شمس الحق عظیم آبادی فی کتابہ
اعلام اہل العصر جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ سند اس حدیث کی منقطع ہے فقد قال الترمذی بعد اخراج
ہذا الحدیث واسناد ہذا الحدیث لیس بمتصل محمد بن ابراہیم التیمی لم یسمع من قیس انتہی یعنی کہا ترمذی نے اور
اسناد اس حدیث کی نہیں ہے متصل محمد بن ابراہیم تیمی نے نہیں سنا ہے قیس سے انتہی وقال
الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ قد اخرج احمد من طریق ابن جریج سمعت عبد اللہ بن سعید یحدث
عن جدہ نحو حدیث محمد بن ابراہیم التیمی فان کان الضمیر لعبد اللہ فہو مرسل لانہ لم یدرکہ وان کان
لسعید فیکون محمد بن ابراہیم قد توبع انتہی کلام الحافظ اور کہا ترمذی نے وانما یروی ہذا الحدیث
مرسلا انتہی یعنی یہ حدیث مرسل ہی طور پر مروی ہے بلکہ ایک طور پر معضل ہے کہا ترمذی نے و
روی بعضہم ہذا الحدیث عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراہیم ان النبی صلعم خرج فرای قیسا انتہی بہر
حال یہ حدیث اس سند سے انقطاع کے سبب سے مجروح ہے اور وہ جو ابن حجر نے دوسرا احتمال
نکالا ہے اوسکی کوئی وجہ معتد نہیں ہے کیونکہ اگر عبد اللہ بن سعید نے اپنے جد سے روایت کی
ہو تب بھی منقطع ہے کیونکہ عبد اللہ کو اپنے جد سے یعنی قیس سے کب سماعت ہے لہذا دونو
صورتوں میں شبہہ انقطاع کا متعین ہے اور کہا ابو داؤد نے بعد اخراج کرنے اس حدیث کے
قال ابو داؤد وروی عبد ربہ ویحیی ابنا سعید ہذا الحدیث مرسلا ان جدہم زیدا صلی مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم انتہی یعنی کہا ابو داؤد نے کہ روایت کیا ہے عبد ربہ اور یحیی نے جو کہ دونو بیٹے ہین
سعید کے اس حدیث کو مرسل کر کے کہ اونکی جد زید نے نماز گذاری ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی رکعتین قبل العصر فشغل عنہما فرکعہما حین غاب الشمس فلم ارہ یصلیہما قبل
ولا بعد انتہی یعنی کہا عمران بن حدیر نے کہ سوال کیا میں نے لاحق بن حمید سے دو رکعت سے قبل
غروب شمس کے پس کہا کہ تہے عبد اللہ بن زبیر پڑہتے تہے انکو پس آدمی بہیجا طرف اُسکے امیر معاویہؓ
نے کہ کیا ہیں وہ دو رکعت وقت غروب شمس کے پس رجوع کیا حدیث نے طرف ام سلمہ رضی
کی پس کہا ام سلمہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہے پڑہتے دو رکعت قبل عصر کے پس رو کے
گئے آپ ان دونو سے پس پڑہا اونکو جبکہ غائب ہوا سورج پہر نہیں دیکہا میں نے آپکو پڑہتے اونکو
نہ آگے نہ پیچہے انتہی - اور وہ حدیث جس سے ثابت ہے کہ وہ دو رکعت بعد ظہر کی تہی اور بعد عصر اور
قبل غروب آفتاب ادا کیا اسکی حدیث گذر چکی لہذا یہ تمام احادیث باہم متعارض ہوئین بلکہ یہ مسئلہ
من اصلہ مضطرب اور بے تعیین رہا پس جبکہ یہ قول مولوی شمس الحق کا مفتی بہا اور پسندیدہ خود
مزلیف اور مضطرب رہا تو اب باقی اقوال جنکو مولوی شمس الحق اور اونکے اشیاخ اور اتباع نے خود
مزلیف اور غیر معتبر قرار دیا ہے وہ خود مزلیف اور ضعیف ہوئے لہذا مذہب حنفی ہی خوب درست
اور عمدہ رہا وہو الصواب واللہ اعلم بالصواب **جواب دوسرا** اونکے اس قاعدہ کا یہ ہے کہ خود
مولوی شمس الحق صاحب نے مستقل فصل مقرر کیا ہے کہ بعد طلوع فجر بجز دو رکعت فجر کے کوئی نفل
اور سنت جائز نہیں اور اومیں بہت سے احادیث اور آثار نقل کیے چنانچہ اونمین سے ہے حدیث
لاصلوۃ بعد الفجر الارکعتین انتہی ونحو ذلک من الالفاظ اور چند صحابہؓ سے اوسکو نقل کیا اونمین سے
ہیں عبد اللہ عمر رواہ الترمذی وابو داؤد والامام احمد والدارقطنی والطبرانی وابو یعلی اور اونمین ہیں عبد اللہ
بن مسعود رضہ وحدیثہ عند مسلم والبخاری وابی داؤد والنسائی وابن ماجہ اور اونمین سے ہیں عبد اللہ
بن عمرو بن العاص وحدیثہ عند الدارقطنی والبزار والطبرانی فی الکبیر اور اونمین سے ہیں ابو ہریرہ رضہ
اخرج حدیثہ الطبرانی والبیہقی وابن عدی اور اونمین ہیں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رواہ
الطبرانی اور آثار مرویہ اسکے منع کے باب میں بکثرت ہیں اونمین سے ہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
عنہ وغیرہ جب یہ امر ثبوت کو بدرجہ اتم پونہچ چکا حتی کہ ترمذی نے اسپر دعوے اجماع کا کیا ہے

حیث قال وہو ما اجمع علیہ اہل العلم کرہوا ان یصلی الرجل بعد طلوع الفجر الا رکعتی الفجر ومعنی ہذا الحدیث
انما یقول لا صلوٰۃ بعد طلوع الفجر الا رکعتی الفجر انتہی اور خود مولوی شمس الحق صاحب کا قول ہے و
بہ قال مالک بن انس وابو حنیفہ النعمان والشافعی واحمد بن حنبل وغیرہم انتہی اب ہم مولوی
شمس الحق اور انکے سلف اور خلف سے پوچھتے ہیں کہ متہجد شخص کو نماز تہجد بعد طلوع فجر قضا کرنا جائز ہے
یا کہ نہ اگر جائز ہے تو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ رسول اللہ اور اجماع سے ثابت کریں وقد مر انہ غیر ثابت
بلکہ احادیث اور آثار سے منع ثابت ہے اور اگر منع ہے تو مولوی شمس الحق اور اونکے سلف اور خلف
کا یہ دعوی ہے کہ اوقات مکروہ مین نوافل متعلقہ باسباب والا وقات منع نہین غلط محض ہوا
وہو المدعی فائدہ عجیبہ مولوی شمس الحق صاحب اور اونکے اتباع اور اشیاخ کو مژدہ اور مبارک ہو کہ
اونکا یہ قاعدہ ایک اور مسئلہ مین اونکو مضر اور ہمکو مفید ہوا وہ یہ اگر اوقات مکروہ مین سنن رواتب اور
متعلقہ باسباب منع نہین ہین تو بنا برعلیہ سنت فجر بعد اقامت بھی جائز ہو کیونکہ وہ بھی رواتب بدرجہ
اتم ہے بلکہ سنت ظہر کی بلکہ سنت عصر بھی بعد اقامت درست ہو اگرچہ سنت فجر کا جواز ہمکو مضر نہین
اور باقی کا جواز اجماعاً سب کو مضر ہے لہذا اب تو مولوی شمس الحق صاحب مع اشیاخ اور اتباع
وانصار سب کے سب لاچار اور مضطر ہونگے شاید اسکا جواب اون سے میسر نہو سکیگا ولو کان بعضہم
لبعض ظہیرا اور اگر لاچار ہو کر یہ جواب ارشاد فرماوین کہ احادیث ممانعت کی پیش کرین کہ وقت اقامت
دو رکعت کا منع ہونا مستثنی ہے تو ہم کہتے ہین کہ اسیطرح اونکا مخالف بھی انکو مستثنی مانکر
اپنے آپکو مولوی صاحب کے اعتراض سے بری کریگا اور ادلہ جواز کی پیش کریگا واللہ اعلم
بالصواب والیہ المرجع والمآب وعندہ علم الکتاب فائدہ زائدہ علی مقصد الکتاب واضح ہو کہ
تعین اوقات للصلوات اور تقدیر مقادیر اونکے اور حکم لگانا سنیت اور استحباب کا ساتھ کسی
چیز کے امر قیاسی نہین ہے جسکو معلل بالغرض کہتے ہیں بلکہ یہ منصب شارع کا ہے فقط نہ اور
کا اسیواسطے قول فعل صحابی بھی جو کہ خلاف قیاس ہو اوسکو مرفوع حکمی بولتے ہیں اور عمل در آمد
میں مرفوع حقیقی کے طور وہ کام دیتا ہے بحث علم اصول حدیث بین محدثین نے طی کر دیکی ہے

حاجت تفصیل کی کچھ نہیں جبکہ یہ امر ممہد ہوچکا تو ہم کہتے ہیں کہ اوقات مکروہہ میں جبکہ شارع
علیہ السلام نے نوافل سے منع کیا پھر اوسمین اودہر اودہر کی بات کیا فائدہ دیتی ہے خاصکر کے
اسی باب میں احادیث بکثرت موجود ہیں جسکو اہل علم خوب جانتے ہیں دیکھو صحابہ اور تابعین
میں سے اسکا خلاف قیاس ہونا ظاہر طور پر ثابت ہے فقد اخرج الدارمی فی سننہ اخبرنا عبید اللہ
حدثنا سفیان بن عیینۃ عن ہشام بن حجیر قال کان طاوس یصلی رکعتین بعد العصر فقال لہ ابن
عباس اترکہما قال انما نہی عنہما ان تتخذ سلما قال ابن عباس فانہ قد نہی عن صلوۃ بعد العصر
فلا ادری اتعذب علیہ ام [illegible] ان اللہ یقول وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ
امرا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم قال سفیان تتخذ سلما یقول یصلی بعد العصر الی اللیل انتہی
وقال الدارمی حدثنا قبیصۃ اخبرنا سفیان عن ابی رباح شیخ من آل عمر قال رای سعید بن
المسیب رجلا یصلی بعد العصر الرکعتین یکثر فقال لہ یا ابا محمد یعذبنی اللہ علی الصلوۃ قال لا
ولکن یعذبک اللہ بخلاف السنۃ انتہی بہر حال احتیاط اور دین کا فائدہ اسی میں ہے کہ اوقات
مکروہہ میں مطلقا نوافل سے باز رہے راتبہ ہوں یا کہ غیر رواتب متعلق باسباب ہوں یا کہ
نہ تاکہ کسی حدیث اور کسی امام کی مخالفت لازم نہ آوے اور اجماعی طور پر عمل در آمد ہوجاوے
ہذا آخر ما اوردناہ فی ہذا الکتاب وللہ الحمد اولا وآخرا وظاہرا وباطنا وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ
محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین اللہم اغفر لی ذنوبی کلہا وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین
وارزقنی ولوالدی ولاساتذتی اصولا وفروعا وجمیع المسلمین والمسلمات لقاءک یوم القیمۃ
برحمتک یا ارحم الراحمین آمین ✦ کز زبان جانِ محمد رسد درود وسلام ✦ بر آل عترت وصحاب با بزرگی ام

خاتمۃ الطبع

برادران حنفی المذہب کو بشارت ہو کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے
اور آمین آہستہ کہنے۔ اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے۔ اور بیس رکعت
تراویح پڑھنے۔ اور تین رکعت وتر پڑھنے اور تشہد اور ایک سلام کے ساتھ۔ اور فجر کی سنت تکبیر ہوجانے کے بعد علیحدہ مکان
میں پڑھنے۔ ان چہ مسئلوں میں جو حضرات غیر مقلدین نے جناب امام ہمام امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے مذہب پر یہ
اتہام لگا رکھا ہے۔ کہ امام صاحب رح کا مذہب محض بے دلیل و صحیح حدیثوں کے مخالف ہے۔ بلکہ بعض متعصبین نے تو

یہاں تک ظلم کیا کہ حنفیوں کو بے نمازہی کہدیا - چنانچہ مولوی عبدالجبار عمرپوری سے منقول ہے کہ بعض دیہات
میں یہ فتویٰ جاری کردیا کہ حنفی امام کی نماز تو ہو ہی جاتی ہے - مگر مقتدی چونکہ فاتحہ نہیں پڑھتے تمام بے نماز مرتے ہیں
اس ظلم کا کیا ٹھکانا ہے - بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کا مذہب امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنا ہے وہ بھی انکے
اسی فتوے کے نیچے داخل ہوگئے - کبرت کلمۃ تخرج من افواہھم ان یقولون الا کذبا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی بیشک راست ہوگئی لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا - ہر چند علماء احناف نے امام
صاحب کے مذہب کے دلائل بیان کیے ہیں مگر اس شرذمہ کے جن حضرات نے اپنا فرض منصبی یہی بنا رکھا ہے کہ ائمہ سلف
خصوصًا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب سے عوام کو منحرف کرنا اور ناخواندہ کو اعجاب کل ذی رای برایہ کا
مصداق بنا کر دہریت اور لامذہبی کا دروازہ اُن کے مُنہ پر کھول دینا اعظم القربات ہے - وہ عوام کے اضلال اور کم علموں کی
تشویش سے باز نہ آئے - لہذا مقبول زمن مولانا محمد حسن صاحب سلمہٗ فیض پوری نے جو سید حدیث و فن جرح و تعدیل میں اپنے
وقت کے یکتا ہیں - ان چھیوں مسائل میں امام اعظم رح کے مذہب کے دلائل کی تخریج کی ہے اور محدثین کی اصطلاح کے موافق امام
صاحب کے دلائل کا اعلیٰ درجہ کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے اور مخالفین کے مطاعن کے دندان شکن جواب دیئے ہیں - ہر مسئلہ میں ایک مستقل
رسالہ لکھا ہے - رسائل مدت سے تصنیف کیے ہوئے رکھے تھے - مگر سامانِ طبع کے بہم نہ پہنچنے کی وجہ سے اُن کی اشاعت میں تعویق
ہوتی رہی چونکہ ان رسائل کا شائع ہونا حنفی بھائیوں کے حق میں ازبس مفید تھا - لہذا راقم نے برادران دینی کی فائدہ رسانی کے لیے ان چھیوں
رسالوں کو یکجا چھپوا کر مجموعہ کا نام ستہ ضروریہ رکھا - الحمد للہ تعالیٰ یہ ستہ ضروریہ کا مجموعہ چھپ چکا ہے اور خریداروں کی سہولت کے لیے قیمت بھی
نہایت کم یعنی کامل مجموعہ کی قیمت صرف عہ رکھی گئی ہے - جن صاحبوں کو اپنے مذہب کے دلائل پر مطلع ہونے کا شوق ہو انہیں چاہیے کہ بہت جلد اس
مجموعہ کو خرید کریں کیونکہ اس مجموعہ کے نسخے بہت زیادہ نہیں چھپے ممکن ہے کہ لیت و لعل کرنے والے دیکھتے کے دیکھتے رہ جاویں اور تمام نسخے فروخت ہو جاویں
اس مجموعہ کی پوری تعریف تو ہو نہیں سکتی - بلکہ رسالہ کے مطالعہ ہی سے اسکی حقیقت پر آگاہی ہوگی - مگر اتنی بات کہے بغیر بھی نہیں رہا جاتا کہ حنفی بھائیوں
کے حق میں اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے حصن حصین کا حکم رکھتا ہے خصوصًا جس گاؤں یا قصبہ میں کچھ غیر مقلد بھی ہوں اور حنفیہ کے
دلائل کو موضوع اور ضعیف کہہ کہہ کر وہاں کسی حنفی عالم کا ناک میں دم کر رکھا ہو وہاں احناف کے واسطے تو یہ رسالہ حرز جان ہے جیسے بعض ادویہ
کے بخور کرنے سے حشرات الارض اور ہوام گھر سے بھاگ جاتے ہیں اسی طرح جس گاؤں میں یہ مجموعہ ہوگا وہاں سے غیر مقلدوں کی چھیڑ چھاڑ بھی گم
ہو جاویگی - پس جن بھائیوں کو یہ اشتہار پہنچے اُن کو لازم ہے کہ اس رسالہ کو خود خریدیں اور دوسروں کو اشتہار پہنچائیں - اس مجموعہ کی خریداری کی ترغیب دلائیں
ہم نے تو دین کی حفاظت اور مذہب کی حمایت کی غرض سے بصرف کثیر اس مجموعہ کی اشاعت کردی - اگر برادران دینی ہماری محنت کی داد دیں گے تو انشاء اللہ
فرماویں گے تو انشاء اللہ بقیۃ العمر یہی دینی خدمت میں خرچ کرنے پر کمر ہمت چست کی جاویگی - والسلام علی من اتبع الھدیٰ

المشتہر خاکسار سید عبدالرحمن سلمہ المنان ہزاروی مقیم لاہور بازار سریاں مسجد میاں اخوند